مکمل اور طویل ترین حیرت انگیز داستان

رولوکا

پہلا حصہ



PDFBOOKSFREE.PK

تحریر: اے وحید

ڈرڈائجسٹ کا مشہور و معروف مکمل سلسلہ اور طویل ترین داستانِ حیرت

قسط نمبر 1 سے قسط نمبر 11 تک

نمبر 1

رولو کا

PDFBOOKSFREE.PK

پُراسرار قوتوں کا مالک

تحریر: اے وحید

ڈر پبلی کیشنز

کتاب مارکیٹ نیو اردو بازار کراچی

Ph: 32744391

جملہ حقوق بحق ڈریپلی کیشنز محفوظ ہیں

نام کتاب: رولوکا نمبر ①
تحریر: اے وحید
ناشر: ڈریپلی کیشنز
پرنٹر: خالد پرنٹرز
قیمت: 150/-

اسٹاکسٹ

رشید نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ فریئر روڈ کراچی + زرباغ نیوز ایجنسی چوک یادگار پشاور (سرحد)

گلزار نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ لاہور + اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی

مہران نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ حیدر آباد + الفتح نیوز ایجنسی مہران مرکز سکھر

ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی + کامیاب بک ڈپو اردو بازار کراچی

روبی پبلی کیشنز الحمد مارکیٹ لاہور + انصاری بک اسٹال ریگل روڈ فیصل آباد

ریلوے بک اسٹال فیصل آباد + ریلوے بک اسٹال روہڑی

نمونی لائبریری اینڈ فرمنگ پیج
سلاوٹ سکین اور پیج سازی کی سہولت موجود ہے
سے ہمارے فیس بک گروپس کی ڈیمانڈ فرمائش کی جا سکتی ہے
سکین نمبر 13 صفحہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر

رولوکا

میرا نام وقار احمد ہے۔ ہمارا خاندان حکیموں کا خاندان ہے۔ میرے دادا بہت مشہور حکیم تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جڑی بوٹیوں کے ماہر تھے۔ خود بڑے بڑے جنگلات میں جاتے اور ایک سے بڑھ کر ایک نایاب جڑی بوٹی تلاش کر کے لایا کرتے تھے اور ان کے ذریعہ مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے۔

وہ ہر پودے کو دیکھ کر بتا دیا کرتے تھے کہ وہ انسانی صحت کے لیے فائدہ مند ہے کہ نقصان دہ ہے۔ یہ علم انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے اور اپنی خداداد صلاحیت سے حاصل کیا تھا۔ وہ ایک نئی دوا بناتے تھے اور اس کو مریضوں پر استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ نباض بھی بہت اچھے تھے۔ ان کے پاس دور دور سے لوگ علاج کی غرض سے آتے تھے اور شفایاب ہو جاتے تھے۔

اس کے باوجود کہ وہ بہت مشہور حکیم تھے کبھی خوشحال نہیں ہوئے۔ جو کماتے تھے اس سے زیادہ وہ خرچ کر دیا کرتے تھے۔ پرکھوں کے زمانے کی کچھ زمین ان کے پاس تھی۔ گھر کا خرچ اس سے چلتا تھا۔

ان کے بعد میرے والد اور میرے باپ کا رہا۔ وہ بھی جڑی بوٹیوں پر تجربات کرتے رہے اور لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ دولت سے ان کو کبھی رغبت نہیں تھی۔ صرف باپ دادا کی نیک نامی اور عزت کو قائم رکھے ہوئے تھے۔

میرے ہوش سنبھالتے ہی میری تربیت شروع ہو گئی۔ تربیت کا انداز وہی تھا جس سے وہ خود گزرے تھے۔ سب سے پہلے جڑی بوٹیوں کی خاصیت ان کے فائدے اور نقصان کے بارے میں بتایا گیا۔ ان کی پہچان بتائی گئی کہاں پر کون سی بوٹی ملتی ہے، کس آب و ہوا میں کون سی بو پیدا ہوتی ہے، پہاڑوں پر، پتھروں میں کیا پیدا ہوتا ہے۔ زمین کی بوٹی کی کیا خاصیت ہے۔ یہ ایک بہت وسیع میدان ہے۔ اس علم کو حاصل کرنے والا اس علم کے آخر سرے تک نہیں جا پاتا اور زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا میرے دادا اور باپ کے ساتھ ہوا۔ مگر مجھے ان کے تجربات کا نچوڑ اور انہوں نے جو علم حاصل کیا تھا وہ ہنر ورثے میں مل گیا۔ مجھے سو سال کا تجربہ ورثے میں مل گیا تھا۔

میرے والد کہا کرتے تھے۔ جڑی بوٹیاں قدرت کی انوکھی پیداوار ہیں۔ یہ پیداوار ایک دن پیدا ہوتی ہے بڑھتی ہے، پھلتی پھولتی ہے اور پھر مرجھا کر بہت جلد فنا ہو جاتی ہے۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ قدرت کے ان رازوں کا پتہ ان کو چلتا ہے جو اپنی زندگی اس کام پر لگا دیتے ہیں۔ بے شک آدمی قدرت کی اس پیداوار کو پاؤں سے مسل ڈالتا ہے اس کو ذرا پتہ نہیں چلتا کہ وہ جس کو پاؤں سے مسل رہا ہے اس سے کسی مریض کا علاج ہو سکتا تھا۔ کسی کی جان بچائی جا سکتی تھی۔ اس کی تاثیر سے ایک گھر اجڑنے سے بچایا جا سکتا تھا۔ کسی مرتے ہوئے انسان کے لیے اس کی ایک بوند کافی تھی۔ اس کی زندگی کی ضامن بوند۔ بہت سی جڑی بوٹیاں ایسی بھی ہیں جو انسان کو کچھ وقت کے لیے مردہ کر دیتی ہیں اور وہ پھر دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ کوئی عقل مند آدمی پاگل ہو سکتا ہے، اور پاگل ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بہادر بزدل ہو جاتے ہیں اور بزدل بہادر، نامرد مرد بن جاتے ہیں اور مر

تالیاں بجاتے نظر آتے ہیں۔ زندگی اور موت کے راز ان جڑی بوٹیوں میں پوشیدہ ہیں۔

مگر اس علم کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ پوری زندگی اس کام کے لیے ناکافی ہے۔ ابا جان کی تاثیر پر عبور حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ مجھے یہ آسانی ہوئی کہ میرے باپ دادا کے تجربات میرے حصے میں آ گئے۔ اور ان کے لکھے نسخے مجھے مل گئے۔ دادا کے تحریر کردہ نایاب طریقہ علاج مرض اور مریض کے بارے میں تمام تفصیلات، سندر بن کے جنگلات میں پائی جانے والی جڑی بوٹیوں کے بارے میں تمام تفصیل اور ان کے حاصل کرنے کے طریقے، اور ان کی پہچان، ان کا ذائقہ اور خواص سب کچھ دادا نے لکھ دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں اس کا فائدہ ان کی آنے والی نسلیں اٹھائیں گی۔ کہیں کہیں تو ان کا انداز تحریر ایسا بھی تھا جیسے وہ مجھے مخاطب کر کے لکھ رہے ہوں۔ وہ کئی کئی دن جنگلات میں پڑے رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے جنگلی پھلوں کے بارے میں بھی لکھ دیا تھا، جو کھائے جا سکتے تھے۔ ان کی پہچان اور تاثیر بھی بیان کر دی تھی۔ وہ اردو میں لکھا کرتے تھے۔ مگر ان کی تحریر کو پڑھنا بہت مشکل تھا۔ ان کی تحریر پکی خط نسخ ہوتی تھی۔ میرے والد بھی خط نسخ میں لکھا کرتے تھے اور میری تعلیم بھی ان کی زیر نگرانی ہوئی تھی۔ اس لیے میں بھی خط نسخ لکھ اور پڑھ سکتا ہوں۔ والد مرحوم اپنے سامنے دادا مرحوم کے نسخے پڑھوایا کرتے تھے اور ان کی تحریر کی باریکیاں بتایا کرتے تھے تاکہ میں آئندہ زندگی میں ان کی تحریر سے استفادہ کر سکوں۔

ایک جگہ دادا جان نے ایک بوٹی کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا تھا۔ اس کے بارے میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ یہ ہمالیہ کی ترائی کے جنگلات میں پائی جاتی ہے۔ بہت چھوٹا سا پودا ہوتا ہے۔ اس کے پتوں کا رنگ نیلا سا ہرا ہوتا ہے۔ پتے بہت باریک اور چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس پودے میں ایک پھول پیلے رنگ کا کھلتا ہے۔ پورے پودے میں صرف ایک ہی پھول ہوتا ہے اور یہ پھول چاند کی چودہ پندرہ تاریخ کو کھلتا ہے اور صرف ایک رات کھلا رہتا ہے۔ اس کے بعد مرجھا کر ڈالی سے ٹوٹ کر گر جاتا ہے۔

کسی کو پتہ نہیں ہے کہ یہ پھول کس کام آتا ہے۔ میں نے بڑی کاوش کے بعد پتہ چلا لیا ہے کہ یہ پھول سونا بنانے میں بنیادی چیز ہے۔ اگر کسی کیمیاگر کو پتہ چل جائے تو وہ سونا بنا سکتا ہے۔ سونا بنانا آسان نہیں ہے۔ ہزاروں لوگ اس کے چکر میں تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ مگر ہر دفعہ ایک آنچ کی کسر رہ جاتی ہے اور یہ پھول وہی ایک آنچ ہے۔ مگر میرے لیے یہ بے کار شے ہے۔ اس لیے کہ مجھے سونے سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو انسانی زندگی بچانے والی دوا سے دلچسپی رکھتا ہوں۔

دادا جان کی شخصیت کا یہ پہلو بہت حیرت انگیز تھا۔ وہ سونا بنانے کا نسخہ جانتے تھے مگر انہوں نے سونا بنانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اس کے بعد والد صاحب نے بھی کبھی ایسا خیال ظاہر نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس پھول کو حاصل کرنے کے بارے میں کچھ بیان کیا۔ دادا کی طرح والد صاحب بھی اس طرف سے لاپروا تھے۔ ساری تفصیل بیاض میں موجود تھی۔ کالا جنگل سندر بن نہایت ہی خطرناک جگہ ہے۔ انسانی جان کے ہزاروں دشمن یہاں پر موجود ہیں۔ شکاری بھی ایک حد تک اور پارٹی کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر کوئی نہ کوئی حادثہ ہو ہی جاتا ہے۔ درندے دن رات آزادی سے اپنی خوراک تلاش کرتے رہتے ہیں۔ سانپ، بچھو اور نہ جانے کتنے حشرات الارض درختوں پر اور زمین پر موت کا جال بچھائے بکھرے پڑے ہیں۔ میرے دل میں ذرا دیر کو سونے کا لالچ آیا تھا۔ آخر میں بھی انسان ہوں۔ انسانی صفات میں لالچ بھی ہے مگر دوسرے ہی لمحے میرے دل سے یہ لالچ نکل گیا۔ ایک تو اس پھول کو حاصل کرنا آسان نہ تھا۔ دوسرے مجھے یہ خیال آ گیا کہ دادا نے اس کو حاصل نہیں کیا۔ باپ نے کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ تو کچھ ضرور ہو گی۔ میں کس چکر میں پڑ رہا ہوں۔ میری تو یہ لائن ہی

نہیں ہے۔

میں اور میرا ایک ملازم جنگلات میں جایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کی ضرورت تو مجھے بھی پڑتی تھی۔ باپ دادا کے زمانے کی کچھ نایاب دوائیں تو میرے پاس تھیں مگر روز مرہ کے علاج کے لیے تو جڑی بوٹیاں لانا پڑتی ہیں۔ ایک دفعہ میں اور میرا ملازم کچھ زیادہ ہی دور چلے گئے۔ مجھے خاص مریضوں کے لیے مخرب قسم کی جڑی بوٹیوں کی ضرورت تھی۔ ہم دونوں ٹٹروں پر سوار تھے۔ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں اتنی دور چلے گئے کہ واپسی کے لیے وقت نہ بچا اور شام ہو گئی۔ جو لوگ جانتے ہیں ان کو پتہ ہے کہ جنگل کی رات کس قدر بھیانک ہوتی ہے۔ درندے اکثر رات کو شکار کی تلاش کرتے ہیں۔ اپنے اپنے بھٹوں سے نکل آتے ہیں۔ حشرات الارض بھی اپنی خوراک کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

"آج تو بہت برے پھنس گئے وقار صاحب۔" میرے ملازم نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں میاں ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"رات ہونے سے پہلے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا ضروری ہے۔" وہ پھر بولا اور ہم لوگ ایک طرف چل دیئے۔ اس طرف ایک چھوٹی سی ٹیکری نظر آ رہی تھی۔ بہت تیزی سے جاتے جاتے بھی اندھیرا ہو گیا۔ میں نے تھیلے سے ٹارچ نکالی اور اس کو روشن کر لیا۔ ٹیکری کے اطراف میں گھنا جنگل تھا۔ مگر یہ ٹیکری پہلے پتھر کی تھی اس لیے اس پر کوئی بڑا درخت اور جھاڑ جھنکاڑ بھی نہیں تھا۔

ہم اس کے اطراف میں چلتے گئے۔ ایک جگہ ایسی نظر آئی جہاں پر اوپر چڑھائی تھی۔ دو طرف پتھروں کی دیوار۔ صرف سامنے کا حصہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی میں اس دو کان نما جگہ پر نظر ڈالی تو ملازم خیر الدین جلدی سے بولا۔ "یہ جگہ ٹھیک ہے۔ تینوں طرف سے محفوظ رہیں گے اور سامنے نظر رکھیں گے۔"

میری سمجھ میں بھی یہ جگہ بہترین پناہ گاہ تھی۔ میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ میرے ساتھ خیر الدین بھی اتر گیا۔

دونوں گھوڑوں کو ایک بیل کی جڑ سے باندھ دیا گیا۔ اور دونوں اس پناہ گاہ کے اندر چلے گئے۔ ایک دفعہ پھر ٹارچ کی روشنی سے میں نے اس جگہ کا معائنہ کیا۔ وہ جگہ بالکل صاف ستھری تھی۔

خیر الدین اب ایسا کرتے ہیں سامنے کی طرف آگ جلا لیتے ہیں۔ اس سے درندے اور سانپ بچھو بھی نہیں آئیں گے۔" میں نے مشورہ دیا۔ جنگل میں لکڑی بہت ہوتی ہے۔ خیر الدین نے بڑی جلدی سے بہت سی لکڑیاں جمع کر لیں اور گھاس درمیان میں رکھ کر آگ لگا دی۔ اس سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو دور تک اس کی روشنی پھیل گئی اور سردی کی جو لہر جسم کے اندر جاتی محسوس ہو رہی تھی وہ بھی دور ہو گئی۔ جب روشنی ہوئی تو میں نے اور لکڑیاں جمع کر لیں۔ تاکہ رات بھر آگ جلتی رہے۔ جنگلی درندوں کی آوازیں قریب محسوس ہو رہی تھیں مگر ہماری طرف کوئی درندہ نہیں آ رہا تھا۔ آگ ایسی چیز ہے جس سے سب ڈرتے ہیں۔ صرف حضرت انسان ہی اس کا استعمال جانتا ہے اور ڈرتا نہیں ہے۔

جب اس طرف سے بے فکری ہوئی تو میں نے تھیلے سے سفری کھانا نکال لیا اور دونوں کھانے لگے۔ ابھی ہم نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک عجیب و غریب چیز سامنے آ گئی۔ میں نے اس کو عجیب و غریب اس لیے کہا کہ وہ جانور نہیں تھا۔ آگ سے اس کو خوف نہیں تھا۔ وہ آگ کے سامنے کھڑا تھا۔ دوسرے اس کا قد زیادہ سے زیادہ چھ ساڑھے چار فٹ تھا۔ جسم نہایت ہی لاغر مگر جسم کے مقابلے میں سر بہت بڑا تھا۔ میں نے غور سے دیکھا وہ انسان ہی تھا۔ اس کے جسم کے نچلے حصے پر صرف ایک لنگوٹی نما گندگی لٹک رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا اس کو آگ کی گرمی بہت بھلی لگ رہی ہو۔ وہ ہاتھ پھیلا کر آگ کی گرمی کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے اس کی حالت پر بہت رحم آیا اور میں نے اس کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا اور پھر میرے قریب آ گیا۔ میں نے اس کی طرف ایک لڈو، جو میں کھا رہا تھا، بڑھایا۔ اس

نے جلدی سے وہ لے لیا اور کھانے لگا۔ میں نے تھیلے سے دوسرا نکالا اور کھانے لگا۔ سفری خوراک تھی اور ایک لڈو ہی ایک آدمی کے پیٹ کو بھرنے کے لیے کافی تھا۔ کھانے کے بعد میں نے چھاگل سے پانی پیا اور اس کو بھی پلایا اور چھاگل خیر الدین کی طرف بڑھادی۔ وہ کھانا کھا کر وہیں بیٹھ گیا۔ اب تک وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ میں نے بھی اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں یہ کون سی زبان جانتا ہے۔ میرے سوال کرنے سے پہلے ہی خیر الدین نے کہا۔

"تم کون ہو اور یہاں جنگل میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ خاموش رہا۔ سوال شاید اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ میں نے چند منٹ اس کے بولنے کا انتظار کیا۔ جب وہ نہ بولا تو میں نے کہا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" وہ کچھ نہ بولا مگر معصومیت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا تو میں نے بہت ہی نرم لہجے میں کہا۔ "بولو، ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولا۔ "رولوکا... ہم رولوکا۔"

"تمہارا نام رولوکا ہے؟" میں نے پوچھا تو اس نے ہاں میں گردن ہلا دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ کافی عرصہ کے بعد بولا ہے۔ اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"کس قبیلے کے ہو اور کہاں رہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔ یہ تو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میری بات سمجھ جاتا ہے۔

"بولوے، بہت دور، بہت دور..." وہ پھر لڑکھڑاتی آواز میں بولا۔

"تم یہاں پر کس طرح آئے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"لڑائی، بہت بڑا لڑائی..." وہ بولا۔

"تمہارے ساتھ لڑائی ہوئی تھی؟" میں نے کہا تو اس نے ہاں میں گردن ہلا دی۔ "کس کے ساتھ لڑائی ہوئی؟" میں نے پھر پوچھا۔

"بورا کے ساتھ۔" وہ جلدی سے بولا۔ "بورا ہے بورا ہمارا بڑا ہے۔"

"بورا سردار ہے...؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بڑا ہے۔ سب کو بولتا ہے سب سنتا ہے۔"

"تم کون ہو تم سے لڑائی کیوں ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"وچ ہوں..." وہ بولا۔

"وچ، کیا حکیم ڈاکٹر ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں میں سب کو ٹھیک کرتا ہوں۔ بورا کا بیوی مر گیا۔ بس لڑائی ہو گیا۔ بھاگ گیا ہم، بھاگ گیا۔"

"تم کب سے بھاگا ہوا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بارہ چاند ہو گیا۔" وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایک سال سے تم جنگل میں پھر رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت خطرہ تھا۔ سب ہم کو کھوجتا تھا۔ کدھر جاتا۔ تم اچھا ہے۔"

"تم میرے ساتھ چلو گے؟" میں نے پوچھا تو اس نے ہاں میں گردن ہلا دی۔ میں نے خیر الدین سے کہا۔ "تم کچھ سو لو میں جاگ رہا ہوں۔ جب مجھے نیند آئے گی تو میں تم کو اٹھا دوں گا۔" خیر الدین نے تھیلا سرہانے رکھا اور لیٹ گیا۔

"تم بالکل ننگا ہے۔ تم کو سردی نہیں لگتی؟" میں نے رولوکا سے پوچھا۔ وہ مسکرا دیا جیسے میں نے کوئی بچکانہ سوال کر دیا ہو اور بولا۔

"دوا اچھی دوا۔"

"تم نے دوا کھائی ہے۔" میں نے کہا۔

وہ مسکرا کر بولا۔ "دوا..."

"کون سی دوا کھائی ہے۔" میں نے پھر پوچھا۔ تو اس نے لنگوٹ میں سے ایک بیر کی شکل کا پھل نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ بیر نہیں تھا کیونکہ اس کی شکل ذرا لمبوتری تھی۔ دور سے دیکھنے پر وہ بیر ہی لگتا تھا۔

"اس سے سردی نہیں لگتی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں لگتا۔" وہ بولا۔

"بارہ دن ہو گئے ہیں۔ اب تم سو جاؤ نہیں اور آگ کے لیے خوب لکڑیاں ڈالتے رہنا۔" میں نے کہا۔

"آپ فکر نہ کرو صاحب۔" وہ بولا اور میں اس کی طرف کروٹ لے کر جگہ لیٹ گیا اور چند منٹ میں ہی سو گیا۔

میری جس وقت آنکھ کھلی اس وقت درختوں پر زندگی جاگ گئی تھی۔ پرندوں کے جاگ جانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی درندوں کی آوازیں بھی صاف سنائی دی رہی تھیں۔ میں نے جاگ کر اطراف کا جائزہ لیا مگر رولوکا اپنی جگہ نہیں تھا۔ "یہ رولوکا کہاں چلا گیا۔" میں نے خیر الدین سے پوچھا۔

وہ حیرت سے بولا۔ "ابھی تو یہیں تھا۔"

"میرا خیال ہے تم بھی سو گئے تھے۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں صاحب میں ذرا نہیں سویا۔" وہ بولا۔

"پھر یہ رولوکا چلا گیا اور تم کو پتہ نہیں چلا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ بات تو ہے۔" وہ شرمندگی سے بولا۔

"اچھا خیر اب چلنے کی تیاری کرو۔ دوپہر کو رکنا نہیں ہے۔ کھانا اور ناشتہ سب کر لو۔"

"چائے کا بندوبست کروں۔" اس نے پوچھا۔

"دودھ کہاں سے لاؤ گے؟" میں نے کہا۔

"کالی ہی پئیں گے..." اس نے کہا تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تھیلے سے کھانا نکالنے لگا۔

رات کا سفر ختم ہو گیا تھا اور خوب روشنی ہو گئی تھی۔ مجھے ایک طرف سے رولوکا آتا نظر آیا۔ اس کے کاندھے پر ایک زندہ ہرن لدا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے حیرت سے اس کو دیکھا تو وہ بولا۔ "کھانا..."

ہرن کے دونوں سینگ اس نے مضبوطی سے پکڑ کر اس کو کھڑا کر دیا۔ میں نے دیکھا ہرن مادہ تھی اس کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ میں نے رولوکا کو اشارہ کیا کہ وہ ہرن کو پکڑے رکھے۔ اور میں نے چینی کے ساتھ مل میں ہرنی کا دودھ نکالنا شروع کر دیا۔ ذرا سی دیر میں گلاس بھر گیا۔ ہرنی کے بچوں کے حصے کا کچھ دودھ میں نے نکال لیا

http://t.me/Tehqiqat

تھا۔ خیرالدین کو دودھ دے کر میں نے رولوکا کو بتایا کہ کھانا بہت ہے یہ بچوں والی ہے، اس کے بچے بھوکے مر جائیں گے اس لیے اس کو چھوڑ دو۔ رولوکا نے تعجب سے میری طرف دیکھا اور کھا جانے کا اشارہ کیا۔ مگر میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور رولوکا نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔

ہرنی آزاد ہوتے ہی ہوا ہو گئی۔ رولوکا میرے پاس ہی بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں خیرالدین نے چائے پیش کر دی۔ اور تینوں چائے کے ساتھ سبزی کھانا کھانے لگے۔ کھانے کے بعد ایک ایک کپ اور چائے پی اور تازہ دم ہو گئے۔ رولوکا نے زندگی میں پہلی دفعہ شاید چائے پی تھی وہ بہت اچھا، بہت اچھا کہتا رہا۔

میں بنیادی طور پر حکیم تھا اور جڑی بوٹیوں کی ہی تلاش میں آیا تھا۔ پھر بھلا میں اس بے زبان بوٹی کو کس طرح بھول سکتا تھا جس کے کھانے سے سردی نہیں لگتی۔ میں نے رولوکا سے پوچھا۔ "وہ بوٹی یا پھل کہاں ہے، اور اس کو کتنا کھایا جائے کہ سردی نہ لگے۔"

رولوکا نے گردن ہلائی اور بولا۔ "ہمارا ساتھ آؤ۔"

میں نے خیرالدین کو کھڑا رہنے کی ہدایت کی اور خچر کی لگام اس کے ہاتھ میں دے کر رولوکا کے ساتھ چل پڑا۔ رولوکا نشیب کی طرف جا رہا تھا جہاں پر گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ہم جتنا نشیب میں اترتے جاتے اندھیرا بڑھتا جاتا تھا۔ درخت اور جھاڑیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ سورج کی روشنی زمین پر نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس ملگجی روشنی میں پانی کے گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ہم جوں جوں آگے جا رہے تھے آواز بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ ہی دیر کے بعد ہم ایک آبشار کے پاس کھڑے تھے۔ وہ آبشار اس مقام پر گر رہا تھا مگر پانی کا پھیلاؤ زیادہ نہیں تھا۔ پانی جہاں گر رہا تھا وہاں سے بہت کم زمین پر بہہ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ جہاں گر رہا تھا وہیں سے زمین کے اندر جا رہا تھا۔ مگر اس کی چھینٹوں نے میرے کپڑے تر بتر کر دیے تھے۔ اندھیرے میں پانی صاف شفاف نظر آتا تھا۔ پانی کے کنارے کنارے جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور سردی اس قدر زیادہ تھی کہ کچھ ہی دیر میں میرا جسم سن ہونا شروع ہونے لگا۔

رولوکا ان جھاڑیوں کے قریب گیا اور چند پھل توڑ کر لے آیا اور مجھے کھانے کا اشارہ کیا۔ وہ پھل دہی تھا۔ بیضوی مگر زرا لمبوترا۔ آدھا سفید تھا اور آدھا گہرا براؤن۔ میں نے اس کو منہ میں ڈال لیا۔ کچھ مزا عجیب سا تھا۔ نہ اس کو ترش کہہ سکتے ہیں نا کڑوا۔ رولوکا نے اپنا منہ چلا کر بتایا کہ اس کو چباؤ اور میں چبانے لگا۔ اتنی دیر میں رولوکا دونوں ہاتھوں میں اور پھل لے آیا۔ وہ سب پھل لے کر میں نے اپنی جیب میں ڈال لیے۔ چند ہی منٹ کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے سردی کم ہو رہی ہے اور پھر آہستہ آہستہ سردی کا احساس بالکل ختم ہو گیا۔

یہ اس حیرت انگیز پھل کی خوبی تھی۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ رولوکا جس کو میں صرف ایک جنگلی آدمی ہی سمجھ رہا تھا وہ بہت آگے کی چیز ہے۔ ایک حیرت انگیز پھل سے اس نے مجھے متعارف کرایا تھا۔ جس قدر پھل میں لا سکتا تھا وہ میں نے توڑ لیے اور واپسی کا ارادہ کیا تھا کہ رولوکا بولا۔ "گرمی والا بوٹی کا ضرورت نہیں۔"

"کیا کوئی ایسا بوٹی بھی ہے جو گرمی سے بچاتا ہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بہت ہے آؤ۔" اور وہ واپس چل پڑا۔

اب وہ دوسرے راستے سے چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ کیونکہ ہم گھنی جھاڑیوں سے آگے آ گئے تھے۔ رولوکا بڑی تیزی سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ مجھے اس کا ساتھ دینے میں پریشانی ہو رہی تھی اور تھکن کا احساس ہو رہا تھا مگر رولوکا تازہ دم تھا۔ اس پر زرا بھی تھکن کا احساس نہیں تھا۔ وہ جتنا کمزور نظر آتا تھا وہ اتنا کمزور نہیں۔ وہ بندر کی طرح کودتا چلتا تھا۔ مجھے اس کا ساتھ مشکل ہو رہا تھا۔ وہ ہر دس میں قدم کے بعد کھڑا ہو جاتا تاکہ میں بہت زیادہ پیچھے نہ رہ جاؤں۔

پہاڑ پر زیادہ جھاڑیاں نہیں تھیں۔ پہلے پتھر چٹانیں ننگی نظر آتی تھیں۔ مگر کسی کسی پر سبزا بھی نظر آتا تھا

دونوں جنوں کو اس نے بھر دیا۔ کچھ ہی دیر میں ایک حیرت انگیز چیز اور میرے سامنے آ گئی۔ وہ چھوٹے چھوٹے پھل جن کا رنگ تیز سرخ تھا ان کا رنگ مدھم ہوتے ہوتے نیلا ہو گیا اور جن جنوں پر وہ رکھے تھے وہ گہرے ہرے رنگ کے پتے پیلے ہو گئے۔ یہ اتنی جلدی ہوا کہ میں حیرت سے رولوکا کی طرف دیکھنے لگا۔ کیسی عجیب بات لگتی ہے۔ میں خاندانی حکیم جڑی بوٹیوں کا ماہر جس کے پاس باپ دادا کا تجربہ تھا، جو ہزاروں مریضوں کو ٹھیک کر چکا تھا۔ اس جنگلی بونے کے سامنے خود کو بالکل اناڑی سمجھ رہا تھا۔ جو کچھ اب تک ہوا تھا وہ میری عقل، تجربے اور سمجھ سے بالاتر تھا۔

رولوکا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ "اس بوٹی کا خطرناک پانی پتے نے پی لیا۔ اب یہ اچھا ہے۔" اور اس نے وہ پھل ہاتھ میں لے کر دکھائے۔ پھر ایک دوسرا پتہ اس نے توڑا اور وہ پھل اس پر رکھنے لگا۔ کافی دیر تک وہ پھل اس پتے پر رکھے رہے۔ مگر وہ پتہ ویسا ہی ہرا رہا تو وہ بولا۔ "اب یہ ٹھیک ہیں۔ اس کو کھا سکتے ہیں۔"

میں نے وہ سب پھل اپنی ایک جیب میں ڈال لیے اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ میرے مڑتے ہی رولوکا مجھ سے آگے آ گیا اور بہت کم وقت میں ہم خیرالدین کے پاس پہنچ گئے۔ میں اگر اکیلا واپس آتا تو شاید نہ پہنچ پاتا۔ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا یہ جنگلی بونا۔

میں رولوکا کو بار بار بونا کہہ رہا ہوں۔ شاید اس سے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر کہہ رہا ہوں مگر ایسا نہیں تھا۔ اس نے مجھے دو چیزیں بتائیں۔ دونوں حیرت انگیز تھیں۔ ان کو تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی مجھے جو چیزیں دکھا دیں اور ان کو توڑنے کا طریقہ بتا دیا۔ ایک طرح سے وہ میرا استاد ہوا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی ایک لفظ بھی سکھائے تو وہ استاد ہوتا ہے۔ میں نے ان کے استعمال کا طریقہ بھی رولوکا سے پتہ کر لیا۔ جس

پر لکھنے سے رہ گیا۔

دونوں جنوں کو اس نے بھر دیا۔ کچھ ہی دیر میں ایک حیرت انگیز چیز اور میرے سامنے آ گئی۔ وہ چھوٹے چھوٹے پھل جن کا رنگ تیز سرخ تھا ان کا رنگ مدھم ہوتے ہوتے نیلا ہو گیا اور جن جنوں پر وہ رکھے تھے وہ گہرے ہرے رنگ کے پتے پیلے ہو گئے۔ یہ اتنی جلدی ہوا کہ میں حیرت سے رولوکا کی طرف دیکھنے لگا۔ کیسی عجیب بات لگتی ہے۔ میں خاندانی حکیم جڑی بوٹیوں کا ماہر جس کے پاس باپ دادا کا تجربہ تھا، جو ہزاروں مریضوں کو ٹھیک کر چکا تھا۔ اس جنگلی بونے کے سامنے خود کو بالکل اناڑی سمجھ رہا تھا۔ جو کچھ اب تک ہوا تھا وہ میری عقل، تجربے اور سمجھ سے بالاتر تھا۔

رولوکا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ "اس بوٹی کا خطرناک پانی پتے نے پی لیا۔ اب یہ اچھا ہے۔" اور اس نے وہ پھل ہاتھ میں لے کر دکھائے۔ پھر ایک دوسرا پتہ اس نے توڑا اور وہ پھل اس پر رکھنے لگا۔ کافی دیر تک وہ پھل اس پتے پر رکھے رہے۔ مگر وہ پتہ ویسا ہی ہرا رہا تو وہ بولا۔ "اب یہ ٹھیک ہیں۔ اس کو کھا سکتے ہیں۔"

میں نے وہ سب پھل اپنی ایک جیب میں ڈال لیے اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ میرے مڑتے ہی رولوکا مجھ سے آگے آ گیا اور بہت کم وقت میں ہم خیرالدین کے پاس پہنچ گئے۔ میں اگر اکیلا واپس آتا تو شاید نہ پہنچ پاتا۔ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا یہ جنگلی بونا۔

میں رولوکا کو بار بار بونا کہہ رہا ہوں۔ شاید اس سے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر کہہ رہا ہوں مگر ایسا نہیں تھا۔ اس نے مجھے دو چیزیں بتائیں۔ دونوں حیرت انگیز تھیں۔ ان کو تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی مجھے جو چیزیں دکھا دیں اور ان کو توڑنے کا طریقہ بتا دیا۔ ایک طرح سے وہ میرا استاد ہوا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی ایک لفظ بھی سکھائے تو وہ استاد ہوتا ہے۔ میں نے ان کے استعمال کا طریقہ بھی رولوکا سے پتہ کر لیا۔ جس

درخت کے پتے رولوکا نے استعمال کیے تھے اس کی خاصیت یہ تھی کہ وہ ہر قسم کا زہر چوس لیتے تھے۔ رولوکا نے بتایا کہ اگر سانپ کاٹ لے تو اس جگہ زخم کر کے اس پر ایک پتہ باندھنا چاہیے۔ مریض نہیں مرے گا۔ دوسرا پتہ باندھنے کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے مزید بتایا کہ جہاں پر یہ درخت ہوتا ہے وہاں پر زہریلے کیڑے مکوڑے نہیں آتے۔

ہمارے آتے ہی خیر الدین نے چلنے کی تیاری کر لی اور میں رولوکا کی وجہ سے فچر کی لگام پکڑ کر پیدل ہی روانہ ہوا۔ رولوکا میرے ساتھ تھا۔ خیر الدین اپنے فچر پر ہمارے پیچھے آ رہا تھا۔ شام تک ہم نے بہت سفر کر لیا۔ رولوکا بہت کم بات کرتا تھا۔ وہ خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ صرف اشارے سے راستہ بتا رہا تھا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ وہ جنگل کا ماہر ہے ہمیں بھٹکائے گا نہیں۔ اور وہی ہوا مغرب سے پہلے اس نے ہم کو جنگل سے باہر نکال دیا۔ اگر ہم خود آتے تو شاید ایسا نہ ہوتا۔ جنگل ختم ہوتے ہی وہ بولا۔ "ہم پھر آئے گا۔" اور کوئی بات سنے بغیر جنگل میں بھاگتا چلا گیا۔

میں نے اور خیر الدین نے بہت آوازیں دیں مگر وہ چلا گیا۔ میں نے سوچا تھا ایک کام کا آدمی ملا ہے اس سے کچھ اور سیکھوں گا۔ یہ تو اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ رولوکا وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے اور اس کو اتنی جلدی سمجھ لینا کہ وہ کیا ہے بہت مشکل ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ وہ دوچ ہے شاید اس کا مطلب ڈاکٹر یا حکیم ٹائپ کی چیز ہو۔ ان کے طریقہ علاج اور جڑی بوٹیاں دوسری ہوں۔ اگر یہ درست ہے تو وہ میرے لیے بہت اہمیت کا آدمی ہے۔ مگر کیا کہا جا سکتا ہے۔ وہ جس طرح ملا تھا اسی طرح چلا گیا۔ مگر پھر آنے کا کہہ گیا ہے۔ مگر کب آئے گا، کہاں آئے گا، اس کو میرا کیا پتہ، میں تو روز روز جنگل نہیں آتا۔ پہلی دفعہ باپ دادا کی روایت کو زندہ کرنے آ گیا تھا۔ مگر شاید اب آنا پڑے۔ مجھے رولوکا کی ضرورت ہے۔ وہ میرا استاد ہے۔ اس سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ میں ان خیالات میں غرق پیدل ہی چلا جا رہا تھا کہ خیر الدین کی آواز آئی۔

"ابھی ٹھکانا دور ہے صاحب۔ پھر پر بیٹھ جائیں۔"

رولوکا کے ساتھ آپ بھی سارا دن پیدل ہی چلے ہیں۔"

"پیدل چلنا مجبوری تھی خیر الدین۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مجبوری تھی۔" خیر الدین بولا۔

"رولوکا میرا استاد تھا۔ میں فچر پر سواری کرتا اور وہ پیدل، یہ استاد کی توہین تھی۔ اس لیے میں بھی پیدل چلتا رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"رولوکا، آپ کا استاد؟" خیر الدین حیرت سے بولا۔

"ہاں! اس نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے اس نے وہ میرا استاد ہی ہوا۔ میں اس کی استاد کی طرح ہی عزت کرتا ہوں اور تم بھی یہ بات یاد رکھنا۔" میں نے کہا۔

خیر الدین نے تعجب سے گردن ہلائی مگر کچھ بولا نہیں۔ تین دن کے بعد میں اپنے شہر یعنی سہارن پور پہنچ گیا۔ میرے بہت سے مریض میرا انتظار کر رہے تھے میرا مطب وہی تھا جو باپ دادا کے زمانے سے چلا آ رہا تھا۔ یعنی اوپری منزل پر پورا گھر اور نیچے مطب تھا۔ بہت بڑا مکان تھا ہماری ضرورت سے زیادہ تھا میں گنجائش تھی چونکہ ایک زمانے سے یہ مطب چلتا تھا اس لیے پورا شہر جانتا تھا۔ سہارنپور زیادہ بڑا شہر نہیں مگر پھر بھی اچھی خاصی آبادی ہے۔ حکیم جواد کا بورڈ میری کی پیشانی پر ایک زمانے سے لگا ہوا ہے۔ حکیم جواد میرے دادا تھے۔ والد صاحب نے اس بورڈ کو نہیں بدلوایا۔ اسی نام سے مطب چلاتے رہے اور میں بھی دادا کے ہی استعمال کر رہا تھا۔

میں نے سب جڑی بوٹیوں کے تھیلے آدمیوں کے حوالے کر دیئے تاکہ وہ ان کو ان کی جگہ رکھ دیں۔ مگر وہ دونوں یعنی گرمی اور سردی سے نپٹنے دوائیں اپنے پاس رکھ لیں۔ میرے پاس دواؤں کا اسٹاک موجود تھا کہ تین چار مہینے مجھے دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سوکھا راشن وغیرہ سب اس کو پتہ ہے۔ تھیلے وغیرہ سب وہ تیار کر دے گا۔"

سب تیاری دو روز میں ہو گئی اور میں اور سندر لال تک پور کی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ تک پور منڈی ریلوے کا آخری اسٹیشن ہے۔ اس کے بعد جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تک پور سے آگے ایک دو گاؤں ہیں اس کے بعد جنگل ہے۔ جو گاؤں جنگل کے قریب ہیں یہاں پر رہنے والے دیہاتی بڑے بہادر ہیں۔ وہ جنگلی درندوں سے نہیں ڈرتے۔ آدمی تو آدمی عورتیں تک بڑے سے بڑے درندے کا مقابلہ کرتی ہیں۔ یہاں پر انڈے، گوشت، دودھ کوئی نہیں خریدتا۔ بلکہ وہ لوگ جانتے ہی نہیں کہ یہ چیزیں بکتی بھی ہیں۔ انڈے وہ لوگ جنگلی مرغیوں کے حاصل کرتے ہیں اور ان کو جال میں پھانس کر پکڑتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ جس جانور کو کھانا چاہتے ہیں اپنی دیسی ترکیبوں سے شکار کرتے ہیں۔ سب لوگ گوشت خور ہیں۔ آبادی کس قوم کی ہے پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ یہاں پر نہ کوئی مندر ہے نہ مسجد۔ سب مل جل کر رہتے ہیں اور مل کر ہر مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مردوں کے جسم پر ایک سلوکا نما صدری اور ایک لنگوٹی نما دھوتی ہوتی ہے۔ عورتیں ایک ساڑھی نما کپڑا استعمال کرتی ہیں۔ اوپر جسم پر بھی وہی کپڑا لپٹا ہوتا ہے۔ چولی یا اس قسم کی کوئی چیز ان کے جسم پر نہیں ہوتی۔

اس گاؤں کے مکھیا سے میرے بہت پرانے تعلقات ہیں۔ میرے والد کو بھی یہ مکھیا جانتا تھا۔ باپ کی طرح میں بھی جب جاتا ہوں اس کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر جاتا ہوں۔ اس کے بدلے میں وہ ہماری سواری کے لیے فچر دیتا ہے اور جو ہم کو ضرورت ہو پوری کرتا ہے۔ میں دو چار روپے کی چیز اس کو دیتا ہوں تو وہ بھی اس سے زیادہ میرا خیال کرتا ہے۔ اور پھر ہمارا آخری ٹھکانا بھی یہی گاؤں ہوتا ہے۔ میرے والد سفر کے لیے ایک قسم کے لڈو بناتے تھے۔ ان کی خاصیت یہ تھی کہ ایک لڈو کھانے کے بعد پیٹ بھر جاتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ

مکمل کھانا کھایا ہے۔ کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں ہوتی تھی۔ میں بھی وہی لنڈورا کرساتھ رکھتا تھا۔ کچھ خشک غذا بھی رکھتا تھا۔ مگر اس کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی۔ چائے کی پتی نمک چینی بھی تھیلے میں موجود ہوتی تھی۔ ہم لوگ جڑی بوٹیاں تلاش کرتے جاتے تھے۔ اس لیے کوئی آتشی ہتھیار اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ ایک تیز چاقو میرے پاس ضرور ہوتا تھا۔ اور جو میرے ساتھ جاتا تھا ایک ایسا ہی چاقو اس کے پاس بھی ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ دس بارہ فٹ لمبی رسی پتلی مگر مضبوط بھی ضرور ساتھ ہوتی تھی۔ ہم یہ سب چیزیں سہارنپور سے لے کر چلتے تھے۔ آخری سرے کے گاؤں سے ہم صرف مچھر لیا کرتے تھے اور اس کی نقد ادائیگی کیا کرتے تھے۔

گاؤں کے کھیا سے اگرچہ میرے بہت پرانے تعلقات تھے مگر میں اس کو بلاوجہ تکلیف نہیں دیتا تھا۔ میرے والد بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ مچھر میں خریدتا تھا۔ مگر واپسی میں وہ مچھر کھیا کو ہی دے آتا تھا اور بھی جو سامان ہمارے کام کا نہیں ہوتا تھا اس کے حوالے کر دیتا تھا۔ اس دور دراز گاؤں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بڑی اہمیت تھی۔ اس لیے کھیا میری بڑی آؤ بھگت کرتا تھا۔ سادہ لوگ تھے وہ لوگ شہروں والی چال بازیوں کو جانتے نہیں تھے۔

اس دفعہ میرے ساتھ سندر لال تھا۔ یہ خیر الدین سے زیادہ چاک و چوبند اور ہوشیار آدمی تھا۔ دیکھنے میں تو وہ چھوٹا سا اور کمزور نظر آتا تھا مگر وہ ایسا نہیں تھا۔ ایک رات ہم نے گاؤں میں آرام کیا۔ کھیا نے رات کو ہی دو صحرے مچھروں کا بندوبست کر دیا تھا۔ صبح ایک ایک باجرے کی روٹی اور ایک ایک پائی سائز گلاس دودھ کا ناشتہ ہم نے کیا۔ یہ بندوبست کھیا کی طرف سے تھا اور مچھروں پر سب سامان لادا اور جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ زیادہ سے زیادہ ایک میل جنگل کے اندر جاتے ہیں۔ جہاں راستہ بھولنے یا خطرے کا احساس ہوتا ہے واپس چلے آتے ہیں۔

یہاں پر جڑی بوٹیوں کی تو کمی ہے نہیں۔ ہر طرف

ہریالی ہی ہریالی ہے۔ بھانت بھانت کے درخت پائے موجود ہیں۔ ضرورت صرف ان پودوں اور درختوں کو جاننے کی ہے۔ میرا تو یہ خاندانی کام ہے میں دیکھ اور کر پہچان کرتا ہوں اور خود کو اس کام کا ماہر خیال کرتا ہوں مگر اس دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک پڑا ہے۔ مجھے روکو نے بہت متاثر کیا۔ وہ میری زندگی کا عجیب و غریب کر ہے۔ پتہ نہیں اب اس سے ملاقات ہوگی کہ نہیں۔ وہ حسن انداز میں ملا تھا اسی طرح ہی چلا بھی گیا تھا۔

ہم لوگ رات ہونے سے پہلے واپس گاؤں گئے۔ سندر لال نے مچھروں سے سامان اتار لیا۔ دو صبح پھر ہماری خاطر اسی طرح ہوئی۔ ایک گلاس جما سائز دودھ کا اور باجرے کی روٹی۔ پھر ہم لوگ اپنا لے کر روانہ ہو گئے۔ پہلے روز ہم جہاں تک گئے تھے ہمیں اس سے آگے جانا تھا۔ جنگل کو جو لوگ جانتے ہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جنگل کا قانون ہماری دنیا سے بالکل الگ ہے۔ یہاں پر ہر طاقتور کمزور کو کھا یہاں پر طاقت پر زندگی ہوتی ہے۔ جو زیادہ اور تیز نظر والے ہیں وہ اپنی اسی خوبی کے باعث رہتے ہیں۔ میں جنگل میں رہنے والے جانوروں کی کر رہا ہوں۔ وہ بھی درندوں سے اپنی جان بچاتے وہ ان کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے مگر قدرتی حس اور پھر پن سے خود کو بچا لیتے ہیں۔

مجھے جب واپسی کا خیال آیا اس وقت شام پانچ بجے تھے۔ جنگل میں رات جلد ہو جاتی ہے درختوں سے چھپی زمین پر اندھیرا جلد پھیل ہے۔ "سندر لال! واپس جانا تو مشکل ہو گا۔ گزارنے کا بندوبست کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"ایسا ہی لگتا ہے۔" سندر لال بولا۔

"تو اب نظریں دوڑاؤ۔" میں نے کہا۔

"دور دور تک تو کوئی پہاڑی یا ٹیلا نظر نہیں آ طرف پیڑ ہی پیڑ ہیں۔" وہ بولا۔

"جنگل میں نظر کچھ آتا ہے اور ہوتا کچھ

ہے۔ آگے چلو۔" اور ہم نے مچھروں کو آگے بڑھا دیا۔ کچھ دور چلے تھے کہ ایک ٹیلا نظر آ گیا۔ وہاں پر درخت بھی کم تھے میں اس طرف بڑھ گیا۔ میرے ساتھ سندر لال بھی آ گیا۔ یہ کوئی بہت اونچا ٹیلا نہیں تھا۔ مگر اس پر زیادہ جنگل بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک نظر میں ہی اندازہ کر لیا کہ اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ سندر لال نے اشارہ پاتے ہی مچھروں سے سامان اتار لیا اور مچھروں کو اس چھوٹی سی چہار دیواری کی سرنگ کے اندر کر دیا۔

اب اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ میں نے لکڑیاں اور کچھ سوکھے پتے جمع کر کے ان کو آگ لگا دی۔ لکڑیوں نے جلد ہی آگ پکڑ لی۔ میں نے اور سندر لال نے دوڑ دوڑ کر لکڑیاں جمع کرنا شروع کر دیں۔ کیونکہ رات بھر کے لیے لکڑیاں ناکافی تھیں۔ جنگل میں لکڑیوں کی کیا کمی۔ کچھ دیر میں ہم نے ایک ڈھیر جمع کر دیا اور پھر سرنگ کے اندر مچھر موجود تھے اور سامنے ہی الاؤ جل رہا تھا۔ اگر کوئی درندہ پیچھے سے بھی آنا چاہے گا تو آگ کو دیکھ کر نہیں آئے گا۔ سامنے سے تو آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا دونوں مچھر بھی محفوظ جگہ پر تھے۔ اگر وہ کسی درندے کی سے ڈر کر بھاگنا چاہیں تو بھی نہیں بھاگ سکتے تھے۔

سردی بڑھ گئی تھی اور جنگل کا سناٹا ذرا اور گہرا ہو رہا تھا۔ اس کیفیت کو کسی درندے کی آواز اور بڑھا گی۔ مگر میں پرسکون تھا۔ کیونکہ آگ ایک ایسی چیز کے قریب نہ کوئی درندہ آتا ہے اور نہ ہی کوئی ت الارض۔ "کھانے کا بندوبست کرو سندر لال۔" نے کہا۔

سندر لال نے لنڈوں کا تھیلا نکالا۔ پانی کی ل نکالی اور میرے سامنے رکھ دی۔ میں نے تھیلے سے ٹھ نکال کر سندر لال کو دیا اور دوسرا خود کھانے لگا۔ یہ ب ایسی چیز تھا۔ ایک ڈیڑھ پاؤ کا یہ لنڈو ایک ت آدمی کی مکمل غذا تھا۔ ہم دونوں نے اطمینان کھانے کے بعد پانی پی لیا۔ اس وقت رات کے آٹھ

بجے تھے۔ گر جنگل کی رات بہت بڑی ہوتی ہے۔ ایسی بھیانک خاموشی ہر طرف چھائی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے بہادروں کا بھی پتا پانی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس خاموشی میں ہزار قسم کے خطرے پوشیدہ ہوتے ہیں۔

"سندر لال — چائے بناؤ۔ رات کو جاگنا بھی ہے دونوں تو نہیں سو سکتے۔" میں نے کہا۔

سندر لال نے سفری کیتلی نکال لی جس میں تین چار کپ چائے بن جاتی تھی۔ اس نے کیتلی میں چھاگل سے پانی بھرا اور ایک لمبی سی لکڑی لے کر کیتلی آگ کے الاؤ کے اوپر لٹکا دی۔ آگ اتنی تیز تھی کہ چند منٹ میں ہی پانی ابلنے لگا اور چائے تیار ہو گئی اور ہم دونوں چائے پینے لگے۔

ہم دونوں کھوہ کے سامنے بیٹھے تھے اور ہمارے سامنے آگ جل رہی تھی کہ اچانک رات کی تاریکی کی چادر سے نکلتا ہوا ایک شخص نظر آ گیا۔ وہ کوئی اور نہیں رولوکا تھا۔ وہ بہت تیزی سے آگ کی طرف آیا۔ میں اس کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے ساتھ سندر لال بھی کھڑا ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر رولوکا کو گلے لگا لیا۔ محبت اور نفرت کے جذبات کو زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انسان کسی ملک کا بھی ہو کسی بھی زبان کا بولنے والا ہو وہ اس زبان کو خوب جانتا ہے اور اس کو ان جذبات کے اظہار کے لیے کسی زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نے رولوکا کو اپنے قریب بٹھا لیا اور پوچھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"جنگل میں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میں تم کو اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"یہ ہمارا گھر ہے۔" اس نے جنگل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہارے جنگڑے کا کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"چلتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ میں نے سندر لال کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کیتلی سے چائے نکال کر رولوکا کو دی۔ رولوکا نے بڑی خوشی سے مگ پکڑ لیا اور

چائے پینے لگا۔

"تم جنگل میں اکیلا رہتا ہے۔ ادھر تو بہت بڑا بڑا جانور ہے۔ تم کو ڈر نہیں لگتا۔" سندر لال نے بھی ایک سوال کر دیا۔

"ڈر..... وہ کیا ہوتا ہے؟ گھر میں کون ڈرتا ہے۔" وہ بولا۔

"بہت خطرناک جگہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہم ادھر پیدا ہوا۔ ادھر سب ٹھیک ہے۔ ہم کو ادھر کوئی کچھ نہیں بولتا۔ سب ہمارا دوست ہے۔ ادھر دو ٹانگ والا سب سے خراب ہے۔ ہم اس سے چھپتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم اپنے دشمن کی بات کرتے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"وہ بہت خراب ہے۔ ہم اس کا کام کیا۔ ہمارا باپ اس کا کام کیا۔ وہ ہم کو مارنا چاہتا ہے۔ ہم نہیں مرے گا۔ اس کا یہ کام نہیں ہوگا۔"

"وہ تمہارا دشمن کیوں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"عورت کے واسطے۔ اس کا بہت عورت ہے۔"

"تم کو کیوں مارنا چاہتا ہے۔" میں نے پھر پوچھا۔

"ہمارا قبیلہ بہت بڑا۔ سردار بہت بڑا۔ ادھر بہت دور ہمارا باپ سردار کا وچ ڈاکٹر بہت بڑا۔ سب اس کو بڑا بولتا سردار بھی بڑا بولتا۔ سب کا بیماری کا دوا دارو کرتا۔ سب کو ٹھیک کرتا۔ اس کا بیماری کون ٹھیک کرتا، وہ مر گیا۔ ہم کو وہ سب بتا کر گیا۔ سردار نے ہم کو اس کا جگہ دیا۔ سردار کو اس کا بیٹا مارا اور سردار بن گیا۔ سردار کا سب عورت اس کا عورت بنا۔ سردار کا سب لڑکی اس کا عورت بنا۔ ہم جانتا تم کو اچھا نہیں لگا۔ ادھر ایسا ہوتا ہے۔ عورت اس عورت ہوتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ماں بہن نہیں ہوتا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں! عورت مرد کے واسطے بچہ پیدا کرتا۔ جو نہیں دیتا وہ بیکار ہے۔ اس کو مارتا، یہ قانون ہے۔ ہمارا اس عورت ہے، ہم ادھر ہے، وہ پھر بھی بچہ دے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں! عورت بچہ دیتا ہے، وہ اچھا عورت نہیں دیتا ہے کار ہے۔"

"حرام حلال کا کچھ چکر نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہم کو نہیں پتہ تم کیا بولتا ہے۔" رولوکا نے جواب سے کہا۔

"یہ ہماری دنیا کی بات ہے۔ تم نہیں سمجھو گے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات ٹھیک ہے۔" وہ بولا۔

"تم ہماری بات سمجھتا ہے۔ بولتا ہے۔ کیا ہماری زبان آتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس ہم کو آتا ہے۔ ہمارے باپ کو آتا تھا۔ کا لوگ ہم سے بولتا تھا ہم سردار کو بتا دیتا تھا۔"

"تمہارا قبیلہ آدم خور تو نہیں ہے؟" میں پوچھا۔

"نہیں آدمی نہیں کھاتا۔ ادھر بہت شکار بہت کھاتا ہے۔" اس نے کہا۔

"تم لوگ گوشت کھاتے ہو؟" میں پوچھا۔

"ہم لوگ صرف گوشت نہیں کھاتا اور بھی ہے۔ دریا کا خوراک بھی ہے۔ کبھی کبھی انسان کا بھی ملتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے تو کہا کہ آدمی نہیں کھاتے۔" میں حیرت سے کہا۔

"زندہ نہیں کھاتے، مرتا ہے تو اس کو خراب نہیں کرتے۔ تھوڑا تھوڑا سب کو ملتا ہے۔" نے کہا۔

"تم نے انسانی گوشت کھایا ہے۔" میں

"ایک دفعہ کھایا ہے۔" رولوکا بولا۔

"کس کا کھایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے باپ کا کھایا تھا۔" اس نے جواب دیا۔

"خوشی سے کھایا تھا۔" میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں ہم کو پتہ تھا یہ اچھا بات نہیں ہے۔ سردار کا حکم تھا تو کھایا۔ سردار بولا تم اس سے بڑا وچ ڈاکٹر بنے گا۔ تم کو ضرور کھانا ہے اور ہم نے تھوڑا کھایا تھا۔" رولوکا نے شرمندگی سے کہا۔

"اس سے کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا باپ میرے بہت قریب ہے۔ وہ ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے میری بہت مدد کیا ہے۔ اس کا سارا جادو میرے اندر آ گیا ہے۔ میں تم کو جیسا نظر آتا ہوں ایسا نہیں ہوں۔ میری جو حالت تم کو نظر آتی ہے میں اس سے الگ ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"تم میرے استاد ہو، رولوکا۔" میں نے کہا۔

"استاد کیا ہوتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گرو یعنی استاد بولو ایک ہی بات ہے۔"

"انگریزی میں بولو۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کو انگریزی آتی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تمہارا زبان سے زیادہ آتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم میرے ٹیچر ہو، تم نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے سکھایا ہے۔ اس لیے میں تم کو گرو مانتا ہوں۔" میں نے ہاتھ جوڑ کر عقیدت سے کہا تو رولوکا خوش ہوا۔

"تم اچھا آدمی ہے۔" وہ بولا۔

"تم میرے ساتھ چلو میں تمہاری خدمت کروں گا۔" میں نے انگریزی میں کہا۔

"یہ بہت مشکل ہے۔ میں انسانی جنگل میں نہیں رہتا۔" رولوکا نے بھی انگریزی میں جواب دیا۔

"میں تم سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں بتاؤں گا اور جب تم کو ہمارا ضرورت ہوگا تو بلا لینا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کو کس طرح پتہ چلے گا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے؟" میں نے کہا۔

"اس کی تم فکر مت کرو۔ یہ میرا کام ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر میں تم کو کس طرح تلاش کروں گا؟" میں نے پوچھا۔

"جب تم پریشان ہوگا ہم کو پتہ چل جائے گا۔ یا تم ہم کو یاد کرے گا ہم کو پتہ چل جائے گا۔ تم کو تلاش کرنے کا ضرورت نہیں پڑے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم جو نظر آتے ہو ویسے نہیں ہو تم اپنی حالت میں آئے تو میں کس طرح تم کو پہچانوں گا؟" میں نے پوچھا۔

"میری شکل تو یہی ہوگی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ہاں پھر ٹھیک ہے۔" میں نے جواباً کہا۔ اب ہم انگریزی میں بات کر رہے تھے اور سندر لال لالا کے نزدیک خراٹے لے رہا تھا۔ رات بہت آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے گویا آدھی رات گزر گئی تھی۔

"تم کو تمہارے کام کا چیز ملا۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں بہت ملا ہے مگر ابھی بھی کم ہے۔" میں نے کہا۔

"دن میں میرے ساتھ چلنا بہت ملے گا۔" وہ بولا۔

"ضرور چلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب تم آرام کرلو میں اس کو جگا دیتا ہوں۔ کچھ دیر تم بھی سو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"نہیں تم سو جاؤ میں ادھر ہوں۔" وہ بولا۔

بھروسہ ہی انسانی زندگی کا سرمایہ ہے اور بھروسہ ہی تباہی۔ میں نے رولوکا پر بھروسہ کیا اور لیٹ گیا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ تھا اس لیے فوراً ہی سو گیا۔ میں نے ذرا نہیں سوچا کہ یہ جنگلی آدمی مجھے نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ انسان کے اندر بھی ایک میزان ہے۔ پیمانہ ہے۔ وہ ہر انسان کی پرکھ کرتا ہے اور تولتا ہے۔ میں نے اسی پر اعتماد کیا تھا۔ میں اور سندر لال رات بھر لالا کے کنارے بڑے آرام سے سوتے رہے۔ رولوکا آگ پر لکڑیاں ڈالتا رہا اور پوری

READING CORNER
https://readingcornerpdf.com/

طرح جاگتا رہا۔

سات بجے صبح میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا آگ اسی طرح جل رہی تھی اور رولوکا اس کے کنارے بیٹھا تھا۔ میں نے سندر لال کو آواز دی۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "سندر لال جلدی کرو چائے بناؤ۔ رولوکا کو پلاؤ رات بھر ہماری چوکی کرتا رہا ہے۔" سندر لال نے کیتلی میں پانی ڈالا پتی ڈالی تھی کہ رولوکا نے کہا۔

"کیا کرتا ہے یہ؟"

"چائے بنائے گا۔" میں نے کہا۔

"وہی گرم مشروب——" وہ بولا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"تم نے پہلے ایک دفعہ پلایا تھا اس میں دودھ ڈالا تھا۔" وہ بولا۔

"مگر دودھ یہاں کہاں۔ اس دفعہ تو تم ہرن لے آئے تھے۔"

"تو ابھی ٹھہرو۔" وہ بولا اور جنگل کے اندر چلا گیا۔

سندر لال حیرت سے ہماری گفتگو سن رہا تھا بولا۔

"یہ جنگلی انگریزی بول رہا تھا۔"

"ہاں—— تم اس کو صرف جنگلی مت سمجھنا۔ یہ بہت اونچی چیز ہے۔ تمہارے سر سے بہت اونچی——" میں نے کہا۔ "تم جو کچھ یہاں دیکھو سنو اس کو اپنے تک رکھنا کسی سے کہو گے تو وہ تم کو پاگل خانے پہنچا دے گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں جی میں کاہے کو کسی سے کہتے لگا۔" وہ بولا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد رولو ایک ہرنی اٹھائے آ گیا۔ ہرنی کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ سندر لال نے جلدی سے مگ میں اس کا دودھ نکالنا شروع کر دیا اور دودھ نکال لیا۔ میں نے رولوکا سے کہا۔ "اب اس ہرنی کو آزاد کر دو۔"

رولوکا مسکرا کر بولا۔ "تم بہت رحم ہے گوشت نہیں کھائے گا۔"

"گوشت میں کھاتا ضرور ہوں مگر اس طرح نہیں، جو ہرنی ہے اس کا کوئی دودھ پیتا بچہ بھی ہے۔ اگر یہ واپس نہ گئی تو وہ بچہ مر جائے گا۔ ابھی اس کی ضرورت اس کے بچے کو ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پہلے بھی تم نے ایسا ہی کیا تھا۔ تمہاری یہی بات ہم کو تمہارے قریب لانے والی بنی ہے۔ تم اندر سے بہت نرم ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں خود کو اچھا نہیں سمجھتا مگر میں ایک معاذ ہوں۔ لوگوں کے دکھ تکلیف دور کرتا ہوں۔ ان کو دوا ہوں۔ ان کو زندگی اچھی طرح گزارنے کا موقعہ ہوں۔ خود ان کے لیے دوائیں جمع کرتا ہوں۔ جنگل میں پھرتا ہوں۔ مگر پھر بھی میں خود کو اونچا آدمی نہیں کہتا۔ کیونکہ میں ایک انسان ہوں مجھ میں خرابیاں ضرور ہیں۔" میں نے کہا۔

"اگر تم یہ کرتو پھر——" رولوکا نے پوچھا۔

"پھر میرے کو نہیں کوئی اور کرے گا۔ مجھ سے کرے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر بھی تم کرتا ہے۔" وہ بولا۔

"ہاں پھر بھی مجھے کرنا ہے۔ کیونکہ میری رو ہے ایمانداری اور بے ایمانی دونوں چیزیں انسان کے ہیں۔ انسان جو راستہ پسند کرے اس پر چل سکتا ہے۔"

"تم نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔" رولو پوچھا۔

"میں اپنی محنت کا صلہ وصول کرتا ہوں۔ زیادہ جو اس کی اوائیگی کے قابل نہیں ہیں ان کی میں یہ سمجھ کر کر دیتا ہوں کہ اس کا صلہ مجھے مرنے کے جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"مرنے کے بعد کس طرح ملے گا۔" پوچھا۔

"یہ صرف یقین کی بات ہے۔" میں نے "جواب پورا نہیں دیا۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کا جواب ذرا لمبا ہوگا اس لیے مختصر تھا۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بتاؤ؟" وہ بولا۔ اتنی دیر میں سندر لال نے گرم گرم چائے کے کپ ہمیں پکڑا دیئے تو میں نے لڈو کو تھپتھپا لیا اور تینوں لڈو کے ساتھ چائے پینے لگے۔ لڈو اور چائے نے بڑا مزہ دیا اور ہمارے پیٹ بھر گئے۔

ضروریات سے فراغت کے بعد سندر لال نے سب سامان ٹٹوؤں پر لاد لیا اور رولوکا کے ساتھ ہم آگے بڑھ گئے۔ اب راستہ بھولنے یا کسی درندے کا ڈر نہیں تھا۔ رولوکا ساتھ تھا اور میرا ڈر و خوف جو جنگل سے تھا ختم ہو چکا تھا۔ میں نے اپنی گیمل رولوکا کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اور ہمارا سفر جنگل کے اندرونی سمت کی طرف تھا۔ رولوکا آگے آگے چل رہا تھا۔ اس کا قد مجھ سے کم تھا مگر اس کی چال مجھ سے بہت تیز تھی۔ دونوں ٹٹوؤں پر صرف سامان تھا اور سندر لال بھی پیدل ہی چل رہا تھا۔ میں رولوکا کی وجہ سے مجبور سوار نہیں ہوا تھا اور سندر لال میری وجہ سے پیدل چل رہا تھا۔

بڑے درختوں کے بعد جھاڑیوں کا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہ علاقہ زیادہ دشوار تھا۔ ایک تو جھاڑیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ گزرنا مشکل ہو رہا تھا اور یہاں پر سانپ بچھو کا زیادہ ڈر تھا۔ دوسرے طرح طرح کی چیونٹیاں اور رینگنے والے زہریلے حشرات الارض کی کثرت ان جھاڑیوں میں موجود تھی۔ میں اور سندر لال لانگ بوٹ پہنے تھے۔ اس کے باوجود ہم ڈر رہے تھے۔ مگر رولوکا ننگے پیر ہونے کے باوجود بے دھڑک ہم سے آگے چلا جا رہا تھا۔ ایک جگہ وہ ٹھہر گیا اور اس نے جھک کر ایک پودے کو جڑ سے اکھاڑ لیا۔ وہ ایک بہت باریک باریک تین کونے والی پتیوں کا پودا تھا۔ اس کا رنگ ہرا تھا مگر اس ہریالی میں پیلا پن بہت کم تھا۔ رولوکا نے مجھے دکھا کر کہا۔

"اس پودے کو جانتے ہو یہ کیا ہے۔"

میرے لیے یہ ایک نیا پودا تھا۔ میں نے کہا۔ "نہیں مجھے نہیں پتہ۔"

"یہ ایک نایاب پودا ہے۔ کہیں کہیں اور کبھی کبھی نظر آتا ہے اور عزے کی بات یہ ہے کہ یہ سردی گرمی ہر موسم میں ہوتا ہے اور تلاش کرو تو کسی موسم میں نہیں ملتا۔ اور ملتا ہے تو اس طرح ملتا ہے جیسے اب ملا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کا نام کیا ہے اور کیا خوبی اس میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم اپنی زبان میں اس کو "شوئی" کہتے ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"شوئی، تمہاری زبان میں اس کو کیا کہیں گے؟"

"شوئی، کا مطلب ہے" جنگ۔" رولوکا نے کہا۔

"بہت عجیب نام ہے اس کا۔" میں نے کہا۔

"اس سے زیادہ عجیب اس کا کام ہے۔" رولوکا کہنے لگا۔ "اس کو دھو کر گرم پانی میں ابالا جاتا ہے۔ یہ پورا پودا پانی میں تحلیل ہو جاتا ہے اور اس پانی کا رنگ ہلکا پیلا ہو جاتا ہے۔ وہ پانی جب ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو جم جاتا ہے اور دو چار روز میں بالکل سنگ پتھر کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس کو سال ہا سال تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"کس مرض میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"اس کا سفوف بنا کر بہت تھوڑی مقدار میں ان مریضوں کو دیا جاتا ہے جو قوت مردی سے محروم ہوتے ہیں یا ان بوڑھوں کو دیا جاتا ہے جو کمزور ہو چکے ہوتے ہیں۔ تمہارے پاس اس کی ضرورت بہت ہوتی ہے کیونکہ یہاں ہر ہر مرد کی عورتیں دس پندرہ سے کم نہیں ہوتیں۔ یہ ایک پودا ہزاروں کے لیے کافی ہے۔ اس کی مقدار کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ذرا زیادہ مقدار ہو گئی تو مریض پاگل ہو جائے گا یا مر جائے گا۔" رولوکا نے زمین سے مٹی اٹھائی اور میری ہتھیلی پر رکھ دی۔ "اتنی خوراک بالکل تم مریض کے لیے ہے۔ اس کے ساتھ اس کو پیٹ بھر کر دودھ چربی استعمال کرتا ہے اور ایک چاند تک۔ کچھ اور نہیں دینا ہے۔ اسی طرح کم درجے کے مریض کی خوراک کم ہو گی اور اس سے کم درجے کے مریض کو صرف ایک سلائی ڈبہ کر دودھ میں پلانا ہے۔"

READING Section
http://pdfreading.blogspot.com

"اس پودے کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ پودا تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔ اسی طرح اچانک مل جاتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

میں نے ایک تھیلی میں اس کو الگ سے رکھ لیا اور جو رولوکا نے بتایا تھا نوٹ کر کے اس تھیلے میں ڈال دیا۔ میں ہر نئی دوا حاصل کرنے کے بعد یہی کرتا تھا۔ اس سے مجھے آگے چل کر آسانی ہوتی تھی۔ رولوکا آگے بڑھ گیا۔ یہاں پر بے شمار پودے اور گھاس اگی ہوئی تھی۔ اس ہرے بھرے میدان میں ہر قسم کی بوٹیاں اور پھل موجود تھے۔ گویا یہ علاقہ میرے نقطہ نگاہ سے بہترین تھا۔ رولوکا نے اور بھی کئی نئی دواؤں سے روشناس کرایا اور اپنے طریقہ علاج پر روشنی ڈالی۔ وہ دواؤں کو براہ راست استعمال کرا دیا کرتا تھا۔ جبکہ ہم لوگ دواؤں کو کوٹتے چھانتے تھے۔ اس کی وجہ اس نے بتائی کہ ہم لوگوں کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ آسانی سے مل جاتی ہے اور شہروں میں تم ایسا نہیں کر سکتے۔ رولوکا کہتا ہے ہماری دوائیں زیادہ تیزی سے اثر کرتی ہیں کیونکہ یہ تازہ ہوتی ہیں۔ رولوکا کی یہ بات اپنی جگہ بالکل درست تھی۔ میں نے رولوکا کو استاد بنایا تھا اور رولوکا نے اس سفر میں واقعی اس کا حق ادا کر دیا تھا۔

اونٹ جب پہاڑ کے برابر آتا ہے تو اس کو پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنا اونچا ہے۔ یہی حال میرا تھا۔ رولوکا کی معلومات اور بتانے کے انداز کے سامنے میں خود کو بونا سمجھ رہا تھا۔ میرا اضافی تجربہ باپ دادا کے بتائے طور طریقوں کا استعمال مجھے بچکانہ سا لگ رہا تھا۔ صرف چند گھنٹوں میں ہمارے سارے تھیلے دواؤں سے بھر گئے۔ اس میں ایسی ایسی نایاب اور مجرب دوائیں شامل تھیں جو میں اکیلا کبھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

دوپہر کے بعد ہماری واپسی شروع ہو گئی اب ہم کسی اور ہی راستے سے واپس آ رہے تھے۔ میں نے رولوکا کو کئی دفعہ نیچر پر بلھانا چاہا مگر وہ پیدل چلتا رہا۔ وہ اب بھی چاک و چوبند تھا۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ مگر اس پر ذرا بھی نیند کا غلبہ نہیں تھا۔ شام ہونے والی تھی مگر اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہم گاؤں کے پاس پہنچ گئے۔ رولوکا نے کہا۔ "اب تم جاؤ میں پھر ملوں گا۔"

"میں تو واپس شہر چلا جاؤں گا تم کہاں ملو گے؟" میں نے پوچھا۔

"جب تم کو ضرورت ہو گی جب ملوں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"اچھا گرو، میں کیا کہوں تم مرضی کے مالک ہو۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہے ہو مگر وہ نہیں ہو سکتا جو تم چاہتے ہو۔ میری ذمہ داریاں جنگل میں بہت زیادہ ہیں۔ تم ان باتوں کو ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ جب سمجھ جاؤ گے تو اصرار نہیں کرو گے۔" اور رولوکا ایک چھلاوے کی طرح جنگل میں دوڑ گیا۔ میں اور سندر لال حیرت سے اس کو دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس کے جانے کے بعد سندر لال بولا۔

"کیا کہہ رہا تھا حکیم صاحب۔ ہماری تو سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"اچھا ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر سمجھ میں آ جاتا تو اور زیادہ مشکل ہوتی۔ تم صرف ایک بات یاد رکھنا۔ وہ یہ کہ تم کو کوئی نہیں ملا۔ ہم دونوں نے دوائیں جمع کی ہیں۔ کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس دفعہ جو دوائیں میں لایا تھا وہ ایک سال کے لیے کافی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ نئی اور نایاب دوائیں رولوکا نے بتائی تھیں۔ وہ بھی میرے پاس تھیں۔ میرے طریقہ علاج میں بھی فرق آ گیا تھا۔ میں پرانے باپ دادا کے طریقے کے علاوہ رولوکا کا بتایا ہوا طریقہ بھی استعمال کر رہا تھا۔ اور اس سے مجھے بہت فائدہ ہو رہا تھا۔ میری اہلیت بڑھتی جا رہی تھی اور شہرت۔ میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جو پرانے سے پرانے مرض کا علاج میں کر دیا کرتا تھا۔ جو علاج سے کر دیا کرتا تھا۔ ہندوستان کے دور دراز سے

میرے پاس آنے اور ٹھیک ہو کر جانے۔ میں نے دولت کمانے کی طرف کبھی دھیان نہیں دیا۔ رولوکا کی دوائیں حیرت انگیز تھیں اور ان دواؤں نے مجھے شہرت دلائی۔

ہندوستان کی ایک ریاست کے نواب صاحب نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ مگر میں نہیں گیا۔ دوسرا بلاوا پھر آیا مگر میں نہ گیا۔ وجہ یہ تھی کہ میرے روزانہ بہت مریض آیا کرتے تھے۔ میرے جانے سے ان کا حرج ہوتا۔ نواب صاحب ضرورت مند تھے۔ میں ان کا نام اور ریاست نہیں لکھ رہا ہوں۔ ہر مریض کا پردہ رکھنا میرے پیشے میں ضروری ہے۔ میں نے نہ آنے کی وجہ ان کو بتا دی اور ان کے آنے کی وجہ پوچھی۔

تنہائی میں انہوں نے بتایا کہ ان کے محل میں چالیس عورتیں ان کے پاس ہیں۔ مگر اب وہ ایک دو کے قابل ہی خود کو نہیں پاتے۔ مجھے فوراً رولوکا یاد آ گیا۔ اس کے ساتھ وہ حیرت انگیز بوٹی بھی یاد آ گئی۔ میں نے مسکرا کر نواب صاحب سے کہا۔ "آپ کے بچے کتنے ہیں۔"

نواب صاحب نے نفی میں گردن ہلا کر کہا۔ "ایک بھی نہیں۔"

"مجھے شروع سے ہی حکیموں نے بتا دیا تھا کہ تمہاری اولاد نہیں ہو گی اور باقی ہر طرح سے تم فٹ ہو۔ مگر اب تو اس سے بھی چار ہاتھ ہوں۔" نواب صاحب ہنستے ہوئے بولے۔

"آپ کی عمر کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"چالیس بیالیس کے قریب ہے۔" وہ بولے۔

"میں صرف ایک خوراک میں آپ کو فٹ کر دوں گا مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ پہلے تو آپ یہ کریں کہ جو آپ کے نکاح میں ہیں ان کو ضرور رکھیں اور باقی سب کو فارغ کر دیں اور جو حقوق ہیں ادا کر دیں۔ پھر میرے پاس آئیں۔ میں آپ کو فٹ کر دوں گا اور ایسا علاج کروں گا کہ آپ صاحب اولاد ہو جائیں گے۔ دوائیں میں دوں گا۔ آپ صاحب بھی کرنا۔ انشاء اللہ آپ کا مسئلہ ضرور حل ہو جائے گا۔"

نواب صاحب کے چہرے پر رونق آ گئی بولے۔ "کیا ایسا ہو سکتا ہے حکیم صاحب۔"

"اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے کہا نا کہ کوشش میں کروں گا۔ مگر میری شرط وہی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کی ہر شرط پوری کروں گا۔" وہ جھک کر بولا۔

"تو پھر جائیے اور میری شرط پوری کرنے کی کوشش کریں اور جب آپ اس میں کامیاب ہو جائیں تشریف لے آئیے اور اگر کامیاب نہ ہوں تو نہ آئیے۔" میں نے کہا۔

اور نواب صاحب واپس چلے گئے۔ ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد وہ واپس آ گئے۔ اس دفعہ ان کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا۔ میں نے بڑے احترام سے ان کا حال پوچھا۔ ساری تفصیلات پتہ کرنے کے بعد میں نے رولوکا کی بوٹی کی ایک خوراک ان کو دے دی اور بتا دیا کہ اس خوراک کے استعمال کے بعد جو بہترین غذا وہ کھا سکتے ہیں کھائیں۔ کچھ دوائیں ان کو روزانہ کھانے کو دے دیں تاکہ وہ خوراک ہضم کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے اپنے خاندانی نسخوں میں سے ایک ان کو دے دیا۔

میں نے اپنے تجربے اور بزرگوں کے تجربے سب کا نچوڑ ان کے علاج پر لگا دیا اور ان کے جانے کے بعد دعا بھی کرتا رہا۔ کیونکہ اس قسم کا علاج میں نے پہلی دفعہ کیا تھا۔ نواب صاحب کو ایک ماہ کے بعد آ کر مجھے رپورٹ دینا تھی۔

مگر ان کے جانے کے بعد ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک صاحب آ گئے۔ ان کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے اور چاروں ہی لٹھ بند تھے۔ انہوں نے آتے ہی سوال کیا۔ "نواب احمد یار (احمد یار ان کا نام نہیں ہے میں نے پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے یہ نام رکھ دیا ہے) کا علاج کر رہے ہیں؟"

"آپ کون ہیں۔ پہلے اپنا تعارف تو کروائیں۔"

میں نے کہا۔

"ہمارا نام نواب صالح یار ہے۔" (یہ نام بھی فرضی ہے)

"اب فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے پوچھا۔

"نواب کو کیا بیماری ہے اور آپ کیا علاج کر رہے ہیں۔ مجھے یہ پتہ کرنا ہے؟"

"دیکھئے آپ میرے مطب میں آئے ہیں قابل احترام ہیں۔ میرے اور میرے پیشے کے کچھ اصول ہیں۔ میرے پاس جب کوئی مریض آتا ہے تو معالج اور مریض کے درمیان ایک خاموش معاہدہ ہو جاتا ہے اور وہ معاہدہ ہوتا ہے رازداری کا۔ معالج مریض کے رازوں کا امین ہوتا ہے۔ وہ ان رازوں کو بغیر مریض کی مرضی کے کسی پر آشکار نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔" میں نے بہت تحمل اور انسانیت سے ان سے کہا۔ مگر نواب صالح کا چہرہ یہ سن کر غصے سے بگڑ گیا۔

"میں نواب کا چھوٹا بھائی ہوں۔ آپ کو ان کا مرض بتانا ہوگا۔"

"میں کس طرح اعتبار کروں۔ اگر آپ ان کے ساتھ آئے ہوتے تو شاید میں بتا دیتا۔ مگر آپ تو الگ سے آئے ہیں۔"

"آپ کو پتہ ہے نواب نے کیا کیا آپ کے پاس سے جانے کے بعد۔" وہ غصہ سے بولے۔

"بتایئے گا تو پتہ چلے گا نا۔" میں نے کہا۔

"سارے محل کو اجاڑ دیا۔ ساری لونڈیوں باندیوں کو نکال باہر کیا۔ کسی عورت کو محل میں نہیں رہنے دیا۔ آپ کو پتہ ہے۔" وہ تیزی سے بولے۔

"ان کو ضرورت نہ رہی ہوگی۔ بیویوں کو تو نہیں نکالا۔" میں نے کریدا۔

"جو آدمی چالیس عورتوں کے ساتھ رہتا ہو اس کے لیے تو انوکھی بات ہے۔" وہ بولے۔

"دیکھئے آدمی ہمیشہ ایک جیسا تو نہیں رہتا۔ اب ان کو ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ان کا علاج کر رہے ہیں تاکہ ان کو اولاد ہو جائے۔" صالح نے کہا۔

"اگر اولاد ہو جاتی ہے تو یہ خوشی کی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کو اولاد ہو گئی تو ہماری اولاد کا کیا ہے گا۔" وہ غصہ سے بولا۔

میرے دماغ میں چھناکا سا ہوا۔ میں نے کہا۔ "میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔ وہ ذرا واضح فرمایئے۔"

اب نواب صالح کو احساس ہوا کہ وہ جلدی میں کیا کہہ گیا ہے۔ وہ سنبھل کر بولا۔ "میرا مطلب تھا کہ اولاد تو میری موجود ہے۔ میری اولاد بھی تو ان کی ہی ہے۔ پھر ان کو اولاد کی ضرورت کیوں پیش آ گئی۔"

"اگر ان کو اولاد کی خواہش ہے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اعتراض کیسا بات یہ ہے کہ اب خاندانی میراث اتنی زیادہ نہیں رہی کہ اس سے زیادہ لوگ خوراکی کر سکیں۔" نواب صالح نے بات بنانی چاہی۔ مگر میں اس کی نیت کو بھانپ چکا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نواب احمد یار کی اولاد ہو۔ اگر اس کو اولاد ہو گئی تو اس کی وارث وہی ہو گی صالح کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ دوسری صورت میں احمد یار کے بعد ریاست کا مالک وہ ہوگا۔ اس کے اس کی اولاد۔ دولت اور اقتدار کی خواہش انسان کو کتنا گرا دیتی ہے۔ ایک بھائی دوسرے کے لیے صرف دولت کی خاطر کیا سوچ رہا ہے۔ میری نظر میں نواب صالح عزت مٹی ہو گئی اور میں نے طے کر لیا کہ میں نواب احمد کی ہر طرح مدد کروں گا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔

میری خاموشی کا اس نے اپنی ذہنیت کے مطابق مطلب نکالا اور بولا۔ "حکیم صاحب! آپ یہ علاج نہ دیں میں آپ کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ احمد یار جو کچھ آپ کو دیا ہے اس سے کئی گنا زیادہ میں آپ کی

کروں گا۔ اس کو اولاد تو ہونا ہی نہیں چاہیے۔" صالح نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"اوہو حکیم صاحب! آپ بھی بہت بھولے ہیں۔" وہ میرے قریب کھسک آیا اور بات آگے بڑھائی۔ "میرے چار لڑکے ہیں۔ ان کو ریاست کی باگ ڈور آگے چل کے سنبھالنا ہے۔ اس وقت سارے اختیارات کے مالک مختار احمد یار بھائی ہیں۔ اگر ان کی اولاد ہو گئی تو پھر وارث تو وہ ہو گی۔ نواب تو گئی ہمارے ہاتھ سے۔ میرے لڑکوں کا مستقبل تو ختم ہو جائے گا۔ ہم تو پھر دھی گلی بندھی آمدنی پر رہیں گے۔" صالح کھل کر میدان میں آ گیا۔

"اچھا ایک بات اور بتائیں؟" میں نے کہا۔

"وہ بھی پوچھیں مگر ہمارا کام بھی کریں۔"

"احمد یار اولاد پیدا کرنے کے لائق پیدائشی نہیں ہے کیا؟" میں نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" وہ بولا۔ "مگر میرے ذہن میں یہ ترکیب شروع سے تھی۔ اس لیے میں نے ایک جوگی سے ایک دوا بنوائی تھی۔ اس دوا کی وجہ سے وہ اب تک اولاد پیدا نہ کر سکے۔ شروع شروع میں تو بھاگ دوڑ انہوں نے کیا۔ مگر اس دوا کی یہ خاصیت تھی کہ آدمی کی قوت مردی بہت بڑھ جاتی ہے اور وہ بہت عورتیں رکھتا ہے۔ لیکن اولاد ایک بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ مگر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ خود کو کمزور پاتا ہے۔ آپ نے اس کا علاج ایسے ہی وقت شروع کیا ہے۔ آپ اس دوا میں پر روک دیں اور یہ فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کروں؟" نواب صالح نے کہا۔

"آپ خود سمجھدار ہیں۔ میں کیا عرض کروں؟" میں نے جواب دیا۔ انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا وہ اپنی کامیابی پر بہت خوش نظر آتا تھا۔

"میں خاندانی آدمی ہوں۔ میرا وعدہ ہے کہ بالا

ل کروں گا۔" وہ تکبر سے بولا۔

"آپ خاندانی ہیں تو غور سے سن لیں۔ میں راستے پر پڑا ہوا پتھر نہیں ہوں۔ اپنی جگہ بہت ہوں ہوں۔ آپ اتنی دیر سے اس چٹان سے سر پھوڑ رہے ہیں۔ میں صرف آپ کے ذہن کو پرکھنے کی خاطر آپ کی باتیں برداشت کر رہا تھا۔ اب مجھے اندازہ ہو گیا ہے آپ صرف دولت کی خاطر اپنے بھائی کی خواہشات جائز خواہشات کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ اپنی ساری اولادوں کو مار ڈالیں اور بے اولاد ہو جائیں تو کیا آپ ایسا کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"تیرا دماغ تو نہیں خراب ہے۔ کیا بکواس کر رہا ہے؟" وہ غصے سے بولا۔

"ساری نوابی ایک ہی لمحے میں اتر گئی اور آ گئے تراک پر خاندانی لوگ ایسے ہوتے ہیں؟"

"تم مجھے نہیں جانتے اگر ریاست میں ہوتے تو سر تمہارے کاندھے پر نہ ہوتا۔" صالح نے کہا۔

"اپنی صورت دیکھ کر آپ سے باہر ہو گئے۔ میں نے تو صرف آئینہ ہی دکھایا ہے۔"

"اب میں تیرا بندوبست سہارنپور میں ہی کروں گا۔ دیکھتا ہوں تو کس طرح یہاں پر مطب چلاتا ہے۔ اگر توبہ کرتا دوڑا نہ آئے تو کہنا۔" وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا اس کے چاروں لٹھ بند مجھ پر دانت پیستے رہے۔ مگر آگے نہیں آئے۔ یہ میرا مکان تھا اور ان کی ریاست کے اندر تھا۔ نواب صالح غصے میں اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔

نواب احمد یار بہت برا پھنسا ہوا تھا۔ دولت اور اقتدار کی خاطر اس کے ہر طرف سے جھگڑا کیا تھا اور یہ کسی اور نے نہیں اس کے بھائی نے اس کے خلاف سازش کی تھی۔ مگر مجھے امید تھی کہ میری دوائیں اس کو نارمل کر دیں گی اور وہ اولاد پیدا کرنے کے لائق ہو جائے گا۔ انسان دنیا و عقبیٰ حاصل کرنے کو کیا کیا کرتا ہے۔

ٹھیک ایک مہینے کے بعد نواب احمد یار میرے

پاس آیا اور اس نے بتایا کہ وہ حیرت انگیز تبدیلیاں خود میں پاتا ہے میں نے اور بھی دوائیں اس کو دے دیں اور تاکید کردی کہ یہ دوائیں وہ اپنی تحویل میں رکھے۔ میں نے نواب صاحب کے بارے میں اس کو نہیں بتایا اور وہ چلا گیا۔

اس کے جانے کے چار روز کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور بولا۔ "آپ ہی حکیم وقار ہیں؟"

"خادم کو ہی وقار کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کی شہرت سن کر حاضر ہوا ہوں۔ میرا نام نواز احمد ہے اور میں گاؤں سری رام سے آیا ہوں۔ زیادہ دور یہ گاؤں نہیں ہے پانچ چھ کوس ہوگا۔" وہ بولا۔

"آپ اپنی تکلیف بیان کریں۔" میں نے کہا تو وہ کہنے لگا۔

"میں مریض نہیں ہوں۔ مریض تو گاؤں میں ہی ہے میں آپ کو لینے آیا ہوں۔" وہ بولا۔

"یہ تو بہت مشکل ہے میں کہیں نہیں جاتا..... آپ مریض کو ساتھ لے آئیں۔" میں نے جواب دیا۔

"حکیم صاحب! اگر مریض آنے کے قابل ہوتا تو میں لے کر ہی آتا۔ مجبوری ہے۔ آپ خدا ترس آدمی ہیں چل کر دیکھ لیں۔ جو خرچ آپ کا ہوگا میں ادا کردوں گا اور آپ کو واپس پہنچانا بھی میرا کام ہوگا۔" وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔

"مریض کو کیا تکلیف ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آج تک پتہ ہی نہیں چلا۔ مریض میری گھر والی ہے۔ اس کو دورے پڑتے ہیں۔ دورے کے دوران اس کا چہرہ مردوں سے بدتر ہو جاتا ہے اور جسم اکڑ جاتا ہے اور دانت ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں۔ کئی دفعہ تو زبان بھی کٹ چکی ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کب دورہ پڑ جائے۔ آپ فکر نہ کریں میں آپ کو بڑے آرام سے واپس پہنچا دوں گا۔ موٹر لے کر آیا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی بات ہے۔" وہ بولا۔

میں سری رام گاؤں نواز احمد کے ساتھ، ضروری دوائیں لے کر روانہ ہو گیا۔ سری رام گاؤں میں کبھی نہیں گیا تھا۔ مگر ہم تو سنا ہوا تھا۔ گاڑی چلتی رہی۔ ایک گھنٹہ گزر گیا تو میں نے پوچھا۔ "اور کتنی دور ہے گاؤں۔" گاڑی نواز احمد ہی چلا رہا تھا۔ اس کے برابر ایک مجرا سا آدمی بیٹھا تھا۔ نواز نے جواب دیا۔

"بس تھوڑی دور اور ہے۔" میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔ دن کا وقت تھا مگر نہ معلوم گاڑی کس روڈ پر تھی کہ دور دور تک کوئی دوسری گاڑی نظر نہیں آتی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف کھیت تھے۔ کہیں کہیں کھیتوں میں کسان کام کرتے نظر آ جاتے تھے۔ موٹر کار ایک ہی رفتار سے چلی جا رہی تھی۔ دو گھنٹے کے بعد وہ بائیں طرف ایک کچی سڑک پر مڑ گئی۔ دس پندرہ منٹ کے بعد ایک حویلی نما مکان نظر آ گیا اور موٹر اس کے مین دروازے پر رک گئی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس مکان کے اطراف میں کوئی مکان نہ تھا۔ یہ مکان کھیتوں کے درمیان اکیلا کھڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف گھنے درخت لگے تھے اور یہ مکان ان کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ دور سے دیکھنے پر صرف درختوں کا جھنڈ نظر آتا تھا۔ دوسرے یہ مین سڑک سے ہٹ کر تھا۔

گاڑی کا دروازہ کھول کر نواز اور اس کا ساتھی نیچے اتر آئے۔ نواز نے کہا۔ "اب تم بھی اتر آؤ۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ اس کا لہجہ اور انداز مجھے اچھا نہ لگا مگر میں گاڑی سے اتر آیا۔ "اندر چلے جاؤ۔" وہ اسی انداز میں بولا۔ اس کا انداز مجھے سخت برا لگا تو میں نے کہا۔

"نواز احمد گھر لا کر بے عزت کر رہے ہو۔ میں مریض کو دیکھنے آیا ہوں۔ تم لائے ہو اور تم اس طرح بات کر رہے ہو جیسے میں زبردستی آیا ہوں۔" میں نے ناگواری سے کہا۔

"میری ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ تم اندر جاؤ۔ اگر خود نہیں گئے تو یہ جوان تم کو اندر پہنچا دے گا۔" وہ بولا۔

"مریض کہاں ہے.....؟" میں نے پوچھا۔

"مریض اور مرض دونوں اندر ہیں۔ اندر تو پہلے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ اور میں اندر کے دروازے

کوئی مدد نہیں کرے گا۔ میں ریاست سے باہر بھی رسوخ رکھتا ہوں۔ اس مکان سے باہر جانے کی کوشش مت کرنا۔ اگر کوشش کرو گے تو کسی مصیبت میں آخری آرام گاہ بن جائے گی اور اوپر سے نیچے چلا کر مریض کا شور کر دوں گا۔" یہ کہہ کر صالح چلا گیا۔ میں کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ اس کے جانے کے چند منٹ کے بعد نواز کمرے میں آ گیا اور بولا۔

"اس کمرے کے باہر مت آنا۔ کھانا پانی سب یہیں پر ملے گا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دیر مجھے گھورتا رہا اور پھر چلا گیا۔ پھر دن گزر گیا میرے پاس کوئی نہیں آیا۔ رات کو نواز احمد ایک دیگی (بڑا تھال) لے کر آ گیا اور بولا۔ "لے کھانا کھا لے۔"

میں نے حیرت سے نواز کی طرف دیکھا اور بولا۔ "نواز احمد تم بات کس طرح کرتے ہو۔ نوابوں کے تو ملازم بھی ادب آداب کو جانتے ہیں۔"

"میں بھی جانتا ہوں مگر کیا کروں۔ مجھے اسی طرح بات کرنے کو کہا گیا ہے۔" وہ بولا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"نواب صاحب اپنی بے عزتی کا بدلہ جو لینا چاہتے ہیں۔" نواز نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے نواز..... تم تنگ خلاصی کرو میں صبر کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اب اس کے سوا تیرے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ جو کچھ میں لایا ہوں کھا لے۔ کیا پتہ پھر ملے نہ ملے۔" نواز نے کہا۔

"تم جو کچھ لائے ہو واپس لے جاؤ۔ میں نواب کا نمک نہیں کھاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بھوکے مر جاؤ گے۔ یہاں پر کوئی سننے والا بھی نہیں ہے۔ دور دور تک نواب کے ہی کھیت ہیں اور نواب کے ہی آدمی ہیں۔ نواب کی دشمنی بہت مہنگی پڑے گی تم کو۔" نواز نے کہا۔

"تمہاری ہمدردی کا شکریہ۔ اب تم جاؤ اور یہ سب

طرف بڑھ گیا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں غلط جگہ پھنس گیا ہوں۔ میرے دروازے کے قریب جاتے ہی دروازہ کھل گیا اور میرے سامنے جو کھڑا تھا اس سے تو مجھے پورا اندازہ ہو گیا کہ میں غلط جگہ پھنس گیا ہوں۔

میرے سامنے نواب صالح کھڑا اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا اور اس کے چہرے پر بڑی کمینی مسکراہٹ تھی۔ "آ جاؤ..... اندر آ جاؤ۔" وہ بولا۔

"تم نے مجھے بلانے کا یہ طریقہ کیوں اختیار کیا۔ آئندہ کسی ضرورت مند کے پاس بھی میں نہیں جاؤں گا۔ دھوکہ صرف ایک دفعہ ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"آئندہ تم کسی کے پاس جاؤ نہ جاؤ مجھے اس سے کیا ہے۔ مجھے بلانا تھا تو بلا لیا۔" وہ بولا۔

"وجہ بتاؤ کہ کیوں بلایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے اپنے مطلب میں میری بڑی بے عزتی کی تھی یاد ہے۔" صالح نے کہا۔

"میں نے بے عزتی نہیں کی تھی..... تمہاری غلط خواہشات کو پورا کرنے سے انکار کیا تھا۔ تم نے اس کو اپنی بے عزتی تصور کر لیا۔" میں نے کہا۔

"ہماری بات نہ ماننا ہماری بے عزتی ہے۔" وہ غرا کر بولا۔

"معالج کے کچھ اپنے اصول ہوتے ہیں۔ ہمارا کام اپنے مریض کو تندرست کرنا ہوتا ہے۔ وہ مریض غریب ہو یا امیر ہو ہمارے لیے سب برابر ہیں۔ اگر تم بھی میرے زیر علاج ہوتے تو میں تمہارے لیے بھی یہی کہتا کہ تم تندرست ہو جاؤ۔ تمہارے رازوں کا بھی امین ہوں گا۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ میں نے کیا غلط کہا۔" میں نے کہا۔

"تم اپنے اصول اور قاعدے اپنے پاس رکھو۔ ہمارے اصولوں کا غلام نہیں ہوں۔ تم نے میری بات نہیں مانی، اگر مجھے جانے تو نہ ٹھکراتے۔ مگر اب جاؤ گے۔ سارے اصول اور قاعدے تاک پر رکھ کے باہر نکال دوں گا اور وہ نواب میرا بھائی بھی تمہاری

لے جاؤ۔" میں نے کہا۔ نواز نے سیٹی اٹھائی اور باہر چلا گیا۔ دروازہ بند کر کے تالا لگانے کی آواز مجھے سنائی دی۔ دولت و طاقت اور اقتدار کی خواہش انسان کو کس قدر گرا دیتی ہے۔ شیطان انسان کو ایسے ایسے فریب دیتا ہے کہ انسان کی بصارت اور بصیرت دونوں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ اور پھر یہ فریب خوردہ انسان کسی پر ظلم کر کے بہت خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کو ذرا خیال نہیں آتا کہ وہ کس کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ وہ کس کو خوش کر رہا ہے۔ میں اکیلا ہی سوچتا رہا۔ میری سوچیں اور بھی دراز ہو جاتیں کہ اچانک مجھے احساس ہوا کہ کمرے میں کوئی اور بھی ہے۔ کمرے میں لالٹین جل رہی تھی مگر اس کی روشنی اتنے بڑے کمرے کے لیے ناکافی تھی۔ دروازے کے پاس ہی کوئی کھڑا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "کون ——؟" جس پر وہ اور قریب آ گیا۔ کم روشنی میں بھی میں نے آسانی سے پہچان لیا۔ وہ رولو کا تھا۔ "رولو کا تم —— میرے دوست کس طرح آ گئے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"تم پریشان ہو —— میں اس لیے آ گیا ہوں۔" وہ انگریزی میں بولا۔

"مجھے تمہاری اس وقت ضرورت تھی۔" میں نے کہا۔

"میری ضرورت تم کو ہو اور میں نہ آؤں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"تم کو پتہ ہے مجھے دھوکا دے کر لایا گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"سب پتہ ہے۔ یہ بھی پتہ ہے کہ تم نے اب تک کچھ نہیں کھایا۔ اس لیے یہ لایا ہوں۔" رولو کا نے ایک ہرے رنگ کا پھل مجھے پکڑا دیا۔ وہ پھل دیکھنے میں ناشپاتی جیسا تھا مگر نرم تھا۔ میں نے کھانا شروع کر دیا۔ اس کا ذائقہ ترش تھا مگر ترشی میں بھی مزا آ رہا تھا۔ اس کے کھاتے ہی مجھے ایسا لگا جیسے میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا ہے۔

رولو کا نے کہا۔ "یہ پھل تم کو کھانے اور پانی سے بے نیاز کر دے گا۔ اور جسم کی طاقت کو بحال رکھے گا۔ بہت دور سے تمہارے لیے لایا ہوں۔"

"تمہاری محبت ہے رولو کا۔ تم نے میرا اتنا خیال رکھا۔"

"دوستی اسی کا نام ہے۔ تم نے میرا اس وقت خیال کیا تھا جب تم کو میرے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ تم نے اس وقت مجھے کھلایا تھا حالانکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر تمہارا خلوص اور ہمدردی سے میں نے دیکھی تھی۔ تم ایک ہمدرد آدمی ہو۔ جنگل میں تم ساشری آدمی میں نے پہلی دیکھا ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"رولو کا۔ تم خود بھوکے ایک اچھی روح رکھتے ہو اچھا ذہن رکھتے ہو اس لیے اچھا سوچتے ہو۔ میں تو بس ایک گنوار آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔

"اب تم بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ گھر جانا چاہو تو بولو۔" رولو کا نے کہا۔

"باہر پہرہ لگا ہوا ہے اور دروازے پر تالا ہے۔ مجھے حیرت ہے تم کس طرح اندر آ گئے؟" میں نے پوچھا۔

"میں جنگل کے اس حصے کا رہنے والا ہوں جہاں پر بہت کم انسانوں کے قدم پڑے ہیں۔ جہاں پر ہر مرض کا علاج جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا ہے۔ سردار کے علاوہ شخص بااختیار رہتا ہے وہ یہاں کا حکیم یا ڈاکٹر جو کچھ ہوتا ہے۔ اس کے پاس نہ صرف جڑی بوٹیوں کا علم ہوتا ہے بلکہ جادو اور ارواح کا علم بھی ہوتا ہے۔ یہ خاندانی ہے۔ وہاں پر کوئی درس گاہ نہیں ہوتی کہ وہاں پر ڈاکٹر بن جائے۔ وہ تو باپ دادا کے علم کو اپنے بچپن سے اتارتا ہے اور آدھی عمر کے بعد اپنی ذمہ سنبھالتا ہے۔ اس وقت تک وہ ہزاروں مرحلوں سے گزر چکا ہوتا ہے۔ اس کے بڑے اس کو ہر مشکل مرحلے کو عبور کرنے اور اس کو حل کرنے کا طریقہ بتا دیتے ہیں۔ کراوتے ہیں۔ تحریری کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس کا سب کتاب کی مانند ہوتا ہے۔ ہر بات اس کو ازبر

گاڑی میرے دروازے پر جا کر رک گئی۔ ہم دونوں اتر کر اندر چلے گئے اور گاڑی واپس چلی گئی۔ میں سب لوگ سو رہے تھے۔ میں رولو کا کو لے کر کمرے میں آ گیا۔ "آج تم پہلی دفعہ میرے گھر آئے ہو۔ تم نے مجھ پر احسان بھی کیا ہے۔ بولو میں تمہاری کیا خدمت کروں؟" میں نے خوش دلی سے کہا۔

"دوست کہتے ہو اور یہ بات کرتے ہو۔ نہ میں نے احسان کیا نہ میں پہلی دفعہ یہاں آیا ہوں ——" رولو کا نے جواب دیا۔

"چلو پہلی بات تو میں مان لیتا ہوں۔ مگر دوسری بات کو تم مان لو ——" میں نے کہا۔

"میں اکثر تمہارے گھر آیا ہوں صرف یہ دیکھنے کہ میری ضرورت تم کو ہے یا نہیں۔ جس خاموشی سے آتا تھا اسی خاموشی سے واپس چلا جاتا تھا۔" رولو کا نے کہا۔

"یہ تم مجھ پر ظلم کرتے تھے۔" میں نے کہا۔

"نہیں ایسا نہیں تھا۔" رولو کا نے کہا۔

"ایک بات پوچھوں ——؟" میں نے کہا۔

"پوچھو میں تم سے کچھ چھپاؤں گا نہیں۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"تمہاری شخصیت ہر دفعہ میرے لیے بہت سے سوال چھوڑ جاتی ہے۔ کچھ اس پر روشنی ڈالو گے۔" میں نے پوچھا۔

"بہت کچھ تم نے دیکھ لیا ہے اور بہت کچھ ابھی باقی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی تم دیکھ لو گے۔ جس چیز کا جو وقت ہے اس پر ہی اچھی لگتی ہے۔ تم صرف ایک بات یاد رکھنا وہ ہے دوستی —— میں بھی صرف ایک چیز جانتا ہوں۔ میں جس روپ میں ہوں گا تم مجھے پہچان جاؤ گے۔ ابھی نہ جانے آگے کا وقت کیا کہتا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا بے کار ہے۔ اب مجھے اجازت دو تم جس طرح روز مرہ کے کام کرتے ہو کرتے رہو۔"

☠☠☠

آج رولو کا کا انداز گفتگو مجھے حیران کر رہا تھا۔ "تم حیران مت ہو۔ میرے لیے بند دروازے اور فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ تم حکم کرو گھر جانا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ظاہر ہے، یہاں کون رہنا چاہتا ہے۔"

"تو پھر آؤ میرے ساتھ ——" اور رولو کا میرا ہاتھ پکڑ کر بند دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ دروازے پر دربان ہاتھ میں موٹا سا لٹھ لیے کھڑا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اندھا ہو چکا ہے۔ اس کو ہم دونوں نظر نہیں آ رہے تھے۔ ہمارے جاتے ہی دروازہ پھر بند ہو گیا۔ پورا مکان سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر دروازے کے باہر بھی ایک دو آدمی لٹھ لیے پھر رہے تھے۔ وہ لوگ بھی ہم کو نہ دیکھ سکے۔

میرے لیے یہ بہت عجیب سی بات تھی۔ میں ان کے سامنے تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھ رہے تھے۔ میرے اور رولو کا کے وجود عالم عدم میں چلے گئے اور اگر عالم وجود میں تھے تو پھر نظر کیوں نہیں آ رہے تھے۔ رولو کا کی شخصیت میرے لیے حیرت انگیز ہوتی جا رہی تھی۔ وہ واقعی پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ بظاہر اس میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی تھی۔ میں خود بھی اس سے زیادہ متاثر نہیں تھا مگر رولو کا نے پہلے تو اپنی حکمت اور دوا کی پہچان سے مجھے متاثر کیا اور اب اپنی جادوئی کرشمہ سازی سے مجھے حیرت زدہ کر رہا تھا۔ موٹر وہیں کھڑی تھی۔ رولو کا نے مجھے اشارہ کیا میں اس میں بیٹھ جاؤں۔ میں نے دروازہ کھولا اور موٹر میں بیٹھ گیا۔ رولو کا نے اشارے سے کہا کہ میں دو منٹ میں آتا ہوں۔ اور وہ واقعی دو منٹ میں آ گیا۔ اس کے ساتھ وہی مگرمچھ ڈرائیور تھا۔ ڈرائیور نے فوراً گاڑی سٹارٹ کر دی۔ رولو کا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور

http://t.me/Tehqiqat

بخت کی باتیں ہزاروں سال سے یہ پہیلی چلی آرہی ہیں۔ ان کو آپ بے اصل نہیں کہہ سکتے۔ سب نہ ہوں مگر ان کی اصلیت سے پھر بھی انکار مشکل ہے۔ وقت کے ساتھ زمین کی حالت بدلتی رہتی ہے جہاں پر آج پہاڑ نظر آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ہزاروں سال پہلے وہاں پر سمندر موجیں مار رہا ہو۔ اس قسم کے نشانات ان پہاڑوں پر آج بھی نظر آتے ہیں۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں جو ریگستان ہیں جہاں آج ریت ہی ریت نظر آتی ہے وہاں پر سرسبز میدان ہوں، پانی کے دریا ہوں۔ مگر دریاؤں کے اس علاقے سے منہ موڑتے ہی وہاں پر ریت اڑنے لگی۔ کہتے ہیں مصر کے کاہنوں کے پاس علم نباتات تھا۔ وہ اس سے ہی جادوئی کام لیا کرتے تھے۔ ہندوستان کے جوگیوں کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ جڑی بوٹیوں اور معمولی پھول پتیوں سے بہت بڑے بڑے کام لیا کرتے تھے۔ آج بھی ہندوستان میں سنیاسی موجود ہیں اور حیرت انگیز کام کر لیتے ہیں۔ وہ لوگ عمل نباتات کو جانتے ہیں۔ مگر ان کی کم ظرفی یہ ہے کہ وہ اس علم کو عام نہیں کرتے۔ سرجری کے اس دور میں بھی ایسے باکمال حکیم اور وید موجود ہیں جو بغیر کسی مشینی ٹیسٹ کے مرض کو پہچان جاتے ہیں اور سرجری کے بغیر اس کا علاج بھی کر دیتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں سے بھی یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اس علم کو عام نہیں کیا۔ جڑی بوٹیوں کے راز کو اپنے سینے میں پوشیدہ رکھا۔ اگر عام آدمی تک ان رازوں کو جاننے کی صلاحیت ہوتی تو یہ علم اور بھی زیادہ پھیلتا اور تیزی سے اس کے اثرات لوگوں کو متاثر کرتے۔ مغربی دنیا نے اس پر غور کیا اور ایک نئے علم کی تخلیق کر دی اور معالج کے لئے بہت بڑی آسانی پیدا کر دی۔ اب معالج کو غلط تشخیص کا خطرہ ہی نہیں رہا۔ پوشیدہ سے پوشیدہ مرض پوشیدہ نہیں رہا۔

رولوکا کو میں کس خانے میں رکھوں۔ اس کی جو بات بھی میرے سامنے آئی ہے مجھے حیرت زدہ کر گئی ہے۔ میں اس حکیم کو وید کہوں، جادوگر کہوں آخر کیا کہوں۔ میں خود کو بہت اچھا اور خاندانی تجربہ کار حکیم سمجھتا تھا۔ رولوکا کے

رولوکا کا مقابلہ میں نہیں کر سکتا۔ مگر میں یہ ضرور کوشش کروں گا کہ رولوکا سے کچھ سیکھ جاؤں۔ وہ میرا دوست ہے۔ جہاں دوستی ہوتی ہے وہاں نرم دلغاظ اور دنیاوی مسئلے نہیں ہوتیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ جو بات باپ سے نہیں پوچھی جاتی وہ دوست سے پوچھی جاتی ہے۔

نواب کے پاس سے واپس آتے ہی میں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ میرے مریضوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی۔ پہلے میرے پاس صرف دو ملازم تھے مگر اب چار بھی کم معلوم ہوتے تھے۔ دو دن بعد نواب صالح میرے پاس آ گیا۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اس کے چہرے پر کچھ خجالت کے آثار پیدا ہوئے مگر ایک حیا آدمی تھا ہنس کر بولا۔ "کس مٹی کے بنے ہو حکیم جی ۔۔۔؟"

"بے حیا مٹی کا نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "سب کو اندھا کر دیا۔ ہو تم ایک نمبر کے آدمی۔" وہ اسی لہجے میں بولا۔

"دیکھو نواب صالح، تم میری چوکھٹ پر ہو، زبان کو کنٹرول میں رکھ کر بات کرو۔" میں نے ناگوار سے کہا۔

"میں تو صرف یہ پتہ کرنے آیا ہوں کہ کون بوٹی سب کو دی کہ سب اندھے ہو گئے اور تم واپس نارمل موڈ میں آ گئے ۔۔۔؟" وہ بولا۔

"تم بہت نادان ہو۔ ابھی تم کو تجربے کی ضرورت ہے، سب پر ایک ہی فارمولا نہیں چلتا۔ ہر مرض کا علاج ایک ہی دوا سے نہیں ہوتا۔ تم صرف ایک ہی علاج جانتے ہو۔ وہ ہے طاقت۔ مگر ہر مرض کا یہ علاج نہیں ہے۔ میرے ساتھ آ کندہ ایسا نہ کرنا۔ اس دفعہ تو وہ اندھے ہوئے ہیں صرف کچھ دیر کے لئے مگر ہمیشہ کے لئے بھی اندھے ہو سکتے ہیں۔ تم اپنی بے وقوفی سے سب کو نقصان پہنچا دو گے۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"میرے پاس آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ تم یہ

بتاؤ اب اولاد پیدا کرنے کے لائق ہیں؟" وہ بولا۔

"اولاد دینا نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ صرف علاج کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی اسی نقطہ نظر سے پوچھ رہا ہوں۔ دوائیں کیا رنگ دکھا رہی ہیں۔ فائدے کی امید ہے۔ اگر امید ہے تو یہ میرے لئے نقصان ہے۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ سن لو اچھی طرح ۔۔۔" نواب صالح سخت لہجے میں بولا۔

میں نے اطمینان سے اس کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "تم جس کو نقصان کہتے ہو، ہو سکتا ہے وہی فائدہ ہو۔ ذرا سوچو تم کیا کر رہے ہو اور کیا کرتے رہے ہو؟ صرف دولت اور دولت کے لئے اپنے بھائی کی جائز خواہشات کو پورا نہیں ہونے دے رہے۔ کیا جو کچھ تمہارے پاس ہے اس سے بھی ضروریات سے کم ہے۔ کیا تم اس کی اولاد ہونے سے خوش نہیں ہو جاؤ گے۔ بھائی کی حیثیت سے نہیں تو صرف انسان ہونے کے ناطے ہی غور کرو۔ ہر شخص کو اولاد کی خواہش ہوتی ہے۔ جس پر قدرت مہربان ہوتی ہے اس کو یہ نعمت مل جاتی ہے۔ اللہ نے تم کو یہ دولت دے دی اب اس پر کاہل نہ مارو۔ جس کے نصیب میں جتنا لکھا ہے اتنا ہی ملتا ہے۔"

"بوگی تقریر ختم۔ تم نے نواب کی وکالت خوب کی، اب بتاؤ نواب صالح ہے۔ نواب تو ریاست میں بیٹھا ہے اور تم پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ میں تم سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تم میری گرفت سے نہیں بچ سکتیں۔ میں پھر تم کو کہتا ہوں۔" وہ پھر نرمی پر اتر آیا۔

"تم بہت کمزور ہو نواب صالح۔" میں نے کہا۔

"تم نے میری طاقت ابھی دیکھی کہاں ہے۔" وہ غصے سے بولا۔

"دھوکے اور فریب کے سہارے تم مجھے لے گئے تک نہ سکے۔" میں نے کہا۔

"اپنا اپنا طریقہ کار ہے، تم اس کو جو بھی نام دو، میں تم کو مجبور کروں گا کہ تم نواب کا علاج بند کر دو۔" نواب صالح اب بھی غصہ میں تھا۔

"فریب، جھوٹ کو تم طریقہ کار کہتے ہو، یہ شریفانہ انداز ہے ۔۔۔؟ مجھے تو تم کسی طرح نواب نظر نہیں آتے۔ نہ انداز گفتگو سے اور نہ ہی رشتوں کے تقدس کے احساسات سے ۔۔۔" میں نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے نواب نے تمہارا منہ اچھی طرح بھر دیا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا چاہیے۔ میں اس سے بڑھ کر دوں گا۔" نواب صالح نے کہا۔

"تم کسی کو کیا دو گے؟ ہے کیا تمہارے پاس؟ نہ ادب ہے، نہ شرافت ہے اور تو اور خوش اخلاقی تک تمہارے پاس نہیں ہے۔ ہر چیز کو سونے اور چاندی کے سکوں سے نہیں خریدا جا سکتا۔ جاؤ نواب صالح کوئی اور دکان دیکھو۔ تمہارے مطلب کا سودا میرے پاس نہیں ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور غصہ سے بولا۔ "زیادہ دن تم ان ٹانگوں پر کھڑے نہیں رہ سکو گے یہ یاد رکھنا۔"

"میری بجائے اپنی فکر کرو۔" میں نے کہا اور نواب صالح غصہ میں تن تناتا چلا گیا۔

نواب احمد یار کا علاج میں کرتا رہا۔ تین مہینے کے بعد اس نے بتایا کہ اس کی بیوی امید سے ہے۔ مگر اس نے سب سے ابھی پوشیدہ رکھا ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ وہ اس بات کو پوشیدہ نہ رکھے سب کو بتا دے مگر بیوی کو حفاظت سے رکھے۔ میں نے اس کو صاف صاف بتا دیا کہ اس کا سب سے بڑا دشمن اس کا بھائی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم کو اولاد ہو۔ کیونکہ تمہاری اولاد ہونے کے بعد اس کی اولاد ریاست کی حقدار نہ ہوگی اور وہ اپنی اولاد کو ریاست کا حق دار سمجھتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تم ہوشیار رہو۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ تم کو ہر طرح ہوشیار رہنا ہے۔

نواب احمد یار نے کہا۔ "مجھے بہت پہلے سے یہ شبہ تھا مگر میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اس قدر کمینی خصلت رکھتا ہے۔ وہ آپ سے کب ملا تھا؟"

READING ZONE .blogspot.com

"وہ مجھے کئی دفعہ مل چکا ہے۔ اس کا اصرار تھا کہ میں تمہارا علاج نہ کروں۔ اس نے ایک دفعہ مجھے اغوا بھی کرلیا تھا مگر میں واپس آ گیا۔ وہ اس قدر گھٹیا حرکتیں اور باتیں کرتا ہے کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔" میں نے کہا۔

"درست بات یہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے ہی نہیں۔ والد صاحب قبلہ نے ایک بیوہ کو سہارا دیا تھا۔ اس کو حویلی میں عزت سے رکھا تھا اور اس کے بیٹے کو بیٹا بنایا تھا۔ وہ عورت کون تھی کسی کو پتہ نہیں۔ وہ حویلی میں ہی مرگئی اور صالح کو والد صاحب نے پال پوس کر اپنے زیر سایہ رکھا۔ ان کے بعد میں نے اس کو بھائی کا درجہ دیا مگر یہ تو آستین کا سانپ بن گیا مگر اب میں اس سانپ کو اپنی آستین میں نہیں رکھ سکتا۔"

اس کے بعد نواب احمد یار نے صالح کو ریاست بدر کردیا۔ جو کچھ اس کے پاس ریاست میں تھا سب واپس لے لیا۔ اس کے خاندان کو صرف دو جوڑے کپڑوں میں ریاست سے نکلنا پڑا۔ ساری نوابی ناک کے راستے نکل گئی۔ مجھے افسوس تو بہت ہوا مگر برے کام کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے۔ جس دھن دولت پر وہ اکڑتا تھا وہی نہ رہی۔ سہارا پور کے گاؤں میں کچھ زمین اور مکان نواب احمد یار کی ملکیت میں بتا رکھا تھا۔ سب کو لے کر وہیں پر آ گیا۔ چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں۔ میرے لیے تو اس کے دل میں نفرت بھری ہوئی تھی۔ اس نے اپنے کرتوت پر نظر نہیں ڈالی اور میرا دشمن بن گیا۔ ریاست بدر کروانے میں وہ میرا ہاتھ سمجھتا تھا۔ مگر میرے پاس وہ پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ میں جانتا تھا وہ چوٹ کھایا ہوا سانپ ہے۔ ایک نہ ایک دن پلٹ کر وار ضرور کرے گا۔ میں جہاں تک اس کی گندی ذہنیت کو سمجھتا تھا اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دھوکا مکر فریب کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اور اس نے وہی کیا۔

ایک رات ایک مریض میرے پاس آیا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے سر اور جسم پر زخم تھے۔ جو آدمی اس کو لایا تھا وہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ جس تانگے میں آیا تھا اسی میں واپس چلا گیا۔ میں جب مطب میں گیا اس وقت وہ مریض اکیلا پڑا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا پر کرسکا وہ میں نے ایک حکیم ہونے کے ناطے کیا۔ مگر اس حالت بہت خراب تھی۔ رات کا وقت تھا۔ میں ساری رات اس مریض کے ساتھ رہا مگر وہ صبح ہونے تک زندہ نہ رہا۔

صبح ہوتے ہی کچھ لوگ دندناتے میرے مطب میں گھس آئے اور اس زخمی شخص کے مرنے کا اور مرنے کا الزام مجھ پر لگانے لگے۔ شور شرابا اس قدر کہ محلے کے لوگ جمع ہو گئے۔ میں نے ان کو بتایا کہ کچھ لوگ اس کو لائے تھے اور خود ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے تو اس کا علاج کرنا چاہا مگر یہ اس قدر حالت میں آیا تھا کہ مر گیا۔ محلے کے لوگ مجھے ایک سے جانتے تھے۔ وہ میری بات مان گئے۔ مگر جو وہاں کے نہیں تھے یا یوں سمجھ لیں کہ وہ لوگ اسی آئے تھے۔ وہ سب شور کرنے لگے۔ مرنے والا کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ کسی کو پتہ نہیں اور اگر پتہ تھا تو کوئی بتا نہیں رہا تھا۔ اس صورت حال میں اطلاع کرنا ضروری تھا۔ میں نے ایک شخص کو تھانے کردیا۔ پولیس آ گئی اور میں نے جو کچھ ہوا تھا حرف حرف بیان کردیا۔

میرے بیان کے بعد جو لوگ میرے خلاف ان کے بیان ہوئے۔ ایک شخص جوان کا سردار تھا اس سے تھانے دار نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا

"میرا نام بنسی دھر ہے سرکار۔" وہ بولا۔

"کہاں رہتے ہو؟" تھانیدار نے پوچھا۔

"بھوالا گاؤں کا رہنے والا ہے۔"

"شہر میں کیا کرنے آئے ہو؟"

"کچھ خریداری کرنا تھی؟"

"پھر یہاں پر کیوں آ گئے۔۔۔؟"

"میں جارہا تھا بھیڑ کو دیکھ کر رک گیا تھا۔"

"تم کو پتہ ہے کہ یہ شخص رات کو کس حال آیا تھا۔۔۔؟"

"نہیں پتہ۔"

"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس شخص کو حکیم صاحب نے مارا دیا؟"

"میں کب کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر شور کیوں مچا رہے تھے۔ مرنے والا تمہارا کوئی رشتہ دار ہے۔۔۔؟"

"میں تو اس کو جانتا بھی نہیں۔" اسی قسم کے سوالات تھانیدار نے اور بہتوں سے بھی کیے مگر ایک بھی شخص ان میں ایسا نہیں تھا جس نے مرنے والے کو زخمی کرتے یا مارتے دیکھا ہو۔ سب ہی اندازے سے بات کر رہے تھے۔ تھانے دار نے بنسی دھر کے علاوہ سب کو چلے جانے دیا۔ بنسی دھر گڑگڑانے لگا۔ "حضور میرا کیا قصور ہے؟ مجھے کیوں روکے رکھا ہے؟"

"مجھے لگتا ہے تو ہی وہ شخص ہے جس نے اسکو مارا ہے اور حکیم صاحب پر الزام ڈالنے کو یہاں لا کر ڈالا ہے۔ سب بتائے گا۔" تھانیدار نے رعب سے کہا۔ وہ بہت گھبرا گیا تھا اور کچھ میری شہرت اور نیک نامی سے بھی متاثر تھا۔ وہ لاش اٹھا کر لے گیا اور اس شخص بنسی دھر کو بھی تھانے لے گیا۔

شام کو پتہ چلا کہ مرنے والا ایک کسان تھا اور بھوالا گاؤں کا ہی رہنے والا تھا۔ نواب صالح کے کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ مگر کچھ روز سے اس کے پاس کام نہیں کر رہا تھا۔ بنسی دھر نواب صالح کا ملازم ہے اور وہی مرنے والے کو مطب میں لایا تھا۔ پولیس کی مار نے اس شخص کو مجبور کردیا تھا۔ نواب صالح بھول گیا تھا کہ وہ ریاست بدر کیا جا چکا ہے۔ بنسی دھر نے اپنی جان بچانے کے لیے الزام نواب پر ڈال دیا اور پولیس نے نواب کو گرفتار بھی کرلیا۔

یہ تھا وقت کا فیصلہ۔ میرے لیے اس نے کھائی تھی مگر ایسی کھڑوز زمین پر بچھا رکھی تھی کہ خود ہی پہلے ہی زمین میں دھنس گیا۔ ایسی احمقانہ چالاکی اور اس نے میرے آگے بڑھائے جو ذرا سی سختی برداشت نہ کرسکے اور جھوٹ کا پول کھل گیا۔

وقت گزرتا رہتا ہے۔ میں سہارا پور آ گیا۔ یہ ایک بہت بڑا شہر ہے۔ میں نے لال کنواں میں ایک بہت بڑا مکان خرید لیا اور اپنا مطب قائم کیا۔ میری نیت کبھی دولت کمانے کی نہیں رہی۔ خلوص، ہمدردی سے اپنے ہر مریض کا علاج کرتا ہوں اور میرے مجھے کبھی شرمندہ نہیں کرتا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ہی بھی میرا مطب چل نکلا۔ میرا یہ شروع سے طریقہ ہے کہ سال میں ایک ماہ مطب بند کرتا ہوں۔ اس ایک میں میں جنگلات میں سفر کرتا ہوں اور دوائیں جمع ہوں۔ میں صرف اپنی لائی دواؤں پر بھروسہ کرتا ہو میرے والد اور دادا نے جو طریقہ اختیار کیا تھا میں بھی پر چل رہا ہوں۔ میرے طریقہ کار میں اگر ذرا سی تبدیلی آئی تھی تو وہ رولو کا کی وجہ سے تھی۔ رولو کا نے بہت جگہ پر رہنمائی کی تھی اور نئی دواؤں کو استعمال کرو اور میں اس میں بہت کامیاب ہوا تھا۔

میں خیر الدین کے ساتھ جنگلات کے سفر میں تھا ابھی ہم جنگلات کے اندر داخل ہی ہوئے تھے لیکن ا تک رولو کا نہیں آیا تھا۔ میں اب رولو کا کا عادی سا ہو تھا۔ اور وہ ڈر و خوف جو جنگل میں مجھے پہلے محسوس ہوتا اب نہیں ہوتا تھا۔ رولو کا نے بہت سے گر مجھے بتا دیے تھے۔ خونخوار جانوروں سے سامنا ہو جائے تو کس طرح بچ جاسکتا ہے۔ جنگل میں رات ہو جائے تو کیا کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ رولو کا ایک بہترین رہبر تھا۔ ہم دن بھر بوٹیاں جمع کرتے رہے۔ اب شام ہو رہی تھی۔ میں رولو کو یاد کر رہا تھا۔ اندھیرا ہونے سے پہلے وہ آ گیا۔

"میں تم کو یاد کر رہا تھا؟" میں نے کہا۔

"پتہ ہے۔" وہ بولا۔

"تم نے کبھی نہیں بتایا کہ میں یاد کرتا ہوں تو تم کو خبر کس طرح ہو جاتی ہے؟" میں نے کہا۔

"میں جنگل کا بادشاہ ہوں۔ میری حس تم سے زیادہ ہے۔ دوسرے تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں ساحر

ہوں۔ یہاں پر میرا جادو خوب کام کرتا ہے۔" وہ بولا۔

"تو کیا شہر میں تمہارا جادو نہیں کام کرتا؟" میں نے پوچھا۔

"کام تو کرے گا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ سو فیصد کامیاب ہوگا یا نہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کی وجہ ...؟" میں نے پوچھا۔

"جادو یا سحر ایک ایسا علم ہے جو ارادے کی قوت کو استعمال کرتا ہے اور اپنی خواہش کے مطابق نتائج حاصل کرتا ہے۔ اس پر سحر یا طلسم کو مناسب طریقہ پر بروئے کار لاتا ہے۔ اپنی پسند کی کوئی بھی تبدیلی لانے کے لئے ضروری ہے کہ ساحر بہت زیادہ قابلیت اور صلاحیت رکھتا ہو۔ ضروری قوتوں کو آگے بڑھا سکے اور ان کو مناسب وقت اور مناسب مقدار میں حرکت میں لا سکے۔ سب سے زیادہ ضروری وہ ماحول ہے جس میں ساحر کام کر رہا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اطراف کے ماحول اور انسانی ذہنیت کو سمجھتا ہو۔ اگر وہ نئی جگہ نئے لوگوں میں اپنا اثر قائم کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وہاں کے ماحول اور تبدیل شدہ ذہنیت کو سمجھے۔

جنگل کے باشندے اور ایک مہذب دنیا کے باشندے میں بڑا فرق ہے۔ جس طرح ایک جاہل گاؤں کے باشندے اور ایک پڑھے لکھے باشندے میں فرق ہوتا ہے۔ ساحر جب کے ساتھ ایک سا سلوک کرے گا تو اس کو وہ نتائج نہیں ملیں گے جو وہ چاہتا ہے۔ ارادے کی قوت سے متاثر تو کیا جا سکتا ہے مگر مکمل طریقہ پر دماغ کو اپنی گرفت میں رکھنا بہت مشکل ہوگا جبکہ میں جنگل کے جانور تک کا دماغ پھیر دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مگر شہری لوگوں کے بارے میں وثوق نہیں کرتا۔"

"تم جب اپنا سحر پھیلانے یا اپنے معمول پر اثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہو تو اس کو اس کا اندازہ نہیں ہوتا کہ اس پر کچھ کیا جا رہا ہے؟"

"میں نے بتایا نا کہ جنگل کا ماحول میں بالکل پتہ نہیں چلتا۔ مگر نئے ماحول میں مہذب آدمی کو کچھ اندازہ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے بچاؤ کی تدبیر بھی کرتا ہے۔ اس سے عامل کا ذہن بھی متاثر ہوتا ہے۔ کئے گھڑے بہت حساس ہوتے ہیں۔ وہ فوراً اس اثر کو محسوس کر لیتے ہیں اور وہاں سے دور چلے جاتے ہیں۔"

"اگر تم پر کوئی دشمن مسلط ہو، وہ بھی ساحر ہو تو اس سے کس طرح بچاؤ کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تم کو پتہ ہے جنگل کا قانون یہ ہے کہ ہر طاقتور کمزور کو کھا جاتا ہے۔ ہر جانور شکار کرتا ہے۔ ہر کوئی بھوک کسی کی جان لے کر مٹاتا ہے۔ مگر پھر بھی جنگل کا جانور موجود ہے۔ کمزور بھی اور طاقت ور بھی۔ اس کی یہ ہے کہ ہر جانور کو قدرت نے ایک ہتھیار دیا ہے۔ کسی کی نظر تیز ہے تو کسی کی حس تیز ہے۔ کوئی بے حد پھرتیلا ہے تو کوئی حد درجے عیار ہے۔ یہاں پر تمہارا ارادہ کام نہیں آتا۔ تمہارا جادو گردش کرنے کا دائرہ وہ ہے، شہر کے باشندے نہیں آتے۔ میں سب مقامات پر ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"ابھی مجھے ایسا سفر کراؤ۔" میں نے کہا۔

"وہ سفر بہت طویل اور صبر آزما ہوتے ہیں۔ تمہارے یہ نخرے اور یہ نوکر برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ تم مطلب بلاتے ہو، تمہاری موت پوری ہو جائے واپسی نہیں ہوگی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تمہاری دونوں باتیں درست ہیں۔ میں تیاری کر کے آؤں تو پھر تو چلو گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں ہر وقت تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اچھا اب رات سر پر ہے۔ کھانا کرو۔" میں نے کہا۔

"یہ مقام جہاں پر موجود ہو بہت اچھا ہے۔ صرف یہ کرو کہ آگ جلا لو۔ بڑے جانور ادھر نہیں آتے۔ خطرناک کیڑے مکوڑوں سے یہ جگہ صاف ہے۔ ایک چیز کا ڈر ہے اور وہ ہے چیونٹی۔ اگر اس کا حملہ سخت پر بیٹھ گیا ہوگی۔ اس کو دور رکھنے کا صرف ایک

ہے کہ آگ جلائی جائے۔ ہمارے چاروں طرف آگ ہو۔ اس سے رات کی سردی اور چیونٹی دونوں سے نجات مل جائے گی۔"

پھر رولوکا نے لکڑیاں جمع کرنا شروع کر دیں۔ اس کا ساتھ ہم لوگوں نے بھی دیا اور آگ کا ایک دائرہ روشن کر دیا۔ درمیان میں اتنی جگہ تھی کہ ہم تینوں لیٹ سکتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد ہم نے کھانا کھایا، چائے پی اور لیٹ گئے۔ مگر رولوکا بیٹھا رہا۔ مجھ پر اور خیر الدین پر تھکاوٹ تھی اس لیے ہم لوگ سو گئے اور رولوکا آگ جلاتا رہا۔

اگلے دن میری آنکھ صبح ہی کھل گئی۔ رولوکا حسب معمول آگ کے پاس موجود تھا اور آگ جل رہی تھی۔ رولوکا کی موجودگی میرے لیے بے حد اطمینان بخش تھی۔ اس نے مجھے ایک ایسا سہارا عطا کر دیا تھا جو شاید بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ میں نے خیر الدین کو اٹھایا اور ہم نے ناشتے کا بندوبست شروع کر دیا۔ رولوکا کو پتہ تھا کہ چائے بنے گی اور دودھ کی ضرورت پیش آئے گی اور اس نے کر جنگل میں چلا گیا اور کچھ ہی دیر کے بعد دودھ لے آیا۔ یہ دودھ ہرنی کا تھا۔ دودھ نکالنا رولوکا کے لیے یہ بہت آسان تھا۔

میرے ہر سفر میں رولوکا کا ساتھ ہی ہوا کرتا تھا۔ وہ میرا یار، رہبر تھا جو مجھے کچھ نہ کچھ دیتا تھا۔ لیتا کچھ نہیں تھا۔ ہر سفر میں وہ مجھے ایک نئی بوٹی یا نیا درخت اور اس کے استعمال اور طریقہ استعمال اور ضروری باتیں بتا دیا کرتا تھا۔ اس طرح مجھے نئی نئی دوائیں بنانے میں آسانی ہو رہی تھی۔ رولوکا کی بتائی ہوئی دوائیں نہ صرف مجرب ہوتی تھیں بلکہ جلد اثر بھی کرتی تھیں۔ میری حکمت دن بدن چمک رہی تھی۔ اس میں جہاں میری اصول پرستی کو دخل تھا وہیں پر رولوکا کا طریقہ کار اور جڑی بوٹیوں کی بھی کرامات تھیں۔

ہر پیشے میں رقابت ہوتی ہے۔ ہر مقام پر رقیب ہوتے ہیں۔ دلی بڑا شہر تھا۔ یہاں پر ایک سے ایک بڑھ کر تھا۔ میرا مطب صبح سے شام تک مریضوں سے

بھرا رہتا تھا۔ میرے ساتھ بہت لوگ کام کرتے تھے۔ جن میں دو تو باقاعدہ حکیم تھے اور میری غیر موجودگی میں مریضوں کو دیکھا کرتے تھے۔ میں نے اپنے وقت مقرر کر دیئے تھے۔ اس کے بعد میں مریض نہیں دیکھتا تھا۔ میرے وہ دونوں معاون یہ کام کرتے تھے۔

وقت گزر چکا تھا۔ میں ظہر کی اذان ہوتے ہی اٹھ جایا کرتا تھا اور دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھتا تھا۔ اور ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد چار بجے پھر مطب میں آ جاتا تھا۔ میں اٹھنے ہی والا تھا کہ میرے ایک ملازم نے بتایا کہ گنگا دھر دیدہ آئے ہیں۔ میں نے بلا کر ان کا استقبال کیا۔ بہت مشہور آدمی تھے۔ دلی کے پرانے باشندے تھے اور ان کے مریضوں کی تعداد بھی بہت تھی۔ وہ بھی خاندانی وید تھے۔ وید بھی قدرتی جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے تھے۔

"کیسے تکلیف کی ...؟" میں نے پوچھا۔

"ارے میاں ایک شہر میں رہتے ہیں۔ میل ملاقات تو ہونی چاہئے۔" وہ بولے۔

"ضرور ہونا چاہئے، یہ ہی کرم فرمائی ہے آپ کی کہ آپ خود آئے۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک تو آپ کے درشن کرنا تھے دوسرے کچھ باتیں بھی کرنا تھیں۔" گنگا دھر بولے۔

"فرمائیے میں حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری کچھ دواؤں پر بات کرنا تھی۔" وہ بولے۔

"ضرور کہیے۔" میں نے کہا۔

"میرا ایک مریض گری کا شکار تھا۔ اکثر میرے پاس آتا تھا۔ میرے علاج سے ٹھیک بھی ہو جاتا تھا مگر کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی شکایت ہو جاتی تھی اور اس کے جسم پر آبلے نمودار ہو جاتے تھے۔ میں ہر دفعہ اس کا علاج کر دیا کرتا تھا۔ مگر اس دفعہ اس کو وہ شکایت نہیں ہوئی تو میں نے بلا کر ان سے بات کی تو اس نے بتایا کہ آپ نے اس کو ایک بڑی دوا کھلائی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم نے کون سی دوا اس کو کھلا دی ہے۔ میں اپنی کم علمی کا اعتراف

کرتا ہوں۔" وید گنگا دھر نے شرمندگی سے کہا۔

"میں نے اطمینان سے ان کی پوری بات سنی اور پھر کہا۔" آپ کو پتہ ہے، میں خود جنگلات کی خاک چھانتا ہوں اور دوائیں لاتا ہوں۔ کچھ نئی دوائیں بھی ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ جو عام طور پر حکیم استعمال نہیں کرتے میں ان کو بھی استعمال کرتا ہوں اور اللہ مجھے اس میں کامیاب کر دیتا ہے۔"

"میں تو صرف اس دوا کا نام و پتہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ حیرت انگیز چیز ہے۔"

میں نے ایک فرضی نام ان کو بتا دیا اور جنگلات کا رستہ بھی بتا دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ یا ان کے لوگ اس مقام تک نہیں جا سکیں گے۔ گنگا دھر تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر بولے۔" آپ بڑے فراخ دل ہیں آپ نے بتا دیا مگر اس کو حاصل کرنا اور لانا بہت مشکل کام ہے۔ آپ ایک کرپا مجھ پر اور کریں کہ جب جائیں تو میرے لئے بھی لے آئیں۔"

"گنگا دھر جی یہ کام بہت مشکل ہے کیونکہ جب میں واپس آتا ہوں تو مجھ پر بہت تھکن اور وزن ہوتا۔ ایک چھٹانک وزن بھی بہت لگتا ہے۔ آپ خود اندازہ کریں رات دن جنگل میں پھرنا، جنگلی جانوروں سے خود کو بچانا، بھوک پیاس برداشت کرنا۔ بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ میں اپنی وہی دوائیں اٹھاتا ہوں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں یہ کام نہیں کر سکوں گا۔" میں نے کہا۔

"میں صفت میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ آپ جو طلب کریں گے حاضر کر دوں گا۔" گنگا دھر نے کہا۔

میں جانتا تھا وہ دوا کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنا چاہتا تھا۔" بات یہ نہیں ہے گنگا دھر جی۔" میں نے کہا۔

"دیکھو وقار احمد۔ مجھے پتہ ہے کہ تم سہارنپور کے خاندانی حکیم ہو۔ مگر میں بھی گرا پڑا نہیں ہوں۔ میرے پرکھوں نے بھی مجھے بہت کچھ دیا ہے۔ ہم دونوں ایک منزل کے مسافر ہیں۔ تم زرا اس بات کا تو خیال کرو۔" گنگا دھر نے کہا۔

"ایک طریقہ ہے جو ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں بتاؤ کیا طریقہ ہوگا۔" وہ بولے۔

"میں بہت سی دوائیں جنگل ہی میں کوٹ چھان تیار کرتا ہوں۔ اس سے مجھے پتہ سا نی ہو جاتی ہے کہ وہ ہو جاتا ہے اور کم ہلکا پھلکا رہتی ہیں۔ میں زیادہ مقدار میں کرلوں گا اور لے آؤں گا۔ آپ کو دوا مل جائے گی۔"

گنگا دھر کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ بولے۔" مجھے تو اصل شکل میں درکار ہے۔" بلی تھیلے باہر آ گئی تھی۔ میرا خیال بالکل درست تھا۔ میں نے کہا۔

"آپ کو دوا چاہیے ہو میں آپ کو مفت میں دے دوں گا مگر اصل شکل میں لانا بہت مشکل ہے۔" میں نے کہا۔

"راز رکھنا چاہتے ہو۔؟" وہ بولے۔

"یہی سمجھ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر انسانوں کی خدمت کا ڈھونگ کیوں رچا ہوا ہے۔؟" وہ بولے۔

"میں نے یہ ڈھونگ کب رچایا ہے؟" میں نے

"لوگ کہتے ہیں بڑا خدا ترس ہے۔ کم دام ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔" وہ بولے۔

"میری زبان سے آپ نے سنا؟" میں نے

"میں سب جانتا ہوں وقار احمد۔ یہ پینترے دلی میں نہیں چلے گی۔ یہ سہارنپور نہیں ہے۔" گنگا دھر میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بڑبڑاتے ہوئے خیمے باہر چلے گئے اور اس طرح دلی شہر میں میرا ایک دشمن پیدا ہو گیا۔

میری زندگی کا معمول یہ تھا کہ میں دوستی دشمنی سے رکھتا تھا مگر بلا وجہ دشمنی پسند نہیں کرتا تھا۔ انسانی ذہن بھٹک جاتا تھا اور وہ دیکھوئی سے اپنے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ مگر ہر کام اگر انسان کی ہونے لگے تو پھر پریشانی کس بات کی۔ حالات وہ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جو وہ نہیں کرنا چاہتا دھر پر غصہ بھی آ رہا تھا مگر میں صبر کرنے کا عادی تھا۔ دھر کا انداز گفتگو بہت ناگوار تھا۔ میں تہذیب تھا۔ کھانے کا وقت تھا مگر میری بھوک اڑ چکی تھی۔

میں جانتا تھا گنگا دھر دلی میں بہت اثر رسوخ کا مالک ہے۔ میں تو پردیسی ہوں زیادہ لوگ جانتے بھی نہیں ہیں۔ عجیب آدمی تھا بلا وجہ ذہنی خلفشار میں مبتلا کر گیا۔ میں نے کھانا نہیں کھایا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد دعا کرتا رہا۔ میرے دل نے کہا نیکی کا عمل جاری رہنا چاہئے اگر گنگا دھر خود سے کوئی انتقامی کارروائی کرتا ہے تو بھی نیکی کو پائیدار بنانا چاہئے۔ اپنی طرف سے ہر طرح کوشش کرنی چاہئے کہ یہ بات آسانی سے ختم ہو جائے۔ میرا ذہنی خلفشار ختم ہو گیا اور میں آرام سے کمر سیدھی کر کے لیٹ گیا۔ میرے لیٹتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ کمرے میں کوئی اور بھی ہے۔

رولو کا ایک کونے میں کھڑا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم کب آئے؟" میں نے پوچھا۔

"میں گنگا دھر کے ساتھ ہی آیا تھا۔" وہ بولا۔

"تو پھر تم کو سب پتہ ہوگا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"سب پتہ ہے۔" وہ بولا۔

"اب کیا کریں۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"تم کیا کرو گے۔ یہ بھی بتاؤ۔" میں نے پھر پوچھا۔

"یہ شخص جس کا نام گنگا دھر ہے بہت کمینہ آدمی ہے اس کی دکان ٹھپ ہو چکی ہے۔ وہ علاج کم کرتا ہے اور دھندا زیادہ ہے۔ اس کے سارے مریض ٹوٹ چکے ہیں۔ وہ اپنی غلطیوں کو نہیں دیکھتا اور تم کو اس کا ذمہ دار سمجھتا ہے۔ اس کے غنڈے رات کو آئیں گے اور تمہارے مکان کو آگ لگانے کی کوشش کریں گے اور تمہاری دواؤں کو لوٹنے اور جلانے کی کوشش کریں گے۔ یہ سب کرائے کے لوگ ہیں۔ دلی میں ایسے لوگ آسانی سے مل جاتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ ہی تھا۔ وہ تمہارے پاس سے نکلا تو گیا تھا اور کالو نامی آدمی سے ملا تھا۔ کالو نامی آدمی سے ملا تھا۔ کالو ان کاموں کا ماہر آدمی ہے۔ اس کے پاس غنڈوں کی ایک فوج موجود ہے۔ مگر تم فکر نہ کرو۔ میں ہوں۔" رولو کا نے اطمینان سے کہا۔

"یہ تو تم نے بڑی بری سنائی۔ تم اکیلے اتنی فوج کیا کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں اس سے بڑی فوج کھڑی کر دوں گا۔ سکون سے بچوں کے ساتھ آرام کرو۔" اس مکان کی منزل پر مطب تھا اور ہم لوگ اوپر رہتے تھے۔

"ان حالات میں میں کس طرح بے فکر ہو سکتا ہوں۔؟" میں نے کہا۔

"مجھ پر بھروسہ کرتے ہو؟" رولو کا نے پوچھا۔

"ضرور کرتا ہوں۔ خدا کے بعد ایک تم ہی میرے دوست ہو۔" میں نے کہا۔

"تو پھر بھول جاؤ سب باتیں اور آرام کرو۔" اور گنگا دھر دونوں کو میں دیکھ لوں گا۔" اور رولو کا جس طرح آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔ میں جانتا تھا رولو کا پراسرار قوتوں کا مالک ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس کا اطمینان بتاتا تھا اس کے لئے یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ شام کو حسب معمول میں مطب میں مریضوں کو دیکھتا رہا اور پھر مطب بند کر کے اوپر چلا گیا۔ مگر کوشش کے باوجود میں سو نہ سکا۔

رات کے ایک بجے مجھے کچھ آوازیں آئیں میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ دس پندرہ آدمی کالے کپڑوں میں ملبوس دروازے پر موجود تھے اور چاروں طرف کسی چیز کا چھڑکاؤ کر رہے تھے۔ شاید پیٹرول یا مٹی کا تیل تھا۔ ایک لمبا سا آدمی ان کو اشارے سے ہدایتیں دے رہا تھا۔ وہی شیاہ کالو بد معاش تھا۔ ابھی ان کی کارروائی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ایک جھنجھناہٹ کی آواز آئی اور لاکھوں شہد کی مکھیاں ان پر ٹوٹ پڑیں اور ہر آدمی کو انہوں نے گھیر لیا۔ کالو پر سب سے زیادہ یلغار ہوا اور وہ سب کچھ چھوڑ کر سڑک پر بھاگنے لگا۔ اس کے بعد سب بھاگنے لگے۔ مگر چند قدم کے بعد سب سڑک پر گر گئے اور لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ مگر مکھیاں اس قدر بھری ہوئی تھیں کہ ان کے چہرے بگاڑ دیئے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے مگر رات ایک بجے کون ان کی مدد کو آتا۔ اور جتنا یہ مکھیوں سے کیوں بچتا۔ یہ تماشہ چند وہیں

مت ہو تا رہا اور وہ سب بے ہوش سڑک پر پڑے رہے۔ مکھیوں کا کام ختم ہو گیا اور وہ ایک طرف ایک بادل کی صورت میں پرواز کر گئیں۔ تیل کے کنستر اور کالو کے سب اوزار اور دروازے پر پڑے تھے۔ میں نے کھڑکی بند کی اور جا کر سو گیا۔

☆ ☆ ☆

صبح لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ گھر کے چاروں طرف مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ ہوا ہے۔ تیل کے کنستر اور آگ لگانے کا پورا انتظام موجود ہے اور پندرہ آدمی جن کے چہرے سوج کر کپا ہو رہے ہیں سڑک پر پڑے ہیں۔ ان کے جسم میں ہزاروں شہد کی مکھیوں کے ڈنک موجود ہیں اور سب کی حالت بہت خراب ہے۔ سب کو پولیس اٹھا کر اسپتال لے گئی اور ایک علاقے کا تھانیدار میرے پاس آ گیا۔

"آپ کو پتہ ہے حکیم صاحب کہ آپ کے دروازے پر رات کو کیا ہوا؟"

"کیا ہوا ...؟ مجھ کو تو پتہ نہیں ہے۔ مگر میں نے رات میں کچھ عجیب و غریب آوازیں ضرور سنی تھیں۔" میں نے کہا۔

"کس قسم کی آوازیں ...؟" تھانیدار نے پوچھا۔

"سڑک پر کچھ لوگوں کی بھاگ دوڑ اور شور شرابے کی آوازیں ... میں سمجھا شاید آپس میں کچھ لوگ لڑ پڑے ہیں۔ میں نے کھڑکی بند کی اور سو گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ آپ کے مکان کو جلانے کی کوشش ... یہ کیا ہے؟" وہ بولا۔

"مجھے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوشیار رہا کریں ..." آپ کے حاسد بھی ہو سکتے ہیں۔" تھانیدار نے کہا۔

"میرا کون حاسد ہوگا میں اتنا اہم آدمی نہیں ہوں!" میں نے جواب دیا۔

"ہم کوشش کریں گے۔ ان میں سے کسی کو ہوش آ جائے تو وہ سب بتائے گا۔"

"مگر ہوا کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی تو حیرت انگیز بات ہے۔ یہاں پر دور دور تک شہد کی مکھیاں نہیں ہیں اور اتنی بڑی تعداد جس کا ڈنک بری طرح جھنجھوڑ ڈالا کہ حیرت ہوتی ہے۔ مگر ایک بات میں کہتا ہوں کہ اگر یہ مکھیاں وقت پر نہ آ جاتیں تو آپ کا مکان جل کر کوئلہ بن جاتا۔ آپ کو بھگوان نے بچانا تھا، سو آپ بچ گئے۔" یہ کہہ کر تھانیدار اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "اگر ضرورت پڑی تو پھر حاضر ہو جاؤں گا۔"

میں رولوکا کی حیرت انگیز صلاحیت کا قائل ہو گیا۔ اس نے کہا تھا میں کالو سے بڑی فوج کھڑی کروں گا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ کالو کی فوج کے دس آدمی ہوش میں آنے سے پہلے ہی زہر کی وجہ سے مر گئے۔ ان میں کالو بھی شامل تھا البتہ دو آدمی چند منٹ کے لیے ہوش میں آئے ضرور مگر وہ کچھ بتا نہ سکے اور مر گئے۔ اس واقعے کو اخبارات نے خوب اچھالا۔ اس کے پس پردہ گنگا دھر کا ہاتھ کہیں نہیں آیا اور نہ ہی میں نے اس کا نام لیا۔

پندرہ دن گزر گئے۔ لوگ اس واقعہ کو بھول سے گئے کہ اچانک گنگا دھر پھر آ موجود ہوا۔ آتے ہی بولا۔ "میں تم جس قدر سادہ اور بھولا سمجھتا تھا تم ایسے نہیں ہو۔"

"آؤ بیٹھو کچھ جل پانی کرو، تم تو کچھ زیادہ ہی ناراض معلوم ہوتے ہو۔" میں نے کہا۔

"چالاک مت بنو۔ یہ بتاؤ یہ مکھیاں تم نے کہاں پالی ہیں؟" وہ بولا۔

"یہ میں نے سندر بن کے جنگلات میں پالی ہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا سنجیدہ ہوں۔ بتاؤ تو۔" پھر بولا۔

"میں نے بتایا ہے نا ... سندر بن کے جنگلات افریقہ کے جنگلات تک جاتے ہیں۔ میں نے ان کو

پر پالا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ غم کرو، شور چھوڑ دوں۔ چلا جاؤں دلی سے۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔

"اگر تم نہ گئے تو میں بھجوا دوں گا۔" وہ غرور سے بولا۔

"تم کتنے ہی اثر رسوخ کے مالک ہو مگر دھونس سے میں کبھی دبنے والا نہیں ہوں۔" میں نے ناگواری سے کہا۔

"چپہ چل جائے گا۔ اب دلی میں، میں رہوں گا یا تم۔" وہ غصہ سے کھڑا ہو گیا اور پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔

میں لڑائی بھڑائی سے دور رہنے والا آدمی ہوں۔ یہ عجیب صورت حال میرے سامنے آ گئی۔ اس معاملے میں میرا کتنا قصور تھا۔ اس کا اندازہ تو آپ کر سکتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بلاوجہ میں کوئی اپنی الجھن خود کے لیے پیدا نہیں کرتا۔ مگر حالات کی نوعیت کے اعتبار سے میرے اندر اتنی قوت ضرور ہے کہ میں سینہ سپر ہو جاتا ہوں۔ اس بات کی میں کچھ دیر الجھن میں مبتلا رہا۔ مگر کچھ ہی دیر میں نارمل ہو گیا اور خود کو آنے والے حالات کے لیے تیار کر لیا۔ انسان میں خود اعتمادی ہو اور اس کا ضمیر مطمئن ہو تو وہ بہت طاقتور ہوتا ہے۔

رولوکا کے کردار کے بارے میں، میں البتہ حیرت کا شکار تھا۔ ایک انسان کیا یہ سب کر سکتا ہے۔ میری عقل تو بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی۔ مگر میں پھر بھی تسلیم کر رہا تھا کیونکہ یہ سب میرے سامنے ہوا تھا۔ وہ لاکھوں زہریلی مکھیاں کہاں سے آ گئی تھیں اور اپنا کام کرنے کے بعد چشم زدن میں کہاں چلی گئیں۔ رولوکا بند دروازے سے بھی میرے پاس آ جاتا تھا۔ اس کو میرے حالات کا کس طرح ادراک ہو جاتا تھا۔ یہ سب باتیں عام آدمی کے دماغ میں آنے والی نہیں تھیں۔

رات کو رولوکا میرے پاس آ گیا اور بولا۔ "گنگا رام تم کو دلی سے بھگا رہا ہے؟"

"ارے یار وہ تو کوئی بہت گھٹیا آدمی ہے۔ اس کی باتوں کا برا نہ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"تم نہیں جانتے، وہ بہت اثر و رسوخ رکھتا ہے اس کے کئی عزیز کرنٹ کے ٹھیکیدار ہیں۔ ان کی بات انگلش سرکار میں بہت چلتی ہے۔ اس کا بندوبست تو کرنا پڑے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"میں تو شہر میں نیا نیا ہوں بتاؤ میں کیا کروں؟" میں نے کہا۔

"تم کچھ نہ کرو، میں کروں گا ..." رولوکا نے کہا۔

"مگر ایسا نہ کرنا کہ پھر کوئی مر جائے؟" میں نے کہا۔

"گنگا دھر نے کالو کو پانچ ہزار روپے دیئے تھے۔ اس کا ارادہ تم کو اور تمہارے پورے خاندان کو ختم کر دینے کا تھا۔ تم خود اندازہ لگاؤ کیا بات اتنی بڑی تھی کہ تمہارے خلاف اتنا سنگین انتظام کیا جاتا۔ مگر گنگا دھر نے ایسا ہی کیا۔ وہ بہت ظالم اور سفاک آدمی ہے۔ اب تو وہ تمہارا پوری طرح دشمن بن چکا ہے اور کھل کر دھمکی دے رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ کوئی مرنہ جائے۔ پہلے چودہ مر گئے۔ اس لیے کہ وہ تم کو مارنے آئے تھے۔ وہ نہ مرتے تو تم مرتے۔ جس کی موت آتی ہے وہی مرتا ہے۔ تم صرف اپنے بارے میں سوچو۔ انسان سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے ... رحم بہت اچھی چیز ہے، مگر کسی بے رحم کے ساتھ رحم کرو گے تو ایک دن خود قابل رحم ہو جاؤ گے۔" رولوکا نے بڑے سکون سے کہا۔

"تمہاری بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں ...؟" میں نے کہا۔

"کون سی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ بتاؤ؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ایک طرف تم کہتے ہو رحم اچھی چیز ہے۔ دوسری طرف بے رحم کے ساتھ رحم نہ کرنے کا کہتے ہو۔" میں نے کہا۔

"بچھو کی خاصیت ہے کہ وہ ڈنک مارتا ہے۔ سانپ کاٹ لیتا ہے اور شیر پھاڑ ڈالتا ہے۔ یہ سب موذی جانور ہیں۔ تم ان کے ساتھ رحم کرو گے تو جواب میں تم کو رحم نہیں ملے گا۔ انسانوں میں بھی اس خصلت کے لوگ

Readingpk.com

ہوتے ہیں۔ وہ بھی گھات لگا کر شکار کرتے ہیں۔ ان کی جبلت ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ لوگ کمزور پڑنے پر لومڑی کی طرح عیاری کر کے اپنی جان بچاتے ہیں اور جان بچتے ہی پھر غم ٹھوک کر آ جاتے ہیں۔" رولوکا خاموش ہوا تو میں بولا۔

"تمہاری دلیلیں بہت مضبوط ہیں۔"

"اب بتاؤ کیا ارادہ ہے۔ دلی میں رہنا ہے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"اور کہاں جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر گنگا دھر کو میرے حوالے کر دو۔ میں اس کو دیکھ لوں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے، مگر کوشش کرنا کوئی سنگین صورت حال پیدا نہ ہو۔" میں نے کہا۔

"یہ تو حالات پر ہے مجھے تو اس کا توڑ ہی کرنا ہے۔ میں خود سے اس کو نہیں چھیڑوں گا۔ مگر اس کے ارادوں اور پلاننگ سے خبردار رہنا پڑے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم جو مناسب خیال کرو وہ کرو۔" میں نے کہا۔

"ایک مشورہ دوں، مانو گے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"تمہارا ہر مشورہ میرے فائدے کے لئے ہوگا، اس لیے نہ ماننے کا سوال ہی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہارے بچے علی گڑھ میں پڑھتے ہیں، اپنی بیوی کو بھی وہیں پر پہنچا دو، کیونکہ آنے والا وقت سخت بھی ہو سکتا ہے۔ میں شہری حالات زیادہ نہیں جانتا۔ ذرا سی بھول نقصان پہنچا سکتی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"کیا حالات کے اس قدر خراب ہونے کا اندیشہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ مجھے شہری حالات اور لوگوں کے ذہنوں کو سمجھنے میں ذرا وقت لگے گا۔ مجھے صرف تمہارا ہی خیال رکھنا ہوگا۔ دشمن کمزوری تلاش کرتا ہے اور وہیں پر وار کرتا ہے۔ تم اپنی کمزوریاں دور کر دو۔" رولوکا نے کہا۔

اور میں نے دوسرے روز ہی اپنی زوجہ کو علی گڑھ روانہ کر دیا۔ بہانہ یہ کیا کہ بچے تمہارے پاس رہیں گے۔

ذرا دیکھ بھال اچھی ہوگی ـــ وہ غریب سیدھی سادی عورت میری بات مان گئی اور علی گڑھ چلی گئی۔ چھ ماہ گزر گئے۔ میں خود وہ بار علی گڑھ ہو آیا۔ رولوکا بھی کبھی کبھی میرے پاس آتا رہا۔ مطلب حسب معمول چلتا رہا۔ میں گنگا دھر کو شاید بھول ہی گیا تھا کہ ایک رات رولوکا آ گیا۔ وہ جس طرح آتا تھا اسی طرح آیا۔ "کل ایک مریض تمہارے پاس آئے گا۔" وہ آتے ہی بولا۔

"تم کو کس طرح پتہ چلا! مریض تو روز ہی آتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ خاص مریض ہے۔ اس کو گنگا دھر تمہارے پاس بھیجے گا۔ وہ بیمار نہیں ہے مگر مریض بن کر آئے گا اور تم سے علاج کروائے گا اور تمہاری دوائیں گنگا دھر کو دے گا۔ کھائے گا نہیں اور چند روز وہ بیماری ظاہر کرے گا کہ تم نے اس کو شفا دے دی ہے۔ تمہاری دوا سے اس کی تکلیف اور بڑھ گئی ہے۔ گنگا دھر اور اس کے لوگ سارے شہر میں یہ بات پھیلائیں گے اور تم کو بدنام کریں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کو یہ سب پروگرام کس نے بتایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں گنگا دھر کے مکتب میں روز جاتا ہوں۔ کام وہ بہت پہلے کرتا مگر اس کو مطلب کا آدمی نہیں مل رہا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس کا ایک پروگرام ہے۔ میں سمجھ لو کہ وہ آدمی بہت خطرناک ہے۔ ہر حربہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا دوسرا پروگرام بہت ہی خطرناک ہے۔" رولوکا نے کہا۔

میں نے چونک کر پوچھا۔ "اس کا دوسرا حربہ کیا ہے؟"

وہ ایک ساحر سے ملا ہے وہ شخص جادو اور تنویم کا ماہر ہے مگر اس وقت فارغ نہیں اس لئے یہ علاج والا آزمانا چاہتا ہے اگر اس میں وہ کامیاب ہو گیا اور تم سے بھاگ گئے تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا اور ناکام ہوا تو وہ جادو گر اپنا کام دکھائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ اس جھگڑے کو ختم

رات کو میں نے بتایا وہ سیدھا گنگا دھر کے پاس گیا تھا اور میری دوا گنگا دھر کو دے دی تھی اور گنگا دھر تمہاری دی ہوئی دوا کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اس نے جو مرض بتائے تھے وہ دوا کسی مرض کی نہیں تھی۔ رات کو اس کے ساتھیوں کی محفل لگی تو گنگا دھر نے ان کو بتایا۔ "یہ مسلہ بہت خطرناک ہے متروہ۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا ہوا وید جی؟"

"ارے اس نے جھٹ کہہ دیا تم ٹھیک ہو اور معمولی چورن دے دیا۔ وہ آدمی لاکھ کہتا رہا مگر اس نے وہی چورن دیا۔ اب اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں کہ اس نے کیا دیا ہے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ بہت بڑا جاسوس ہے۔" دوسرا بولا۔

"ارے ہوگا جاسوس۔" گنگا دھر جل کر بولا۔

"وہ آدمی پھر جائے گا اس کے پاس؟" پہلے نے سوال کیا۔

"جائے گا تو، مگر وہ لگتا ہے وہی چورن دیتا رہے گا۔ اس لئے ہمارے ہاتھ آئے گا؟" گنگا دھر نے کہا۔

"ارے وید جی آپ ہی لمبے چکر میں پڑ گئے ارے سسرے کا قصہ ہی ختم کر دیتے۔ نہ رہتا بانس نہ بجتی بانسری۔" دوسرے نے کہا۔

"ارے مورکھ میں نے تو یہی کوشش کی تھی۔ مگر پندرہ آدمی مارے گئے اس نے شہد کی مکھیاں چھوڑ دیں ان پر۔ پندرہ کے پندرہ مر گئے اور اس پر کوئی الزام بھی نہ آیا۔ اب میں کوئی کچا کام نہیں کرنا چاہتا۔" گنگا دھر نے کہا۔

"تو پھر ایسا کریں وہ اپنے انیس پی حکرا صاحب

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

ہیں تاکہ ان سے کہہ کر کوئی مقدمہ اٹھوائے دیتے ہیں، کچہری کے چکر کاٹ رہے گا۔" ایک اور بولا۔

"اس سے اس کا کیا بگڑے گا کسی بھی الزام کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت، گواہ سب ضروری ہیں یہ سب لمبا چکر ہے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"تو پھر گردھاری کی خدمت حاصل کرلو۔۔۔ راتوں رات بڑے سے بڑے پہنے خان کو گھاٹ کنارے لگا دیتا ہے۔ مگر ذرا ہے اکڑو دام بہت لیتا ہے۔" ایک لمبی چوٹی والے نے رائے دی۔

"کالو بھی کم نہیں تھا مگر جو ہے کی طرح مارا گیا۔ تم کو پتہ ہے۔" گنگا دھر نے جواب دیا۔

"ارے تو اس کے پاس کتنی کھیاں ہیں۔" پہلا بولا۔

"ارے یہ مجھے کچھ اور ہی دکھتا ہے یہ حکیم بنا ہوا ہے۔" دوسرا بولا۔

"تمہیں کیا نظر آتا ہے؟" گنگا دھر نے پوچھا۔

"ذرا غور کرو دیدی کسی زہریلی کھیاں کون پال سکتا ہے اور اگر مان لو اس نے گھر میں منتر لگا بھی لیا ہے تو اس کے حکم پر یہ حملہ کرتی ہیں اور صرف ان لوگوں پر حملہ کرتی ہیں جو حکیم کے دشمن ہیں۔ جتنا غور کرو اتنا ہی دماغ چکر کھاتا ہے۔ اترج کی بات ہے۔" دوسرے نے بات ختم کی۔

گنگا دھر نے سب کے گردن ہلا کر اس کی بات کی تائید کی۔ "تو یہ کوئی جادو وغیرہ کا چکر ہے؟" گنگا دھر بولے۔

"صاف نظر آرہا ہے۔" لمبی چوٹی والا بولا۔

"تو اس کا توڑ کرنا پڑے گا۔" گنگا دھر نے کہا۔

"دیدی جی آپ میرے ساتھ چلیں میری نظر میں ایک آدمی ہے۔ اس کو سب حالات بتا دیتے ہیں۔ وہ خود کچھ پتا لگائے گا۔" چوٹی والے نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے کل چلیں گے۔۔۔"

وہ اور گنگا دھر دوسرے روز کالکا جی بستی میں گئے اور وہ لوگ ایک گندے سے مکان میں ایک شخص سے ملے۔

اس شخص کا نام سورج مل ہے وہ کچھ تو معمولی سا آدمی نظر آرہا تھا۔ مگر باتوں باتوں میں اس نے پوچھ لیا۔ "تم وہی نظر آرہے ہو وہ تیسرا کہاں گیا جو تمہارے ساتھ آیا تھا؟"

گنگا دھر نے حیرت سے کہا۔ "ہم تو وہی آئے تھے۔ سورج مل جی!"

"ارے تم پاگل ہو، مجھے دھوکا دے رہے ہو۔"

"میں کمرے میں تھا مگر اس طرح کہ وہ محسوس نہیں کر رہا تھا مجھ سے یہ بھول ہوگئی تھی کہ میں نے اس کو اہمیت نہیں دی تھی اور اس نے دیکھ لیا تھا مگر اب میں ہوشیار تھا۔" رولوکا بولا۔ اس نے گنگا دھر سے پورے حالات سنے اور کہا۔

"کام تو میں کردوں گا پر تم کچھ وقت ضرور دے گا۔ ابھی تو میں ایک کام میں لگا ہوں۔ ایک مہینہ کے بعد میرے پاس آنا میں ایک وقت میں ایک کام کرتا ہوں ہاں دام پورے لیتا ہوں، پانچ ہزار دے سکتے ہو تو مہینے کے بعد آجانا اگر نہ آئے تو دوسرا کام پکڑ لوں گا۔"

"کام سورج مل جی ذرا ایسا ہو کہ وہ مسلمان اور اس کی قوم ہندو جاتی کا لوہا مان جائے۔ رہی روپے پیسے کی بات تو اس کی فکر نہ کریں آپ کو خوش کردیں گے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے ایک مہینہ ہمارے پاس ہے۔" میں نے رولوکا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس ایک ماہ میں گنگا دھر کچھ نہیں کرے گا تم بھول میں مت رہنا وہ قادر الحمد وہ جتنا کمینہ ہے اس کا اندازہ کوئی نہیں ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ کام تو تم ہی کرو گے۔" میں نے کہا۔

"تم صرف آنے والے مریضوں پر نظر رکھنا میں گنگا دھر کے جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ تمہارے اور حلیب کے حالات کا ضرور جائزہ لے گا اور ایک کے بعد سورج مل کو پوری رپورٹ کرے گا۔ سفلی اور کرنے والے پہلے سب واقفیت کرتے ہیں اپنے

آدمیوں کو ہوشیار کردیا کہ وہ کسی سے بیاضرورت اور خالو مشکوک کریں۔" رولوکا نے مجھے ہدایت دی۔

ایک مہینہ گزر گیا اور کچھ نہ ہوا۔ میں نے رولوکا سے کہا۔ "اب بتاؤ کیا حال ہے ایک مہینہ تو گزر گیا؟"

"گنگا دھر اور اس کا ساتھی سورج مل کو پانچ ہزار روپے دے آئے ہیں اور وہ تیاری کر رہا ہے۔ پہلے وہ یہ پتہ کر رہا ہے کہ وہ زہریلی کھیاں تم نے کہاں پالی ہیں۔" رولوکا نے بتایا تو میں نے ہنس کر کہا۔ "تم نے پالی ہیں تم ہی بتاؤ کہاں پالی ہیں؟"

"وہ زندگی بھر پتہ نہیں کرسکتا۔" رولوکا نے کہا۔

"تو کیا واقعی تمہاری پالی ہوئی کھیاں ہیں؟"

"جنگل میں جتنے حشرات الارض اور درندے موجود ہیں وہ میرے پالے ہوئے ہیں۔ افریقہ کے تاریک جنگلات کے جادوگروں کے پاس جو علم ہے اس کے بارے میں یہاں شہروں میں رہنے والے کچھ نہیں جانتے۔ گھنے جنگلوں میں انسان کا سب سے بڑا دشمن درندہ یا خوفناک قسم کے کیڑے مکوڑے سانپ، بچھو ہیں اور ہماری زندگی ان کے درمیان ہی گزرتی ہے۔ وہ ہم کو مارڈالیں یا ہم ان پر کنٹرول حاصل کرلیں۔ ہر جنگل کے رہنے والے کو اتنا پتہ ہوتا ہے کہ کس کو اپنا بچاؤ کس طرح کرنا ہے۔ وہ دن میں اور رات میں گھنے جنگل اندھیرے جنگل میں پھرتا ہے بعض دفعہ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال بھی ہوتے ہیں اور وہ صاف نکل جاتا ہے اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ جسمانی طاقت اور حس کے علاوہ بھی کچھ ایکسٹرا چیزیں ہوتی ہیں۔ وہ اس کا ساحرانہ علم ہے جو اس کے والدین اس کو پڑھاتے ہیں۔۔۔" رولوکا تھوڑے وقفے کے بعد پھر کہنے لگا۔

"اب میں اپنی طرف آتا ہوں۔ میرا باپ تو قبیلے کا ڈاکٹر، سردار کے بعد اگر کوئی زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے تو وہ "وچ ڈاکٹر" ہی ہوتا ہے۔ میرے باپ نے سب علم مجھے سونپ دیا تھا۔ اس میں جادو اور جڑی بوٹی کا علم بھی شامل ہے۔ جنگل میں ہر قدم پر موت

کھڑی رہتی ہے جو مشکلات وہاں پر ہیں اس کا تم نہیں کرسکتے۔ اس لئے "وچ ڈاکٹر" حیوانات کنٹرول رکھنے کا علم جانتا ہے۔ میرے بڑوں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو جانوروں کی زبان جانتے تھے اور ان سے بات کرلیا کرتے تھے۔ میں اشاروں سے ان کو حکم دے سکتا ہوں۔" رولوکا خاموش تو میں نے کہا۔

"یار تم ہو کیا، ہر روز مجھے حیرت کے سمندر میں غرق کردیتے ہو۔ ہر روز ایک نئی بات بتاتے ہو؟"

"یہ باتیں میں تم کو ہی بتاتا ہوں۔ کیونکہ میرے بہترین دوست ہو۔ میں نے زندگی میں تم سے پہلے کسی کو دوست نہیں بنایا تھا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اور میری خوش نصیبی یہ ہے کہ مفت میں تم جیسا دوست مل گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ مکھیاں تلاش کرے گا اور پھر اس کا جینا مشکل کردیں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"وہ بھی تو آخر جادوگر ہے؟" میں نے کہا۔

"مجھے یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ کس انداز سے کام کرتا ہے؟ اس کے پاس کس قسم کا جادو ہے؟ اور اس کا طریقہ کار کیا ہے؟"

"میری سمجھ میں تو یہ نہیں آرہا کہ میں تم کو کیا سمجھوں، تم حقیقت ہو یا کوئی دیو مالائی کردار میں خواب میں ہوں یا تم واقعی میرے سامنے ہو؟" میں نے کہا۔

"تم کو اتنا زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے افریقہ کے جنگلات کا ذکر کیا ہے تو کیا تمہارے تعلق وہیں سے ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرا تعلق افریقہ سے ہے۔ جنگلات کے قریب جو ملک ہمیں ملتا ہے وہ ہے تنزانیہ، مگر وہ بھی ہم سے بہت دور ہے ہم لوگ بہت اندرونی طرف رہتے ہیں۔ یہاں پر بہت کم لوگ بیرونی دنیا سے آتے ہیں اور جو آتے ہیں پھر واپس نہیں جاتے۔ کوئی درندوں کی

REPUBLIC OF PAKISTAN
http://readingpk.com

خوراک بن جاتا ہے اور کوئی انسانوں کی صورت بن جاتا ہے۔ ہمارے قبیلے سے آگے سب ہی آدم خور ہیں۔ ہمارا قبیلہ آدم خور نہیں ہے مگر وہ بھی اپنے بزرگوں اور دانش وروں کی لاش کو تبرک کے طور پر کھاتے ہیں اور ان کی ہڈیوں کو زیور کی طرح پہنتے ہیں۔" روڈولکا نے کہا۔

"تمہاری تو ہر بات میرے لئے حیرت انگیز ہے۔" میں نے کہا۔

"تم یہ سن کر اور حیران ہوگا کہ میں اپنے لوگوں سے دور نہیں ہوں۔ میں ہر دوسرے تیسرے روز ان کے پاس جاتا ہوں فاصلہ بہت زیادہ ہے ہزار دو میل سمجھ لو مگر یہ فاصلے میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔" روڈولکا نے مسکرا کر کہا۔

"کون سی سواری سے جاتے ہو؟" میں بھی ہنس کر بولا۔

"ہماری سواری یہ ہوائیں ہیں۔" روڈولکا نے جواب دیا۔

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تم نے شادی کی کہ نہیں۔" میں نے پوچھا۔

"تم کو کیا لگتا ہے؟" روڈولکا نے پوچھا۔

"عمر کا اندازہ نہیں ہوتا۔" میں نے پوچھا۔

"میری عمر ایک کم سو سال ہے۔" روڈولکا نے اطمینان سے کہا۔

میں نے حیرت سے روڈولکا کی طرف دیکھا۔ "یار مذاق نہ کرو ٹھیک ٹھیک بتاؤ؟" میں نے پھر کہا۔

"میرا لڑکا میرے قبیلے کا وچ ڈاکٹر ہے اور اس کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہے۔" روڈولکا نے جواب دیا۔

"تمہارے چہرے اور جسم سے بالکل اندازہ نہیں ہوتا۔" میں نے روڈولکا کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اندازہ ہو جائے تو پھر میں وچ ڈاکٹر نہیں ہوں۔" روڈولکا نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ یہاں پر اور افریقہ کی عمروں میں بہت فرق ہے۔" میں نے کہا۔

سال میں بھرپور مرد بن جاتا ہے اور عورت بارہ سے تیرہ سال میں پوری عورت بن جاتی ہے اور ان کی شادی کر دی جاتی ہے۔ مگر ان کی اوسط عمر ساٹھ سے ستر سال ہے۔ بوڑھے بھی ہوتے ہیں کمزور بھی ہوتے ہیں اور وقت پر موت بھی مرتے ہیں۔ مگر سردار اور وچ ڈاکٹر کبھی عمر پاتے ہیں۔ یہ بھی کوئی کلیہ نہیں ہے کبھی کبھی وچ ڈاکٹر اور سردار بھی جلدی مر جاتے ہیں مگر اپنا جانشین وہ ضرور تیار کر لیتے ہیں اور یہ سلسلہ خاندان در خاندان چلتا ہے۔ مگر بعض قبیلوں میں طاقت کا قانون چلتا ہے اور سردار وہ شخص ہوتا ہے جو سب سے زیادہ طاقتور اور بہادر ہوتا ہے۔ مگر وہاں پر بھی وچ ڈاکٹر خاندانی ہی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وچ ڈاکٹر اپنا علم صرف اپنی اولاد کو ہی دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر علم والا کوئی نہیں ہوتا اس لئے اس کو کوئی شکست نہیں دے پاتا۔" روڈولکا نے کہا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ وچ ڈاکٹر سردار سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم کہہ سکتے ہو مگر سارے فیصلے سردار ہی کرتا ہے۔ وہ وچ ڈاکٹر سے مشورہ تو کرتا ہے مگر حکم اپنا ہی چلاتا ہے۔ ایک مرتبہ میرا ایک سردار سے اسی بات پر اختلاف ہو گیا تھا۔" روڈولکا نے کہا۔

"کیا اختلاف تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی تفصیل میں پھر کبھی تم کو بتاؤں گا۔ بہت حیرت انگیز ہیں۔" روڈولکا نے کہا۔

"ارے یار یہ کون سی بڑی بات ہے کل بتا دو گا۔" میں نے کہا۔ اور روڈولکا چلا گیا۔ مگر مجھے حیرت کے دریا میں غرق کر گیا۔

☆—☆—☆

یہ دنیا بہت بڑی ہے اس کے ہر مقام پر نہیں جا پاتا۔ مگر دنیا دیکھنے کا شوق ہر شخص کے اندر ضرور ہوتا ہے۔ مگر یہ شوق پورا نہیں ہوتا اور انسان

آخر کار اسے احساس ہوتا ہے کہ زندگی کے ساتھ اس نے انصاف نہیں کیا۔ جو کرنا تھا وہ نہیں کیا۔ مگر اب مہلت پوری ہو چکی ہوتی ہے اور وہ زندگی بھر حسرتوں کے حصول میں سرگرداں رہا اور موت تک اسی دائرے میں قید رہا اور مر گیا۔ بعض لوگ زندگی کو ایک خطرناک کھیل کہتے ہیں۔ مگر اس خطرناک کھیل کو کھیلنا پڑتا ہے۔

مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زندگی کو اک امانت کہتے ہیں اور ان اصولوں پر زندگی گزارتے ہیں جو اس کے مذہب نے بتائے ہیں۔ میرے خیال میں زندگی گزارنے کے جو اصول میرے مذہب نے بتائے ہیں میرے لئے وہ بہترین ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ ان اصولوں سے انحراف نہ کروں۔

میرے لئے روڈولکا کا کردار ایک حیرت سے کم نہیں ہے مگر اس سے انکار بھی ممکن نہیں ہے۔ جادو یا سحر سے انکار کوئی نہیں کر سکتا جادو سب سے پہلا معجزہ گردان تھا، کوئی تاریخ نہیں ہے جس میں اس کی حقیقت کو سب تسلیم کرتے ہیں اور ہر مذہب نے تسلیم کیا ہے۔ مگر کسی مذہب نے اس کو روا رکھنے کی حمایت نہیں کی۔ یہاں تک کہ اسلام میں بھی اس کو اچھا نہیں مانا گیا ہے۔ پھر اسلام دوسرے مذاہب میں کس طرح اس کو مانا جاتا۔

اسلام میں بتایا گیا ہے کہ جادو ہے مگر اس کو کرنے والا کافر ہے۔ دنیا کے ہر مقام پر جادو کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں بھی جادو ہے۔ مگر اس کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ بہت ہے اس کے لئے وہ علاقے زیادہ مشہور ہیں جن میں تعلیم کا تناسب بہت کم ہے۔

میں بھی جادو کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کیونکہ ہر

ہیں۔" روڈوکا نے کہا۔

"تم نے اتنے بچھو کہاں سے جمع کر لیے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ ایک ہی بچھو ہے مگر سورج مل بے وقوف ہے اس کو مارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ اس کو قابو کرنے کا گر کرے تو شاید کچھ کامیابی اس کو ہو جائے۔" روڈوکا نے کہا۔

"وہ تو خود جادوگر ہے کیا سمجھ نہیں پا رہا۔" میں نے پوچھا۔

"اس نے اپنے سارے بیروں کو مطلب کر لیا ہے۔ مگر یہ بچھو تو افریقہ کا ہے مرتا ہی نہیں سورج مل اتنا بڑا جادوگر نہیں ہے۔ اس نے مجھے میری غفلت کی وجہ سے دیکھ لیا تھا۔ میں خود اس کو زیادہ تنگ کرنا نہیں چاہتا۔" روڈوکا نے کہا۔

"ہاں اس سے ہماری کیا دشمنی، وہ تو پانچ ہزار روپے لے کر بخش گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"کچھ روز وہ کوشش کرے گا پھر ٹھنڈا ہو جائے گا اگر نہ ٹھنڈا ہوا تو اس کو سبق پڑھانا پڑے گا۔" روڈوکا نے کہا۔

"کیا سبق پڑھاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے سارے بیروں کو پکڑ کر افریقہ لے جاؤں گا اور وہاں پر بچوں کو بانٹ دوں گا۔" روڈوکا نے ہنس کر کہا۔

"بچے کیا کریں گے؟"

"یہاں کے بچے گیند بلا، فٹ بال کھیلتے ہیں۔ افریقہ کے اندرونی علاقے کے بچے ان سے کھیلتے ہیں۔" روڈوکا نے جواب دیا۔

"تمہاری ہر بات نرالی ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے یہاں کے جادوگروں کی حد اور طاقت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ سورج مل جو خود کو بہت بڑا جادوگر کہتا ہے اس کے پاس جو طاقت کے ذرائع ہیں وہ بہت کمزور ہیں۔ اب تم اندازہ کرو کہ جو ایک بچھو جو اس کے گھر میں ہے اس کو نہ مار سکتا ہے نہ نکال سکتا ہے۔ ہر روز وہ ہزاروں بچھو پیدا کر کے اس کے سامنے چھوڑ رہا ہے اور یہ اس میں

الجھا ہوا ہے۔ وہ کہیں کیا کھاتا کرتے وقت گھر سے باہر تو وہ چلے گئے۔"

"تم نے بندوبست ہی ایسا کر دیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

گنگا دھر کو جب سورج مل کی طرف سے کچھ نہ آیا تو وہ اس کے گھر پہنچ گیا۔ سورج مل کا پورا سامان پڑا تھا۔ کوئی چیز اپنی جگہ پر نہیں تھی۔ سورج مل کی چوٹی ہمیشہ سیدھی کھڑی رہتی تھی گری پڑی تھی۔ چہرے ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ سخت پریشان تھا۔ گنگا دھر اس کے ساتھی نے یہ حالت دیکھی تو وہ حیران رہ گئے۔

"ارے کیا ہوا سورج مل مہاراج خیریت ہے؟" گنگا دھر نے حیرت سے پوچھا۔

"تم میری حالت دیکھ رہے ہو خود ہی پوچھ خیریت ہے۔"

"پر ہوا کیا؟" انوپ رائے جو گنگا دھر کے ساتھی تھے بولے۔

"تمہارے میرے ساتھ بہت برا ہوا ہے گنگا میں کیا بتاؤں۔" سورج مل نے جواب دیا۔

"کچھ بتاؤ بھی۔" گنگا دھر نے پوچھا۔

"ارے میں تمہارے کام میں لگا ہوا تھا دور کھیاں تلاش کر رہا تھا کہ مجھ پر بچھوؤں کی بلا سوار ایک مارتا ہوں دس اور موجود ہوتے ہیں اور اتنے بچھو کہ دیکھ کے ڈر لگتا ہے۔ میں نے زندگی میں بچھو نہیں دیکھے۔" سورج نے کہا۔

"تو تم کوئی منتر پڑھ کر پھونک دیتے سب ہو جاتے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"میں بہت پریشان ہوں میرے سارے آزمائی کر چکے ہیں۔ یہ بچھو اصل میں کچھ اور ہی چیز میں اب تمہارا کام نہیں کر سکتا، میں تو خود اپنی گھنٹی ہوں۔ تم کسی اور سے اپنا کام کروا لو مجھے معاف کرو۔"

"سورج مل یہ بات تو غلط ہے روپے تم نے لئے اور کام کسی اور سے کرواؤں یہ اچھی رہی۔"

نے غصہ کیا۔

"میں تم کو روپے واپس کر دوں گا مگر اس سے میرے پاس نہیں ہیں۔" سورج مل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" انوپ رائے نے کہا۔

"بعد میں دے ضرور دینا۔"

"دوں گا۔ گلے گلے دوں گا تم میری مدد کرنے کی بجائے روپے کی رٹ لگائے ہوئے ہو۔" وہ بولا۔

"ہم کیا مدد کریں تم تو خود شکتی والے ہو تم گھبرا رہے ہو تو ہماری کیا بساط ہے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"میں نے آج تک ایسی شکتی نہیں دیکھی؟" سورج مل نے کہا۔

"ارے تو کیا پورے ہندوستان کے پاس ایسی شکتی نہیں ہے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"ہو گی ضرور ہو گی مگر میری جان اس بچھو سے نپٹنے تو آگے بڑھوں۔" سورج مل نے کہا۔

"یہ تو ہندوستان کی بے عزتی کی بات ہو رہی ہے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"گنگا دھر جی بات میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" انوپ رائے نے کہا۔

"جذبات کی بات نہیں ہے۔ ذرا غور کرو کیا ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟" وہ غصہ سے بولا۔

"تم جس کو دشمن خیال کر رہے ہو۔ ہو سکتا ہے اس کی یہ مدد ہی کر رہا ہو۔ یہ کھیل اور ہی کوئی کھیل رہا ہو؟" گنگا دھر نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"کسی کو کیا غرض پڑی ہے۔ یہ کام تم کہو کالیا اس کے آدمی کا ہے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کا پتہ چلانا پڑے گا۔"

"اور اس کا پتہ کس طرح چلے گا یہ بھی آسان کام ہے۔" گنگا دھر بولے۔

"یہ حکیم کوئی بہت ہی گھرا ہوا آدمی لگتا ہے۔" انوپ رائے بولے۔

"ارے کوئی ایسا ویسا گھرا، بہت زیادہ گھرا ہے سسرا۔" سورج مل نے جل کر کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ اس بچھو نے کسی کو ڈنک مارا ہے؟" گنگا دھر نے پوچھا۔

"مارا تو کسی کو نہیں پورے گھر میں دندناتا پھرتا ہے۔ میں اس کو مارنے کے لئے اس کے پیچھے پھرتا رہتا ہوں اور میری ساری شکتی میرے ساتھ ہوتی ہے۔ مگر یہ سب کو چل دے دیتا ہے اور اگر ہاتھ آ بھی جائے تو پھر دس اور موجود ہوتے ہیں۔ تو بتاؤ کیا کروں، تم بھیا لے لینا اپنے روپے مگر میری جان چھوڑو وہ میں اب تمہارا کام نہیں کروں گا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گنگا دھر کوئی اور دروازہ تلاش کرے گا۔" میں نے کہا۔

"کرنے دو تم فکر نہ کرو میں نے سورج مل کو صرف ڈرایا ہے اس کو نقصان نہیں پہنچایا۔" روڈوکا نے کہا۔

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد بھی امید تھی۔ گنگا دھر خاموش بیٹھنے والا نہیں تھا۔ ایک تو وہ حاسد تھا دوسرے سخت متعصب ہندو تھا۔

ایک مہینہ گزرا تھا کہ روڈوکا نے بتایا۔ "اس نے ایک اور جادوگر تلاش کر لیا ہے۔ وہ برلا مندر میں رہتا ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کالی کا پجاری ہے اور کالی ماتا کا اس پر ہاتھ ہے۔ گنگا دھر نے اب تک کے سارے حالات اس کو بتا دیئے ہیں۔ پہلے وہ بچھوؤں کا راز اور بعد میں بچھو کا پتہ چلائے گا جب یہ پتہ چل جائے گا تو اس کو یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ پس پردہ کون ہے اور وہ پھر کارروائی کرے گا۔" روڈوکا نے تفصیل بتائی۔

"تمہارا کیا خیال ہے وہ پتہ چلا لے گا؟" میں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو مجھے یہاں کے جادوگروں کے کام کرنے کے انداز کا اب کچھ تجربہ ہو گیا ہے۔ یہ اندھیرے میں ہیں اور میں روشنی میں۔ یہ مجھے تلاش کرتے رہیں گے میرے سامنے یہ خود موجود ہیں۔ میں ایسے حالات پیدا

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

کردوں گا کہ یہ تلاش بھول کر اپنی فکر کریں گے۔"

"وہ برلا مندر کے جادوگر کا کیا نام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے اپنا نام کالی چرن بتایا تھا۔ یہ نام بھی شاید اس نے کالی مائی سے متاثر ہو کر رکھا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"سنا یہ گیا ہے کہ یہ کالی مائی بہت ظالم اور خطرناک جادوگر تھی اور اس کا جادو آج تک کارگر ہے۔" میں نے پوچھا۔

"مجھے اس کی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"میں جس قدر ان سے دور اور پوشیدہ رہوں گا یہ اسی قدر میری تلاش میں پاگل ہوں گے۔ آج رات برلا مندر میں ایک تماشہ ہوگا وہ تم کو پتہ چل جائے گا۔"

"کچھ تو بتاؤ کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔ بتانے سے مزا خراب ہو جائے گا۔" اور پھر رولوکا چلا گیا۔

صبح واقعی ایک نئی اور انوکھی خبر موجود تھی۔ لوگ بتاتے ہیں کہ ایک سانڈ برلا مندر میں پورے سال پالا جاتا ہے اور پھر اس کی قربانی ایک مخصوص دن کالی مائی کے بت کے سامنے کی جاتی ہے اس سانڈ کو پجاری اور دوسرے لوگ میوہ جات اور دودھ پلاتے ہیں وہ اس قدر طاقتور ہو جاتا ہے کہ ہاتھی معلوم ہوتا ہے وہ سانڈ رات ایک بجے بپھر گیا اس قدر غصہ میں آ گیا کہ مندر میں بھگدڑ مچ گئی۔ جو اس کے سامنے آیا مارا گیا۔ سارے مندر کو اس نے توڑ پھوڑ ڈالا۔ کئی آدمی مارے گئے اور بہت زخمی ہو گئے۔ بڑے پجاری شدید زخمی ہو گئے اور کالی چرن کی ایک ٹانگ بری طرح کچلی گئی۔ صبح تک یہ وحشی سانڈ نے مچائی اور مندر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور سورج نکلتے ہی وہ پھر ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ رات کو سانڈ خونخوار اور خطرناک کیسے ہو گیا تھا۔

سے سرے سے ملایا تھا اور انقلاب کیلئے کے لوگ سر جوڑ بیٹھے تھے۔ کالی کے مندر میں کالی کے بیوکوں کے ساتھ سلوک ہوا۔ مندر برباد ہو گیا اور کالی کنڈی دیکھتی رہ گئی۔ سانڈ میں ایسی کون سی شکتی ساگئی کہ وہ بے قابو ہو گیا اور شکتی کو کالی بھی نہ روک سکی۔ کچھ اس قسم کے سوالات ہر مبران کے دل میں پیدا ہو رہے تھے مگر وہ ان سوالات کو زبان پر صرف کالی کے ڈر سے نہیں لا رہے تھے۔

دوسرے دن پتہ چلا کالی چرن کی بائیں ٹانگ کاٹ دی گئی ہے اور بڑے پجاری جی مر چکے ہیں۔ یہ بہت بڑی خبر تھی۔ ہندو سخت پریشان تھے سانڈ کے متعلق وہ کیا کر سکتے تھے سانڈ تو ہر سال ہی پالا جاتا تھا یہ کوئی بات تو تھی نہیں۔ وہ جو کہتے ہیں بعض اوقات گھر کے چراغ سے ہی گھر کو آگ لگ جاتی ہے۔ ہر سال جو سانڈ پلتا بڑھ جانے والے سانڈوں کا بدلا اس سانڈ نے تو شاید یہ بھی نہ لیا ہے۔ دلی کے رہنے والے ہندو ہوم کی سوچ رہے تھے۔ کوئی برلا مندر کے پجاریوں کے ستم کو اس کا ذمہ دار قرار دے رہا تھا۔ کوئی کالی کی ناراضگی کی بات کر رہا تھا۔ مگر اصل بات صرف مجھے اور میں برلا مندر سے کوسوں دور تھا اور رولوکا کو یاد کر میں یاد کروں اور رولوکا نہ آئے ایسا بھی نہیں ہوا وہ میرے سامنے موجود تھا۔

"کیا تماشہ کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"مزا آیا کہ نہیں؟" رولوکا نے کہا۔

"مگر یہ بے گناہ جو مارے گئے افسوس ہوا۔" میں نے کہا۔

"یہ جو مارے گئے ہیں ایک نمبر کے تھے۔ تم کو پتہ ہے مندروں میں یہ کیا کرتے ہیں۔ عورت ان کی نظر میں آ جائے اس کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ کوئی ان کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا۔ ایک دیوی کا خوف اس قدر دلوں میں پیدا کر دیا گیا۔ بولتا ہی نہیں۔ دوسرے پنڈت برہمن ہوتا ہے اس

READING Section
http://kitaabghar.com

ہندو اس میں سب سے اوپر ہے وہ جو کرے اچھا کرے برا کرے سب ٹھیک ہے اس کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ ان کے کرتوت بہت کالے ہیں۔ مرنے والوں میں کوئی نیک نہیں تھا۔ کالی چرن کو صرف ایک سبق دیا ہے اگر اب بھی اس کی کھوپڑی میں بات نہ آئی تو آگے دیکھیں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟" میں نے کہا۔ "تم نے یہ سب کر ڈالا اور تمہارا راستہ کسی نے نہیں روکا۔" میں نے کہا۔

"میں نے یہ سب نہیں کیا ہے۔ میں نے صرف اس سانڈ کو حکم دیا تھا کہ وہ ایسا کرے۔" رولوکا نے کہا۔

"کسی قسم کا سحر استعمال نہیں کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اس حد تک کہ میں خود کو پوشیدہ رکھتے ہوئے وہاں پر گیا تھا۔ میرا رابطہ دنیا کے ہر جانور سے ہو جاتا ہے۔ میں نے سانڈ کو اس کا انجام بتا دیا اور اس سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا وہ بتا دیا اور چلا آیا۔ میرے کہتے ہی سانڈ نے اپنے حصہ پر پوری کارروائی کر ڈالی اس کارروائی میں کسی جادو کا دخل نہیں تھا اس لئے کالی چرن اور پنڈت حیران تھے وہ اس شے کو تلاش کر رہے تھے جو سانڈ پر سوار تھی مگر کوئی ہوتا تو ان کو ملتا اور وہ تھی ہی نہیں سانڈ نے پورا کام کر دیا۔"

"تو اس کا مطلب ہوا کہ تم کسی بھی جانور سے کام لے سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں ہر جانور سے ذہنی رابطہ کر سکتا ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ کس طرح ممکن ہے؟" میں نے کہا۔

"جانور ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔ جب پانی کی کیابی کا شکار ہوتے ہیں تو آواز دیتے ہیں ان کی آواز دوسرے ہاتھیوں تک فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے نہیں پہنچتی مگر رابطہ ہو جاتا ہے اور وہ سب پانی ایک غول کی شکل میں کرتے ہیں۔ پانی کتنی بھی دور ہو یہ سفر کرتے ہیں بعض اوقات ایک ڈیڑھ ماہ تک یہ سفر جاری رہتا ہے۔ بچوں کو درمیان میں رکھتے ہیں۔ دوران سفر اگر کسی ہتھنی کو بچہ پیدا ہونے لگے تو غول کے ہاتھی ایک دائرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ دائرے کے باہر رکھتے ہیں۔ اس کے بعد پھر سفر جاری ہو جاتا ہے ہر جانور اپنی برادری کے جانور سے رابطہ کرتا ہے اور بات کرتا ہے میں اتنا ماہر نہیں ہوں ان سے ان کی زبان میں بات کر سکوں مگر اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنی بات ان کے ذہن میں بٹھا دوں۔ ان کی زبان اشاروں کی زبان ہوتی ہے۔ افریقہ میں ایسے لوگ ہیں جو اس پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جنگلات کے بہت زیادہ اندرونی حصے کی طرف ہیں۔ ان کو تلاش کرنا بہت مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اندازہ ہی نہیں کہ وہ کس قدر قابل قدر لوگ ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"یار تم مجسم حیرت ہو۔" میں نے کہا۔

ادھر گنگا دھر اور اس کے ساتھیوں کی ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ گئی۔ تھا کھ دار آدمی، اس کی سوچ اب اس طرف ہو گئی کہ ضرور ایسا آدمی اس کے ساتھ ہے جو اس کے پروگرام دشمن تک پہنچا دیتا ہے اور دشمن وار پہلے کر جاتا ہے۔ مگر کالی کے مندر کا واقعہ اس کے حلق سے نہیں اتر رہا تھا کیا دشمن کالی سے زیادہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ کالی کے مندر کے اندر آ کر وار کر گیا اور کالی چرن سوچتا ہی رہا اور کچھ نہ کر سکا۔ برلا مندر کوئی چھوٹا موٹا مندر نہیں تھا اور پھر کالی مائی کی دہشت الگ، مگر کام کرنے والے نے پورا کام کر دیا۔ ہندو حیران آپس میں باتیں کرتے تھے۔ اخبارات نے الگ الگ کہانیاں بنا کیں تھیں۔

سرمایہ دار ہندو سیٹھوں نے دل کھول کر چندہ دینا شروع کر دیا اور برلا مندر از سر نو بننا شروع ہو گیا تھا۔ گنگا دھر نے اپنے طور پر بہت کوشش کی کہ جاسوس کو پکڑ سکے مگر کوئی ہوتا تو اس کو ملتا اس طرح پورا سال گزر گیا اور میں نے دواؤں کے لئے جنگل جانے کی تیاری شروع کر دی۔

اس دفعہ میرا سفر طویل تھا۔ میں اور رولوکا دو ہی آدمی تھے۔ میں نے کسی نوکر کو اپنے ساتھ نہیں رکھا تھا۔ سفر میں سامان بہت کم تھا۔ صرف دوائیں رکھنے والے تھیلے ایک بیگ میں بھر لئے تھے۔ کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا صرف چائے کی پتی اور چینی رکھی تھی ایک درجن ماچس بھی رکھ لیں تھیں۔ رولوکا کا کہنا تھا کہ تم میرے مہمان ہو میں میزبان ہوں۔"

تھک مرچ اور کچھ دوسرے مصالحے بھی میں نے بیگ میں ڈال لئے تھے۔ کم کرتے کرتے بھی بیگ میں کافی وزن ہو گیا تھا۔ راستہ وہاں وہی تھا۔ پہلے تنک پور منڈی اور اس کے بعد جنگل کے کنارے کنارے پھر لیتا اور پھر جنگل کے اندر کا سفر۔ مطلب کا سارا انتظام میرے دوساتھی حکیم صاحبان کو کرنا تھا وہ میرے ساتھ کافی دنوں سے تھے سب جانتے تھے ان کو میں نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔

سمی کی پہلی تاریخ کو ہم ولی سے روانہ ہو گئے۔ موسم بہت اچھا تھا نہ گرمی زیادہ تھی نہ سردی تھی۔ دو روز کے بعد ہم گاؤں کے کھیا کے سامنے تھے۔ اس نے فوراً ہی دو نچر حاضر کر دیئے اور ہم لوگ روانہ ہو گئے۔

رولوکا نے کہا۔ "واپسی میں دوائیں جمع کریں گے۔"

"کہاں تک سفر کا ارادہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے ایک بار سفر کی خواہش کی تھی۔ تم کو یاد ہے۔۔۔؟"

"خوب یاد ہے مگر کہاں جانا ہے؟ اس کے بارے میں مجھے کیا پتہ؟" میں نے کہا۔

"میں تم کو ایک ایسی دنیا کی سیر کراؤں گا جہاں تم سے پہلے شاید ہی کوئی گیا ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"ان جنگلات میں بھی کوئی دنیا آباد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جہاں جان دار ہیں خواہ وہ جانور ہوں، حشرات الارض ہوں، وہ آبادی تو ہوئی نا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تمہارا قبیلہ یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کام بہت مشکل ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تمہارے لئے بھی مشکل ہے؟"

"ہر جگہ کے کچھ اصول کچھ قاعدے ہوتے ہیں بے شک یہ جنگل ہے اور یہاں پر صرف طاقت کا اصول چلتا ہے مگر یہاں کے ساحرانہ اصول بھی ہیں۔ میں جادو کی طاقت کے ذریعہ تم کو سفر نہیں کرا سکتا ہم پیدل سفر کریں گے اپنے پیروں پر کریں گے اگر میں کیلا ہوتا جس طرح چاہوں سفر کر سکتا ہوں۔ ہاں میں تمہاری جس طرح کرنا چاہوں کروں گا مجھ پر پابندی نہیں ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"چلو یہ ٹھیک ہے یہ نچر ہمارا ساتھ دے گے۔" میں نے پوچھا۔

"اس کی فکر نہ کرو دوسرے مل جائیں گے۔" نے جواب دیا۔

ہم ایک پگڈنڈی پر سفر کر رہے تھے۔ کچھ کے دونوں طرف جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور دور سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ ان جھاڑیوں میں چھوٹے پھول بھی نظر آ رہے تھے۔ خوب دھوپ نکلی ہوئی موسم خوشگوار تھا۔ دس بارہ میل ہم نے سفر اچانک دھوپ غائب ہو گئی اور آسمان پر کہ آ گئے۔

رولوکا نے آسمان کی طرف دیکھا اور بو چلو بہت جلد بارش شروع ہو جائے گی۔" اور اس نچر ایک طرف موڑ دیا۔ زیادہ نہیں آدھ گھنٹے کے بعد شروع ہو گئی۔ مگر ہم ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ یہاں پر اتنی جگہ تھی کہ پوری بارات ٹھہر جاتی۔ راستے سے ہٹ کر جگہ تھی، راستہ سے مراد یہ طرف کبھی نہیں آیا تھا۔ مگر رولوکا کو پتہ تھا۔

ساری رات تیز بارش ہوتی رہی۔ میں تو سو گیا تھا کہ رولوکا جاگ رہا تھا۔ صبح آسمان کھل گیا تھا اور دھوپ نکل آئی تھی۔ رولوکا نے کہا۔ "تم آگ جلاؤ میں ناشتہ لاتا ہوں۔" اور میں آگ جلانے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر میں رولوکا آ گیا اس نے دو مرغیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ یہ جنگلی مرغیاں تھیں جو ایک درخت سے دوسرے درخت پر خوب پرواز کرتی ہیں ان کو پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر رولوکا اتنی جلدی ان کو پکڑ کر لے آیا تھا کہ میں حیران رہ گیا تھا۔ میں آگ جلانے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ ہر پتہ گیلا تھا ہر لکڑی گیلی تھی چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔

"تم سے آگ نہیں جلے گی۔" رولوکا نے کہا۔

"بہت کوشش کر چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم یہ مرغیاں پکڑو اور انہیں ذبح کر لو۔ میں آگ جلاتا ہوں۔ میں مرغیاں پکڑ کر ایک طرف لے گیا پھر چاقو سے ان کو ذبح کر دیا اور پر وغیرہ صاف کر کے جب لوٹا تو آگ جل چکی تھی۔

میں نے پوچھا۔ "تم سوکھی لکڑیاں کہاں سے لائے؟"

"وہی گیلی جل رہی ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"مجھ سے تو نہیں جلی تھیں!" میں نے کہا۔

"کچھ لکڑیاں اس قسم کی ہوتی ہیں جن میں تیل ہوتا ہے بس ذرا پہچان کرنے کی ضرورت ہے۔ کچھ پتے اس قسم کے ہیں ان کو پہچان کر کے جمع کرنے کی ضرورت ہے ایک دفعہ جل جائیں تو پھر جلتے ہی رہتے ہیں اور لاؤ میں تو سب جلتے ہیں۔ کیا سوکھا کیا گیلا۔" نے جواب دیا۔

"ناشتے کے بعد ہم آگے روانہ ہو گئے۔ اب ہم نالے کے کنارے سفر کر رہے تھے۔ نالے کے دونوں کنارے درخت کھڑے تھے ایسے ایسے عجیب و غریب کہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی ہم گئے اور خوفناک جنگل سے دور تھے۔ رولوکا نے کیا راستہ اختیار کیا تھا وہ نالا ایک دریا میں گر رہا تھا ہم اونچائی دریا میں گرتے پانی کی آواز بہت زور سے آ رہی رولوکا نے کہا۔ "اب ہم دریا کے ساتھ چلیں گے۔"

"تمہارا گاؤں یہاں سے کتنی دور ہے؟" نے پوچھا۔

"بہت دور ہے مگر میں نے شارٹ کٹ اختیار کیا ہے دریا تک یہ نچر ہمارے ساتھ رہیں گے کے بعد ہم دریا میں سفر کریں گے۔" رولوکا نے جواب دریا میں کشتی کے بغیر کس طرح سفر ہو گا؟" نے پوچھا۔

"کشتی ہم خود بنائیں گے۔" رولوکا نے جو دیا۔ اور اس نے نچر دائیں جانب کی طرف موڑ دیا۔

ہر طرف زندگی تھی مگر یہ انسانی زندگی نہیں تھی ہر کے جانور آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ ہماری طرف ایک نظر ڈالتے اور بھاگ کھڑے ہوتے۔ گیدڑ اور اسی کے کئی جانور تو رولوکا کے بہت قریب بھی آ جاتے۔ رولو نے مجھے بتا دیا تھا کہ میں کسی جانور سے خوف نہ کھاؤں سب اپنے دوست ہیں۔ یہ تم پر حملہ نہیں کریں گے۔

ہم دریا کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ دریا کے پانی کی روانی بہت تیز تھی۔ وہ بہت زیادہ چوڑا پاٹ دار دریا نہیں تھا زیادہ سے زیادہ اس کی چوڑائی سو ڈیڑھ سو فٹ ہو گی مگر رولوکا نے بتایا کہ اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور پانی کا بہاؤ بہت تیز ہے۔ آگے چل کے کچھ علاقہ ایسا بھی ہے جہاں پر مگرمچھ بہت ہیں۔ مگر مچھ تو ویسے پورے کنارے میں ہیں مگر اس مقام پر اس قدر زیادہ ہیں کہ کنارے سے گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ رولوکا نے ایک بلند مقام تلاش کر لیا اور اس پر قیام کا فیصلہ بھی کر لیا۔

دریا اس مقام سے زیادہ دور نہیں تھا۔ تناور درخت اس ٹیلے کے چاروں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ رولوکا اور میں نے درمیان میں کچھ جگہ صاف کر لی اور نچروں کو باندھ دیا یہاں پر ان کی غذا کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چند منٹ آرام

PdfDrive.com
Pakistanipoint.com

کرنے کے بعد روبوکا اٹھ کھڑا اور بولا تم آگ جلاؤ میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ یہاں پر آگ جلانے میں زیادہ پریشانی مجھے نہیں ہوئی۔ روبوکا کچھ ہی دیر میں واپس آ گیا۔ اس نے چھ خرگوش ٹانگوں سے پکڑ کر لٹکائے ہوئے تھے۔ میں نے خرگوشوں کو ذبح کیا اور کھال اتاردی اور روبوکا نے ایک لکڑی پر خرگوش کے بدن سے آر پار گزار کر ان کو آگ پر لٹکا دیا۔ کچھ ہی دیر میں ہمارا کھانا تیار تھا۔

کھانے کے بعد روبوکا نے کہا۔ ”تم اب سو جاؤ یہاں کوئی درندہ نہیں آئے گا۔ اگر تھوڑا بہت ڈر ہے تو وہ مگر مچھ سے ہے اس کا میں انتظام کردوں گا۔ صبح سے کام شروع کریں گے۔“

میں نے پوچھا۔ ”کون سا کام؟“

”دریا میں سفر کرنا ہے۔ کیونکہ آگے دریا ایسے مقامات سے گزرے گا کہ کنارے سے سفر کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ دونوں طرف پہاڑوں کی دیواریں حائل ہو جائیں گی دوسرے کنارے پر جانا اور دریا عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔“ روبوکا نے جواب دیا۔

”اس کے لئے تو کشتی بنانا پڑے گی۔“ میں نے کہا۔

”تم کشتی کا جو تصور کر رہے ہو ہم لوگ ایسی کشتی نہیں بناتے۔ ہماری کشتی میں صرف چند لکڑی کے ڈنڈے استعمال ہوتے ہیں اور یہ کشتی بھی ڈوبتی نہیں۔ تم دیکھنا میں بناؤں گا۔“ روبوکا نے کہا۔

”ٹھیک ہے مگر تم آج سو جاؤ گے اور میں جاگوں گا۔“ میں نے کہا۔

”تم میری فکر نہ کرو میرا جاگنا اور سونا برابر ہے میں زندگی بھر اسی طرح رہا ہوں۔ میں جاگتے میں سوتا ہوں اور سوتے میں جاگتا ہوں۔“ روبوکا نے کہا۔

”بہت وقت تمہارے ساتھ گزرا ہے مگر میں تم کو اب تک پہچان نہیں سکا ہر روز ایک نئی خوبی تم میں نظر آتی ہے اور مجھے حیران کر جاتی ہے۔“ میں نے کہا۔

”سات رہو گے تو سب کچھ تم کو پتہ چل جائے گا۔“ روبوکا نے ہنس کر کہا اور میں آگ کے پاس جا کر لیٹ گیا اور جلد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

صبح روبوکا مجھ سے پہلے ہی خوراک کا بندوبست کر چکا تھا۔ اس کے چاروں طرف سرخ رنگ کے پھل کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ یہ پھل خربوزے کے سائز کے تھے سب کا رنگ تیز سرخ تھا اور دیکھنے میں بہت میٹھے ہوتے تھے۔ ”یہ کون سا پھل ہے روبوکا؟“ میں نے پوچھا

”یہ اس علاقے کا خاص پھل ہے۔ میں نے تم روز گوشت کھاتے کھاتے تنگ آ گئے ہو گے اس کچھ تبدیلی کی جائے۔ کھاؤ پسند آئیں گے۔“ روبوکا جواب دیا۔

میں نے ایک اٹھایا اور چاقو سے کاٹا۔ یہ پھل جیسا نظر آتا تھا۔ مگر یہ خربوزے کے ٹائپ کا پھل تھا چھلکے کے بعد اس کا گودا تھا اور درمیان میں ایک گول سخت بیج تھا۔ نہایت ذائقہ دار تھا۔ مٹھاس کے ساتھ ساتھ بہت خوشبو بھی تھی۔ میں پھل کاٹتا رہا اور دونوں کھاتے رہے دونوں کا پیٹ بھر گیا تو روبوکا نے کہا۔

”یہ پھل بھوک اور پیاس دونوں سے بچا اور اس کے کھانے کے بعد تو اہلی کا احساس کمزوری نہیں ہوتی۔ جو پھل بچ گئے ہیں ان کو تھیلے دو یہ بھی تو ہمارے ساتھ ہیں۔ اب میں کام شروع ہوں۔ تم وہ کلہاڑی جو تم لائے ہو میرے حوالے کردو۔“ روبوکا نے کہا۔

میں نے بیگ سے کلہاڑی نکالی اور اس حوالے کردی۔ روبوکا کے ذہن میں پورا پروگرام لئے میں نے یہ کلہاڑی خریدی تھی۔ میں نے سوچا جنگل کے اندر جاؤں گا تم اگر اپنے مطلب کی چیز چاہو تو کرتے رہنا۔ زیادہ دور نہ جانا یہاں درندوں کا گزر تو نہیں ہے مگر پھر بھی اگر کسی ہو جائے تو بھاگ نہیں خاموش کھڑے ہو جانا اگر آنے کی کوشش کرے تو روبوکا ۔۔۔ روبوکا دفعہ زور سے کہہ دینا چلا جائے گا۔“ روبوکا ”اگر وہ تمہارا دوست نہ ہوا کوئی نیا ہوا

ہوا تو پھر میں کیا کروں؟“ میں نے مذاق میں پنس کر کہا۔

”کس درندے کی یہ مجال ہے کہ روبوکا کو نہ جانے۔ تم ان کے بھی مہمان ہو اور میرے دوست۔“ شاید دنیا کا انوکھا مہمان میں تھا اور میرا دوست یہ جنگل تھا اور میرا میزبان دنیا کا انوکھا انسان روبوکا تھا اور اس جنگل کے جانور تھے۔

آپ حیران ہوں گے دوران سفر سانپ بچھو یا اسی قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑے اور خاص طور سے وہ مکھیاں جن کو دیکھ کر ہی بدن میں جھرجھری آ جاتی ہے باقی جتنی جسامت والے اڑدھے اور نہ جانے کون کون سے عجیب و غریب درندے کیا ان سے سامنا نہیں ہوا۔ سب سے سامنا ہوا۔ سب سے نظریں چار ہوئیں۔ مگر کسی نے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اکثر تو یہ ہوا کہ وہ راستہ چھوڑ کر چل دیئے۔ روبوکا نے کسی کو نہیں چھیڑا۔

روبوکا جنگل کا باشندہ ہی نہیں بلکہ وہ جنگل کا بادشاہ ہے۔ اس کے اشارے پر وہاں کا ہر باشندہ چلتا ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ میں نے اس کے ساتھ رہ کر خوب کیا۔ اس لئے میرے دل سے یہاں کے ہر جانور کا ڈر و خوف نکل گیا اور اب تو روبوکا نے ایک قسم اور بتا دیا کہ اس کا نام تین دفعہ کہہ دینے سے درندے حملہ نہیں کرتے۔ یہ عجیب بات ہے اس پر کون اعتبار کرے مگر جنگل کا چھوٹا جانور دیکھنے میں نہایت ہی غیر اہم لگتا ہے۔ دنیا کا کس خطرناک انسان سے روبوکا جنگل چلا گیا اور میں بھی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں لگ گیا۔ ایک درخت پر مجھے وہی پھل نظر آئے ہرے بھرے درخت پر سرخ سرخ پھل بہت اچھے لگ رہے تھے۔ درخت زیادہ اونچا نہیں تھا میں اس کے سائے میں چلا گیا۔ درخت پر بہت سے بندر پھل کھا رہے تھے۔ مگر میں نے زندگی میں جتنے بندر دیکھے تھے۔ یہ وہ بندر نہیں تھے ان بندروں کے قد آگر وہ دو ٹانگوں پر کھڑے ہوں تو انسان جتنے تھے۔ چہرے سرخ اور دانت نکلے ہوئے۔ دہانہ بہت بڑا اور خوفناک۔ اگر ایک بھی حملہ کرے تو بچنا مشکل۔ میرے دل میں ذرا سی دیر کو خوف تو

میں حیران تھا نہ اوزار ہیں نہ تختے بنانے کو آدمی ہے۔ پھر رولوکا کشتی کس طرح بنائے گا کر میں نے کچھ پوچھا نہیں کیونکہ میں جانتا تھا کہ رولوکا کے پاس کوئی طریقہ ضرور ہوگا۔ جب رولوکا نے اپنی ضرورت بھر لکڑیاں جمع کر لیں تو پھر وہ درختوں کی چھال جمع کرنے لگا۔ اس کو پتہ تھا کہ کس درخت کی چھال کتنی مضبوط ہے اور اس نے لکڑی کے ڈنڈوں کو اس چھال سے باندھنا شروع کر دیا اور ان ڈنڈوں کو ایک تخت کی شکل دے دی اس میں باقاعدہ چار پائے بھی لگا دیئے اور پھر ان پایوں کے اوپر بھی ڈنڈے لگانا شروع کر دیئے پہلے والے ڈنڈے پانی کے اوپر تیرنے لگے اور اس کے اوپر جو ڈنڈے تھے وہ پانی کی سطح سے دو فٹ اوپر ہی رہے۔ ایکسٹرا کرنے کو اطراف میں اور ڈنڈے باندھ دیئے اس سے بہاؤ میں زیادہ پکڑ لے کھانے سے سفر کرنے والا محفوظ ہو گیا چھال کی رسی بنا کر رولوکا نے اس طرح ڈنڈوں کو ایک دوسرے سے باندھا تھا کہ وہ سب ایک ہو گئے۔ کشتی تیار کرنے کے بعد اس نے بندشوں پر ایک خاص درخت کا گوند ڈالا تھا۔ میں اس کو کشتی کہہ رہا ہوں مگر یہ پانی پر تیرتا ہوا ایک تخت تھا۔ کشتی ٹوٹ سکتی ہے ڈوب سکتی ہے مگر یہ اس نوعیت کا تھا کہ ڈوبنے کا خطرہ تھا ہی نہیں رولوکا نے اس کو اس طرح بنایا تھا کہ آرام کرنے اور سونے میں کوئی دقت نہ ہو اور سامان بھی حفاظت سے رکھا جا سکے۔ رولوکا کی ذہانت کی یہ زندہ مثال تھی اور مزے کی بات یہ تھی کہ یہ صرف لکڑی اور اس کی چھال سے بنایا گیا تھا اور صرف ایک اوزار کلہاڑی کا استعمال ہوا تھا۔ لکڑی کے ٹکڑوں کو اس طرح ملا کر جوڑا گیا تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

میں نے حیرت سے کہا۔ "یار تم تو بہت بڑے کاریگر ہو تم نے بغیر کسی اوزار کے یہ کشتی تیار کر دی۔"

"یہ بہت معمولی چیز ہے۔ جنگل کے ہر باشندے کو اس قسم کی چیز بنانا آتی ہے۔ میں نے کوئی کمال نہیں کیا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہ لکڑی کتنے عرصہ پانی میں خراب نہیں ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"جس لکڑی کے لٹھے پانی میں ڈوبے رہیں گے وہ ایک خاص قسم کی لکڑی ہے۔ اس میں تیل کی مقدار زیادہ ہے وہ چودہ بیس سال تو چل جائیں گے۔ ہر لکڑی ایسی ہے اور پانی میں نہیں ڈوبتی وہ بھی خراب نہیں ہوگی اور اس کی سمت تبدیل کرنے کے لئے جو لکڑی استعمال کی ہے وہ اتنی لچکدار ہے کہ کتنی بھی مڑ جائے ٹوٹے گی نہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دیکھنے میں پانی پر تیرتا معمولی تخت نظر آتا ہے مگر یہ معمولی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تم حیران ہو گئے اس تخت پر لوگ سمالوں سفر کرتے ہیں، بلکہ بعض تو مستقل گھر بنا کر رہتے ہیں کیونکہ افریقہ کے بعض قبائل دریا کے کنارے آباد ہیں اور یہاں کے دریاؤں کا مزاج ایسا ہے کہ وہ کسی وقت بھی کنارے سے باہر آ جاتے ہیں۔ اس وقت یہ بہت کام کی چیز ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"ہندوستان میں بھی بنگال کی طرف لوگ سارے دریاؤں پر کشتی میں رہتے ہیں۔ ان کی گزر بسر بھی مچھلیوں سے ہوتی ہے؟" میں نے کہا۔

"افریقہ کے جنگلات میں زندگی بہت مشکل ہے۔ قبائل کی آپس کی لڑائیوں میں بہت لوگ مارے جاتے ہیں۔ ہارنے والے قبیلے کی عورتیں اور بچے جیتنے والے قبیلے کے غلام ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ وہاں سے سینکڑوں سال تک انسانوں کی خرید و فروخت ہوتی رہی ہے۔ اب افریقہ میں بہت اندرونی علاقے میں آباد ہیں۔ اس علاقے تک دوسری دنیا کے لوگ نہیں جا پاتے کیونکہ وہ بہت زیادہ دشوار گزار علاقہ ہے۔ غلاموں کی تجارت تو تم نے بھی کی ہوگی یہ سب غلام افریقہ کے ہی ہیں۔" رولوکا نے بتایا۔

امریکہ، یورپ اور دنیا بھر سے افریقہ کے کالے باشندے اب بھی نظر آتے ہیں۔ ان کا رہن سہن اور

لباس سب بدل گیا ہے۔ مگر چہروں کے نقوش اور رنگ اب بھی وہی ہے۔" میں نے کہا۔

"اب صرف وہ پہچان رہ گئی ہے ان کی۔" رولوکا نے کہا۔

"مہذب دنیا کے بارے میں وہ باشندے جو اب بھی وہیں پر ہیں کچھ جانتے ہیں کہ نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"سب نہیں جانتے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو جانتے ہیں عام آدمی تو لباس تک کے بارے میں نہیں جانتا۔ وہ اب تک درختوں کے پتے جسم پر لپیٹ لیتے ہیں اور زیادہ تر ہر موسم میں مادر ذات ننگے رہتے ہیں۔ عورتیں اور بچے بھی برہنہ ہوتے ہیں ان پر موسم کوئی اثر نہیں کرتا۔" رولوکا نے بتایا۔

"کیوں موسم اثر کیوں نہیں کرتا۔" میں نے پوچھا۔

"ایک تو ان کی خوراک، دوسرے ماحول اور جڑی بوٹیوں کا استعمال، گرمی میں ان کو کیا کھانا ہے اور سردی میں کس چیز سے ان کو فائدہ ہوگا۔ وہ وہی کھاتے ہیں۔ گوشت ان کی غذا کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ وہ ہر جانور کو کھاتے ہیں یہاں تک کہ سانپ اور اژدھے بھی ان کی غذا میں شامل ہوتے ہیں۔ دریائی مگرمچھ اور دریائی گھوڑے بھی وہ شکار کرتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ یہ باتیں تو میں تم کو بتا رہا ہوں مگر جب ان کی زندگی کا خود مشاہدہ کرو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہارے اپنے قبیلے والے کس قدر ترقی یافتہ ہیں؟" میں نے پوچھا تو رولوکا زور سے ہنس پڑا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔

"تم نے ہنس کر بات گول کر دی۔" میں نے کہا۔

"نہیں تمہارے ترقی یافتہ کہنے پر مجھے ہنسی آ گئی تھی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میں نے کوئی غلط سوال کر لیا؟" میں نے

"تم ترقی یافتہ کہہ رہے ہو۔ وہاں کے لوگ کسی کو نہیں جانتے صرف جوان عورتیں اپنے جسم کے کچھ

حصوں کو پتوں سے ڈھانپ لیتی ہیں اور وہ بہت ہوتی ہیں۔ ورنہ تو عام عورتیں قدرتی لباس میں ہیں۔ اب تم خود اندازہ کر لو کہ جب عورتوں کا یہ حال مردوں کا کیا ہوگا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم تو لباس میں رہتے ہو۔" میں نے کہا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری دنیا میں آتا رہا ہوں اور یہاں کے طور طریقے خوب جانتا ہوں مگر میں نے بھی پچاس سال کی عمر تک کوئی لباس نہیں پہنا تھا۔ میری عمر جب ساٹھ سال ہوئی تو میرا باپ ایک چالیس سال کی عمر میں مر گیا اور میں اپنے باپ کا وارث بن گیا۔ سردار کے بعد میرا ہی حکم چلتا تھا اس سے پہلے میرے باپ اور دادا کا حکم چلتا تھا۔ میرے باپ کا سائز مجھ سے چھوٹا اور دادا کا اس سے بھی کچھ زیادہ تھا اور قد چھوٹا نوکیلا ہے۔ رولوکا نے بتایا۔

"چھوٹا نوکیلا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں یہی۔" رولوکا نے پھر کہا۔

"تمہارے اپنے فٹ ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"نہیں وہاں پر ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ میں تمہاری دنیا کے حساب سے بتا رہا تھا۔" رولوکا نے کہا۔

"مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"تم میرا قد اور جسم دیکھ رہے ہو یہ میرا اصلی قد نہیں ہے اور نہ جسم ہے۔ میں نے یہ بہروپ بنایا ہوا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"قد اور جسم کو سکوڑ کر چھوٹا کرنا میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"افریقہ کے جنگلات کی زہریلی مکھیاں اور مچھر مجھ میں آ رہے ہیں۔ تم فاصلہ بھی ذہن میں رکھنا۔" رولوکا نے کہا۔

"مجھ میں تو وہ بھی نہیں آ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ایک علاقہ افریقہ میں ایسا ہے جہاں عورتیں جادوگر ہیں۔ وہ مردوں کا شکار کرتی ہیں اور ان کو اتنا چھوٹا بنا دیتی ہیں کہ کسی بھی بوتل وغیرہ میں رکھ سکیں بوقت ضرورت

وہ ان کو ان کی اصل شکل میں واپس لے آتی ہیں۔ یہ قصہ کہانی کی بات نہیں ہے میں نے وہ علاقہ دیکھا ہے۔ افریقہ ایک عجوبہ ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہاری باتیں حیرت انگیز ہیں۔ اعتبار اس لئے کر رہا ہوں کہ تم بتا رہے ہو اگر کوئی اور بتاتا تو میں اس کو سچ ہرگز نہ مانتا۔" میں نے کہا۔

"اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم خود کچھ نہ کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔" رولوکا نے کہا۔

"ہمارا سفر کتنے روز تک رہے گا اس کا اندازہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک سال سے پہلے ختم نہیں ہوگا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

کیونکہ دواؤں کی رسد نہیں ہوگی تو وہ لوگ کیا کریں گے۔" میں نے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ دس سال بھی ان کو دوائیں ملتی رہیں گی۔" رولوکا نے کہا۔

"وہ کس طرح؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"دو چار دن ہم کو اور رکنا پڑے گا۔ میں ایک آدمی مقرر کروں گا۔ وہ ہمارے ساتھ رہے گا اور ہم دوائیں جمع کریں گے۔ ہر دوا کے بارے میں اس کو میں بتاؤں گا کہ کتنی چاہئے اور کہاں ملتی ہے۔ وہ آدمی تمہاری غیر موجودگی میں بھی وہی دوائیں تلاش کرے گا اور وقت پر ولی پہنچائے گا۔ مگر ہم کو سب دواؤں کے بارے میں اس کو بتانا پڑے گا۔

کیونکہ وہ کسی اور کی زبان نہیں سمجھے گا۔ وہ میرا ایک خاموش کارندہ ہے میرا ہی کام کرتا ہے ایسے کارندے افریقہ کے جنگلات میں پائے جاتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی کے لئے کام کرتے ہیں کچھ قبیلے کے سرداروں کے لئے کرتے ہیں اور کچھ "وچ ڈاکٹروں" کے لئے کام کرتے ہیں اور تم ضرور حیران ہو گے کہ وہ اپنی روزی یعنی خوراک خود اپنی محنت سے حاصل کرتے ہیں۔ معاوضہ ان کو کچھ نہیں ملتا۔ مگر نہایت ایمانداری سے اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور جنگلات میں ہی درندوں کے درمیان رہتے ہیں۔" نے بات ختم کی۔

"ایسا حیرت انگیز ملنا کا ملازم یقین نہیں آتا ہیں نے کہا۔

"بہت ساری حیرت انگیز باتوں میں سے یہ ایک حیرت انگیز ہے نہ صرف تمہارے لئے بلکہ تمہارے مہذب دنیا کے لئے بھی۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے دو چار دن رک کر اس کو دیکھ گے۔" میں نے کہا۔

"کل وہ یہاں آ جائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

☆☆☆

دوسرے روز ہمارے ناشتے سے پہلے ہی وہ آ گیا۔ رولوکا نے بتایا۔ "اس کا نام شومو ہے۔ اس کا کوبل قبائل سے ہے۔"

اس شخص کا قد چھ فٹ سے زیادہ تھا چہرے پر اور سر پر بالوں کا ایک جنگل تھا۔ ہاتھ پیر کسی گورے طرح لمبے اور مضبوط تھے اور رنگ ایسا تھا کہ رات اندھیرے میں نظر نہیں آ سکتا تھا۔

رولوکا نے بتایا۔ "اس کا قبیلہ آدم خور ہے مگر آدم خوری پسند نہیں کرتا بلکہ اس نے اپنے قبیلے بغاوت کی ہے اور بغاوت کی وجہ بھی ان کا آدم خور وہ ان سے بغاوت کر کے میرے پاس آ گیا اور باقی تھا دونوں ایک ہو گئے۔ میں نے اس کو منتخب وہ میرا کارندہ بن گیا۔ اب وہ کرتا ہے جو میں کہتا ایک پرچہ لکھ دینا۔ وہ دوا کے ساتھ تمہارے پہنچا دے گا اور وہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ تم نے بھجوائی ہیں۔ اس طرح یہ اس وقت تک یہ کام گا جب تک میں اس کو منع نہ کر دوں۔" رولوکا نے

"اور یہ دلی میں کس طرح جائے گا جبکہ بھی نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو یہ اس طرح جائے طرح ہم تم جاتے ہیں۔" رولوکا نے کہا اور ہم

ابرق کی ایک تہہ رکھ دی اور اس پر بھی مٹی چڑھا دی۔ بولا۔

"اب یہاں چوہیں گھنٹے آگ جلاؤ لکڑی تمہیں نہیں جانے گی۔" میں رولوکا کی ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"یہ ابرق تم کو کہاں مل گیا؟"

"یہاں سب کچھ ہے میرے دوست۔" وہ ہنس کر بولا۔

"اور اس کا استعمال، تم نے کیسے جانا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ مٹی اور ابرق ہمارے یہاں عام استعمال ہوتا ہے۔ میں نے تم کو بتایا ہے کہ لوگ دریا پار کر رہے ہیں وہ لوگ ہر روز آگ جلاتے ہیں مگر لکڑی نہیں جلتی۔ یہ عام فارمولا ہے۔"

"میں بھول گیا تھا۔" میں نے کہا۔

"تمہارا علاقہ یہاں سے کتنی دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے تم کو بتایا ہے کہ جس طرح ہم سفر کر رہے ہیں اس طرح ایک سال اور اس سے زیادہ بھی لگ سکتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اور ابھی ہم کہاں پر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہم انٹیا یا سری لنکا کے علاقے میں ہیں مگر چونکہ ہم جنگل کے بہت اندرونی طرف ہیں۔ اس لئے ٹھیک اندازہ نہیں ہو رہا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے ابھی ہمارا افریقہ کا سفر شروع ہی نہیں ہوا۔" میں نے کہا۔

"تم کہہ سکتے ہو یہ دریا ہم کو جنگل سے باہر نکال دے گا اور ہم سمندر میں پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد ہم کسی کشتی یا بڑے بوٹ کے ذریعہ آگے سفر کریں گے اور افریقہ پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے پھر ہمارا سفر جنگلات میں ہوگا۔" رولوکا نے بتایا۔

"تم اور شومو اور تمہارے دوسرے کارندے یہ جنگلات میں رہتے ہیں۔ افریقہ کے جنگلات میں بڑی بڑی بوٹیاں ملتی ہیں۔ یہاں پر صرف جانے والے کی ضرورت ہے۔ ہر مقام پر ایک حیرت اس کے لئے موجود ہوتی ہے۔ ایسی ایسی نایاب دوائیں یہاں پائی جاتی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے میں نے ہر دوا کے ساتھ اس کے بنانے کا طریقہ اور استعمال کرنے کا طریقہ کس مرض کے لئے لکھ دیا اور ہر پیکٹ میں رکھ دیا۔ کچھ نئی دوائیں بھی تھیں ان کو بھی اسی طرح رکھ دیا۔ اس کام میں ہمارا پورا ایک ہفتہ لگ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ دوائیں تین ماہ کے لئے کافی تھیں۔

شومو بڑے غور سے میری اور رولوکا کی ہر بات کو نوٹ کر رہا تھا۔ پیکٹ بنانے اور بوٹیوں کو زمین سے نکالنے ان بوٹیوں کو پہچاننے ان کی بو اور رنگت سب پر وہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ کیونکہ اس کو پتہ تھا کہ اس کو خود اکیلے یہ کام کرنا ہے۔ رولوکا نے اس کو سب بتا دیا تھا۔ ہر دوا کی اپنی جگہ بڑی اہمیت تھی اور وہ اس کو محسوس کر رہا تھا۔ کیا اتنا مشکل کام وہ اکیلے کر سکے گا؟ مگر رولوکا کا اعتماد بتاتا تھا کہ شومو ہماری غیر موجودگی میں یہ کام کرے گا۔

ایک ہفتہ کے بعد میں نے شومو کو دلی روانہ کر دیا اور جنگل کی بھول بھلیوں میں روپوش ہو گیا اور ہم آگے سفر کی تیاری کرنے لگے۔ رولوکا نے بتایا کہ پھل وغیرہ تو ہم کو راستے میں ملتے رہیں گے۔ حالانکہ ہم دریا کے کنارے کنارے ہی چلیں گے اگر قریب کچھ ملا تو میں لے آؤں گا۔ دریا میں بھی بہت سے ہماری خوراک زیادہ تر وہی رہے گی۔ مچھلی پکانے کا اس نے یہ انتظام کیا کہ تخت تو پورا لکڑی کے ٹکڑوں کا تھا اور اونچا نیچا تھا۔ رولوکا نے کنارے کی مٹی کھودنا شروع کر دی اور ایک موٹی تہہ اس پر مٹی کی چڑھا دی۔ اب اس پر اگر آگ بھی جلائی جائے تو بھی لکڑی تک نہیں پہنچ سکتی تھی اس کے باوجود وہ ایک خاص قسم کی مٹی ڈھونڈ لایا اس مٹی کا رنگ بالکل سرخ تھا۔ اس نے لکڑی کی ایک جگہ دو تین انچ موٹائی میں پھیلا دیا۔ اس پر

افریقہ کے جنگلات سے آئی طرح آتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"میں اور میرے ساتھی اس طرح سفر نہیں کرتے جس طرح میں تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ میں جب افریقہ کے علاقے میں داخل ہو جاؤں گا تو میرے سفر کرنے کا طریقہ بدل جائے گا اور تم بھی میرے ساتھ میرے طریقہ پر سفر کر سکو گے۔ یہ علاقہ میرا انہیں ہے میں بہت سے عمل یہاں پر نہیں کر سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے یہاں پر کسی اور کی عملداری ہو اور وہ میرے عمل کو مداخلت خیال کرے۔ یہ ہماری اخلاقی پابندیاں ہیں اس پر ساری دنیا کے ساحر عمل کرتے ہیں۔ دوسرے تم میرے ساتھ ہو میں کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"آگے تنزانیہ حکومت ہم کو کس طرح قبول کرے گی۔" میں نے پوچھا۔

"ہمارے سفر کے راستے ایسے ہیں کہ کسی گورنمنٹ سے واسطہ نہیں پڑتا۔" رولوکا نے کہا۔

"تنزانیہ کے علاوہ بھی ہم کسی دوسرے ملک کے ذریعہ افریقہ کے جنگلات میں داخل ہو سکتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"افریقہ بہت بڑا ہے۔ آبادی کم اور جنگل زیادہ ہے اس کے ہزاروں راستے ہیں۔ جس کو آسان لگتا ہے استعمال کرتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہ تو بہت آسان ہو گیا۔" میں نے کہا۔

"کیا آسان ہو گیا؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ہم واپس چلتے ہیں اور پاسپورٹ کے ذریعہ بمبئی کی بندرگاہ سے کسی شپ پر افریقہ کے کسی ملک تک سفر کرتے ہیں اور آسانی سے تمہارے علاقے تک پہنچ جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تمہارے لئے یہ بہت آرام دہ سفر ہو گا لیکن جو کچھ تم دیکھنا چاہتے ہو وہ نہیں دیکھ سکو گے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں صرف تمہارا قبیلہ دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

کرو گے جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ میں تم کو بتاؤں گا کہ کہاں تک شپ کے ذریعہ سفر کرو گے۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا مگر میرا نام مسافروں میں نہیں ہو گا۔"

اتنی محنت سے بنائی گئی کشتی یا تخت کسی استعمال میں نہیں آیا اور ہمارا واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ ہمارا واپسی کا سفر بالکل نئے راستے سے ہوا۔ نئے سے مراد یہ ہے کہ ہم واپس اس راستہ سے نہیں آ رہے تھے۔ جس سے گئے تھے۔ میں نے رولوکا سے پوچھا تو وہ بولا۔

"اب ہم اس راستہ پر ہیں جہاں انسانی آبادیاں کو ملیں گی۔ یہ ذرا لمبا سفر ضرور ہے مگر تم یہاں کے جنگلی لوگ سے ملاقات کر سکو گے اور سمجھنے چیزیں دیکھ سکو گے۔"

"اس کا مطلب ہے مجھے تفریح کرانے کی خا سے تم نے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"یہ بھی ہے اگر دوسری وجہ یہ ہے کہ میں کچھ سے ملنا چاہتا تھا۔" رولوکا نے کہا۔

رات ہونے سے پہلے ہی ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے۔ جو چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان تھا صرف ایک طرف ایک دروازہ تھا اور وہی اندر آنے کا راستہ تھا۔

پھر ہم اسی راستے سے اس وادی میں داخل ہوئے مگر ہمارے داخل ہوتے ہی درختوں سے اور زمین سے کالے کالے آدمی ہی آدمی ابل پڑے۔ ان کے ہاتھ میں موٹی موٹی لکڑیاں تھیں اور تقریباً پورے ننگے تھے۔ کمر کے قدر درمیانہ تھے اور خوش رنگ کچھ کچھ جاپانی طرز کے تھے۔ کسی نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔ وہ ہمارے چاروں طرف آ گئے اور عجیب سی زبان میں بولنے لگے۔ دس پندرہ منٹ ہم کو گھیرے کھڑے رہے۔ اس کے بعد وہ ایک طرف گئے اور کسی آنے والے کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔

چند منٹ کے بعد ایک شخص آتا نظر آیا اس کا بھی رنگ تھا صرف ایک لنگوٹی اس کے جسم پر تھی اور پروں کی رنگین ٹوپی اس کے سر پر تھی وہ پوری ٹوپی پروں

Rahnuma Digest
www.rahnumadigest.blogspot.com

استعمال ہوئے تھے اسی لئے وہ رنگ برنگی تھی۔

اس کو دیکھ کر رولوکا فخر سے اتر گیا اس کو اترتے دیکھ کر میں اتر پڑا۔ رولوکا نے آگے بڑھ کر اس کو گلے سے لگایا اور پھر میرے بارے میں میری طرف اشارہ کر کے اس کو بتایا اس شخص نے مجھے گلے لگایا اور زور سے کہا۔ "ہوما۔۔۔" اور پھر اس کے سب لوگوں نے زور کا نعرہ مارا "ہوما۔۔۔"

رولوکا نے بتایا۔ "اس کا مطلب "مہمان" ہے۔"

گویا ہم دونوں اس قبیلے کے مہمان تھے اور وہ پروں کی ٹوپی والا ان کا سردار تھا۔ اب ہم لوگ جلوس کی شکل میں وادی کے اندر پہنچ چکے تھے درمیان میں ان کے گھر بنے ہوئے تھے مگر وہ گھر ہمارے گھروں جیسے نہیں تھے ان کے گھروں کی شکل بالکل ایسی تھی جیسے گول کٹورا اوندھا رکھ دیا جائے۔ دروازے اتنے بڑے تھے کہ جھک کر اندر جانا پڑتا تھا۔ ان میں کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں تھی صرف چند سوراخ ہوا کے لئے بنائے گئے تھے۔

رولوکا نے بتایا۔ "اس علاقے میں سردی بہت ہوتی ہے۔" اس لئے موسم کے لحاظ سے یہ مکان بہترین تھے۔ مکانات کے دروازوں پر ان کی عورتیں کھڑی تھیں انہوں نے اپنی ستر پوشی صرف کمر تک کئے ہوئے تھیں اور کچھ بچے بھی ان کے قریب ہی کھڑے تھے۔ یہ لوگ ہاتھ ہلا کر ہمارا آمدید کہہ رہے تھے۔ مگر میری سمجھ میں صرف آ رہا تھا۔

سردار کا مکان بھی اسی طرز کا تھا مگر یہ مکان زیادہ بڑا اور اس کے چاروں طرف ایک جھاڑیوں کی باڑی بھی تھی یہ جھاڑیاں عجیب طرح کی تھیں ان کے پھول تھے اور تین رنگ ان میں صاف نظر آ رہے تھے کچھ پیلے اور کچھ سرخ رنگ کے تھے ان رنگوں کی وجہ سے یہ جھاڑیاں بہت دلفریب منظر پیش کر رہی تھیں۔ کچھ حصہ پر جھاڑیاں نہیں تھیں اور یہ مکان میں اندر جانے کا گویا مین گیٹ تھا۔

سارا جلوس اس دروازے کے باہر رک گیا۔ اندر

"وہ لوگ ہم کو آنے دیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں یہاں کے سب سرداروں سے واقف ہوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو تم کب جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے یہ کام آج رات ہی کرنا ہے۔ ذرا سی دیر بھی بہت سی جانیں لے لے گی۔" رولوکا نے کہا۔

"اور تمہاری واپسی کب ہوگی؟" میں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے کل شام تک واپس آجاؤں اور دیر بھی ہوسکتی ہے۔ حالات تو جا کر ہی پتہ چلیں گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

ابھی میں بول نہیں پایا تھا کہ سردار تین عورتوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ عورتیں عجیب سے برتنوں میں کھانے کا سامان اٹھائے ہوئے تھیں اور ان پر بھاپ اٹھ رہی تھی۔ میں نے ان کو دیکھ کر رولوکا سے پوچھا۔ "یہ لوگ گوشت خور ہیں؟"

"ہاں۔ یہاں پر سب لوگ گوشت خور ہیں۔ مگر آدم خور نہیں ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"مگر میں صرف سبزی ہی استعمال کرسکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"گوشت تو تم کھاتے ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے دیکھا تھا کہ میں اپنے مذہب کے طریقہ پر جانور کو ذبح کرتا ہوں پھر کھاتا ہوں دوسرے کچھ جانور ہمارے لئے حلال ہیں اور کچھ حرام ہیں کاٹنے کے بعد مجھے کس طرح اندازہ ہوگا یہ حرام ہے یا حلال۔" میں نے وضاحت کی۔

"اس کے بارے میں پھر کبھی بات کریں گے ابھی تم صرف پھل وغیرہ استعمال کرنا۔" رولوکا نے کہا۔ اور ہم لوگ کھانا کھانے لگے سردار نے بھی ہمارے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد رولوکا نے کہا۔

"تم یہاں پر آرام کرو یہ سردار کی بیویاں ہیں کسی بھی ضرورت کے لئے یہ حاضر رہیں گی۔ رات میں باہر نہ جانا اب میں جا رہا ہوں۔" اور وہ سردار کے ساتھ باہر چلا گیا۔

رولوکا نے کہا۔

"گونو قبیلہ یہاں سے کتنی دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے۔ دو تین گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ مگر راستہ بہت خطرناک ہے سارا راستہ دلدلی ہے اور زہریلی جھاڑیوں سے اٹا پڑا ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"تم کو درست کون سا لگتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اندازہ لگایا ہے گونو والے حملہ کرنے کا بہانہ تلاش کر رہے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ قبیلہ کمزور ہے یہاں کی سب عورتیں ان کو مل جائیں گی۔" رولوکا نے کہا۔

"تو پھر ہم کو ان کی مدد کرنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"ہاں! میں نے فیصلہ کرلیا ہے میں ان کی مدد کروں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"مدد کرنے کا کیا پلان تم نے بنایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سردار کو میں نے بتا دیا ہے کہ اپنے سارے آدمی کو کراندر آنے والے راستے پر ایک گہری خندق کھودلیں اور اس پر لکڑیوں کی عارضی گزرگاہ بنالیں ضرورت کے وقت اس خندق سے اس گزرگاہ یعنی پل کو اٹھا کر یں اس طرف باہر سے آنے والا اندر نہیں آسکے۔ تین طرف اونچے پہاڑ ہیں وہاں سے گزر کر آنا بہت مشکل ہوگا پہلے راستہ کیا جائے۔" رولوکا نے بتایا۔

"طریقہ تو اچھا ہے۔" میں نے کہا۔

دوسرے دن سردار نے بہت تیزی کے ساتھ ایک خندق تیار کروادی اور موٹے لکڑی کے تختوں کا ایک پل بھی تیار کرلیا وہ بھی رولوکا نے ڈیزائن کیا وقت ضرورت اس کو اٹھانے کے لئے چھالوں کے مدد سے باندھ دیئے تھے اور ان کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔ شام تک یہ کام ختم ہوگیا۔ میں نے اندازہ کیا کہ یہ لوگ کتنے ہوشیار اور طاقتور ہیں اور پھر رولوکا ان کے ساتھ تھا ان کے حوصلے بہت بلند ہوگئے تھے۔

ہمارے پاس جو برائی ہے۔ میں اس کو برائی کیوں کہا چاہے وہ زمین کے کسی حصے میں ہو میں اس کو ختم کرنے کی بھی اپنی سی کوشش کروں اس کے لئے مجھے سچائی کو سامنے لانا ہوگا۔ جب ہی دونوں میں فرق پتہ چلے گا۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارے رویے اور عمل کو غلط تو نہیں کہہ رہا۔ میں نے تم سے پہلے کہا تھا۔ ہر جنگ کے اپنے طور طریقے ہیں۔ مگر تم فکر نہ کرو میں ٹھیک کروں گا۔" رولو کانے کہا۔

"میں نے تمہارا کام بڑھا دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"کام کتنا بھی بڑھ جائے میں رولو کا ہوں۔ میرا کام ہی کام کرنا ہے۔ تم آرام کرو۔ اور ہاں میں نے کہہ دیا ہے وہ زندہ مرغیاں تمہارے پاس لائیں گے تم خود جس طرح چاہو ان کا گوشت بناتا۔"

تین روز تک سکون رہا۔ حملہ نہیں ہوا۔ تین روز کے بعد رات کو وادی کے دروازے پر حملہ ہو گیا۔ مگر خندق اتنی گہری درمیان میں تھی کہ وہ لوگ اندر نہ آ سکے اور اپنا کچھ نقصان کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ اس طرح مسلسل ہر رات وہ حملے کرتے رہے مگر کامیاب نہیں ہوئے۔

سردار اور یہاں کے باشندے بہت خوش تھے۔ وہ کسی سے نہیں لڑ رہے تھے۔ مگر پھر بھی کامیاب تھے۔ گونو قبیلے کا بہت نقصان ہوا۔ دلدلی علاقہ سے آنے میں نقصان ہوا۔ خندق میں گر کر جو مرے وہ نقصان ہوا اور اس نقصان کے بدلے ان کو سوائے پریشانی کے کچھ نہ ملا۔ ان کی طاقت کا غرور ان کو لے ڈوبا۔ رولو کانے گونو سردار سے ملاقات کی اور اس نے مجھے بتایا۔

"گونو سردار کو اپنی بے عزتی کا احساس تھا اس کے چہرے کے نقوش بگڑے ہوئے تھے۔ مگر بہت مضبوط اعصاب کا آدمی تھا۔ میرے سامنے اس نے اپنی کیفیت پر قابو رکھا تھا۔ اس نے چہرے سے اپنی اندرونی حالت کا اندازہ نہیں ہونے دیا تھا۔ مگر میں جانتا ہوں وہ میرے بارے میں کیا سوچتا رہا اگر وہ مجھے نہ جانتا ہوتا تو شاید میرے خلاف کوئی قدم اٹھا لیتا۔ میں نے اس کو بتا دیا کہ تمہاری نیت اور کام بہت اچھا ہے مگر ہونا چاہئے کہ میرا دوست رولو کا ہے۔" میں نے کہا۔

"خوب خوش ہو میرے دوست، میں نے تمہارا معاملہ بھی صاف کر دیا ہے اب سردار تم سے ناخوش نہیں ہوگا۔" رولو کانے کہا۔

"تو اب کب تک چلنے کا ارادہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس دو چار روز رکیں گے وہاں یہاں کے معاملات درست کرتا ہیں پھر چلتے ہیں۔" رولو کانے جواب دیا۔

"انتظامی معاملات سے کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ مگر یہ کا استعمال نہیں جانتے۔" رولو کانے بتایا۔

"تم کیا کرو گے اس میں؟" میں نے کہا۔

"میں نے سردار کو یہ باور کرتا ہے کہ اظراری طور پر کام کریں سب کو برابر زمین کا حصہ جائے اور ان میں پیداواری سلسلے میں مقابلے کی کی جائے اور سب پیداوار کو ایک جگہ جمع کر کے

ہو رہی ہے۔ افریقہ کے پس ماندہ وحشی قبائل میں ر جیسا شخص پیدا ہونا حیرت کی بات ضرور تھی مگر غیر قدرت اور فیاضی تو سب کے لئے ہے۔ اس کا بندہ اف میں ہو، کالا ہو، گورا ہو، یورپ میں ہو یا ہندوستان سب اس ہی کے بندے ہیں۔ جو اس کو مانتا ہے۔ اس بھی وہ پالتا ہے نوازتا ہے اور جو اس سے منکر ہے اس کا وہ خیال رکھتا ہے مجھے اب تک یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ رولو کا کیا مذہب ہے اور ہے بھی کہ نہیں۔ مگر اس کے خیالات اور عملی کام دیکھ کر یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ انسان دوست ہے میں نے کئی دفعہ یہ سوال رولو کا کرنے کی کوشش کی مگر ہمت نہ ہو سکی جس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں اس کی دل شکنی نہ ہو جائے۔ وہ مجھے متعصب نہ سمجھے لگے مگر میرے دل میں یہ سوال ضرور تھا۔"

رولو کانے چند روز کا کہا تھا مگر ایک مہینہ رکنا پڑا۔ رولو کانے سب کو کام پر لگا دیا۔ اور ہم آگے روانہ ہوئے۔ پورا قبیلہ ہم کو رخصت کرنے آیا۔

"تم نے دیکھا وقار احمد، دنیا کے ہر انسان کے جذبات ایک ہی ہیں۔ محبت کی کوئی زبان نہیں ہوتی اس کا اظہار گونگے بھی کرتے ہیں اور سب اس کی بات سمجھ جاتے ہیں۔ کسی لفظ کے بغیر پوری بات کسی سمجھ میں آ جاتی ہے۔" رولو کانے کہا۔

رولو کا جب بہت موڈ میں ہوتا تھا تو مجھے میرے نام سے مخاطب کرتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ رولو کا بہت خوش ہے۔ اس کا مشن کامیاب ہو چکا ہے۔ "محبت تو لافانی جذبہ ہے جو انسان اور حیوان دونوں میں پایا جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم نے درست کہا۔ اگر انسان میں سے اس جذبے کو نکال دیا جائے تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔ انسان درخت کی مانند ہو جائے پہاڑ کے پتھر جیسا ہو جائے گا وہ جانوروں کے درجے سے بھی نیچے چلا جائے گا کیونکہ جانوروں میں بھی محبت کا جذبہ تو ہے۔ وہی جذبہ ان کی نسل کو آگے بڑھاتا ہے۔ وہی جذبہ انسانوں کے حکم

دیتا ہے۔ اس کو ہر شخص کام کرنے کے لئے رکھ لی جائے۔ اس طرح ایک تو ہر شخص کو کام مل جائے گا۔ دوسرے پیداوار میں اضافہ ہوگا۔" رولو کانے جواب دیا۔

"تم یہ بتاؤ۔ تم کس کام کے ماہر ہو کام تم کرتے ہو اور خوب کرتے ہو۔" میں نے کہا۔

"دیکھو دوست! میرے باپ اور دادا نے مجھے بہت ہنر دیا ہے اس میں ایک ہنر یہ بھی ہے کہ میں نسل انسانی کو نقصان نہ پہنچا دان کے لئے جو کر سکتا ہوں کروں۔ خواہ وہ نسل انسانی دنیا کے کسی خطہ سے تعلق رکھتی ہو تم نے اب تک دیکھا ہوگا کہ میں نے کبھی حملہ کرنے میں پہل نہیں کی۔ حملہ ہوا تو اس کا دفاع ضرور کیا ہے۔ میں اپنی عادت یا خاندانی روایت کے مطابق کام کرتا ہوں۔ تمہاری بعض باتیں مجھے پسند آئیں اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ افریقہ اور ہندوستان کے جنگلات کے بڑے بڑے سردار یہ خواہش رکھتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ مگر میں کسی ایک کا نہیں ہوں اور نہ ہی میں کوئی کسی جادوئی طاقت کا موکل ہوں کہ کوئی مجھ پر زبردستی قبضہ کرے گا اور میری مرضی کے خلاف کام کروائے گا۔" رولو کانے کہا۔

"مگر تم کام تو موکل کی طرح کرتے ہو۔" میں نے کہا۔

"یہ تم میری عزت بڑھانے کو کہہ رہے ہو۔" رولو کانے کہا۔

"نہیں یہ حقیقت ہے۔ جادوئی موکل جو کام کرتے ہیں وہ سب کام شیطانی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے آقا ان سے غلط کام ہی لیتے ہیں۔ مگر تمہارے کام سب ہوتے ہیں اور خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ تم میرے موکل ہو مجھے تم پر فخر ہے۔" میں نے شکریہ لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تمہارا موکل ہوں۔ تم جب یاد کرو گے حاضر پاؤ گے۔" رولو کانے کہا۔

"اس دن رولو کا کی شخصیت میرے سامنے عیاں

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

مانے پر مجبور کرتا ہے۔ کوئی درندہ اس جذبے سے عاری نہیں ہے۔"

"مگر یہ لڑائیاں، جھگڑے، یہ تیرا ہے یہ میرا ہے۔ میں بڑا ہوں مجھے خدا کہو۔ یہ سب کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"انسانوں کے درمیان ایک اور شخصیت بھی ہر وقت رہتی ہے۔ اس کو تم جانتے ہو۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں خوب جانتا ہوں اور وہ شخصیت شیطان کی ہے۔" میں نے کہا۔

"دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار طاقت ہوتی ہے۔ اس ہتھیار کو حاصل کرنے والا اس کو استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے اور راہ سے بھٹکانے والا اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی طاقت کا اظہار کرے۔ جو لوگ اس ہتھیار کو استعمال کر لیتے ہیں وہ بھٹک جاتے ہیں اور جو استعمال نہیں کرتے وہی بہادر ہوتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"بہت اچھی بات تم نے بتائی۔" میں نے کہا۔

"میں کیا کر رہا ہوں، ٹھیک کر رہا ہوں، غلط کر رہا ہوں، مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ میرے اندر ایک ترازو ہے جو میرے کردار کو قول و فعل کو ہر وقت تولتا رہتا ہے اور مجھے فوراً جواب مل جاتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہر انسان میں یہ ترازو ہے۔ اس کو ہم ضمیر کہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"نام تو کچھ بھی رکھ لیں اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس راہ نما سے راہ نمائی کون حاصل کرتا ہے اور جو لوگ اپنے ضمیر کی آواز پر کان رکھتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہوتے۔" رولوکا نے کہا۔

"ایک بات میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا مگر پوچھ نہیں سکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" رولوکا نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر میرے نہ پوچھنے کی وجہ بھی ضرور جانتے ہو گے۔" میں نے پھر کہا۔

"ہاں وہ بھی کچھ کچھ جانتا ہوں۔" رولوکا کو موڈ میں بولا۔

"میں اب تک یہ اندازہ نہیں کر سکا کہ تم کس مذہب کے پیروکار ہو۔" میں نے کہا۔

"یہ سوال تمہارے لئے جتنا ضروری ہے میرے لئے اتنا ہی غیر ضروری ہے۔ اس کائنات کو پیدا کرنے والے نے دنیا کی ہر چیز پیدا کی ہے۔ انسان کو اس سب پر افضل بنا کر پیدا کیا ہے اس کو عقل دی ہے شعور دیا ہے۔ جس نے یہ دنیا کو بنایا ہے۔ یہ پہاڑ، سمندر، دریا، درخت مگر ہم کو اس کے وسائل نظر نہیں آتے وہ وسائل جو غیر حاکم ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ لا مذہب ہوتا ہے۔ وہ ایک مٹی ہوتا ہے دنیا والے اس کو اپنے سانچے سے ڈھال لیتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ پہلے انسان ہے۔ اس کے بعد مذہب کا نمبر آتا ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ نہیں ہے وہ اپنی برتری عقل کی وجہ سے سب تخلیق پر کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے فطری میلان کو پورا کرنے کو عقل استعمال کرتا ہے تو کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ گمراہ اس شیطان کرتا ہے وہ اس کو اپنی عقل استعمال نہیں کرنے دیتا۔ وہ اس کو ایسے ایسے خواب دکھاتا ہے کہ انسان کے فریب میں آ جاتا ہے۔ اب دیکھو کس مذہب کا تعلق ہے۔ تو میں تم کو بتا دوں کہ میں صرف ایک انسان ہوں۔ اگر بحیثیت انسان میں اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں بہت بڑی بات ہے۔ میرے بزرگوں نے بڑی لمبی عمریں پائی ہیں۔ مگر میں نے کسی کو کسی بھی دنیا کی سجدہ کرتے نہیں دیکھا میرے دادا نے کہا تھا۔ عقل کو سیدھی راہ بھی دکھاتی ہے اور الٹی بھی دکھاتی ہے۔ جب سے اس حسین کائنات میں قدم رکھا ہے شیطان کی دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ اگر اس نے اس دنیا کے بنانے والے کو جانا ہے تو عقل کے پر اس سے انکار بھی کیا ہے۔ انسان مادہ کی ہیئت کوشش میں لگا ہوا ہے اور خود بھی مادہ پرست بن آج کا انسان تو پورا مادہ پرست ہے۔

میں کسی بت کو نہیں مانتا سورج، چاند، سمندر خود سے نہیں ہیں۔ ان کو کوئی چلا رہا ہے۔ آسمان سے بارش برسانے یہ جنگلات کا کوئی رکھوالا ہے۔ میں صرف اس کو مانتا ہوں۔ میرے بزرگ بھی اسی کو مانتے تھے اس کو تم خدا کہو، بولو یا کچھ اور، اس کی حیثیت میں فرق نہیں پڑتا۔" رولوکا نے تفصیل بتائی۔

رولوکا کی بات نہایت جامع اور مدلل تھی۔ اس نے مادیت اور روحانیت دونوں کو اجاگر کیا تھا خود کو اس نے مسلمان تو نہیں کہا تھا۔ مگر اس کا اقرار ضرور کیا تھا کہ وہ خدائے واحد کو مانتا ہے اور کسی بت وغیرہ کو نہیں پوجتا۔ میرے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔ اب مجھے مزید کریدنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"اور کوئی سوال ہے میرے متعلق؟" رولوکا نے پوچھا۔

"میرا ذہن بہت حد تک صاف ہو چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"انسانی عقل، انسان کو چین سے نہیں رہنے دیتی۔ آئندہ بھی بہت سے سوالات تمہارے ذہن میں پیدا ہوں گے اور میں ان کے جوابات تم کو دیتا رہوں گا۔ اس میں تم قصور وار نہیں ہو گے۔ یہ انسانی فطرت ہے عادت بدلی جا سکتی ہے۔ فطرت کو نہیں بدلا جا سکتا۔ انسان کی عقل استعمال کرنا اور مادہ کی حقیقت پر غور کرنا۔ اس کا موجد بھی وہی ہے وہی اس کائنات کا مالک و مختار ہے۔ تم اس ہستی کو کوئی اور نام دو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر اس کو تسلیم تو کرو۔" رولوکا نے کہا۔

"میں تمہاری کسی بات کو جھٹلا نہیں سکتا۔ تمہارا تجربہ و مشاہدہ مجھ سے بہت زیادہ ہے۔ میں یہ مانتا ہوں۔ تمہارے ساتھ رہ کر میں نے وہ تجربہ اور معلومات حاصل کی ہیں کہ کسی شہر میں حاصل نہ کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"یہ دنیا بہت بڑی ہے اور یہ کائنات اس کی وسعت کا تو ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ ہماری حیثیت اس کے ایک ذرے کے برابر نہیں ہے میں خود کو ایک ذرے

کے برابر حیثیت نہیں دیتا میں صرف اپنی ڈیوٹی پوری ہوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہی تمہاری بڑائی ہے۔ میں یہ اس لئے نہیں رہا کہ تم میرے دوست ہو، یہ میرے اندر کی آواز ہے۔" میں نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ جسم کے اندر ایک پیٹ بھی ہے۔ کچھ مانگ رہا ہے۔" رولوکا نے ہنس کر کہا۔

"وقت کا اندازہ نہیں ہوا دوپہر ہو گئی۔" میں نے کہا۔

"تم یہیں پر میرا انتظار کرو۔ میں بندوبست کرتا ہوں۔" اور رولوکا جنگل کے اندر دوڑ گیا۔ میں جس جگہ رکا تھا اس کے بائیں طرف ایک گھاٹا تھا اس کے اندر درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں دائیں طرف میدانی علاقہ تھا۔ مگر بہت گھنا جنگل یہاں بھی تھا۔ درختوں پر پرندوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور زمین پر بڑی بڑی گھاس موجود تھی۔ اس گھاس میں رینگنے حشرات الارض بھی محسوس ہو رہے تھے جنگل ایک نظر میں بہت خوش نما معلوم ہوتے ہیں مگر انسانی جان کے دشمن بھی قدم قدم پر موجود ہوتے ہیں۔ خوف انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ مجھے بھی ذرا سا خوف طاری ہوا مگر رولوکا کا نام ذہن میں آتے ہی دل مطمئن ہو گیا جیسے میں انارکلی بازار کی کسی دکان کے سامنے رولوکا کا انتظار کر رہا ہوں۔ رولوکا نے زیادہ دیر نہیں لگائی اور دو مچھلی نکلی مرغیاں لٹکائے واپس آ گیا۔ میں نے دو ڈکر اس سے لیں اور ذبح کر دیا رولوکا نے آگ جلائی اور گوشت روسٹ ہونے لگا۔ کھانے کے بعد رولوکا نے کہا۔

"شام تک ہم ایک ایسی بستی پہنچ جائیں گے کہ تم دیکھ کر خوش ہو گے اور واقعی شام کو ہم اس نالے کے کنارے کنارے سفر کرتے ایک بستی میں پہنچ گئے۔ اس بستی کے گھروں کا طریقہ تعمیر وہی تھا اور طرز رہائش بھی وہی نظر آتا تھا۔ مگر یہ لوگ بہت قد آور تھے اور اکھڑ نظر آتے تھے۔ ان کے جسم مضبوط تھے اور رنگ کالے تھے۔ رولوکا نے بتایا۔ ہریالی قبیلے ہے۔ رولوکا کو یہاں پر فوراً پہچان لیا گیا تھا اور ہم

لویے احترام سے سردار کے پاس پہنچا دیا گیا۔

سردار ایک بہت قد آور اور موٹا آدمی تھا اس کا چہرہ بڑا رنگین تھا اور پورا جسم ننگا تھا اور اس پر بھی رنگین نقش نگار بنائے ہوئے تھے۔ اس کے گلے میں ہڈیوں کی مالا پڑی ہوئی تھی۔ اس مالا میں ہر سائز کی ہڈیاں تھیں۔

رولوکا نے بتایا۔ "یہ ہڈیاں اس کے دشمنوں کی ہیں اس نے اپنے چھ دشمن ہلاک کئے ہیں ان سب کی کسی نہ کسی جگہ کی ہڈی اس کی مالا میں موجود ہے۔ یہ مالا ایک طرح سے اس کا یہ سرٹیفکیٹ ہے کہ وہ کتنا بہادر ہے سردار کا نام "گولو" تھا وہ نہایت ظالم اور سفاک نظر آتا تھا۔ مگر رولوکا کے سامنے وہ بکری کی طرح بیٹھا تھا۔

رولوکا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ سردار گردن ہلا رہا تھا میں نے محسوس کیا کہ بعض دفعہ رولوکا تیز آواز میں گولو سردار کو ڈانٹ بھی رہا تھا مگر گولو شرمندہ سا بیٹھا تھا۔ یہ سلسلہ دو گھنٹہ چلتا رہا اور پھر گولو سردار اٹھ کر چلا گیا۔

میں نے پوچھا۔ "کیا معاملہ تھا؟"

"یہ بہت آرام پسند ہو گیا ہے۔ صرف جنگل کی خوراک پر سب کو رکھا ہوا ہے۔ خود سے خوراک پیدا ہی نہیں کرتا۔ جبکہ زمین ہے پانی ہے اور افرادی قوت بھی اس کے پاس ہے۔ چودہ عورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ دن بھر گوشت کھاتا ہے اور بچے پیدا کرتا ہے۔ نہ خود کچھ کرتا ہے نہ اپنے قبیلے والوں کو کچھ کرنے دیتا ہے۔ شکار پر کب تک گاڑی چلے گی ہزاروں جانور یہ لوگ کھا چکے ہیں۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ تو سرداری کے قابل نہیں ہے۔ رسم کے مطابق وہ اعلان کر دے کہ جو امیدوار سرداری کے ہیں وہ میرے پاس آئیں اور پھر مقابلہ کریں جو کامیاب ہوگا وہ سردار بن جائے گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "مگر یہ سب تم کو کس حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔"

"میرا نام رولوکا ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ رولوکا کیا کر سکتا ہے رولوکا کا فیصلہ ان کے لئے ہمیشہ فائدہ مند ہوتا ہے سرداری تو معمولی بات ہے اگر میں گولو کو کہتا کہ وہ پہاڑ سے کود جائے تو منع نہیں کرتا کیونکہ اس کو یہ یقین ہے کہ میں اس کے فائدے ہی کی بات کروں گا۔ یہی وہ اعتماد ہے کہ میرا کہا آنکھ بند کر کے مانتے ہیں اور جو کہیں مانتے ان سے میں منوا لیتا ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

رات کو ہی وہ سارے امیدوار جمع ہو گئے۔ رولوکا نے بہت تھوڑے الفاظ میں اپنا مدعا ان کو بتا دیا اور سب صبح آنے کا کہہ دیا۔ دوسرے روز سردار کے گھر کے سامنے میدان میں سب لوگ آنے لگے اور دس بجے تک پورا قبیلہ آ گیا۔ عورتیں اور بچے بھی آ گئے۔ ایک اونچا چبوترا بنا ہوا تھا میں رولوکا اور گولو سردار اس کے اوپر تھے رولوکا نے پھر ایک مختصر تقریر کی اور اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

ایک جوان آگے بڑھا اور کھڑا ہو گیا۔ رولوکا نے اس سے کچھ پوچھا۔ چند منٹ باتیں کیں اور وہ جوان چلا گیا اس طرح تین جوان اور آگے آئے رولوکا ان سے سوالات کرتا رہا اور وہ واپس جاتے رہے۔ دو پہر کے مقابلے کا اعلان کر دیا گیا۔

مجھے رولوکا بتا رہا تھا مگر مقابلہ کس طرح ہوگا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ دو بجے مقابلہ شروع ہوا۔ مگر حیرت انگیز مقابلہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ایک جوان میدان کے درمیان آ کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ کے بعد ہی ایک طرف سے ایک بھورے رنگ کا بیدار بچھو نمودار ہوا اور جوان کو ڈنک مار کر زخمی کر دیا۔ مگر جوان بھی ہوشیار تھا۔ پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ اس مقابلے میں جوان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف ایک رسی کا ٹکڑا اس کی کمر سے بندھا ہوا تھا۔ بچھو آگے آگے بڑھ کر جوان پر حملہ کر رہا تھا اور وہ جوان خود کو بچا کر بچھو کے پیچھے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ رولوکا نے بتایا کہ یہ اس کوشش میں ہے کہ بچھو کی دم پکڑ لے جو پکڑ جائے اور بچھو کی گردن کو اپنی گرفت میں لے لے اور پھر اس کا پھندا اس کے گلے میں ڈال کر مروڑ دے مگر بہت طاقتور ہے۔ جوان کے جسم پر بچھو نے ڈنک مار مار کر کئی جگہ سے زخمی کر دیا تھا اور خون اس کے بدن سے رس رہا تھا۔ ایک گھنٹے تک جوان بچھو سے مقابلہ کرتا رہا۔ مگر بچھو نے اس کو قابو نہیں دیا۔ اب جوان پر کمزوری طاری ہو رہی تھی اور بچھو اس پر حاوی ہوتا جا رہا تھا اور تباہی کا انجام نظر آنے لگا تھا کہ رولوکا نے ہاتھ اٹھا کر ایک آواز نکالی اور بچھو اپنی جگہ ساکت ہو گیا جیسے اس کے ہاتھ پیر نہ نظر آنے والی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے ہوں۔ جوان کو قریب کھڑے لوگوں نے میدان سے دور کر دیا۔

مقابلہ بچھو جیت گیا تھا۔ رولوکا نے ایک اشارہ کیا اور بچھو ایک طرف چلا گیا۔

اب دوسرا جوان میدان کے اندر آ گیا۔ اس دفعہ اس کے مقابلے میں ایک لنگور آیا اور آتے ہی اس نے اپنی دم سے بچھو جوان کو ماری۔ جوان پھرتی سے اس پر جھپٹا اور پھر وار نہیں لگا۔ لنگور کی پھرتی اور جسم کے لچک حیرت انگیز تھے۔ وہ کسی ایک مقام پر ٹھہرتا ہی نہیں تھا مگر جوان بھی بہت پھرتیلا تھا۔ وہ برابر لنگور کا پیچھا کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی پونچھ کے وار سے بھی خود کو بچا رہا تھا۔ لنگور کا جبڑا بہت بڑا تھا اور اس کے اندر بڑے بڑے دانت جوان کو چیر پھاڑ سکتے تھے۔ جوان کو بھی اس کا خوب اندازہ تھا۔ اس لئے خود کو اب تک بچائے ہوئے تھا۔ یہ مقابلہ تھا۔ لنگور اس سے دور رہ کر مقابلہ کر رہا تھا اور جوان اس کی گردن ناپنے کی فکر میں تھا۔ یہ مقابلہ طویل ہو رہا تھا۔ دونوں اپنے بچاؤ میں کامیاب تھے مگر حملوں میں کامیاب نہیں تھے۔ کچھ ہی دیر میں لنگور کے حملوں میں تیزی آ گئی اور وہ اپنی پونچھ استعمال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایک دو دفعہ جوان بھی اس کی گردن تک پہنچ گیا۔ مگر لنگور اپنی پھرتی اور جسمانی لچک کے ذریعہ بچ گیا اور جوان کی گرفت سے نکل گیا۔ اب دونوں کے انداز اور حرکات سے آثار نظر آ رہے تھے۔ مگر لنگور پر جوان پر زیادہ تکاوٹ محسوس ہو رہی تھی اور لنگور مسلسل جوان پر چھاتا جا رہا تھا اور کوئی وقت جاتا تھا کہ لنگور اپنی پونچھ کی پوری طاقت سے جوان پر پڑتی کہ رولوکا اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ کے اشارے سے مقابلہ رکوا دیا۔ لنگور بھی بچھو کی طرح اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور جوان کو میدان سے ہٹا لیا گیا اور پھر لنگور جس طرف سے آیا تھا واپس چلا گیا۔

ان مقابلوں کو سب قبیلے والے اور سردار بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے لئے انوکھے اور نئے نہ ہوں، مگر میرے لئے تو عجیب تماشا تھا۔ میں نے زندگی میں انسان اور درندوں کی کشتی کب دیکھی تھی۔ میرے لئے حیرت انگیز بات یہ بھی تھی کہ درندے بھی بالکل پہلوانوں کی طرح اکھاڑے میں آئے تھے۔ کشتی لڑی اور واپس چلے گئے۔ رولوکا کے حکم کے غلام، ذرا بھی کسی اور طرف توجہ نہیں کی۔ بہت سے لوگ شاید میری بات پر اعتبار کریں مگر میں وہ ہی بیان کر رہا ہوں جو کچھ دیکھا ہے۔

شام ہونے والی تھی اور اندھیرا ہونے سے پہلے دو مقابلوں کا فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے دو مقابلے دوسرے روز کے لئے ملتوی کر دیئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ سب سے آخر میں رولوکا اور میں روانہ ہوئے۔ سردار خاموشی سے ہمارے پیچھے آ رہا تھا۔ اب اس کی حیثیت سردار کی نہیں تھی۔ نئے سردار کا چناؤ ہو رہا تھا۔ اس کے چناؤ کا انوکھا طریقہ رولوکا کا تھا۔

میں نے رولوکا سے پوچھا "یہ طریقہ تم نے بتایا ہے یا پہلے سے یہی طریقہ ہے؟"

رولوکا نے جواب دیا۔ "طریقہ تو پرانا ہی ہے میں نے اس میں صرف اتنی تبدیلی کی ہے کہ ہارنے والے امیدوار کو پہلے قتل کر دیا جاتا تھا اب ایسا نہیں ہوتا۔ ہارنے والے امیدوار کو کچھ نہیں کہا جاتا اور اس طرح ایک انسانی جان بچ جاتی ہے۔ دوسرے وہ پھر سے تیاری کر کے مقابلوں میں شریک ہو سکتا ہے۔ دوسرے مقابلے آپس میں ہوتے تھے۔ اس طرح آپس میں دشمنیاں بڑھ جاتی تھیں اور یہ لوگ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ میرے طریقہ کار میں یہ خرابیاں نہیں ہیں۔"

"مگر یہ درندے جو لڑنے آتے ہیں ان کے

بارے میں کچھ بتاؤ؟" میں نے پھر پوچھا۔

"تم صرف یہ سمجھ لو کہ یہ میرے پہلوان ہیں۔ میرے اشارے پر آتے ہیں، ان کو بھی اجازت نہیں کہ وہ ہارنے والے آدمی کو ہلاک کریں۔ وہ صرف زیر کرتے ہیں۔ میں خود بھی خیال رکھتا ہوں کہ کمزور حریف زخمی یا ہلاک نہ ہونے پائے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اب کل تمہارے دو پہلوان کون سے آئیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"کل جو آئیں گے وہ تمہارے سامنے ہی آئیں گے۔ کون آئیں گے یہ ابھی طے نہیں ہوا۔"

رولوکا نے سردار کو پاس بلاتے ہوئے کہا۔ اور سردار سے اسی زبان میں کچھ باتیں کرتا رہا۔ سردار ایک طرف چلا گیا تو میں نے پوچھا۔

"کس کام میں لگا دیا غریب کو؟"

"میں نے اس کو کہا ہے کہ اگر وہ مقابلے میں شریک ہونا چاہتا ہے تو بتائے۔ وہ صبح بتائے گا۔ میں نے اس کو ایک موقعہ اور دینے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ سرداری کے امیدواروں میں مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آرہا جو مقابلہ جیت کر سردار بن سکے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"پھر اس کو اس کے منصب پر بحال رہنے دو۔ مقابلے کرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" میں نے کہا۔

"اس طرح ایک تو روایت کی خلاف ورزی ہوگی اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ پیدا ہوگا۔ اس لئے مقابلے ہوں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"بات تمہاری درست لگتی ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہاری ریاست اور یہاں جنگلی سیاست میں فرق تو بہت ہے، مگر بنیادی طور پر غور کیا جائے تو ایک ہی ہے۔ وہ جو ان جو مقابلے ہار چکے ہیں وہ کسی نہ کسی گروہ کے نمائندے ہیں۔ ہارنے کے بعد وہ پھر تیار بیٹھیں گے۔ وہ گروہ اسی کو یا کسی اور کو پھر مقابلوں میں شریک کرے گا۔ اس طرح وہ اقتدار کی کرسی پر آنے کی کوشش کرتا رہا گا۔ تمہاری سیاست میں الیکشن ہوتے ہیں، سیاسی پارٹیاں امیدوار کھڑی کرتی ہیں اور اقتدار حاصل کرتی ہیں۔ اقتدار کی کرسی حاصل کرنے کے طریقہ کار میں ضرور ہے، مگر ذرا اقتدار حاصل کرنے والے امیدوار ذہنیت کو ذہن میں رکھو کہ وہ کیوں کرسی حاصل کرنا چاہتا ہے تم کو یہاں اور شہروں کے رہنے والے اور الیکشن والے کروڑوں روپیہ الیکشن مہم پر خرچ کرنے والے ذرا فرق نظر نہیں آئے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"بات تمہاری کسی حد تک ٹھیک ہے۔ مگر ہر نہیں۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔ ایسے بھی ضرور ہوں گے جو خدمت کا جذبہ لے کر ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"خدمت کرنے کے لئے اقتدار کی کرسی ضروری نہیں ہوتی۔ خدمت تو خالی ہاتھ بھی ہوتی ہے۔ خدمت صرف زبان سے بھی ہوتی ہے۔ خدمت کرنے کے طریقے ہیں۔ پھر اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر خدمت کرنے کیا ضرورت ہے۔ کسی راہ میں ایک کنواں بنا کر آدمیوں اور جانوروں کو پانی پینے کر خود پلا کر اس سے خدمت ہوگی۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہاری دلیلوں کے سامنے میں کہاں ٹھہروں۔" میں نے کہا۔

"میں سردار پر ایک احسان کرنا چاہتا ہوں۔ دوبارہ سردار بنا کر، مگر اس کو مقابلہ کرنا پڑے گا۔ کے بعد وہ وہی کرے گا جو ایک تین رکنی کمیٹی فیصلہ گی۔ اس کے اختیارات کم کر دیئے جائیں گے من مانی نہ کرے۔"

"گویا تم پہلے سے پلان بنا چکے ہو؟" میں نے

"نہیں، میں نے پہلے سے یہ پلان نہیں بلکہ آج کے مقابلوں کے بعد میرے ذہن میں ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو پھر کل کے مقابلے بے کار ہیں۔"

"کل کی میرے پہلوان بہت محنت امید نہیں کہ دونوں میں سے ایک بھی مقابلہ

رولوکا نے کہا۔

"سردار کا مقابلہ بھی کل ہی کرا دو گے؟" میں نے کہا۔

"ہاں، کل ہی فیصلہ کرا دیا جائے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

دوسرے روز پھر سب لوگ میدان کے گرد جمع ہو گئے اور مقابلوں کا انتظار کرنے لگے۔ میں اور رولوکا جب چبوترے پر پہنچے اس وقت پورا قبیلہ اطراف میں موجود تھا اور عجیب عجیب آوازیں نکال رہا تھا۔ یہاں کا بچہ بچہ رولوکا کو جانتا تھا۔ بہت سے لوگ صرف ایک آواز نکال رہے تھے اور وہ آواز صرف ایک لفظ کی تھی۔ "رولوکا۔"

رولوکا نے چبوترے پر کھڑے ہو کر ہاتھ ہلائے تو تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

چند ہی منٹ گزرے تھے، ایک مست سانڈ میدان میں داخل ہوا۔ بہت بڑے اس کے سینگ تھے۔ سینگوں کی مدد سے اس طرح خم کھائے ہوئے تھے کہ دل شکل بن گئی تھی۔ اس کی ناک سے بڑی زور کی آواز "شوں شوں" کی نکل رہی تھی۔ وہ اس قدر بھاری اور طاقتور تھا کہ اس کے چلنے سے زمین دھمک کی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ رنگ کالا وہ کالا تھا اور کان کھڑے تھے اور بڑی تیز آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اکیلے چبوترے پر جو جوان تھا اس کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اچک کر چبوترے پر جم کر بیٹھ جائے اور صرف ایک منٹ بیٹھا رہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کو جیتا ہوا قرار دیا جائے گا۔

مگر سانڈ کے سامنے آنا بڑی جی داری کا کام تھا اس پر سواری کرنا تو دور کی بات تھی۔

جوان میدان میں آیا ضرور، مگر سانڈ کے تیور دیکھ کر اس کے قریب نہیں آیا اور مقابلہ ختم ہوا۔ سانڈ چلا گیا۔

آخری نوجوان کے مقابلے پر ایک نہایت ہی جوان آیا وہ تھی لومڑی۔ جوانوں اس کو پکڑ کر رولوکا کے پاس لایا تھا۔ مقابلہ شروع ہوا۔

لومڑی نہایت پھرتیلی اور چلبلے جسم کی مالک ہے۔ جوان اس کے پیچھے دوڑتا رہا اور وہ اس کو چکر دیتی رہی۔ جوان نے ہر طرح اس کو گھیرنے کی کوشش کی لومڑی کو نہ پکڑ سکا۔ ایک گھنٹہ گزر گیا، جوان پر تھکن کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ مگر لومڑی کی پھرتی اور چالاکی میں فرق نہیں آیا۔ وہ جوان کے قریب آجاتی اور پھر چکمہ دے کر ہو جاتی۔ جوان کی امید پھر ناامیدی میں بدل جاتی۔ دو گھنٹے کے بعد جوان بہت نڈھال ہو گیا اور مقابلہ روک دیا گیا لومڑی جیت گئی۔ اب آخری مقابلہ سردار کا تھا۔

سردار کا مقابلہ ایک گھوڑے سے تھا، اسے اس سواری کرنا تھی۔ وہ ایک کالے رنگ کا گھوڑا تھا۔ اس جلد چمک رہی تھی۔ گردن پر بڑے بڑے بال تھے اور کان کھڑے ہوئے تھے اور ان کا زاویہ بدل رہا تھا۔ وہ کسی جگہ ٹکتا نہیں تھا کھڑا تھا۔ اس کے قدم ہر وقت حرکت میں تھے۔ سردار کو دیکھ کر وہ بھڑک اٹھا تھا اور میدان میں دوڑنے لگا۔ سردار اس کی راہ میں کھڑا ہو گیا۔ جب گھوڑا اس کے قریب آیا تو اس نے اس کے بال پکڑ کر اس پر بیٹھنا چاہا۔ مگر گھوڑے نے اس کو یہ موقعہ نہیں دیا اور آگے نکل گیا۔ سردار کھڑا رہ گیا۔

دوسرے چکر میں سردار نے پھر کوشش کی، مگر کامیاب نہیں ہوا۔ سردار نے اس کے ساتھ دوڑ کر بھی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ سردار کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک ماہر گھڑ سوار ہے، مگر جنگلی گھوڑے پر سواری نہیں ہوتی، وہ اپنے جسم پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتا۔ سواری کرنا تو دور کی بات ہے۔

مگر سردار بھی جان کی بازی لگانے پر تلا ہوا تھا۔ وہ گھوڑے کے بال پکڑ کر لٹک گیا اور دور تک اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔ مگر چال اس نے نہیں چھوڑے۔ گھوڑے نے پاؤں پیروں سے اچھلنا شروع کر دیا اور سردار زمین پر گر پڑا۔ گھوڑا چاہتا تو اس کو پیروں سے کچل ڈالتا، مگر وہ آگے بڑھ گیا اور سردار کھڑا ہو گیا اور پھر مقابلہ شروع

ہو گیا۔

اسی کشمکش میں ایک گھنٹہ گزر گیا۔ سردار اور گھوڑا دونوں پسینے میں نہا گئے۔ سردار بدن کا موٹا نظر آتا تھا مگر اس کی پھرتی دیکھنے کے لائق تھی۔ وزن کے اعتبار سے وہ بہت زیادہ پھرتیلا تھا اور پھر شاید اس نے آخری حملہ کرنے کا پلان بنالیا۔ گھوڑے نے دو تین چکر لگائے۔ سردار اس کے قریب نہیں آیا اور جب آیا تو اتنی تیزی سے آیا کہ گھوڑا بھی اس کے داؤ کو نہ سمجھ سکا۔ سردار نے ایک اونچی چھلانگ لگائی اور سیدھا گھوڑا کی پیٹھ پر گیا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے بالوں کو پکڑ لیا۔ گھوڑا اب اس کی ہوشیاری کو سمجھا اور اس نے اس کو گرانے کے لئے اپنے بدن کو زور زور سے ہلانا شروع کر دیا۔ مگر سردار تو گوند کا کر اس سے چپک گیا تھا۔ گھوڑے کا پورا جسم پسینے سے گیلا تھا۔ اوپر سے وہ بری طرح سردار کو گرانے کے لئے مل رہا تھا۔

اس طرح ایک منٹ گزر گیا اور گھوڑا اچانک ساکت کھڑا ہو گیا۔ سردار سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

رولوکا نے کھڑے ہو کر سردار کو اشارہ کیا اور سردار گھوڑے سے کود گیا۔

گھوڑا گردن جھکائے جنگل کی طرف چلا گیا اور مقابلہ سردار نے جیت لیا۔ رولوکا نے سردار کی جیت کا اعلان کیا۔ ساتھ ہی اس نے تین رکنی کمیٹی کا بھی اعلان کر دیا جو سردار پر نظر رکھے گی۔ اس تین رکنی کمیٹی میں قبیلے کے بزرگ لوگوں کو شامل کیا گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو تجربے اور عمر میں سردار سے زیادہ تھے اور سب لوگ اس کو خوب جانتے تھے۔ ان کے اختیارات بھی ان کو بتا دیئے۔ سردار کو ان کی احترام اور فیصلوں کا پابند بھی کر دیا۔ یہ رولوکا کا ہی کام تھا۔ اس کام میں کسی کی جان نہیں گئی۔ کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ سردار پر ایک احسان رولوکا کا یہ ہوا کہ اس کو مقابلوں میں شریک کیا اور موقعہ دیا۔

میں نے رولوکا سے پوچھا "اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا جو نیت کے اعتبار سے تم جیسا ہوتا مگر طاقت کے اعتبار سے کم ہوتا، کیا وہ یہ کام کر سکتا تھا۔"

"نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ یہاں پر طاقت کا قانون چلتا ہے۔ نیت پر کوئی نہیں جانتا۔ اگر طاقت ہے اور نیت بھی نیک ہے تو وہ کامیاب ہے۔ سردار یہ بات جانتا تھا اگر وہ یہ جانتا کہ رولوکا طاقت نہیں رکھتا تو وہ ان کو ہم میں کیوں پڑتا۔ مجھے ہی راستہ سے ہٹا دیتا۔ یہاں پر کوپوچھنے والا کون تھا۔ مگر تم نے دیکھا اس نے کسی مقابلے مجھ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تمہاری کس طاقت سے ڈرتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہت ساری باتیں ہیں تم بھی دیکھ لو کہ میرا آیا مقابلہ کیا اور چلا گیا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جنگلی جانور ایسے نہیں ہوتے، بپھرا ہوا سانڈ کتنا خطرناک ہے۔ ریچھ بھی کم خطرناک نہیں ہوتا۔ لومڑی تو جانور ہے، ٹکراتے لوگوں میں وہ آ گئی۔ یہ سب کیسے تھا۔ رولوکا کو وہ خوب جانتے ہیں۔ اگر شکل سے جانتے تو نام سے جانتے ہیں۔" رولوکا نے بات ختم کی۔

"یہ تو میرے لئے بھی حیرت انگیز ہے۔" میں نے کہا۔

"تم جنگل میں پہلی بار آئے ہو۔ پہلی بار لئے کہہ رہا ہوں، اتنے اندر پہلی بار آئے ہو۔ کھڑے ہوئے آدمی کو سمندر کی گہرائی اور لہروں نہیں ہوتا۔ یہ جنگل بھی ایک گہرا سمندر ہے۔ جس قدر جاؤ گے نئے نئے عجوبے نظر آئیں گے۔" نے کہا۔

"مجھے تو یہ سمندر سے بھی زیادہ گہرا ہے۔" میں نے کہا۔

"کائنات کے بنانے والے نے نہ جانے کتنے عجوبے بنائے ہیں۔ ہم تو اس کا شمار کر سکتے۔" رولوکا نے بتایا۔

"یہ کام تو ختم ہوا، اب کیا پروگرام ہے۔" پوچھا۔

"چلیں ... اب آگے چلیں۔" رولوکا

"آگے یا گھر کی طرف؟" میں نے پوچھا۔

"میرا وہی مطلب تھا ... کیا گھر کی یاد آ رہی ہے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"یاد تو ضرور آتی ہے۔" میں نے کہا۔

"جلدی جانا چاہو تو اس کا بھی بندوبست ہے۔"

"کیا ہوائی سفر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں وہ بھی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں نے حیرت سے پوچھا وہ کس طرح؟"

"تین روز کے بعد تم دلی میں ہو گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اور جس طرح سفر کر رہے ہیں، اس طرح جائیں تو؟" میں نے پھر پوچھا۔

"تین مہینہ درکار ہوں گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم پہلے سفر کا بندوبست کس طرح کرو گے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو، یہ میرا معاملہ ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کو میرے ساتھ ہی چلنا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہی ہوں اور اگر نہ ہوں تو بھی ساتھ ہی ہوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کر دو تیاری۔" میں نے کہا۔

رولوکا چند منٹ خاموش رہا اور پھر بولا۔ "وقت کم ہے، تین دن بھی سفر میں لمبا رہے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔" اور تم دونوں کھلے میدان میں آ گئے۔

رولوکا نے سردار کو بلوایا اور کہا۔ کیا کہا یہ تو میں نہیں جان سکا، مگر اندازہ ہے کہ اس نے اپنی روانگی کے بارے میں سردار کو اطلاع دی تھی۔ اور پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"بہت سے راز ہیں، ایماندار آدمی وہ ہوتا ہے جو ان رازوں کو امانت کے طور پر رکھتا ہے۔ سخت مجبوری میں میں خود کو تم پر کچھ عیاں کر رہا ہوں، خیال رکھنا۔"

"میری سمجھ میں رولوکا کی بات نہیں آئی اور میں خاموش ہی رہا۔

رولوکا نے کہا۔ "اب تم آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑو۔ جب میں تم کو کہوں تب آنکھیں کھول لینا۔"

میں نے رولوکا کی ہاتھ پر عمل کیا۔ اچانک مجھے لگا جیسے زمین میرے پیروں سے نکل گئی ہے اور میں معلق ہو گیا ہوں۔ تیز ہوائیں جسم سے ٹکرا رہی ہیں مگر یہ کیفیت زیادہ دیر نہیں رہی اور میرے پیر زمین پر گئے اور رولوکا کی آواز آئی۔ آنکھیں کھول دو۔ میں آنکھیں کھول دیں اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سارا منظر بدل چکا تھا۔ وہ جنگل اور وہاں کا گاؤں کچھ نہیں تھا اور میں علی گڑھ میں اس مکان کے سامنے کھڑا تھا جہاں پر میری بیوی بچے رہتے تھے۔ میں نے حیرت سے رولوکا کی طرف دیکھا، مگر زبان مارے حیرت کے خاموش تھی۔ رولوکا نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بولا۔

"یہ مجھے مجبوری میں کرنا پڑا۔ یہ بات صرف جانتے ہو، اپنے تک ہی محدود رکھنا۔ جاؤ اب گھر میں جاؤ۔ تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔"

"اور تم نہیں جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہارے ساتھ ہی ہوں، مگر ظاہر نہیں ہوں۔ میں نے نقاب پہن لی ہے۔ تم بھی صرف محسوس کرو گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔ اور میں مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ مجھے اندر داخل ہوتے ہی ایک خاتون دیکھا اور حیرت سے چیخ کر بولی۔

"بیگم صاحب ... حکیم جی آ گئے۔"

میں کمرے کے دروازے پر ہی تھا کہ دوڑتی ہوئی میری زوجہ سامنے آ گئی اور روکر میری گردن پر جھول گئی۔ گھر پر بھی سوگواری طاری تھی۔ میں نے پیٹھ کر تھپتھپا کر زوجہ کو تسلی دی اور پوچھا۔

"کیا بات ہے، کیوں پریشان ہو؟"

اس نے جواب دینے کی بجائے میرا ہاتھ پکڑا اور کمرے کے اندر لے گئی۔

کمرے کے اندر دو پلنگ پڑے تھے اور ان پر میرے دونوں بیٹے لیٹے ہوئے تھے۔ بڑا کوئی بارہ برس کا

PAKISTAN ONLINE
http://www.pakistanonline.com

ہے اور چھوٹا دس برس کا۔ دونوں کے چہرے پیلے پڑے ہوئے تھے اور سانس بہت آہستہ چل رہی تھی۔

میں نے ووڈ کرن کی نبض پر ہاتھ رکھا تو پتہ چلا وہ بھی نارمل نہیں تھی۔ بیوی نے بتایا کہ ان کی یہ حالت تین روز سے ہے۔ پڑھ کر آئے تھے کہ کھانے کے بعد اچانک پیٹ کے درد کی شکایت کرنے لگے اور پھر تکلیف سے بے ہوش ہوگئے جو علاج ہوسکتا تھا کرلیا ہے مگر بے ہوشی قائم ہے۔ کسی حکیم کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ مرض کیا ہے۔ ولی سے بھی حکیم صاحب آکر دیکھ چکے ہیں۔ وہ بھی حیران حیران چلے گئے۔ میں نے بھی اپنا تجربہ آزمایا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

میں نے بیگم کو کہا۔ آپ باہر جائیں اور جب تک نہ بلاؤں کوئی اندر نہ آئے۔ اس کے جانے کے بعد میں نے رولوکا کو یاد کیا اور رولوکا ظاہر ہوگیا اور آتے ہی بولا۔

"ان بچوں پر حملہ تین روز پہلے ہوا تھا۔ میرا کارندہ یہاں پر موجود تھا۔ میں نے اس کو پابند کردیا تھا کہ تم مجھے اندازہ تھا کہ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کارندے نے بچاؤ کرنے کی کوشش ضرور کی اور جو وہ بیر بچوں کے جسم کے اندر پہنچائے گئے ہیں وہ اس قدر خطرناک ہیں کہ کام ختم کرنے کے لئے صرف ایک گھنٹہ ہی کافی تھا۔ میرے کارندے نے یہ کام کیا کہ ان بیروں کے واپسی کے راستے بند کردیئے۔ اب اگر وہ بچوں کو ختم کرتے ہیں تو خود بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ جس کے یہ بیر ہیں وہ اب تک اسی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ اس کے بیروں کو نقصان نہ ہو اور اسی وجہ سے وہ بچوں کو کوئی نقصان اب تک نہیں پہنچا سکا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہیں یہ پتہ تھا واقعہ تو تین روز پہلے ہوا ہے" میں نے پوچھا۔

"ہیں، مجھے آج ہی اس وقت پتہ چلا جب ہم لوگ آنے کی تیاری کررہے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرا کارندہ اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ دوسرا ذریعہ مجھ تک خبر پہنچانے کا ایک اور ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ہوائوں کا رخ معاونت کرے اور آج اسی ذریعہ سے مجھے صرف یہ پتہ چلا کہ میرا کارندہ پریشانی میں مبتلا ہے۔ کس قسم کی پریشانی ہے، یہ مجھے آکر پتہ چلا ہے۔" رولوکا نے تفصیل بتائی۔

"یہ بیماری کیا ہے۔۔۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا؟" میں نے کہا۔

"یہ بیماری ہوتی تو تمہاری سمجھ میں آتی، یہ بیماری نہیں ہے۔۔۔ تم فکر نہ کرو، بچے ٹھیک ہوجائیں گے۔ ایک سفید رومال یا کوئی سفید کپڑا لے آؤ۔" رولوکا نے کہا۔

میں ووڈ کرن بیوی کے پاس گیا اور ایک بڑا سفید رومال لے آیا۔

رولوکا نے وہ کپڑا لے کر زمین پر بچھا دیا اور ایک بچے کی ناک پکڑ کر کچھ دیر اس کے سر پر ہاتھ گھمایا۔ چند منٹ ہی میں اس کے ہاتھ میں ایک بچوے سے ملتا جلتا کیڑا آگیا۔ اس کا رنگ خون کی طرح سرخ تھا۔ رولوکا نے اس کیڑے کو رومال میں ڈال دیا۔ رومال پر سرخ دھبے لگ گیا اور کیڑا ابھی حرکت کرتا رہا اور رینگتا ہوا رومال کے کنارے تک بھی گیا مگر پھر درمیان میں آگیا۔

یہی عمل رولوکا نے دوسرے بچے کے ساتھ بھی کیا اور ایک کیڑا برآمد کرلیا۔ اس کو بھی رومال پر ڈال دیا۔ اس کے بعد اس اس نے ایک عجیب سی آواز نکالی تو نہایت ہی کالے رنگ کا وہی کارندہ نمودار ہوگیا۔ اس نے وہ رومال کو اس کو دیا اور کچھ کہا اور وہ اس رومال کو لے کر روانہ ہوگیا۔ دو تین منٹ کے بعد دونوں بچوں نے آنکھیں کھول دیں اور رولوکا غائب ہوا۔

بچے باپ کو دیکھ کر ابا جان کہہ کر لپٹ گئے۔

میں نے اپنی زوجہ کو آواز دی۔ وہ دوڑ کر آگئی۔ بچوں کو ٹھیک دیکھ کر خوشی کے مارے میں چیخ نکل گئی۔ دونوں کو میری لعل کہہ کر گلے لگا لیا۔

"مجھے پتہ تھا تم آؤ گے تو یہ بچے ضرور ٹھیک ہوجائیں گے۔" وہ خوشی سے جھوم کر بولی۔

"اب یہ ٹھیک ہیں۔" میں نے کہا۔

"مگر ان کو ہوا کیا تھا؟" وہ بولی۔

"وقار احمد تم بہت بڑے حکیم ہو، تم ہی بتاؤ کوئی معالج اس طرح علاج کرتا ہے جس طرح میں نے کیا؟" رولوکا نے سوال کیا۔

"نہیں کوئی نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر میں بیماری کا علاج کرتا تو کوئی دوا دیتا اور وہ دوا بھی اپنا اثر اتنی جلدی تو نہیں کرتی۔ بچے کسی بیماری میں مبتلا تھے ہی نہیں، ان پر جادو کیا گیا اور ان کے جسم میں وہ بیر ڈال دیئے گئے تھے۔ یہ میں تم کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ میں نے صرف یہ کیا کہ ان دونوں کو پکڑ کر باہر نکال لیا اور ان کو اس مقام پر پہنچا دیا جہاں سے وہ واپس نہیں آسکیں گے۔ یہ کام جس نے بھی کیا ہے وہ بہت ہوشیار آدمی ہے۔ اس جادو کی کاٹ بہت مشکل تھی اور یہ اندھے بیر جو میں نے پکڑے ہیں، ان کو بھی اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔ ایک تو وہ اندھے، دوسرے ان کو صرف حکم ملا ہے اور وہ بھی کسی اور کے ذریعہ۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر وہ پلٹ پڑیں تو بھی وہ اصل جادوگر تک نہیں جاسکیں۔ یہ بیر اس کے تابع نہیں ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ کیا گورکھ دھندہ ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا؟"

"اصل میں جو بہت ہوشیار جادوگر ہوتے ہیں، وہ خود کو پردے میں رکھتے ہیں اور بہت زیادہ ہوشیار تو خود کو بعض بیروں سے بھی خود کو چھپاتے ہیں۔ جادو کا ہر بیر کی پلٹ بہت خطرناک ہوتی ہے اور جادوگر اسی پلٹ سے خود کو محفوظ کرتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں نے تو سنا ہے ہر بیر یا موکل عامل کا غلام ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔

"ہوتا ہے۔ مگر عامل اس کو اگر اس سے زیادہ طاقتور کے پاس بھیج دے تو کیا کرے، پلٹ کر عامل کے اوپر آجاتا ہے اور خود آقا پر حملہ کردیتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو پھر بتاؤ۔ تم نے کونسا علاج کیا تھا؟" میں نے

گی۔" میں نے ٹالا۔

"میں بھی تو حکیم کی بیوی ہوں، کچھ تو بتاؤ۔"

"اچھا پھر بھی بتا دوں گا۔ ابھی ان کو مقوی خوراک دینا کہ ان کی کمزوری دور ہو۔" میں نے کہا۔ میں بیوی کو کیا بتاتا، مجھے پتہ نہیں تھا۔ رولوکا نے وہ دو کیڑے ان کے بدن کے اندر سے ناک کے راستے کس طرح نکال لئے تھے، وہ کون سے کیڑے تھے اور کس طرح اندر داخل ہوئے۔

بچے ٹھیک ہوگئے۔ بیوی بھی خوش تھی، مگر میرے دماغ میں وہ کیڑے رینگ رہے تھے۔ میں رولوکا سے پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر مجھے تنہائی میسر نہیں آرہی تھی۔ تین چار دن کے بعد میں نے زوجہ سے کہا۔

"اب مجھے ولی جانا ہے، وہاں کا حال بھی پتہ کروں، کاروبار کیسا ہے؟ مطلب میں کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔"

"اور دو چار روز رک جاتے؟" وہ بولی۔

"جلد ہی واپس آجاؤں گا۔" میں نے کہا۔

اور میں ولی کے لئے روانہ ہوا۔۔۔ گاڑی میں، میں نے رولوکا کو یاد کیا اور رولوکا آگیا۔

آتے ہی بولا۔ "میرا خیال ہے تمہاری بیگ محبت میرے علاج کو قبول نہیں کررہی۔" وہ بہت ہوئے میں بولا تھا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے، مگر میں اس کو رگ حکمت میں کیوں کاٹتا۔" میں نے کہا۔

"پھر کیا کرتے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ انسان کے اندر ایک سایہ ہوتا ہے، اس کو جسس کہو، جستجو کہو۔۔۔ وہ انسان کو بے چین رکھتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں تم نے درست کہا۔ انسانی فطرت سے کون انکار کرسکتا ہے؟" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو پھر بتاؤ۔ تم نے کونسا علاج کیا تھا؟" میں نے

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

دیتے ان کو آقا کے پاس۔" میں نے کہا۔

"وہ دونوں نہیں پہنچ پاتے، کیونکہ وہ کسی اور کے ذریعہ آئے تھے اور ان کا انتخاب اسی لئے کیا گیا تھا کہ وہ اندھے تھے۔ یہ کمزوری بھی جادوگر کی نظر میں تھی۔ رولوکا نے جواب دیا۔

"اب تم کیا کرو گے ان کا؟" میں نے پوچھا۔

"میں ان کو آنکھوں والا بناؤں گا اور وہ میرا کام کریں گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم نے آنکھوں کا اسپتال کھولا ہوا ہے؟" میں نے مذاق کیا۔

"بہت بڑا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"وہ حضرت ہیں کون جن کی یہ کارستانی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر جلدی پتہ چل جائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"کہیں یہ کام دلی کے پرانے دشمن کا تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں اندازوں پر کام نہیں کرتا۔ میں ٹھوس ثبوت کی بغیر کسی پر الزام نہیں لگاؤں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ بات تمہاری درست ہے، بلاوجہ بدگمانی نہیں کرنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو، زیادہ دن وہ پردے میں نہیں رہے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"جب تم کو پتہ چل جائے تو بتانا۔" میں نے کہا۔

"اچھا اب میں جاتا ہوں، مصروفیات زیادہ ہیں۔" اور رولوکا چلا گیا۔

رولوکا کی طاقت کا اندازہ مجھے خوب ہو چکا تھا۔ وہ ایک ایسا پراسرار کردار تھا جو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ خوکورو پوش کرنا ہو اوس میں سفر کرنا اس کے لئے بہت معمولی بات تھی۔

مگر اس کے کردار کی بلندی یہ تھی کہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ کسی کو پریشان نہیں کرتا تھا۔ اس کی ذات سے فائدہ تو ہوتا تھا نقصان نہیں ہوتا تھا۔

وہ پھر بھی میرا دوست ہے۔ ہاں یہ ضرور ہیں کہیں کہیں بہت حد تک میرے خیالات رولوکا سے ملتے ہیں۔ وہ بھی خدمت پر یقین رکھتا ہے اور میں بھی انسانیت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اچھوں، نیکوکاروں کا میں دوست ہوں اور رولوکا بھی انہیں پسند کرتا ہے۔ مجھے دولت سے رغبت نہیں، زندگی خدمت کرتے گزر جائے، مرنے کے بعد لوگ اچھے الفاظ میں یاد کریں۔ یہی خواہش ہے۔ شیطان رولوکا کو میرے اندر کا حال پتہ ہے، اسی لئے اس نے مجھے اپنی دوستی کے لئے چنا ہے۔

دلی میں مطلب حسب دستور چل رہا تھا اور میرے ہدایات کے مطابق کام ہو رہا تھا۔ دوائیں ضرورت کے مطابق آ رہی تھیں۔ مگر ان سب کو حیرت یہ تھی کہ دوائیں لے کر آتا تھا وہ کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیتا تھا۔ کھانا تک نہیں کھاتا تھا اور بہت کم بلکہ بولتا ہی نہیں تھا۔ زیادہ تر اشاروں میں بات کرتا تھا۔ نہایت خوش شکل آدمی تھا، مگر آتا ہیرو مغرب کے بعد تھا۔ اس کی دوائیں بہت اور پورے بہت تازہ ہوتے تھے۔ اس لئے جو دوائیں منگوائی جاتی تھیں ان کا معیار بہت اچھا تھا۔ بہت سے حکیم بھی دوائیں منگوا لیا کرتے تھے اور سب حیرت کرتے تھے کہ کونسے وسائل ہمارے پاس ہیں۔

ایک ہفتہ گزر گیا، مجھے رولوکا کی یاد آ گئی اور وہ آ گیا۔

"میں یاد کروں تو ہی آؤ گے؟" میں نے کہا۔

"تمہارے کام میں ہی لگا ہوا ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"کچھ پتہ چلا؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ہاں خوب یاد آیا، یہ بتاؤ تم نے اپنے کارندے کو جڑی بوٹیاں لانے پر لگایا تھا، میرا خیال ہے کا نام شمو تھا اور بہت ذرا زنانی شکل کا تھا اور آدم ذات سے اس کا تعلق تھا۔ مگر یہاں دلی میں جو دوائیں وہ تو کوئی خوبصورت آدمی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کوئی دوسرا آدمی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شمو ہی ہے، اگر وہ اپنی اصل شکل میں آئے گا (عجیب والے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے میں نے اس کو کہہ دیا تھا کہ ذرا کپڑے صاف کر کے جایا کرے۔" رولوکا نے کہا۔

"شمو بھی یہ قدرت رکھتا ہے کہ شکل تبدیل کر لے؟" میں نے کہا۔

"میں کچھ نہیں ہوں، سب کو تقسیم کرتا ہوں۔ اسی لئے یہ میرے غلام ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں اب بتاؤ، تم کیا بتا رہے تھے کچھ کچھ اندازہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں گنگا دھر وید کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ اب تک تمہارا دشمن ہے۔ جو کام بچوں کے ساتھ ہوا تھا وہ گنگا دھر تو نہیں کر سکتا۔ سورج مل سے گنگا دھر کے تعلقات خراب ہیں، کیونکہ اس نے گنگا دھر کے پیسے واپس نہیں کئے۔ میں اس کی تلاش میں ہوں جس نے گنگا دھر کے لئے یہ کام کیا ہے۔ مگر گنگا دھر کو ابھی تک کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو یہ کام کر سکتا ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گنگا دھر نے یہ کام کسی اور کے حوالے کر دیا ہو اور خود الگ ہو گیا ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے، اب مجھے ہر اس شخص پر نظر رکھنی ہے جو بھی گنگا دھر سے ملاقات کرے۔" رولوکا نے کہا۔

تین روز کے بعد رولوکا نے بتایا "تمہاری بات درست ثابت ہوئی ہے۔ گنگا دھر کا ایک سالا ہے وہ ورنگل میں رہتا ہے اور کبھی کبھی دلی آتا ہے۔ وہ آیا ہوا ہے۔ اس نے گنگا دھر کو رپورٹ دی ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"کیا رپورٹ دی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے بتایا کہ بچے ٹھیک ہیں اور پنڈت جی

"اس کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اور ملو گے کس حیثیت سے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"میں تمہارے ایک دوست کی حیثیت سے ملاقات کروں گا۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ میرا ایک بچپن کا دوست ہے، سہارنپور میں رہتا ہے۔ چہرے پر داڑھی ہے، عمر میری برابر ہی ہے اور مولوی ٹائپ آدمی ہے، رنگ اس کا گورا ہے قد اور جسامت میرے جیسی ہے۔"

"تم نے تو پوری تفصیل بتا دی۔" رولو کا نے کہا۔

"اس لئے بتا دی کہ تم اس کا نام استعمال کرو گے۔ اس کا نام مولوی جمال الدین ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں مولوی جمال الدین بن کر ہی ملاقات کروں گا۔" اور رولو کا چلا گیا۔

ادھر میں سوچتا ہی رہ گیا کہ رولو کا جمال الدین کس طرح بنے گا۔

مگر وہ رولو کا تھا، کچھ بھی کر سکتا ہے۔ پھر اس نے جو کچھ کیا مجھے بتانے لگا۔

☆☆☆

"پنڈت گوری شنکر ایک ہنومان مندر میں رہتا تھا۔ یہ مندر دلی سے باہر ایک نئی آبادی میں واقع تھا۔ مندر کے چاروں طرف بہت بڑا میدان تھا۔ درمیان میں مندر بنا ہوا تھا۔ پجاریوں اور داسیوں کی رہائش بھی چار دیواری کے اندر ہی تھی۔ دو بڑے بڑے ہال کمرے بھی بنے ہوئے تھے اور کمروں کے سامنے گیندے کے پودے لگے تھے۔ جن میں سرخ اور پیلے پھول کھلے ہوئے تھے۔ میدان کی چار دیواری لال پتھر کی بنی ہوئی تھی اور ایک بڑا سا پھاٹک لگا ہوا تھا اور ایک دربان بھی موجود تھا۔ ہر مندر کے دروازے پر دربان نہیں ہوتا مگر یہ ایک بڑا مندر تھا۔ اس کی آمدنی زیادہ تھی۔ ہندو دیس کا یہ بہت ہی خالص استھان تھا اور اسی لئے اس کے انتظامات اور

"میرا نام جمال الدین ہے۔ مجھے پنڈت گوری شنکر نے بلایا ہے۔" رولو کا جو جمال الدین بنا ہوا تھا مندر کے دروازے پر دربان سے پوچھ رہا تھا۔

"پنڈت جی سے کیا کام ہے؟" دربان نے پوچھا۔

"میرا ذاتی کام ہے، سہارنپور سے آیا ہوں۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اس وقت ان کے آرام کا وقت ہے، وہ کسی سے نہیں ملتے۔" دربان بولا۔

"تم جا کر بتاؤ، سہارنپور سے آیا ہوں۔" دربان رولو کا کو دروازے پر کھڑا کر کے اندر چلا گیا، واپس آ کر ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور رولو کا کو داہنی طرف لے گیا۔

ایک دروازے پر رک کر اس نے آواز دی۔ "اندر آ جاؤں پنڈت جی؟"

اندر سے آواز آئی۔ "اندر آ جاؤ۔"

رولو کا دربان کے ساتھ کمرے کے اندر چلا گیا۔ کمرے میں ایک تخت پڑا تھا، اس پر ایک پیلے رنگ کی چادر پڑی تھی۔ تخت کے ساتھ ہی دیوار پر مورتیاں دیوی دیوتاؤں کی رکھی تھیں اور ان پر گیندے کے پھول پڑے ہوئے تھے۔ اس تخت کے علاوہ ایک مونڈھا پڑا تھا اور کمرے میں لوبان کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف ایک کالی چادر دیوار سے لگی ہوئی تھی، شاید اس کے پار بھی کوئی دروازہ تھا۔

پنڈت گوری شنکر کا قد تو زیادہ نہیں تھا مگر ایک پھیلاؤ بہت تھا۔ سر بالوں سے بے نیاز تھا مگر ایک ضرور موجود تھی۔ جسم پر صرف ایک دھوتی باندھے تھا اور چہرہ داڑھی مونچھ سے پاک تھا۔ چہرے پر غرور کے آثار تھے۔

"میرا نام جمال الدین ہے! سہارنپور سے آیا ہوں۔" رولو کا نے کہا۔

پنڈت کھڑی ہوئی تھی۔

"ایک کام سے آپ کے پاس آیا ہوں۔" رولو کا نے کہا۔

"کام بولے؟" وہ بولا۔

"میرا ایک دوست دلی میں رہتا ہے۔ وہ کچھ پریشان ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"کیا نام ہے اس کا؟" پنڈت نے پوچھا۔

"اس کا نام حکیم وقار احمد ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

حکیم وقار کے نام سے پنڈت ذرا سا چونکا ضرور، مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"اس کے ساتھ کیا کھٹنائی ہے؟" پنڈت نے پوچھا۔

"کوئی اس کے پیچھے پڑا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں اس کے بچوں پر اس نے حملہ کروایا تھا۔ بچے حالانکہ ملی گڑھ میں رہتے ہیں۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ جو [illegible] کروا رہا ہے اس کا تعلق اس مندر سے ہے اور تم کو ضرور پتہ ہوگا کہ وہ کون ہے۔ وہ جو بھی ہے اس کو کہہ دیں کہ اس کے دونوں اندھے پیر قید میں ہیں۔ اگر وہ بازنہ آیا تو وہ اندھے پیر اندھے نہیں رہیں گے، اور جب وہ اندھے نہیں رہیں گے تو وہ اس شخص کو ضرور تلاش کر لیں گے جس نے ان کو غلط جگہ بھیجا تھا۔" رولو کا نے کہا۔

پنڈت بڑے غور سے رولو کا کی بات سن رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات پل پل بدل رہے تھے۔ اس نے رولو کا کو گہری نظروں سے دیکھا اور بولا۔

"تم بتاؤ تم کون ہو؟ ذرا اپنا پریچے پورا تو کراؤ، پھر آگے بات کریں گے۔"

"میرے بارے میں جو میں نے بتایا ہے وہ تمہارے لئے بہت ہے۔ اس سے آگے کی بات مت کرو۔ اچھا نہیں ہوگا وہ ورکت کس نے کی ہے؟" رولو کا نے کہا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ وہ بھجے میرے تھے تو؟" پنڈت نے کہا۔

"اندھے پیر تمہارے نہیں تھے، تم نے جس سے

"اس کا نام بھیم بیاس ہے اور وہ ملی گڑھ میں رہتا ہے۔ میں نے تاتو دیا ہے مگر میرا نام نہ آنے پائے۔ میں ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہوں۔" پنڈت نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میری زبان پر تیرا نام نہیں آئے گا۔" رولو کا نے جواب دیا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"تو اب تم بھیم ناتھ کو تلاش کرو گے؟" میں نے

پھانک۔

رولوکا نے دروازے پر بھیم ناتھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو دربان نے حیرت سے اس کو دیکھا کیونکہ وہ شیروانی اور پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور یہ ظاہر تھی کہ وہ مسلمان ہے۔

دربان نے حیرت سے کہا۔ "ناتھ سے کیا کام ہے بھیا؟"

"کچھ ذاتی کام ہے تم ان کو اطلاع کرو۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں پر وہ تم سے ملیں یہ ضروری ہے۔" اور وہ اندر چلا گیا۔

چند منٹ کے بعد ہی وہ واپس آ گیا اور بولا۔ "بھیا ناتھ کا کہنا کہ امید کم ہے۔ پوجا میں لگے ہیں۔ کہہ رہے ہیں پھر بھی آنا، فرصت نہیں ہے۔"

"تم ایک بار پھر تکلیف کرو ان کو بتاؤ کہ میں بہت دور سے آیا ہوں اور روز تو نہیں آ سکتا۔ ضروری بات ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہیں جات ہیں۔" اور دربان پھر اندر چلا گیا۔

"کچھ ہی دیر میں وہ واپس آ گیا اور بولا۔ "غصہ میں ہیں۔ بس یہاں ہی آ رہے ہیں۔ تم کو ملنے کی اجازت نہ ہی ہے۔ یہیں پر آ کر بات کرو۔ یہیں ٹھہرے رہو۔"

کچھ دیر گزری تھی کہ ایک گول مٹول سا آدمی نظر آیا۔ بدن سے ہونقا تھا اور صرف ایک دھوتی لانگ لگائے ماتھے پر تین لکیریں ڈالے چہرے پر آثار سامنے آ کھڑا ہوا۔ رولوکا نے غور سے اس کو دیکھا لیا۔ وہ بھی گہری نظروں سے رولوکا کو دیکھتا رہا اور

"میں بھیم ناتھ تواڑ ہوں، بول کیا بات ہے۔"

"میں مولوی جمال الدین ہوں۔ سہارنپور سے آیا ہوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس کو کیا تلاش کرتا ہے وہ تو سامنے ہی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ تم نے اس سے کس زبان میں بات کی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"مولوی جمال الدین کی زبان میں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"وہ تو اردو بولتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، میں نے پنڈت سے بھی اردو ہی میں بات کی۔" رولوکا مسکرا کر بولا۔

"یار یہ تمہارا روپ بہروپ میری سمجھ میں نہیں آتا۔" میں نے کہا۔

"میرے ساتھ رہو گے تو سمجھ میں آنے لگے گا۔ یکدم نہیں۔ رفتہ رفتہ۔"

جب انسان ظلم کرتا ہے تو وہ انسانیت کے رتبے سے گر جاتا ہے۔ اسے مظلوم کی تکلیف کا احساس نہیں رہتا۔ ولہ گڑھ کے بھیم ناتھ تلوار کی کیا دشمنی ان معصوم بچوں سے تھی۔ اگر کسی طرح دشمن کا رشتہ جوڑ بھی دیا جائے تو بھی وقار الحق سے کچھ رشتہ بنتا ہے۔ مگر اس نے وار کیا تو کمزور پر کیا۔ یہ طاقت نہیں بزدلی کی علامت ہے۔

رولوکا نے ذرا وقت خراب نہیں کیا اور ولہ گڑھ پہنچ گیا۔ ولہ گڑھ دلی سے زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ دلی کا ہی ایک جڑواں چھوٹا ساتھ شہر ہے۔ زیادہ آبادی ہندوؤں کی اور بہت ہی قلیل تعداد میں مسلمان رہتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ ایک ہندو راجہ کی ریاست تھی اور وہ راجہ مسلمانوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے یہاں پر اب بھی مسلمانوں کو ترچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

بھیم ناتھ تلوار کو تلاش کرنا مشکل نہیں تھا۔ رولوکا اب بھی مولوی جمال الدین کے روپ میں تھا۔ بھیم ناتھ ایک دھرم شالہ میں رہتا تھا۔ یہ دھرم شالہ بھی اور دھرم شالاؤں کی طرح تھی۔ چاروں طرف کمرے اور درمیان میں میدان۔ درمیان کے درمیان ایک چھوٹا سا مندر، اندر

"تم وہی بھیم ناتھ ہو جو معصوم بچوں پر طاقت آزماتے ہو۔" رولوکا نے سیدھا سوال کر دیا۔

"میں کیا کرتا ہوں اس سے تم کو مطلب؟" بھیم ناتھ نے غصے سے کہا۔

"آرام سے بات کرو بھیم ناتھ، ہر کوئی معصوم بچہ نہیں ہوتا۔ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں تم یہ بات بھول رہے ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"تو کون ہے یہ بتا، تیرا ہی کریا کرم کرنا پڑے گا تو کچھ نہیں جانتا؟" بھیم ناتھ نے کہا۔

"میرا کریا کرم کرنے سے پہلے ذرا یہ تو بتا تیرے بھائی بند کہاں ہیں؟" رولوکا نے پوچھا۔

"وہ وہی ہیں جہاں ان کو لگایا گیا ہے۔" بھیم ناتھ نے جواب دیا۔

"بس یہ ہے تیری شکتی، تجھے پتہ ہی نہیں کہ تیرے بھائی بند میرے گرفتار ہو چکے ہیں۔" رولوکا نے بتایا۔

"کس کی مجال ہے کہ ان پر ہاتھ ڈالے۔" بھیم ناتھ بولا۔

"ارے تم ہاتھ ڈالنے کی بات کرتے ہو۔ وہ تو آنکھ والے ہونے والے ہیں اور ان کو پتہ چلنے والا ہے کہ تم نے ان کو غلط استعمال کیا ہے اور میں تم کو ان کی طرف سے ہوشیار کرنے آیا ہوں۔ اور تم مجھے ہی رعب دکھا رہے ہو۔ ارے کم عقل اپنے بچاؤ کا کچھ کر لے، ورنہ بھرے میں مارا جائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"ان کو گرفتار کرنے والا کون ہے؟" بھیم ناتھ کی آنکھیں اب اور رعب دار نہیں تھا۔

"ان کو میں نے گرفتار کیا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تجھے پتہ ہے وہ کتنی بڑی شکتی کے بھگت ہیں؟" ناتھ نے پوچھا۔

"مجھے پتہ ہی، مگر میں نے ان کو اس طرح پکڑ لیا جیسے مکھی مکڑی کے جال میں سے کیچوا پکڑا جاتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

Reading Corner
http://readingcornerpk.blogspot.com/

سب روڈولکا کو ہی قصوروار کہہ رہے تھے۔ سب سے اہم گواہ وہ دربان تھا۔ اس نے روڈولکا اور بھیم ناتھ کی ساری بات چیت سنی تھی۔ اس کو پولیس نے گرفتار کرلیا تھا اور حفاظت میں رکھا تھا۔ کیونکہ ایسے کیسوں میں چشم دید گواہ کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ دوسرے اس علاقے میں سب آبادی ہندوؤں کی ہی تھی اور روڈولکا ایک مسلمان کے بھروپ میں تھا۔ وہ گناہگار نہیں بھی تھا، جب بھی سب اس کو ہی گناہگار کہہ رہے تھے۔

مولوی جمال الدین ان کو ولیہ گڑھ میں نہیں ملا تو ان کا رخ دلی کی طرف ہوا اور پھر پولیس سہارنپور پہنچ گئی۔

وہاں پر پولیس بھی حیران ہوگئی۔ کیونکہ ہزاروں آدمی اس بات کے گواہ تھے کہ مولوی صاحب سہارنپور سے گئے ہی نہیں۔ ہر نماز میں وہ مسجد کے اندر تھے اور نماز پڑھا رہے تھے۔ آٹھ بجے سے ظہر تک وہ مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔

"ادھر ولیہ گڑھ میں گواہیاں مل رہی تھیں کہ دو تین روز سے نظر آرہے تھے۔

دھرم شالہ کے دربان اور دیگر لوگوں کا بیان بھی اہمیت رکھتا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ چشم دید گواہ تھے۔ معاملہ بڑا پیچیدہ ہوگیا اور بات ولیہ گڑھ سے نکل کر دلی تک آ گئی۔

دلی میں مسلمانوں کا دشمن گنگا دھر اور اس کے حواری اس بات کو لے اڑے — اور انہوں نے کسی نہ کسی طرح واردات کا رشتہ حکم وقار احمد سے جوڑ دیا۔ کیونکہ یہ بھی سہارنپور کے ہی تھے۔ واقعہ کی تحقیقات اونچے پیمانے پر ہونے لگی۔ مسلمان ایک طرف ڈٹ گئے اور ہندوؤں نے ایک ٹولی بنالی۔ سہارنپور کے وہ لوگ مسجد میں مولوی جمال الدین کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے وہ چشم دید گواہ تھے اور ان کی تعداد بہت تھی۔

دھرم شالہ میں جن لوگوں نے مولوی جمال الدین کو دیکھا وہ بہت تھے۔ جن لوگوں نے نہیں دیکھا تھا، صرف سنا تھا وہ بھی چشم دید گواہوں میں شامل ہوگئے۔

دھرم کا ہو، دھرم کے معاملے میں جذباتی ہوتا ہے۔ علاقائی دھرم ٹھیکیدار اس بات کو خوب ہوا دے رہے تھے۔ کیس عدالت میں جاچکا تھا اور اس کی جرح دلی کے بڑے بڑے وکیلوں کی خدمات حاصل کی جارہی تھیں۔ دھرم کے ٹھیکیدار پنڈت اخراجات کے لئے خوب زر کررہے تھے۔ اس طرح ان کے دونوں ہاتھوں میں آگئے تھے۔ مال بھی مل رہا تھا اور شہرت بھی ہو رہی تھی۔ وکیلوں اور ہندو مجسٹریٹ کی ملی بھگت سے مقدمہ دلی میں آ گیا تھا۔ مولوی جمال الدین کو کیس کرکے دلی لے آیا گیا تھا۔ ہندو اخبارات روز ایک کہانی چھاپ رہے تھے۔ مسلمانوں میں بھی بڑا جوش پورے دلی شہر کے مسلمان ایک آواز تھے۔ بڑے وکیلوں نے مفت پیروی کرنے کی پیش کردی تھی۔ حال ہندوؤں کا تھا۔

"یہ تو بہت بڑا کھڑاگ بن گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"فکر نہ کرو، گواہیاں شروع ہونے دو، دیکھیں گے۔" روڈولکا نے کہا۔

"مجھے صرف افسوس یہ ہے کہ جمال الدین چارہ بلاوجہ پریشانی میں مبتلا ہوگیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، یہ تو ہوا۔ مگر اس کا کوئی قصور نہیں ہے ولیہ گڑھ میں ہی تھا، اس بات کے ہزاروں گواہ ہیں۔ اس بات کی اہمیت کیا کم ہے۔" روڈولکا نے کہا۔

"اگر گواہوں کی اہمیت کی بات کرتے ہو گڑھ میں اس کی موجودگی کے گواہ بھی موجود ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں طرف کے گواہ ہے میں نے کہا۔

"تم اپنے ذہن کو پریشان نہ کرو، صرف جیل میں جاکر جمال الدین کو کہہ دو کہ وہ اپنے بیان پر رہے۔ وہی بیان اس کا سچا بھی ہے اور باقی سب کچھ کرلوں گا۔"

حالات کو کنٹرول کرنے کی خاطر انگلش گورنمنٹ نے فوراً کیس کی کارروائی شروع کردی۔ پہلی پیشی پر دھرم شالہ کے چشم دید گواہوں کو پیش کیا گیا۔

ہندو وکیل نے ایک پراثر تقریر کی اور پہلا گواہ دربان پیش کیا گیا۔ یہی گواہ وکیل کے خیال میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔

سرکاری وکیل نے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

"نند کشور میرا نام ہے جی۔"

"کب سے دھرم شالہ میں ہو؟"

"پانچ سال سے وہیں پر ہوں۔" وہ بولا۔

"دھرم شالہ میں کیوں رہتے ہو؟ کیا تمہارا گھر بار نہیں ہے؟"

"نہیں جی، میرا گھر نہیں ہے۔ گاؤں سے محنت مزدوری کرنے آیا ہوں، کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ دھرم شالہ میں مفت رہنے کو مل رہا تھا۔"

"جمال الدین کو تمہارے سامنے لایا جائے تو پہچان لو گے؟"

"خوب اچھی طرح پہچان جاؤں گا۔"

"اچھا یہ بتاؤ جمال الدین نے تم سے آتے ہی کیا بات کی تھی؟"

"اس نے بھیم ناتھ جی سے ملاقات کرنے کا کہا تھا۔"

"پھر تم نے کیا کہا تھا؟"

"میں گیانی جی کو بتانے اندر چلا گیا تھا جی۔"

"گیانی جی نے کیا جواب دیا تھا؟"

"انہوں نے ملنے سے انکار کردیا تھا۔"

"تو پھر جمال الدین نے کیا کیا؟"

"اس نے دوبارہ اطلاع کرنے کو کہا اور کہا میں سہارنپور سے نہیں آسکتا، کام ضروری ہے۔"

"تم پھر بھیم ناتھ کو بتانے گئے؟"

"ہاں گیا تھا۔ مگر گیانی جی بہت مجھ پر غصہ ہوئے اور چیلے میں آتا ہوں اور میرے آتے ہی وہ گیٹ پر آ گئے۔"

"وہ آتے ہی کیا بولے تھے؟"

"وہ آتے ہی غصہ سے بولے تھے۔ "بول میں بھیم ناتھ ہوں۔"

جمال الدین نے کہا تھا "تو وہی بھیم ناتھ ہے جو معصوم بچوں پر ظلم کرتا ہے۔ مگر ہر شخص معصوم بچہ نہیں ہوتا۔"

اس پر گیانی جی نے کہا تھا۔ "تو بول کون ہے؟ تیرا ہی کریا کرم کرنا پڑے گا۔"

"جمال الدین نے کیا جواب دیا تھا؟"

"میرا کریا کرم کرنے سے پہلے یہ بتا وہ تیرے اندھیرے کہاں ہیں؟"

گیانی جی نے جواب دیا تھا "وہ وہیں پر ہیں جہاں پرن کو لگایا گیا تھا۔"

جمال الدین نے کہا تھا۔ "بس یہی ہے تیری شکتی، تیرے وہ اندھے پیر گرفتار ہوچکے ہیں اور جلدی آنکھ والے ہوجائیں گے اور پلٹ کر تیری طرف آئیں گے تو اپنا بچاؤ کرلے میں تجھے خبردار کرنے آیا ہوں اور تو مجھ سے ہی لڑ رہا ہے۔"

یہ سن کر بھیم ناتھ جی کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا اور انہوں نے کہا تھا "ان کو گرفتار کرنے والا کون ہے؟"

جمال الدین نے بتایا تھا "ان کو میں نے گرفتار کیا ہے اور کیچوا کی طرح پکڑا ہے۔"

بھیم ناتھ نے اس پر حیرت سے کہا تھا۔ "میں نہیں مانتا، بھوانی کی شکتی اتنی کمزور نہیں ہوسکتی۔"

جمال الدین نے کہا تھا "میں کسی بھوانی کو نہیں مانتا۔ مگر تیری اب خیر نہیں ہے۔"

اس پر بھیم ناتھ بہت غصہ میں آ گئے تھے اور وہ کچھ پڑھنے لگے تھے مگر اس کے چند سیکنڈ بعد وہ بہت بڑی سے بگولے طوفان کی طرح دروازے سے اندر آئے اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں بھیم ناتھ جی کے بدن کے پرخچے اڑا دیئے۔ میں سب سے قریب تھا مگر یہ

READING SECTION
http://readingsection.blogspot.com/

سب کام تو پلک جھپکنے میں ہوا۔"

"کسی نے ان کو بچانے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں نے کہا نا کہ جتنی دیر میں بتا رہا ہوں شاید اس سے بھی کم وقت میں بھیم ہاتھ جی کے شریر کے پرزے اڑ گئے تھے۔"

"ان بندروں کے پاس ایسا کیا ہتھیار تھا؟"

"وہ دونوں بندر خالی ہاتھ تھے۔"

"اس دوران جمال الدین کیا کرتا رہا؟"

"وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔"

"اس نے بندروں کو کوئی اشارہ کیا تھا؟"

"میں نے نہیں دیکھا۔"

"وہ پریشان نظر آتا تھا یا خوش تھا؟"

"پتہ نہیں جی، ہماری تو اپنی حالت خراب تھی۔ اور دھرم شالہ میں جن لوگوں نے یہ منظر دیکھا تھا سب کی حالت خراب تھی۔"

"تم سب لوگوں نے جمال الدین کو پکڑا نہیں۔"

"اس طرف کسی کا دھیان نہیں تھا۔ جب ہمارے ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو جمال الدین نہیں تھا۔ اس کی تلاش میں لوگ دوڑے تھے مگر وہ نہیں ملا۔"

درمان نند کشور نے پوری سچائی سے اپنا بیان دیا۔ اس کے بیان کے دوران بعض مقامات پر ہندوؤں کے وکیلوں میں بے چینی نظر آئی مگر نند کشور نے وہی بیان دیا جو اس نے دیکھا تھا، سنا تھا۔ دوسرے گواہوں نے اس سے ملتے جلتے بیانات دیے۔ کسی گواہ نے نہیں کہا کہ اس نے جمال الدین کو حملہ کرتے دیکھا ہو۔ سب نے بندروں کے حملے کی بات کی تھی۔

اس کے بعد سہارنپور کے گواہوں کا سلسلہ شروع ہوا اور ٹھوس ثبوت کے ساتھ انہوں نے ثابت کیا کہ مولوی جمال الدین سہارنپور سے باہر گئے ہی نہیں۔

عدالت نے پولیس کو ایک الٹی میٹم آرڈر یہ دیا کہ وہ ان دو بندروں کو تلاش کر کے عدالت میں پیش کریں، کیونکہ انہوں نے بھی بھیم ہاتھ کو ہلاک کیا ہے۔ انگریز جج صاحب کا خیال تھا کہ یہ بندر نہیں تھے۔ بندروں کے روپ میں آئے تھے اور بہت تیز دھار ہتھیار ان کے پاس تھے۔

ہندو وکیل تو کچھ کچھ معاملے کی پراسراریت سمجھ رہے تھے۔ ایک ہی شخص کا دو جگہوں پر موجود ہونا ثابت کرتا ہے۔ مگر جج صاحب کو کون سمجھاتا کہ وہ بندر نہیں بلکہ وہ کسی منتر کی بیر تھے اور بہت سخت بپھرے ہوئے تھے۔ بھیم ہاتھ نے ان کو غلط استعمال کیا تھا، ان سے طاقت کیو پاس بھیج دیا تھا۔ اب وہ اس کے غلام تھے۔ کا مطلب تھا جمال الدین بہت بڑی طاقت تھا اور بھی جادو کی طاقت۔

وکیل رام مورتی دلی کا بہت نامی گرامی وکیل اسی لئے ہندوؤں نے اس کو یہ کیس دیا تھا۔ مگر بڑی گھم مر رہی تھی۔ اگر یہ کوئی جادوئی چکر کیس جادو کر نہیں ہو سکتا۔ نند کشور کے بیان پر کسی مسلمان نے اعتراض نہیں اٹھایا۔ دوسرے نند کشور کا بیان مسلمان کے حق میں ہی نظر آتا ہے۔ ہندوؤں کی گرفت پر بہت کمزور ہے۔ وہ کس جرم میں جمال الدین کو سکتے ہیں۔ پولیس قاتل بندروں کو تلاش کرتی مسلمان وکیلوں نے مولوی جمال الدین کی صفائی اور وہ میرے مکان پر آ گئے۔

میں نے مولوی جمال الدین سے معذرت پریشانی کی وجہ ان کو بتائی کہ اصل میں دشمنی تو اور تم بلاوجہ ہی لپیٹ میں آ گئے ہو۔ رولوکا نے کہ اس کا ذکر کسی مقام پر نہ آئے۔ اس لئے کردار کو گول کر لیا۔

"ساری بات درست، مگر وہ کون تھا جو میں گیا تھا؟" وہ حیرت سے بولے۔

"تم کو پتہ ہے آج کل میک اپ کتنی ہے، ہو گا کوئی۔" میں نے کہا۔

"اچھا اور وہ بندر؟" وہ پھر بولے۔

"امان کس چکر میں پھنس رہے ہو۔

کر رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"میاں وقار احمد میں اتنا نادان بھی نہیں ہوں کہ تیرے بہلاوے میں آ جاؤں۔ ایک کڑی نہیں ہے۔ زنجیر کے درمیان سے ایک کڑی نکال دی جائے تو زنجیر نہیں بنتی۔ اسی طرح اس کیس میں بھی ایک کڑی غائب ہے اور اسی وجہ سے سارے وکیل، پولیس اور جج کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پا رہے ہیں اور میرا خیال ہے تم اس کڑی کو جانتے ہو، کیا خیال ہے؟" جمال الدین نے کہا۔

"یار تمہاری بال کی کھال اتارنے کی عادت گئی نہیں۔ میں رہتا ہوں دلی میں، تم نے دیکھا ہے میرا مطلب ہے مجھے کب فرصت ہوتی ہے کہ میں فالتو میں کچھ سوچ سکوں۔ میں نے آج تک دلیپ کمار کو نہیں دیکھا۔ میں نے کبھی گیانی بھیم ہاتھ کو دیکھا نہیں، نام تک نہیں سنا تم مجھے زنجیر کی کڑی بنائے دے رہے ہو۔ اگر میرا نام کہیں پڑا بھی ہے تو وہ میرا ایک ہم پیشہ وید گنگا دھر کی ہے۔ وہ مجھے ہر اس جگہ گھسیٹ لیتا ہے جہاں میرا کچھ نقصان ہوتا ہو۔" میں نے کہا۔

"چلو مان لیتا ہوں۔" جمال الدین نے کہا۔

"پھر جمال الدین سہارنپور روانہ ہو گئے۔ ان کو ہوائی میں روکنے کا کسی کے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ پولیس تو بندروں کی تلاش کی وجہ سے پریشان تھا۔ ہندو وکیل نند کشور کے بیان سے نقطے پڑ گئے تھے۔ وکیل رام مورتی نے بھی سمجھ لیا تھا کہ یہ ماورائی کیس ہے اور پولیس کی اس کیس کو حل کرنے پر مجبور تھی۔ وہ مولوی جمال الدین میں سے کوئی نہ کوئی اصلی تھا، اس کا فیصلہ بھی آسان نہیں تھا۔ جو لوگ اس کیس کو دیکھ رہے تھے ان کی سمجھ میں بھی اس کی پیچیدگی آ گئی تھی، گتھیاں اتنی تھیں کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور آہستہ آہستہ لوگوں کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے۔

رولوکا نے کہا تھا کہ تم صرف تماشہ دیکھو۔ اس لئے خاموش تھا۔ رولوکا کی نظر بہت دور تک تھی۔ مگر وہ دور تھا، میں رولوکا سے پوچھنا چاہتا تھا۔ حالانکہ مجھے اندازہ تھا کہ یہ وہی ہیں جو رولوکا نے بچوں کے جسم سے نکالے تھے۔

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ یہ وہ ہی ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"پھر یہ اب تمہارے کنٹرول میں ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"تمہارے سمجھانے کو بتا رہا ہوں۔ میں نے اپنے علاقے میں ایک ایسی جگہ بنائی ہے جہاں پر بگڑوں کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ تم یہ سمجھ لو کہ وہ ایک اسکول ہے مگر اس میں انسان نہیں پڑھتے بلکہ ارواح خبیثہ کے بگڑے ہوئے آتے ہیں اور چند روز میں سیدھے ہو جاتے ہیں اور جو سیدھے نہیں ہوتے وہ خدمت ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان دونوں کو وہاں پر ہی بھیجا تھا اور وہ سیدھے ہو کر آ گئے۔ وہ بھوانی دیوی کے بیر ہیں۔ مگر اب ان پر سے بھوانی کا کنٹرول ختم ہو چکا ہے۔"

"بھوانی ہندوؤں کی ایک بہت طاقت ور دیوی ہے۔ تم اس کو جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں کسی بھوانی کو نہیں جانتا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہ بات تمہارے لئے نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں صرف اس کو جانتا ہوں جس نے یہ ساری کائنات بنائی ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میں تم کو اپنی معمولی سی معلومات کے مطابق بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں ضرور بتاؤ ـــ میں سن رہا ہوں۔"

"پاربتی دیوی پہاڑوں میں رہتی ہے۔ ان کی ہندی دیو مالا کے مطابق وہ پہاڑوں کی بیٹی ہے۔ اس کے شوہر کا نام شیو بھگوان ہے۔ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی پر ان کا قیام ہے۔ پاربتی کی شکل میں اس کے دو روپ ہیں۔ ایک میں وہ رحم دل، حسین اور خوبصورت نظر آتی ہے۔ اس روپ میں اس کے کئی نام اور بھی ہیں۔ مثلاً اوما، گوری اور

بھوانی۔ دوسرے روپ میں وہ درگا اور کالی ماتی کہلاتی ہے۔ یہ سب روپ پاربتی کے ہی ہیں۔ اس کے کچھ نام اور بھی ہیں۔ مثلاً بھیروی، بھگوتی، ایشوری، گرجا، جیا اور ستی۔ مگر ہندو اس کی پوجا درگا ماتی کی حیثیت سے زیادہ کرتے ہیں اور درگا کے اس پر ایک تہوار درگا پوجا کے نام سے ہے۔ اس کو جہاں رحم دل ظاہر کیا گیا ہے وہیں پر ظالم بھی بتایا گیا ہے۔ اس کو بے انتہا طاقت کا مالک بتایا گیا ہے۔" میں نے بات ختم کی۔

"مگر میرے دوست، میں ان باتوں پر اعتبار نہیں کرتا۔ میرا خیال اس ہندو قوم کے لئے کچھ اور ہے۔" رولو کانے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہندوستان میں جو ہندو ہیں یہ لوگ یونان اور مصر سے گروہوں کی شکل میں ہندوستان میں آئے تھے۔ یہ لوگ سمندر کی طغیانیوں سے پریشان سے تھے اور خشک زمین کی تلاش میں تھے، انہوں نے اس سلسلے میں بہت طویل سفر کئے اور یہ لوگ آریوں کی حیثیت سے ہندوستان میں آئے۔ یہ لوگ قدرآور اور ہندوستان کے قدیم باشندوں سے زیادہ عقل و شعور اور لڑائی کے ہتھیار رکھتے تھے۔ اس لئے مقامی لوگوں پر چھا گئے۔ اپنی برتری اور اقتدار قائم کرنے کے لئے دیوی دیوتاؤں کے نام استعمال کئے اور دیوی دیوتاؤں کا مذہب پھیلایا اور انسانوں کو طبقوں میں تقسیم کر دیا۔ خود اپنے لئے انہوں نے برہمن پسند کیا، کیونکہ یہی اعلیٰ ترین تھا۔ یہ لوگ مندر بنا کر اور فرضی دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں سجا کر بیٹھ گئے اور سب پر لازم کر دیا کہ وہ ان کو مانیں تو اس طرح برہمن اعلیٰ ترین ذات بن گیا۔ اس طرح اس کو بہت سی مراعات اور آسانیاں بھی دی گئیں۔ مثلاً اس کو سزا نہیں دی جا سکتی، خود اس کا گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، آریوں نے کتنی ہوشیاری سے خود کو محفوظ کر لیا۔ دوسرے نمبر پر کھتری بنائے گئے۔ ان کو بڑی ذمہ داری یعنی راج پاٹ دے دیا گیا اور ذمہ داری برہمن سے زیادہ دے دی گئی۔ تیسری قوم شودر بنائی گئی اور ان کو زراعت پر لگا دیا گیا کہ تم زمین آباد کرو محنت کرو اور برہمن یعنی آریوں کو خوش حال کرو۔ ہندوستان کے قدیم باشندے جو بھیل کہلاتے تھے ان سب کا غلام بنا دیا گیا اور وہ شودر کہلائے۔ یہی افریقہ میں بھی پھیلایا گیا۔ سوتاریوں کو دبایا گیا، غلام اور یہ ساری کارستانی آریوں کی ہے۔ اور ان کے دیوتا سب فرضی ہیں۔ ایسی ایسی کہانیاں بنائی گئیں جو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ تم نے جس پاربتی کا حال بتایا اپنے میل سے انسان پیدا کرتی تھی اور ان کے شوہر جب ان کے بنائے انسان کا سر کاٹ دیا تو پاربتی اسرار پر ہاتھی کے بچے کا سر جوڑ دیا گیا اور وہ گنیش دیوتا بن گئے۔ کیا دنیا کے کسی مذہب میں ایسی بے تکی کہانیاں ہیں؟" رولو کانے کہا۔

"مگر یہ دیوی دیوتا اگر فرضی ہیں تو پھر وہ کس انداز میں طرح ہوتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ سوال تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ ہزاروں سال پہلے جب یہ آریائی لوگ ہندوستان میں وارد ہوئے وقت یہاں پر بہت زیادہ جہالت تھی۔ اس دور میں رسوم ان میں رائج تھیں۔ آریاؤں نے جب طبقے بھی ان رسوم کو ختم نہیں کی بلکہ ان کو اور بڑھاوا دیا لوگ جہالت سے باہر نہ آ سکیں۔ اس قوم کی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اپنے دور جہالت کی اساطیر کو فراموش نہیں کر سکی۔ پھر شاید ہوا یوں کہ جو بت یا دیوی کے نام کے بنائے تھے وہ ان کو ہی پوجتے یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ دنیا میں رب کائنات کی علاوہ بھی ایک طاقت کام کرتی ہے۔ اس کے بہترین موقعہ تھا۔ اگر پتھر اور مٹی کے بت بے اثر کتنے عرصہ قائم رہ سکتے تھے تو اس دوسری طاقت بے اثر نہیں رکھا اور ہر دیوی دیوتا کے روپ شیطانی نمائندہ لگا دیا۔ اس طرح یہ شیطانی ٹولہ سال سے اس قوم کو غلط راستے پر چلا رہا ہے۔ کو پیچھے چھوڑنے کے بعد بھی یہ لوگ انہیں رسوم

پر قائم ہیں۔ علم حاصل کر لینے کے بعد اور سرحدیدہ کو دیکھ کر میں کو اپنے لئے صحیح راستے کا تعین کرنا چاہئے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور جن لوگوں نے اپنی عقلی مان لی اور درست سمت چلنے لگے وہ لوگ ناستک کہلائے۔ اور ہندو مت شر نے ان کو قبول نہیں کیا۔"

رولو کا خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ "تمہاری معلومات اور تجربہ بہت زیادہ ہے۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ میری عمر کا زیادہ حصہ علم حاصل کرنے میں اور تجربے کرنے میں گزرا ہے۔ تم دیکھنا یہ شیطانی ٹولہ جو مندروں میں پوجا جا رہا ہے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا کیونکہ میں ان کی اصلیت اور طاقت کو جانتا ہوں۔ میرے سامنے وہ آئیں گے ہی نہیں اور اگر آ گئے تو توبہ کریں گے۔ میں بڑا بول تو نہیں بول رہا صرف حقیقت بتا رہا ہوں۔ میرے پاس صرف ایک طاقت ہے اور وہ ہے اس دنیا اور کائنات کو بنانے والے کی اور میں امید دعا ہے اس سے کہ اس طاقت کو انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کروں گا۔"

"اور میں خدا سے دعا کروں گا کہ تم اس میں کامیاب رہو۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"اس پوری دنیا میں تم میرے پہلے دوست ہو۔" رولو کانے کہا۔

"اچھا اب ذرا کیس پر بھی روشنی ڈالو۔ آگے کیا صورت ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، مدد نہیں ہوگی۔ کیونکہ دربان نند کشور چوہان اور دھرم شالہ کے دوسرے لوگوں کے بیانات کے بعد اس کیس کو ختم ہی کر دیا ہے۔ پولیس اور جج کے لئے کچھ سوالات حل طلب ہیں۔ وہ ان کو حل نہیں کر سکیں گے اور کیس داخل دفتر کرنا پڑے گا۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اس طرح کہ دربان نند کشور ہندوؤں کا گواہ تھا اس کو دیہان نہیں دینا تھا جو اس نے عدالت میں دیا، ایک نیا بیان یاد کرایا گیا تھا۔ اس بیان میں جمال

الدین کو حملہ کرتے اور گرپانی بھیم ہاتھ کو قتل کرتے ہوئے ہندو کشور خود یہ چاہتا تھا کہ جمال الدین پر قتل جرم ثابت ہو جائے۔ اس کے ساتھ وہاں پر سب لوگوں کو اس کے بیان کی تائید کرنا تھی۔ مگر جب وہ بیان دینے عدالت میں گیا اور اس نے بیان دینا شروع کیا تو وہ وہی باتیں کرتا گیا جو حقیقت تھی۔ اس کو جو پڑھایا گیا تھا وہ اس کی زبان سے ادا نہیں ہوا۔ حالانکہ اس نے کوشش کی۔ اپنے دماغ کو استعمال کرنا چاہا تھا۔ اس کے بعد سارے گواہوں نے اپنی بات کی تائید کر دی۔ اس طرح جمال الدین صاف بچ گئے۔ اب رہی بندروں والی بات تو یہ بھی سن لو کہ جج کے دماغ میں یہ بات سما گئی کہ قاتل دو بندر ہیں، سزا ان کو ملنا چاہئے۔ ان کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اس نے پولیس کو لگا دیا اس کام پر۔" رولو کانے کہا۔

"اس کا مطلب ہے تم نے کام دکھا دیا۔"

"ضرورت جیسی تھی ویسا ہی کیا۔" رولو کانے کہا۔

"اور یہ بھوانی والا معاملہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھ سے بھوانی پوچھے گی تو میں جواب دوں گا، ورنہ میرا کوئی جھگڑا کسی سے نہیں ہے۔" رولو کانے کہا۔

"اس کے دو کارندے تو تمہارے پاس ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں اور میں ان کو واپس بھی کر دوں گا، مگر وہ ان کو واپس نہیں لے گی۔" رولو کانے کہا۔

"کیوں اپنی چیز نہیں لے گی؟"

"گھوڑا الٹھڑا ہو جائے تو مالک اس کے ساتھ کیا کرتا ہے؟" رولو کانے کہا۔

"اگر شریف ہوا تو تھان پر کھڑا کر کے کھلاتا ہے۔ خود غرض ہوا تو چھوڑ دیتا ہے کہ کام کا تو رہا نہیں۔" میں نے کہا۔

"یہی حال ان دونوں کا ہے۔ اب وہ دونوں بھوانی کے مطلب کے نہیں ہیں۔ وہ کام کریں گے مگر وہ کام نہیں کریں گے جو وہ کراتے رہے ہیں۔" رولو کانے

READING ZONE
http://readingzone.blogspot.com

کہا۔

"پھر کیا کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ میری مرضی کے کام کریں گے۔" رولو کا نے کہا۔

"مگر میرا خیال ہے تمہارا ٹکراؤ ضرور ہوگا۔" میں نے کہا۔

"میں اپنا کام کرتا ہوں، خود کسی سے ٹکراتا نہیں۔" رولو کا نے کہا۔ اور چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

گنگا دھر نے دلی کے سارے ہندوؤں کو جمع کر رکھا تھا۔

"میں تو کہتا ہوں یہ تو کچھ نہیں ہوا۔ سارے وکیل بے کار ہو گئے۔ یہ نند کشور بک تو نہیں گیا؟" گنگا دھر غصہ سے سب سے مخاطب تھا۔

"ویدجی یہ کوئی اور ہی چکر لگتا ہے۔" سری رام سیٹھ بولے۔

"کیا چکر، کچھ بتاؤ تو۔" گوبند ھدلی نے پوچھا۔

"نند کشور کٹر ہندو ہے، وہ ہندو جاتی کے خلاف بیان دے ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر جب وہ عدالت میں بیان دینے آیا تو اس کو صرف وہی باتیں یاد رہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں اور کانوں سے سنی تھیں۔ وکیلوں کے رٹائے بیان وہ بھول گیا اور فر فر وہی کہتا گیا۔"

"بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے۔" گنگا دھر گردن ہلا کر بولے۔

"بات تو سب کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ مگر ہائے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔" سری رام نے کہا۔

"ارے بھیا، میری کھوپڑی تو اس وقت بھک سے اڑ گئی جب جج نے بندروں و عدالت میں پیش کرنے کا حکم پولیس کو دیا۔ یہ کوئی عقل کی بات ہے، ارے سارے بندر ایک جیسے ہیں۔ کیسے پتہ چلے گا کہ قاتل بندر کون ہے؟" جگن ناتھ چترت بھی بولے۔

"یہ سب تو ہوا، اب آگے کی سوچو۔" گنگا دھر بولے۔

"معاملہ ہندو جاتی کے وقار کا ہے۔ اگر کیس ہار گیا تو کیا رہ جائے گا۔ ہم سب کو مل کر ہی کچھ کرنا ہے۔ اکیلے گنگا دھر کچھ نہیں کر سکیں گے۔" جگن ناتھ نے کہا۔

"پہلے میری جان کو ایک حکیم چاٹ رہا تھا، اب دوسرا مولوی آ گیا۔ بلکہ میں یوں کہوں کہ دو مولوی آ گئے کیا فلط ہے۔ مجھے تو یہ بہت بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔ ایک آدمی دو شہروں میں موجود کس طرح ہو سکتا ہے۔" گنگا دھر ماتھا ٹھونک کر بولے۔

"بات تمہاری سمجھ والی تو ہے۔ مگر میں سہارنپور میں اپنے طور پر کھوج کرائی ہے۔ سہارنپور سے باہر گیا ہی نہیں۔ یہ بات میں نے ہندو سے پتہ کرائی تھی، کیونکہ مسلمان تو وہی کہیں گے جو مولوی کے فائدے کی بات ہوگی۔ مگر ہندو بھی گواہی دیتے ہیں کہ مولوی جھوٹ نہیں بول رہا۔" سری رام سیٹھ نے کہا۔

"سیٹھ جی تم مولوی سے کچھ متاثر معلوم ہوتے ہو۔" گنگا دھر نے پوچھا۔

"ویدجی دشمنی اپنی جگہ مگر حقیقت یہی ہے، اس کو نہ مانو۔" سری رام سیٹھ نے جواب دیا۔

"اگر سب یہ مان لیں گے تو جانور مسلمان تو گناہ ہو جائیں گے اور پولیس بندر ڈھونڈتی رہے گی۔ حکیم میری چھاتی پر مونگ دلتا رہے گا۔" گنگا دھر منہ بنا کر بولے۔

"میں آپ کے جذبات کو سمجھ رہا ہوں ویدجی۔" جگن ناتھ چترت بولے۔

"تو پھر کوئی طریقہ سوچو، ایک سلجھی دلی میں ڈوب گیا تو سمجھو پھر نہیں اٹھ سکے گا۔" گنگا دھر نے کہا۔

"اس کا ایک یہی ہے کہ پھر کوئی ایسا آدمی ڈھونڈا جائے جو یہ پتہ کرے کہ مولوی دو جگہوں پر تھے اور وہ بندر کون تھے۔ جب یہ پتہ چل جائے تو مقدمہ آگے بڑھایا جائے۔ اندھیرے میں رہ کر ہم کوئی کام نہیں کر سکیں گے۔" سری رام نے کہا۔

"تمہاری بات کھوپڑی میں آتی ہے۔ مگر میں چھ ہزار خرچ کر چکا ہوں، اور کچھ نہ ہوا۔" گنگا دھر نے جواب دیا۔

"تم خرچ کی فکر نہ کرو، ہم سب مل کے گزارے کر لیں گے۔ تم صرف ایسا آدمی تلاش کرو۔" سری رام نے کہا۔

"اس کام کے لئے میں دس ہزار روپے دیتا ہوں۔" جگن ناتھ چترت نے پہل کر دی۔

اور پھر سب نے اپنی اپنی رقمیں گنگا دھر کو تھما دیں اور گنگا دھر کا سینہ چوڑا ہو گیا۔

سب لوگوں کو جمع کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ عدالتی کام اور دیگر اخراجات کے لئے رقم کی ضرورت تھی، وہ خود بھی یہ سب اکیلے کر سکتا تھا، مگر آخر ذات کا بنیا تھا۔ اس کو اس کی لاج بھی تو رکھنا تھی۔ سب کے جانے کے بعد اس نے سوچا۔ "پہلے حکیم کو دیکھنا ہے، کیونکہ دراصل وہی اس کا رقیب ہے۔ اس کے بعد مولوی کو دیکھا جائے گا۔"

☆ ☆ ☆

کنگوتی بھی ہندوؤں کی ایک یاترا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے دریائے گنگا نکلی ہے۔ پہاڑی علاقہ ہے اور جگہ جگہ مندر بنے ہوئے ہیں۔ یاتریوں کے علاوہ وہاں سیاح بھی روز یہاں آتے ہیں۔ ہر طرف پہاڑ اور ہریالی ہے۔ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ گرمی کے موسم میں یہاں کچھ رونق ہے ہندوستان سے لوگ آتے ہیں۔ کچھ صرف عبادت و ریاضت کرنے آتے ہیں۔ یہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جاتے ہیں۔ یہاں پر درختوں اور پہاڑوں کی گپھاؤں میں وہ چلے جاتے ہیں اور دنیا کی نظروں سے روپوش ہو جاتے ہیں۔ جو یاترا کرنے اور تفریح کرنے آتے ہیں وہ لوگ نیچے چلے جاتے ہیں۔ سرکاری بسیں اور گاڑیاں یہاں پر دن میں چلتی ہیں، کیونکہ رات میں وہاں کی سڑکوں پر گرنا بہت خطرناک ہے، کیونکہ سڑک پر رات میں پھسلن زیادہ ہوتی ہے۔ ذرا سی غلطی ہزاروں فٹ گہرائی میں پہنچا دیتی ہے۔

رات گزارنے کو یہاں پر کوئی بڑا ہوٹل یا ٹھکانہ نہیں ہے۔ کچھ مقامی لوگ اپنے گھروں پر مسافروں کو رکھ لیتے ہیں۔ مگر وہ لوگ زیادہ عرصہ کسی کو نہیں رکھتے، کیونکہ وہاں کے لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ شہری لوگ کردار کے خراب ہوتے ہیں۔ یہاں پر حسن بہت ہے۔ جھرنے حسین ہیں، وادیاں حسین ہیں۔ رنگ برنگے پرندے حسین ہیں، تو پھر یہاں کے باشندے کیوں نہ حسین ہوں گے۔ پردے کا رواج نہیں۔ مقامی عورتیں اور لڑکیاں مندروں میں جاتی ہیں اور شہری لوگ جو بناوٹی حسن دیکھ کر شہروں سے آتے ہیں وہ اس اصل اور قدرتی حسن کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتے ہیں اور یہاں کی بھولی بھالی لڑکیوں کو سبز باغ دکھا کر خراب کر دیتے ہیں۔ اس لئے یہاں کے باشندے شہری لوگوں کو پسند نہیں کرتے اور بڑی مجبوری کی حالت میں کسی کو ایک رات سے زیادہ اپنے گھر میں نہیں ٹھہراتے۔

گنگا دھر کو کنگوتی آنا پڑ گیا تھا۔ اس کو پتہ چلا تھا کہ یہاں پر ایک مہان پرش کسی گپھا میں موجود ہے۔ اس کے بارے میں صرف یہ پتہ چلا کہ وہ کالی کا داس ہے اور بڑی شکتی والا ہے۔ اس کا نام کرن مہاراج ہے۔ گنگا دھر کے لئے یہ امید کی کرن تھا۔ مگر اس کو تلاش کرنا تھا۔ گنگا دھر کے ساتھ اس کا ایک ملازم سندر لال بھی آیا تھا۔ سندر لال جوان آدمی تھا اور دیکھنے میں 25-30 سال کا لگتا تھا۔ نہایت چاک و چوبند اور حکم کا غلام۔

"اب تم ایسا کرو رہنے کا ٹھکانا بناؤ، پتہ نہیں کتنے دن رہنا پڑ جائے۔" گنگا دھر نے سندر لال کو پہلا حکم دیا۔

اور سندر لال جو خود بھی پہلی دفعہ یہاں آیا تھا نکل کھڑا ہوا۔ مگر دو گھنٹے کے بعد منہ لٹکائے ناکام واپس آ گیا اور بولا۔

"بہت مشکل ہے ویدجی۔ میری شکل دیکھتے ہی لوگ منع کر دیتے ہیں۔"

"کیوں تیری شکل ان کو اتنی بری کیوں لگتی ہے؟" گنگا دھر نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ وہ کسی جوان آدمی کو اپنے گھر میں نہیں ٹھہراتے۔" سندر لال نے جواب دیا۔

"کیوں کیا خرابی ہے اس میں؟" گنگا دھر بولا۔

"بس ان کو شہری لوگوں کے چال چلن پر بھروسہ نہیں ہے۔ یہ کام تم کو خود ہی کرنا پڑے گا۔" سندر لال بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے تو میرے ساتھ چلنا۔ ارے دو چار روز کی تو بات ہے۔"

اور گنگا دھر نے بڑی مشکل سے ایک مکان میں ٹھکانہ حاصل کر لیا۔ دو بوڑھا بڑھے اس مکان میں رہتے تھے۔ کوئی جوان عورت وہاں پر نہیں تھی۔ کھانا پینا خود کرنا تھا۔ گنگا دھر کیا کرتا، مجبوری تھی۔ دوسرے ہی روز سے اس نے کرن مہاراج کی تلاش شروع کر دی۔ پہاڑوں کے اوپر اس نے سندر لال کو بھیج دیا اور خود آبادی میں اور ارد گرد کے علاقے میں تلاش کرنے لگا۔

دو روز کے بعد سندر لال نے بتایا کہ ایک گپھا میں پتہ چلا ہے کہ ایک بابا رہتا ہے۔ مگر وہ باہر نہیں نکلتا۔ گپھا کے اندر اندھیرا ہے۔ میں اندر تو جاؤں گا نہیں، بس یہ کر سکتا ہوں کہ گپھا کے دروازے پر کھڑا رہوں اور ان کے نکلنے کا انتظار کروں۔" سندر لال نے کہا۔

"چل تو یہی کر لے۔ تو صرف ان کے باہر آنے جانے کا پتہ کر کہ وہ کب باہر آتے ہیں۔ پھر میں خود ان سے بات کر لوں گا۔" اور سندر لال جم کر گپھا کے سامنے بیٹھ گیا۔

دوسرے روز اس نے بتایا کہ وہ دن کے بارہ بجے باہر آتے ہیں اور ضروریات پوری کر کے پھر اندر چلے جاتے ہیں۔ میں نے چھپ کر دیکھا ہے۔ ایک آدمی ان کو کھانا وغیرہ پہنچاتا ہے۔

اگلے دن گنگا دھر نے تیاری کی، کچھ پھل فروٹ اور کھانے کا سامان لے کر بارہ بجے سے پہلے ہی پہنچ گیا۔ بارہ بجے کے بعد ایک انسانی ڈھانچہ اندھیری گپھا سے نکل آیا۔ اس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے۔ چہرے کا بیشتر حصہ بالوں سے چھپا ہوا تھا۔

گنگا دھر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس ڈھانچے نے سرخ سرخ آنکھوں سے گنگا دھر کو دیکھا اور اس سے کٹ کر دوسری جانب جانے لگا۔ گنگا دھر پھر اس کے سامنے آ گیا اور عاجزی سے بولا۔

"مہاراج بڑی آس لے کر آیا ہوں۔" اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہا۔

"ابھی جانے دے، آتا ہوں۔" اور وہ آگے بڑھ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلا گیا۔

گنگا دھر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ ایک گھنٹہ کے بعد کرن مہاراج واپس آ گئے۔

گنگا دھر نے آگے بڑھ کر پھل فروٹ ان کی نذر کر دیے۔

مہاراج نے وہ سب سویکار کر لئے اور بولے "کیا بات ہے؟"

"بڑی پریشانی میں آیا ہوں۔ گھور اندھیر ہمارے ساتھ ہوا ہے۔" گنگا دھر بولا۔

"بتا تو، پھر پتہ چلے۔" کرن مہاراج نے پوچھا۔

اور گنگا دھر نے تمام کہانی کرن مہاراج کو سنا دی۔

"اب تو کیا چاہتا ہے؟" کرن مہاراج نے پوچھا۔

"یہ ہندو جاتی کی عزت کا معاملہ ہے۔ دوسرے یہ اتنا پیچیدہ ہے کہ ہماری عقل کام نہیں کر رہی۔ اس معاملے میں بھی پردہ اٹھانا ضروری ہے۔ یہ کام صرف آپ ہی شکتی مان ہی کر سکتا ہے۔" گنگا دھر بولا۔

"دیکھو بچہ ہر کام کا سے ہوتا ہے اور ابھی اس کو تم کرنے کا سے نہیں ہے۔ دوسرے میں ایک جاپ کر رہا ہوں۔ اس میں اٹھنے کی صرف اتنی اجازت ہے کہ میں اپنے ضروری کام کر لوں، تم واپس چلے جاؤ۔ تم نے یہ اور میں نے سن لیا۔ جب کام کا وقت آئے گا میں تم کو تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تین مہینے تم کو رکنا پڑے گا۔ اگر نہ رکنا چاہو تو تم جانو۔" اور کرن مہاراج گپھا میں چلے گئے اور گنگا دھر واپس دلی آ گیا اور اس نے اپنے

Rolling ONLINE
www.rollingonline.com

پوجتے ہیں اور چرندوں کو ماں باپ کہتے ہیں اور پرماتما تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہر ذات کے بھگوان ہیں۔ شودر کا بھگوان اسی مندر میں ہے جہاں شودر اس کو پوجتے ہیں۔ وہ کسی اور ذات کے بھگوان کے پاس پوجنے نہیں جا سکتا۔ اگر غلطی سے بھی چلا گیا تو جان سے۔ بڑی ذات کا بھگوان بہت جلد بھرشٹ گندہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ مندر میں رہنے کے لائق نہیں رہتا۔ اسی لئے اس مذہب کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔

رولوکا کو اس کے کارندے نے سب کچھ بتا دیا۔

"تمہارا یہ کارندہ شاید شہر میں ہی تمہارے پاس ہے، واپس نہیں گیا؟" میں نے پوچھا۔

"میرے کارندے ہر جگہ ہیں۔ کیونکہ نیکی بدی ہر جگہ ہے۔ میں کسی کو کام پر نہ لگاؤں تو بھی کرتے ہیں۔ بہت کچھ یہ اپنے طور پر بھی کرتے ہیں میرے اشارے پر بھی کرتے ہیں۔"

"مہاراج کرن کے بارے میں بتاؤ وہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک شیطان کا چیلا ہے اور اس شیطان کا کالی دیوی ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"کالی تو پاربتی دیوی کا ہی ایک روپ ہے۔ کہیں پر مہربان اور حسین ہے اور کہیں پر اس کا یہ روپ سمجھ میں نہیں آتا۔" میں نے پوچھا۔

رولوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ "تم اچھے سوالات کرنے لگے ہو۔"

"تم نے جواب نہیں دیا۔" میں نے پھر کہا۔

"یہ انسانوں کو چکر میں ڈالنے کے لئے ہے۔ کسی ہندو سے اس کی وجہ پوچھو، وہ تم کو کوئی عقیدت بھرا جواب دے گا۔ تمہاری عقل اس جواب کو مانے نہ مانے، اس سے اس کو کوئی غرض نہیں ہوگی۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ یہ سب فرضی داستان ہے، پہاڑوں کی بیٹیاں نہیں ہوتیں۔ اگر پہاڑوں کی اولاد کو تسلیم کر لیا جائے تو وہ پہاڑی اولاد ہوگی۔ شیر کی اولاد شیرنی ہوتی ہے۔ کتے کی اولاد کتا ہوتی

ہے۔ اور درختوں کو بھگوان بنا لیتے ہیں۔ حشرات الارض کو

دی تھی۔ مہاراج کرن کا ٹھکانہ، گنگا دھر کی ملاقات اور جو بات چیت ان کے درمیان ہوئی سب رولوکا کو پتہ چل گئی۔

مہاراج کرن بہت پہنچا ہوا گیانی تھا۔ کالی دیوی کا سیوک تھا۔ ہزاروں منتروں کو یاد تھے۔ وہ جادو کی ابتدائی سیڑھیاں بہت پہلے چڑھ چکا تھا اور نویں درجے پر تھا۔ یہاں پر کالی دیوی کو خوش کرنا ہوتا ہے اور کب دیوی مہربان ہوتی ہے، انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے بار بار منتر پڑھنے پڑتے ہیں اور دیوی کو خوش کرنے کو وہی کام کرنا پڑتے ہیں جن سے دیوی خوش ہوتی ہے۔ کالی دیوی ظلم اور جنس کو پسند کرتی ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں وہ وہ کام پسند کرتی ہے جو کام شیطان پسند کرتا ہے۔ اس کے مندروں میں نشہ آور اشیاء کا استعمال عام ہوتا ہے اور مرد عورت کے ملاپ کا خاص انتظام ہوتا ہے۔

کالی کا بت کالے پتھر کا بنایا جاتا ہے۔ اگر پتھر کالا نہ ہو تو اس پر رنگ کر دیا جاتا ہے۔ چہرہ نہایت ڈراؤنا بناتے ہیں۔ زبان باہر نکلی رہتی ہے اور اس پر سرخ رنگ کیا جاتا ہے۔ آنکھوں کو بھی بھیانک بنانے کے لئے رنگ کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کی کانتیں پھیلی ہوئی دکھائی جاتی ہیں اور نازک حصوں کو بہت نمایاں کیا جاتا ہے اور پھر کیلیڈر رنگ سے ان کو اور نمایاں کیا جاتا ہے۔ ایک ہاتھ میں انسانی کھوپڑی اور دوسرے ہاتھ میں تلوار نظر آتی ہے جس سے خون ٹپکتا دکھایا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تخی نظام اور عیاش ہے۔

وہ انسانوں کی بھینٹ لیتی ہے اور کنواری لڑکیوں کی عزت اس کے مندر میں لوٹی جائے تو خوش ہوتی ہے۔ اس کے پجاری دیوی کو خوش کرنے کو یہ سب کرتے ہیں۔

دنیا کے کسی مذہب میں جو چیز نہیں پائی جاتی وہ ہندو دھرم میں مل جائے گی۔ اس مذہب کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔ یہ درختوں کو بھگوان بنا لیتے ہیں۔ حشرات الارض کو

ہے۔ سانپ کی کتاب اور انسان کی [illegible]
ہے۔ یہ ماورائے عقل کی بات ہے۔ کوئی ذی شعور انسان
تسلیم نہیں کرتا۔ تو پھر اگر میں یہ کہوں کہ یہ سب کہانیاں
غلط لکھی گئی ہیں تو کیا غلط ہوگا؟" رولوکا نے کہا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔ تم
درست انداز میں سوچتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ میں تم کو ان کے مذہب کے
بارے میں ایسی حیرت انگیز، عجیب و غریب داستانیں
سنا سکتا ہوں جس کو دنیا کا کوئی انسان تسلیم نہیں کرے گا۔"
رولوکا نے کہا۔

"مگر سوال یہ ہے کہ کیا تم تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں،
اپنے اچھے اور برے کو سمجھ سکتے ہیں، مگر پھر بھی اب تک اسی
پٹڑی پر چلے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟" میں نے
پوچھا۔

"وہ شیطانی ٹولہ جو ہزاروں سال سے ان کے
ساتھ لگا ہوا ہے، وہ ان کو اپنی جگہ سے ہلنے نہیں دیتا۔ یہ
جانتے بوجھتے بھی اپنی راہ نہیں بدل سکتے اور جو بہت دلیر
ہیں، ہندو سماج اور ذات برادری کی پرواہ نہیں کرتے، وہ
اپنا راستہ بدل لیتے ہیں۔ مذہب تبدیل کرنے والوں میں
سب سے زیادہ ہندوؤں کی شودر برادری ہے۔ اس کی
بہت ساری وجوہات ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کو
دوسرے مذہب کے لوگ عزت دیتے ہیں۔ برابری کا
درجہ دیتے ہیں۔ جبکہ ہندو سماج ان کو نفرت دیتا ہے، دکھ
دیتا ہے اور ذلیل کرتا ہے۔ ہندو سماج یہ نہیں سوچتا کہ یہ
لوگ کیوں اپنا مذہب بدل رہے ہیں۔ اپنی خرابیوں کو دور
نہیں کرتا، بلکہ مورد الزام وہ ان کو کرتا ہے اور وہ جس
مذہب میں گئے ہیں، ان کو الزام دیتا ہے۔ تم خود دیکھ لو،
کسی بھی مذہب کا آدمی اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو نہیں ہوتا،
صرف ہندو دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دیوی دیوتاؤں کے
کردار سب فرضی بنائے گئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں تو ان کو فرضی ہی کہوں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے
ایک دلچسپ کتاب مہابھارت ہے۔ اس کتاب میں
کائنات کے ابتدائی حالات، انسان کے آغاز، کوروؤں
اور پانڈو کے اصول، ہر مگر مصر خانہ حکایات اور روایات
درج ہیں۔ مہابھارت کے مصنف کا نام ویاس دیو ہے۔
لیکن کسی تاریخ میں اس کتاب کا سن تصنیف نہیں ہے۔
مہابھارت دس ابواب اور ایک لاکھ دس ہزار اشعار پر
مشتمل ہے۔ ان میں چھیاسی ہزار اشلوک یعنی اشعار یعنی
رب کائنات کی معرفت، دین کی حقیقت اور بھارت کے
قاعدوں، اخلاق عالیہ، عدالت و سخاوت کی تعلیم، ابتدائی
کائنات اور متعدد دلچسپ حکایات پر مشتمل ہے۔ باقی
چوبیس ہزار مہابھارت یعنی بھگ کے بارے میں ہیں۔
ان میں بہادروں کے کارنامے ہیں۔ اس کتاب کی ایک
تیسری بھی ہے۔ سنسکرت میں مہا کا مطلب عظیم اور
بھارت کا مطلب جنگ ہے۔ یہ کتاب اس جنگ عظیم کی
تفصیلات کے بارے میں ہے۔ دوسری وجہ کوروؤں اور
پانڈوں کا دوست اعلیٰ ریاضہ گھرت تھا۔ وہ شہنشاہ وقت کشور کا
تھا۔ اس لئے یہ کتاب اس کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔
میں اس ساری کتاب کو ایک من گھڑت اور تخیلاتی
ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مصنف ویاس دیو ہے۔
اس کی پیدائش ماورائی عقل ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"ویاس دیو اپنی ماں کی پیدائش کے بارے میں
لکھتا ہے کہ وہ ایک مچھلی کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔
کے بدن سے مچھلی کی سخت بدبو آتی تھی۔ وہ کشتی میں
کو دریا پار کرتی تھی۔ وہاں کشتی پر ایک شخص اس کو
نے اس سے ملاپ کی خواہش کی اور سب کو اندھا کر
اس کی ماں کے ساتھ ملاپ کیا اور اسی پر کشتی کے
پہنچنے سے پہلے ویاس دیو پیدا ہوا اور پیدا ہوتے ہی
سال کا ہو گیا۔ ویاس دیو کا باپ کشتی سے اتر کر چلا گیا
ویاس دیو بھی جنگلوں کی طرف چلا گیا۔ وہاں پر
ریاضت کرتا رہا۔ ویاس دیو کی ماں کے بدن سے

ہوئی ہے۔ بڑی لمبی لمبی کہانیاں گڑھ کر لوگوں کو
ہے۔ ہمارے بھید اس کے آتے ہی کھل جائیں
سب اسی کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اور تم نے کیا پروگرام بنا رکھا ہے؟" میں
پوچھا۔

"کالی کا جو ہوا کھڑا کیا ہوا ہے، میں چاہتا
وہ خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دوں۔ مہاراج کرن
کالی کو چھوڑ کر میرے پاس آجائے۔ پھر شاید یہ عقل
اندھوں کو کچھ شعور آجائے۔"

"تم ان چکروں میں کیوں پڑتے ہو، اپنا
کرو بس۔" میں نے کہا۔

"میں خود سے کسی پر وار نہیں کرتا۔ ہمیشہ دفاع
کرتا ہوں۔ مگر اس بار میں ایسا دفاع کرنا چاہتا ہوں
دشمن کو یہ احساس ہو کہ وہ غلطی پر تھا۔ نہ صرف وہ بلکہ
سے پہلے والے بھی غلطیاں کرتے آئے ہیں۔ شاید
تبدیلی آجائے۔" رولوکا نے کہا۔

"اگر احساس ہو بھی گیا تو بھی پرنالہ وہیں
گرے گا — ان کے معاشرے میں تبدیلی لانا بہت
مشکل ہے۔ یہ سمجھ بھی جائیں کہ وہ غلط ہیں، تب بھی خود
میں تبدیلی نہیں لائیں گے۔ ہزاروں سال سے ایسا ہی
ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"بات تو تمہاری ٹھیک ہے، مگر مجھے بھی تجربہ
کرنے دو۔" رولوکا نے کہا۔

"میں تم کو منع نہیں کر رہا۔" میں نے کہا۔

"تین ماہ گزر گئے اور مہاراج کرن پہاڑ سے اتر
آئے اور دلی شہر میں آگئے۔ مگر دلی شہر میں آتے ہی ان کو
پتہ چلا وہ اپنی پوجی پہاڑ پر چھوڑ آئے ہیں۔ ساری
تپسیا، ساری ریاضت اور لمبے لمبے عرصے کے جاپ اور ان
کی شکتی سب وہیں رہ گئی ہے۔ ان کے ساتھ صرف ترشول
اور چھایا ہی ساتھ آئی ہے۔ یہ احساس ہوتے ہی وہ بوکھلا گیا
ہو گئے۔ یہ ہوا کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ مقابلہ ہوا

ہے۔ میں نے بہت غور کر کے تم کو اس کی پیدائش کا حال
بتایا ہے۔ اب تم خود سوچو، ایسا شخص اگر کچھ بیان کرتا ہے تو
وہ کتنا سچا ہوگا۔ میری نظر میں یہ شخص ہی ہے، جس نے ہندو
دیت کو تبدیل کیا ہے اور یہی شخص دیوتاؤں کا ہیرو بنا ہوا
ہے۔ مگر میری نظر میں یہ شخص دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا ہے
اور ہندو قوم اس کے ہر جھوٹ کو سچ مان رہی ہے۔ اس سے
زیادہ قسمت قوم کونسی ہوگی؟" رولوکا نے بات ختم کی۔

"تمہاری معلومات حیرت انگیز ہے۔ جبکہ تم اس
علاقے کے بھی نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"معلومات کرنے کے لئے سرحدوں کی بندش
نہیں رکھتی۔ میں نے ہندوستان دیکھا نہیں تھا، مگر
یہاں کے بارے میں جانتا تھا۔ میرا دادا کہا کرتا تھا، دنیا
میں تم کو صرف دو مذہب کے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی
ضرورت ہے۔ ایک یہودی اور ایک ہندو۔ اس قوم کے
لوگ گروہ کے سامنے سے آتے ہیں، مگر بہادر کے پیچھے
سے آتے ہیں۔ اپنی غرض کے لئے پیروں میں گر پڑتے
ہیں اور ان کے بعد تم کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے
ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہارے دادا نے یہ
ہندو دیکھا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دیکھا تھا۔ مگر اس کے باپ نے دیکھا تھا
میرے دادا کو اپنا تجربہ منتقل کیا تھا۔"

"تم نے ان کی اس بات کو کس قدر ٹھیک پایا؟"
میں نے پوچھا۔

"اب تک تو ان کا تجربہ سچ ثابت ہو رہا ہے۔"
رولوکا نے جواب دیا۔

"تو اب تمہارے مقابلے پر کالی دیوی کا شیطان
ہے۔" میں نے کہا۔

"مہاراج کرن کو آنے تو دو۔" رولوکا نے کہا۔

"لگتا ہے اور اس کے ہواری تو بڑی بے چینی سے
انتظار کر رہے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

READING Section
http://Pakistanipoint.com

وہ بھاگے بھاگے دلی کے سب سے بڑے کالی کے مندر میں چلے گئے۔ بڑے پجاری سے ملے اور اپنی حیرت انگیز حالت بیان کی۔

"میں تو کوری تختی کے مانند ہو گیا۔ پجاری جی میری ساری شکتی، سالوں کی محنت کہاں گئی۔ میں سارے منتر بھول گیا۔ سب کچھ یاد ہے، مگر منتر یاد کرتا ہوں تو ذہن میں آندھیاں چلنے لگتی ہیں اور اندھیرا چھا جاتا ہے۔ کالی کا بت مجھے نظر نہیں آتا۔ میں نے ساری زندگی کالی کی سیوا کی ہے، اب مجھ سے میری ساری کمائی کو چھین لیا۔ یہ کیا ہوا، میری عقل کام نہیں کر رہی، تم ہی کچھ بتاؤ۔"

بڑے پجاری نے بہت غور سے مہاراج کرن کی بات سنی اور بولے۔ "میری سمجھ میں صرف ایک بات آتی ہے، وہ یہ کہ تم سے دیوی ناراض ہو گئی ہے اور اس نے تم کو جو دیا تھا واپس لے لیا ہے۔"

"مگر پھاڑ پر تو میرے جاپ سویکار کر گئی تھی اور مجھے وہ شکتی مل گئی تھی جس کی مجھے تلاش تھی۔ پھر دلی آتے ہی میں کورا کاغذ ہو گیا۔" مہاراج کرن رو کر بولا۔

"تم کو پھر کوشش کرنا ہوگی۔" پجاری نے کہا۔

"میں نے اپنی عمر کی پونجی کالی ماتا کی سیوا میں خرچ کر ڈالی، اب پھر سے شروع کروں تو شاید یہاں تک نہ پہنچ پاؤں، پھر میرا کیا فائدہ ہے؟ مجھے کالی نے کہیں کا نہیں رکھا۔ اب میں پھر سے اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔" کرن مہاراج نے کہا۔

"تم کالی سے منہ موڑ کر اچھا نہیں کرو گے۔ کالی ناراض ہو گئی تو بہت برا ہوگا تمہارے ساتھ۔" پجاری نے غصہ سے کہا۔

"میرے ساتھ جو ہو چکا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا۔" مہاراج کرن نے کہا۔

"تم پھر سے دیوی کو منانے کی کوشش کرو۔" پجاری نے کہا۔

"جو دیوی مجھے میرا قصور بتائے بنا مجھ سے میری

پاس اب نہیں جاؤں گا۔" کرن مہاراج نے کہا۔

"تم دیوی کے خلاف بول کر دیوی کا [illegible] کر رہے ہو۔ یاد رکھو تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو، [illegible] سزا بڑی بھیانک ہوتی ہے۔" پجاری نے کہا۔

"میں ہر سزا کے لئے خود کو تیار کر چکا ہوں۔ تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔"

اور وہ مندر سے باہر نکل آیا۔ اب کدھر جاتا، پاس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور وہ ادھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پر ایک بہت بڑی اجرام [illegible] تھی اور اس کو سب جانتے تھے۔

رولو کا اس کے ساتھ تھا۔ مہاراج کرن بڑا [illegible] ادا چلا جا رہا تھا۔ رولو کا اس کے سامنے ظاہر نہیں [illegible] جب دونوں آبادی سے دور ہوتے اور راستہ سنسان [illegible] تو رولو کا ظاہر ہو گیا۔ رولو کا ایک نوجوان لڑکے [illegible] کے سامنے آیا۔ اس کا لباس بھی ایسا تھا کہ آسانی [illegible] مذہب کے بارے میں اندازہ نہ ہو سکے۔ یعنی [illegible] پتلون اور کالی قمیص۔

"بہت پریشان نظر آتے ہو مہاشے۔" [illegible] نے اس کے قریب آ کر کہا۔

کرن مہاراج نے اس کو دیکھا مگر جواب [illegible] دیا۔ "میری بات کا جواب نہیں دیا۔" رولو کا دوبارہ [illegible]

"کیا جواب دوں۔ تم نہ میری پریشانی [illegible] ہو نہ دور کر سکتے ہو۔ پھر تم کو بتانے کا فائدہ؟" [illegible] کرن نے جواب دیا۔

"تم صرف آنکھ کے دیکھے کو سچ مانتے [illegible] دفعہ آنکھیں وہ نہیں دیکھتیں جو ہوتا ہے۔" رولو کا [illegible]

"میں اس منزل پر ہوں کہ صرف آنکھ کو [illegible] دیکھ سکتا ہوں۔" مہاراج کرن نے کہا۔

"یہ اس لئے ہے کہ تم نے صرف کان [illegible] سچ مان لیا تھا اور ایک طرف کے بیان کو سن کر [illegible] فیصلہ کر لیا تھا۔ دنیا کی کوئی عدالت ایک طرف [illegible]

ہوں۔" اور کرن مہاراج کی آنکھوں میں ندامت [illegible] آنسو آ گئے۔

انسانی جسم کا نظام قدرت نے کچھ اس طرح [illegible] ہے کہ جسم کا ہر عضو خود بخود کام کرتا ہے۔ آنسو بھی خود [illegible] آنکھ سے نکل پڑتے ہیں۔ اس کے لئے کسی ارادے [illegible] ضرورت نہیں ہے، مگر ضروری ہے کہ انسانی دماغ پریشان [illegible] ہو، مجبور اور اس کے بس سے باہر کچھ ہوا ہو۔ یہ صرف [illegible] فکر سے ہی نکلتا ہے۔ مگر اس سے یہ ضرور ہوتا ہے [illegible] طبیعت میں اعتدال آتا ہے اور صبر کرنے کی طاقت میں [illegible] اضافہ ہوتا ہے اور اگر یہ آنسو ندامت کے ہوں تو اس [illegible] بہت ساتھ دیتے ہیں اور آئندہ وہ اپنی غلطیوں کو نہیں [illegible] دہراتا۔ میرا تو یہ تجربہ ہے۔ مہاراج کرن کے ندامت کے آنسو رولو کا دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا، اسی لئے دوسرے ہی روز وہ دھرم شالہ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

مہاراج کرن نے اس نوجوان کو غور سے دیکھا۔ مگر وہ نظر جو وہ استعمال کرنا چاہتا تھا، نہیں استعمال کر سکا۔ اس کی سطحی نظر سے رولو کا ایک عام جوان ہی نظر آیا۔ مگر عقل اور تجربے کی گہرائی سے اس نے یہ اندازہ ضرور کر لیا کہ یہ معمولی نظر آنے والا جوان معمولی نہیں ہے۔ میں اس کی گہرائی تک نہیں جا پا رہا۔ مگر یہ ہے کوئی غیر معمولی شخصیت۔

"کیا غور کر رہے ہو کرن؟" رولو کا نے کہا۔

"میں تم کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں؟" کرن نے سچ جواب دیا۔

"تو پھر کس قدر کامیاب ہوئے؟" رولو کا نے پوچھا۔

"کسی قدر بھی نہیں۔ میری بینائی ختم ہو گئی ہے۔ میں اندھا ہوں۔ میں کیا پہچانوں گا۔" وہ اداسی سے بولا۔

"تم نے اس پر غور کیا کہ یہ کیوں ہوا؟" رولو کا نے پوچھا۔

"مجھ سے کوئی بہت بڑی بھول ہو گئی ہے۔" کرن [illegible]

"وہ بھول میں تم کو بتاتا ہوں ـــ سنو گے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"میں سب کچھ سننے کو تیار ہوں۔" کرن نے جواب دیا۔

"تمہاری کیا دشمنی حکیم سے تھی اور کیا دشمنی مولوی سے تھی۔ جواب دو۔" رولوکا نے کہا۔

"میری دشمنی دونوں سے نہیں تھی۔" کرن نے جواب دیا۔

"پھر گرگا دھر کے کہنے پر تم ان دونوں کو ختم کرنے کی نیت سے یہاں سے اتر آئے۔ کیوں؟" رولوکا نے پوچھا۔

"اس نے ہندو جاتی کی عزت کا واسطہ دیا تھا۔" کرن نے جواب دیا۔

"مگر تم تو کسی مذہب کے نہیں ہو۔ کیونکہ میں ہندوؤں کو کسی مذہب کا پیروکار نہیں مانتا۔ یہ تو ایک شیطانی گروہ کا پھیلایا ہوا جال ہے۔ جس میں انسانوں کو پھانس رکھا ہے اور ہزاروں سال سے شیطان مختلف ناموں سے خود کو بھگوان منوا رہا ہے اور ہندوستان کا نادان انسان بہت کچھ سمجھ جانے کے بعد بھی اس کے جال سے باہر نہیں آ رہا۔ دیوی نے تمہاری مدد کی ہوگی، تمہارے کام بھی کیے ہوں گے ـــ مگر تم نے اس کے بدلے کتنے وہ کام ضرور کیے ہوں گے جو انسان ہونے کی حیثیت سے تم نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کام صرف شیطان کر سکتا ہے۔ تو بتاؤ تم کس کے لئے کام کرتے رہے ہو؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں ـــ میں نے انسانوں کی بھینٹ دیوی کو دی ہے۔ کنواری کنیاؤں کو دان کیا ہے۔" کرن نے جواب دیا۔

"اب تمہارے سر سے دیوی یا شیطان کا سایہ ہٹ چکا ہے۔ اب ایمانداری سے بتاؤ یہ کام غلط تھے، انسانیت کے خلاف تھے یا ٹھیک تھے؟"

"مجھے خود پر شرم آ رہی ہے اور کیا بتاؤں؟" کرن

"دیکھو دوست ـــ میں کسی مذہب کو نہیں مانتا اگر وہ مذہب ہو۔ دنیا کا کوئی مذہب برا نہیں ہے، کیونکہ برائی کو روکتا ہے۔ وہ انسان کو انسان کا قتل کرنے سے روکتا ہے۔ وہ ظلم کو روکتا ہے۔ وہ کسی ایسے کام کی اجازت نہیں دیتا جو انسانیت کے لئے نقصان کا باعث بنے۔ یہ کیسا مذہب ہے کہ مندروں کے اندر دیوی دیوتاؤں کے زیر سایہ ظلم کو روا رکھتا ہے اور دیوی دیوتا اس پر خوش ہوتے ہیں اور ظالم کو اور زیادہ طاقت دیتے ہیں۔ تمہارے میں ایسا کون کر سکتا ہے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ایسا صرف شیطان کر سکتا ہے۔" کرن نے جواب دیا۔

"تم زندگی بھر شیطان کی خدمت کرتے رہے۔ اس کا نام کالی دیوی رکھ دو، بھوانی پجاری رکھ دو، بھگوان جو چاہو نام رکھ دو۔ مگر یہ سب نام شیطان کے ہیں۔ ہر نام سے آتا ہے۔ تم ان سے صرف کالے کام لیتے ہو۔ کوئی بھلائی کا کام لینے کی کوشش کرو گے تو تم ہو جاؤ گے۔ تم ان سے کسی کو مروا تو سکتے ہو مگر بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ سب کسی نام سے ہوں، شیطان ہی ہیں۔ وہ تمہارے جسم اور روح کو اتنا گندہ کر دیتا ہے پلٹ کر واپس جانے کے بارے میں سوچنا تک بھی ہو۔ وہ تم کو اپنی شیطانی طاقتی سے نوازتا ہے اور تم نہیں سماتے اور ہواؤں میں اڑتے پھرتے ہیں کے پاس تمہاری ذرا سی چوک کی معافی نہیں کائنات جس نے یہ ساری کائنات کو بنایا ہے روی اس کا نظام چلا رہا ہے۔ اس کے پاس سے بڑا گناہ گار جائے اور دل سے توبہ کرے نہ کرنے کا وعدہ کرے تو وہ معاف کر دیتا ہے بات سے اس کا اور جس نے سب کو پیدا کیا ہے کا فرق صاف چاہئے۔" رولوکا نے کہا۔

"مجھے راستہ دکھاؤ، میں کیا کروں؟"

"تم سہارنپور مولوی جمال کے پاس جانے والے ـــ" رولوکا نے پوچھا۔

"مگر اب نہیں جانا چاہتا۔" کرن نے جواب دیا۔

"اس لئے کہ تم اب اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے؟" رولوکا نے کہا۔

"نہیں اس لئے کہ میری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ میں غلطی پر تھا۔" کرن نے جواب دیا۔

"مگر تم ان سے جا کر ملو ضرور اور ان کے سامنے اعتراف کرو کہ تم غلطی پر تھے۔ اب آگے راستہ وہ تم کو بتائیں گے ـــ اور جو راستہ وہ تم کو بتائیں گے وہی تمہارے لئے ٹھیک ہوگا۔"

میں نے پوری روداد سننے کے بعد رولوکا سے پوچھا۔ "تم نے کرن کو مولوی جمال الدین کے پاس کیوں بھیجا؟"

"میرا کام اس کو احساس کرانا تھا، وہ میں نے کر دیا۔ اب آگے کا سفر وہ مولوی جمال الدین کے ساتھ طے کرے گا اور تم دیکھو گے کہ وہ ایک مثالی انسان بن جائے گا۔ پچھتاوے اور ندامت کے آنسو جب جاری ہو جائیں تو انسان پاک صاف ہو جاتا ہے۔"

"تم سادہ لفظوں میں بڑی گہری بات کرتے ہو۔" میں نے کہا۔

"الفاظ اگر سادہ ہوں تو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں اب تک نہیں سمجھا کہ وہ مولوی جمال الدین کیا کرے گا؟" میں نے پھر پوچھا۔

"دیکھو دوست، میں مبلغ نہیں ہوں۔ میں نے صرف اس کو احساس گناہ کا احساس کرانا تھا۔ اس کا ایک طریقہ تھا، جس کا استعمال میں بڑی مجبوری میں کرتا ہوں۔ دوسرا طریقہ یہ تھا جو میں نے کیا۔ میں اس طریقے میں کامیاب ہو گیا۔ آگے وہ کس مذہب کے ساتھ زندگی گزارتا ہے مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ مگر ہندوستان

"تم اس کو اسلام کے دائرے میں لانا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جب فقیر جانتہار بن کر اسلام اور دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرے گا تو خود فیصلہ کر لے گا۔ جمال الدین اس کو زبردستی تو دائرہ اسلام میں نہیں لائیں گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"پھر مولوی جمال الدین کے پاس ہی کیوں روانہ کیا؟" میں نے پھر سوال کر دیا۔

"کپڑے کو پاک کرنے کے لئے اس کو دھویا جاتا ہے۔ اس کے اندر جمی ہوئی میل کو نکال دیا جاتا ہے۔ تب ہی وہ استعمال کے قابل ہوتا ہے۔ مولوی جمال الدین اس کے اندر کے میل کچیل کو دور کر دیں گے اور پھر وہ خود فیصلہ کرے گا۔" رولوکا نے وضاحت کی۔

☆ ـــ ☆ ـــ ☆

گرگا دھر کرن مہاراج کا انتظار کرتا رہا اور کرن مہاراج سہارنپور مولوی جمال الدین کے پاس پہنچ گیا۔

کرن مہاراج کا حلیہ اب بھی وہی تھا۔ یعنی جسم پر ایک پیلی دھوتی، ماتھے پر تین لکیریں، ایک ہاتھ میں ترشول، دوسرے ہاتھ میں پیتل کی تھالیا اور پیر میں کھڑاؤں والی کھڑاؤں۔ وہ دور ہی سے سنیاسی یا جوگی نظر آتا تھا۔ بازار میں ہندو اس کو جھک جھک کر پرنام کر رہے تھے۔ مگر وہ کسی کو جواب نہیں دے رہا تھا۔ اسٹیشن سے وہ سیدھا پیدل مسجد کو جا رہا تھا۔ پچھلی مسجد کے اطراف میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ اب وہ مسجد کے قریب تھا۔ لوگ حیرت سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ اس کا رخ مسجد کی طرف تھا اور وہ مسجد کے دروازے پر جا کر رک گیا۔ اندر جانے کی ہمت وہ نہیں کر سکا۔

"میں مولوی جمال الدین سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے ایک شخص سے کہا۔

"ابھی مولوی صاحب اندر نہیں ہیں، مگر جلد ہی

آجائیں گے کیونکہ اذان ظہر ہونے والی ہے۔"

"میں دروازے پر ان کا انتظار کرسکتا ہوں؟" وہ بولا۔

"یہاں آپ کو تکلیف ہوگی۔ میرے ساتھ آئیں، میری قریب ہی چھوٹی سی دکان ہے، آپ وہاں پر بیٹھ جائیں گے۔" اور کرن ان کے ساتھ چل پڑا۔

آدھے گھنٹے کے بعد اذان ظہر ہوگئی اور نمازی مسجد کی طرف آنے لگے۔ دکاندار بھی مسجد کی طرف آنے سے پہلے بولا۔ "او گیانی جی، اب مولوی صاحب آگئے ہوں گے۔ نماز کے بعد آپ ان سے ملاقات کرسکتے ہو۔ جب تک نماز ہو آپ دروازے پر ان کا انتظار کرنا۔"

نماز کے بعد دکاندار نے مولوی صاحب کو بتادیا کہ آپ کا کوئی ہندو مہمان مسجد کے دروازے پر موجود ہے۔ مولوی جمال الدین دروازے پر آئے تو دکاندار بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر کرن مہاراج کھڑا ہوگیا۔ دکاندار نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہی ہیں مولوی صاحب۔"

کرن ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہا اور پھر چند منٹ کے بعد بولا۔ "میں دلی سے آیا ہوں، حکیم وقار کے پاس سے۔"

رولو کا نے حکیم وقار ہی کا حوالہ دیا تھا۔ "اچھا اچھا، خوشی ہوئی مل کر، میں کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" مولوی صاحب بولے۔

"بات ذرا تفصیلی ہے۔" کرن نے کہا۔

"میں سمجھ گیا، آئیں میرا غریب خانہ قریب ہی ہے۔"

اور مولوی جمال الدین اس کو لے کر اپنی بیٹھک میں آگئے۔ یہ کمرہ گھر سے باہر تھا۔ اس میں صرف ایک فرشی دری پڑی تھی۔ اس پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی اور دیوار کے ساتھ ساتھ گاؤ تکیے رکھے تھے۔ ان پر بھی سفید غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ کمرے کے اندر لوبان اور اگربتی کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ دیواروں پر کسی قسم کی کوئی آرائش نہیں تھی، مگر دو تین جگہ کیلوں پر تسبیحیں ضرور لٹک

مولوی صاحب نے فوراً باہر ہی انتظار کرنے کو کہا تھا۔ بولے۔ "آپ جاؤ میاں، پہلے اتار کر اچھی طرح آرام سے بیٹھ جائیں۔ اور کرن نے وہی کیا جو اس سے کہا گیا تھا۔ دونوں سامنے بیٹھ گئے تو مولوی صاحب بولے۔

"ہاں بھائی، اب بتاؤ... کیا بات ہے؟"

کرن کچھ دیر خاموش رہا، ایسا لگتا تھا جیسے کا سرا پکڑ رہا ہے اور جب اس کے ہاتھ سرا آگیا نے پوری روداد رولو کا سے ملاقات، اس سے کی ہوئی، وہ سب اور اس پر کیا بیتی وہ سب بیان کردیا۔

ساری کہانی سننے کے بعد مولوی صاحب حیرت سے کہا۔ "تمہاری پوری کہانی میں حکیم وقار ذکر نہیں ہے اور تم اس کے حوالے سے میرے پاس ہو۔ وہ صاحب جنہوں نے تم کو یہاں کا راستہ بتایا کون تھے۔ تمہارا سارا علم اور تیسیا کو بھسم کرنے تھا، مجھے یہ بھی بتاؤ؟"

"مولوی صاحب، اس کو میں بھی نہیں جانتا کیا بتاؤں۔ مجھے جو راستہ بتایا گیا میں اس پر چل کے پاس پہنچ گیا۔ آگے جو کریں گے آپ کریں میں پرانے راستے پر تو واپس جا نہیں سکتا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔"

"میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ چلو اللہ کی اس کے فیصلوں پر عمل کرتے ہیں اور تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے یہ تو وہی جانتا ہے۔ اگر مجھے ہے تو میں حاضر ہوں۔ جو خدمت ہوگی کروں گا اور پھر چند ہی روز میں کرن مہاراج سفر ہوگئے۔

☆ ☆ ☆

وقت کی دھول نے گنگا دھر کے جذبے دھندلا تو دیا تھا مگر ختم نہیں کیا تھا۔ کچھ لوگ فیصلوں کو جلد تسلیم کرلیتے ہیں اور اپنی راہ بدل مگر کچھ لوگوں کی طبیعت میں ضد اور انا اتنی قد

ہے، کیونکہ پتھر کے کوئلے کی بھٹیاں ہر گھر میں بنی ہوئی ہیں۔

گنگا دھر کو پتہ تھا، وہ شہر میں داخل نہیں ہوا۔ موسم بھی گرمیوں کا تھا۔ وہ اسٹیشن کے قریب ہی ایک ہندو ہوٹل میں رک گیا اور اس نے وہیں رہ کر گیانی جی کا کھوج لگانے کا فیصلہ کیا اور ایک ہوٹل کے ملازم سے پوچھا۔

"تم فیروز آباد کے رہنے والے ہو مسٹر؟"

"ہاں جی، یہیں پر ہوش سنبھالا ہے۔ ویسے میں رہنے والا بلند شہر ہوں۔" وہ بولا۔

"اچھا شبھ نام کیا ہے؟" گنگا دھر بولا۔

"جیون لال نام ہے میرا۔" وہ بولا۔

"میں ایک آدمی کی تلاش میں دلی سے آیا ہوں۔" گنگا دھر نے کہا۔

"کون ہے جی وہ۔ مجھے پتہ ہوگا تو بتادوں گا۔" جیون لال نے جواب دیا۔

ان کا نام سوامی شردھانند ہے۔ بہت بڑے گیانی ہیں۔ ایک جگہ نہیں ملتے، پورے دیش میں پھرتے ہیں۔ اب سنا ہے یہاں آئے ہوئے ہیں۔" گنگا دھر نے کہا۔

"ہاں جی سمجھ گیا، بڑے گیانی ہیں وہ تو مگر اب وہ فیروز آباد میں نہیں ہیں۔ وہ تین دن بالاجی کی دھرم شالہ میں ٹھہرے تھے۔ میں بھی ان کے درشن کو گیا تھا۔ پھر وہ باہر نہیں آئے۔ میں بن درشن کے واپس آگیا۔" جیون لال نے بتایا۔

"اب وہ کہاں ہیں، یہ تم کو پتہ ہے؟" گنگا دھر نے پوچھا۔

"بالاجی دھرم شالہ سے پتہ چلا ہے کہ وہ خواجہ چلے گئے ہیں۔ وہاں پر بھی بالاجی کی دھرم شالہ ہے، وہیں پر رکیں گے۔" جیون لال نے بتایا۔

"تم کو خوب اچھی طرح پتہ ہے؟" گنگا دھر نے پوچھا۔

"ہاں، خوب اچھی طرح پتہ ہے۔ میں نے خود بالاجی دھرم شالہ میں پتہ کیا ہے۔" جیون لال بولا۔

اور گنگا دھر خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔ یہاں پر ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے، مسلمان ہیں تو مگر خوش حال ان میں نظر نہیں آتی۔ زیادہ تر کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔

بالاجی دھرم شالہ شہر سے نکال پر تھی۔ بس خوبصورت کا وہ آخری سرا تھا۔ ایک ہنومان کا بہت بڑا مندر بنایا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف چار دیواری کے اندر یہ دھرم شالہ بنی ہوئی ہے۔ اس کے اندر اور باہر آبادی صرف ہندوؤں کی تھی۔

گنگا دھر سیدھا دھرم شالہ میں چلا گیا اور اس نے جاتے ہی سوامی سردھانند کے بارے میں پتہ کیا۔

"ارے بھیا ہم کا بتائیں بڑے پجاری جی سے پوچھو۔" اس کو جواب ملا۔

اور وہ ہنومنا مندر کے بڑے پجاری کے پاس چلا گیا۔ اور بولا "مجھے سوامی سردھانند جی سے ملنا ہے۔ ولی سے آیا ہوں۔" گنگا دھر بولا۔

"سوامی جی سے تم ابھی تو نہیں مل سکو گے۔ یہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ اور کس ذات کے ہو۔" پجاری نے پوچھا۔

"میرا نام گنگا دھر ہے۔ میں دلی میں رہتا ہوں اور وید ہوں۔ ذات کا برہمن ہوں۔" گنگا دھر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، ملاقات ہو جائے گی، فکر نہ کرو۔ دو چار دن آرام کرو، تم برہمن ہو، ہمیں اپنی خدمت کا موقع دو۔" پجاری نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، پر تو مجھے ذرا جلدی ہے۔ سوامی جی جلدی نہیں ملیں گے؟" گنگا دھر نے کہا۔

"ہاں، تین دن تو ہرگز نہیں ملیں گے، کیونکہ وہ ہنومان جی کے مندر کے احمد ہیں اور ان کا جاپ تین روز کے بعد ختم ہوگا اور وہ خود باہر آئیں گے جب ہی تم ملاقات کر سکو گے۔"

"وہ اس سے پہلے باہر نہیں آئیں گے؟" گنگا دھر نے پوچھا۔

"تم برہمن ہو، پھر بھی تم کو نہیں جانے دیں گے جاپ چھوڑ کر کیسے آئیں گے۔ تم کو پتہ ہے جو اس چھوڑ دے اس کا کیا ہوتا ہے؟" پجاری نے کہا۔

"ٹھیک کہا آپ نے پجاری جی، جاپ ادھورا نہیں چھوڑا جاتا۔" گنگا دھر نے جواب دیا۔

"تو پھر انتظار کرو، آرام سے رہو، کھاؤ پیو، چنتا مت کرو، ہنومان جی کی یہ نگری ہے۔ چاہو تو پھرو۔" اور پجاری جی یہ کہہ کر چلے گئے۔

تین روز کے بعد پجاری جی نے بتایا کہ تیار ہو جاؤ، سوامی جی مندر سے باہر آ گئے ہیں اور خوش ہیں۔ ان کا جاپ بجرنگ بلی نے سویکار کر لیا ان کی شکتی میں بجرنگ بلی کی شکتی کا سماگ بھی شامل ہے۔" پجاری جی نے بتایا۔

"یہ تو بڑی خوشی کی خبر سنائی آپ نے۔" گنگا دھر نے جواب دیا۔

"شام کو میں پوجا کے بعد آجاؤں گا اور ملاقات کروا دوں گا۔"

شام کو گنگا دھر اور پجاری دونوں سوامی جی کے سامنے موجود تھے۔ سوامی جی نے ایک نظر دونوں پر ڈالی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔ "تو ہمیں پھر برہمن ہے، ارے بھگوان کیا ترن کرتا ہے تو مورکھ۔ برہمن ہے، ارے بھگوان کیا ترن کرتا ہے تو مورکھ۔ کھانا سادے اور شادی بیاہ کی مہورتیں نکال دچھنا مل جائے گی کہ تجھے وید کی دکان نہیں کھ گی۔ تیرا کلیان ہو جائے گا۔" سوامی کی آ تھا۔ ٹھہرا ؤ تھا۔

گنگا دھر نے حیرت سے ان کی طرف روال میں سوچا۔ یہ واقعی انتر یامی ہیں۔ میں کر رہا تھا یہ وہی ہیں۔ یہی میرا کام کر سکتے ہیں۔

"کس وچار میں پھنس گیا؟" وہ بولے

"میں کیا جواب دوں آپ تو ہیں۔" وہ بڑی مشکل سے بولا۔

"نہیں تم کو خود بتانا پڑے گا۔" وہ بو

"بات بڑی لمبی ہے سوامی جی۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

"کہنا شروع تو کر، ختم بھی ہو جائے گی۔"

اور اس نے ہندو جاتی کی بے عزتی سے بات شروع کر دی اور حکیم کی بربادی پر ختم کر دی۔

"وہ حکیم تجھ پر جادو ہے، ایسا نہیں ہے۔ تو خود کرر ہے۔ ایسا ہے۔ پر تو کڑیاں جڑ نہیں رہی ہیں۔ تم نے کچھ چھپایا ضرور ہے۔" سوامی جی نے کہا۔

"میں نے کچھ نہیں چھپایا۔ کرن مہاراج کو بھی سب بتا دیا تھا مگر وہ تو دھرتی سے غائب ہو گئے۔ اس سے پہلے جو یہ کام کرنے پر راضی ہوئے وہ بھی اپنی جان سے گئے۔ مگر حکیم پر کوئی الزام نہیں آیا اور عدالت نے بندروں کو قاتل قرار دیا۔ یہ ہندوستان ہے سوامی جی، یہ ہمارا دیش ہے، ہم ہی شرمندہ ہیں کہ ایک مسلمان ہمارے سینوں پر مونگ دل رہا ہے اور ہم اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ میرے اور ہندو جاتی کے لئے شرم کی بات تو ہے نا۔" گنگا دھر نے کہا۔

"شانتی سے بات کرو بالک۔ تمہاری ذاتی لڑائی ہے تو تم اس کو دھرمی یدھ مت بناؤ۔ تم یہ کیوں مانتے کہ تم حکیم کے مقابلے میں ہر طرح کمزور ہو۔ علاج اچھا ہے، سلوک اچھا ہے، دوائیں سستی بھی ہیں اور انسان کی حیثیت کے مطابق پیسے لیتا ہے اس کے مقابلے کیا ہو، تم خود کو ویسا بنا لو، جیسا وہ تم بھی کامیاب ہو جاؤ گے۔" سوامی جی نے صاف بات کہا۔

"سوامی جی آپ اس مسلمان کی طرفداری رہے ہیں۔" گنگا دھر نے مایوسی سے کہا۔

"نہیں، میں ایک انسان کی خوبیاں بتا رہا ہوں۔ ہان میں دھرم کو لا کر جذباتی باتیں کر کے مجھے غلط میں لے جانے کی کوشش کر رہے ہو۔" سوامی جی

"پھر تو سوامی جی خود بخود بیچ میں آ جاتا ہے۔" گنگا دھر بولا۔

"تم دھرم کو ضرور درمیان میں رکھو، مگر وہ درمیا کی کڑی تو بتاؤ جس کے کارن تم اب تک کسی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔" سوامی جی نے کہا۔

"میں جو جانتا ہوں بتا رہا ہوں۔ بہت سی باتیں ایسی ضرور ہیں جن پر میں خود حیران ہوں۔ مگر ان کی تہہ تک پہنچنا میرے بس سے باہر ہے۔ میں کیا بتاؤں۔"

"اور تم اس کے لئے حکیم کو الزام دے رہے ہو جو کچھ تم نے بتایا اور میری شکتی نے مجھے بتلایا ہے اس سے اندازہ یہ ہوا کہ حکیم نردوش ہے۔ درمیان میں کہیں پر کوئی چیز ایسی ہے جس کو سب چھوڑ رہے ہیں۔"

"مگر میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ وہ زہریلی کھیا اور بندروں نے میری نظر میں ہیں۔"

"تمہاری لڑائی حکیم سے ہے، مگر میں تم سے یہ کہوں گا کہ تم اس لڑائی کو بھول جاؤ۔ کیا تم میرا کہنا مانو گے۔" سوامی جی نے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" گنگا دھر حیرت سے بولا۔

"دشمنی تو اس سے ہے جو درمیانی کڑی ہے۔ حکیم سے دشمنی بے معنی ہے۔ اگر تم اس سے دشمنی رکھتے ہو تو پھر جاؤ خوب کرو دشمنی، تم اس سے جیت نہیں پاؤ گے۔" سوامی جی نے کہا۔

"وہ درمیانی کڑی جو بھی ہے کیا وہ حکیم کے ساتھ ہے؟" گنگا دھر نے جواب دیا۔

"لگتا ایسا ہی ہے۔ مگر ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سوامی جی نے جواب دیا۔

"میں آپ کو ناراض نہیں کر سکتا۔ حکیم سے اپنی دشمنی ختم کر لیتا ہوں۔" گنگا دھر بولا۔

"اب میرا کام شروع ہوتا ہے۔ اب تم اپنے گھر جاؤ، ضرورت ہوئی تو میں خود تم کو بلاؤں گا۔"

اور گنگا دھر خوش خوش دلی واپس آ گیا۔ اس کو دوہری خوشی ہو رہی تھی۔ ایک تو کام ہونے کی امید اور

دوسرے سوامی جی نے اس سے کچھ نہیں لیا۔ ایک ذرا سا افسوس یہ ضرور تھا کہ حکیم سے وہ اب کچھ نہ کہہ سکے گا۔

☆ ☆ ☆

سوامی شردھانند نے حکیم وقار الدین سے گنگا دھر کی دشمنی ختم کروانے کا وعدہ تو ضرور لے لیا تھا۔ مگر گنگا دھر کے دل میں جو کانٹا تھا وہ موجود تھا۔ سوامی شردھانند نہایت ٹھنڈے دماغ اور بہت ہوشیار اور سوجھ بوجھ کے کام کرنے والا آدمی تھا۔ اس نے گنگا دھر سے رودار تو پوری سنی تھی، اس کی ذاتی خلش اور دھرم کی لڑائی دونوں کو الگ الگ کر دیا تھا۔ ذاتی لڑائی میں کاروباری خلش اور رقابت زیادہ تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حکیم اپنا مطب کرے۔ مگر حکیم کو کس طرح روکا جا سکتا تھا یہ مجبوری ہی حکیم سے دشمنی بن گئی اور اس نے جو کچھ کیا اسی کاروباری دشمنی کی وجہ سے کیا۔ سوامی شردھانند گنگا دھر کے کردار اور حکیم کے کردار کا فرق سمجھ چکا تھا۔ اسی لئے اس نے دشمنی ختم کرنے کی بات کی تھی۔ مگر اس کی سوچ کی گہرائی اور نظر کی وسعت نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔ اور اسی کچھ نہ کچھ نے ہی اس کو سوچنے پر مجبور کیا۔ اگر گنگا دھر صرف اپنی دشمنی کو لے کر آتا تو شاید سوامی شردھانند اس کو بے عزت کر کے بھگا دیتا۔ کیونکہ وہ خود بھی بے وجہ کسی معاملے میں ٹانگ نہیں پھنساتا تھا۔

دو باتوں نے اس کو مجبور کیا کہ وہ اس معاملے کو دیکھے۔ ایک تو یہ کہ کوئی نہ کوئی شکتی ایسی ہے جو حکیم کو بچا رہی ہے۔ دوسرا وہ ہندو تھا اور یہاں پر ہندو ہار رہا تھا۔ اسی طرح بھول گنگا دھر کے دھرم یدھ کو تو یہ تھا۔ اس نے حکیم سے دشمنی ختم کرنے کو کہا تھا اور خوب سوچ کے کہا۔ گنگا دھر پھر کوئی الٹی سیدھی حرکت کر کے حکیم کو اور اس کے رکھوالے کو ہوشیار کر دیتا۔ اب جو کچھ کرنا تھا وہ اسے خود کرنا تھا اور اس کا کام کرنے کا طریقہ بڑی تسلی کا تھا۔ وہ جلد بازی کا قائل نہ تھا۔ پہلے اس کو دشمن کی طاقت کا اندازہ کرنا تھا اور طریقہ جنگ دیکھنا تھا اور اس کے طاقت کے ذرائع پر غور کرنا تھا۔ پہلے جو غلطیاں ہوئیں اب دوبارہ ان کو نہیں دہرانا تھا۔ سوامی شردھانند اپنے حلقہ میں بیٹھا

ہوا سے آگے بڑھ رہا تھا اور رولو کا اس وقت سے اس قریب تھا جب وہ پہلی ملاقات گنگا دھر سے کر رہا تھا۔

وہ رولو کا کے بارے میں پہچان چکا تھا اور کوئی سراغ نہیں پکڑ پایا تھا۔ کیونکہ حکیم وقار الدین کی ماورائی طاقت تھی ہی نہیں اور شردھانند نے کھوجی حکیم کے ساتھ ہی لگائے ہوئے تھے۔ وہ سراپکڑنا چاہتا تھا۔ رولو کا اگر چاہتا تو ان سب کو پکڑ لیتا تو شردھانند کے ہاتھ سرا آ جاتا اور اس کو ابتدا کرنے میں آسانی ہو جاتی۔ شردھانند نے اپنی طاقت استعمال کر لی، بہت اچھے اور کارآمد ہیروں کو کام پر لگا دیا۔ مگر وہ کسی پراسرار طاقت کا پتہ نہیں لگا سکا تو اس کا مطلب ہوا نہایت سادہ اور بے ضرر نظر آنے والا حکیم ہی کچھ نہ کچھ ہے۔ اب اس کے اندر یا باہر ہوئی اور اس کے اندر بھی سوائے حکمت اور علاج کے کچھ نہ ملا۔

شردھانند بہت ٹھنڈے دماغ کا مالک تھا۔ آسانی سے ہار نہیں مانتا تھا اور غصے میں نہیں آتا تھا۔ اس کی ہر کوشش ہر طریقہ ناکام ہو رہا تھا اور ایک بار تو گیا۔ گنگا دھر کے سر کا سایہ چھن گیا اور وہ شردھانند کے پاس پہنچ گیا۔

"ایک سال بیت گیا۔ سوامی جی میں ابھی قائم ہوں۔ مگر میری گردن اب تک جھکی ہوئی ہے۔" گنگا دھر نے بڑی مایوسی سے کہا۔

سوامی شردھانند نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر اور نظروں میں ہزاروں سوال مچل رہے تھے مگر وہ کسی سے سوالات کرتا۔ اس کی اپنی طاقت سال کی ریاضت، دیوی دیوتاؤں کی طاقت اس کے کام نہیں آ رہی تھی۔ وہ ایک سال پہلے جہاں سے چلا تھا وہ بھی وہیں کھڑا تھا۔ سوامی شردھانند گنگا دھر کو کوئی جواب نہ دیتا۔ اس کے پاس کیا جواب تھا۔

"سوامی جی، میرا خیال ہے کہ مجھے کوئی اور راستہ دیکھنا پڑے گا۔" گنگا دھر نے کہا۔

"تم بہت جلدی میں ہو تو جو دل کرے کرو، مگر تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ جو کام دیوی دیوتا نہیں کر پائے ہیں تم کیسے کر لو گے۔ کیا تم کیا سمجھتے ہو، میں جاسوس بیٹھا ہوں۔ کچھ نہیں کر رہا۔ میں نے حکیم کے شہر کے اندر باہر سب دیکھ لیا۔ اس کا گھر اس کے دوست اس کے مریض اور علی گڑھ میں اس کے بچے بیوی سب کو اندر باہر سے اچھی طرح دیکھ لیا۔ کوئی منتر کوئی جادو کوئی شکتی کا دور دور پتہ نہیں ہے۔ اب صرف ہنومان سے ہی کہا رہ گیا۔ شاید وہی کچھ کر دیں۔"

"یہ کوئی ایسی شکتی ہے کہ جس کا پتہ آپ جیسی شکتی مان کو نہیں مل رہا۔ کیا وہ شکتی دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے بھی زیادہ ہے۔ سوامی جی میری کھوپڑی میں یہ بات نہیں آ رہی۔" گنگا دھر حیرت سے بولا۔

"ہاں گنگا دھر ایسا ہی ہے۔ جس دنیا میں تم رہتے ہو اس دنیا کے اپنے قاعدے ہیں۔ اپنے قانون ہیں اور جس دنیا میں رہتا ہوں اس کے اپنے قانون ہیں۔ مجھے بھی ان قوانین کی پابندی کرنا پڑتی ہے اور جس دنیا میں دیوی دیوتا رہتے ہیں ان کو بھی اپنی دنیا کے قوانین پر چلنا پڑتا ہے۔ ان کے آگے بھی ایک ریکھا ہے وہ اس ریکھا کو پار نہیں کر سکتے۔ کوئی مرضی کا مالک نہیں ہے۔ کہنے کو وہ دیوی دیوتا ہیں اور ان کو شکتی بھی ملی ہوئی ہے۔ مگر سب کے آگے ایک ریکھا بھی ہے اور جس نے وہ ریکھا لانگی ہے جان جاتا ہے کہ اس نے یہ ریکھا کیوں لانگی ہے۔ کیسی حد اور اس کے پیچھے آتا ہے۔ تم تو صرف شکتی باتوں پر دھیان دیتے ہو، اس لئے تمہاری نظر صرف اسی دنیا کو دیکھتی ہے۔ مگر میری نظر جہاں تک کام کرتی ہے، میں نے اس کے ارد گرد کوئی شکتی نہیں پایا نہ شہر کی شکتی نہ آتما کی شکتی۔"

سوامی شردھانند نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں اپنی کم علمی کا اظہار کیا۔

"تو پھر میں مایوس ہو جاؤں۔" گنگا دھر نے مایوسی سے کہا۔

"نہیں تم جو کر سکتے ہو وہ کرو۔ مگر میرے سے رکھنا کہ کوئی پراسرار قوتیں رکھنا والا جادوگر، کالے ماہر اس حیرت انگیز پراسرار شکتی تک نہیں پہنچ پائے گا اور بہت زور کرے گا تو اس کا نشہ ہی ہو گا جو اس سے ہوا ہے۔ یہ کوئی بہت الوکھی شکتی ہے۔ ہندوستان میں پہلی بار اس کو محسوس کر رہا ہوں۔ ان زہریلی مکھیوں، بندروں کا راز اب تک راز ہے تو بتا دو جس کے اثر اس کا پتہ کس طرح چلے گا۔ مگر میں ناامید نہیں ہوا میں سارے دیوتاؤں کو مجبور کر دوں گا کہ وہ میرا کریں۔ میں نے پوری زندگی جنگلوں، پہاڑوں اور پوش وادیوں میں گزاری ہے اور ایسی تپسیا کی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ سب کیا بیکار کی چیز ہے۔ اب تمہاری انا کا مسئلہ نہیں ہے، اب یہ میری عزت اور دیوی دیوتاؤں کی عزت کا مسئلہ ہے۔ تم جو کرنا چاہو میری طرف سے آزاد ہو۔ مگر کچھ کرنا نہیں، اس لئے کہ تمہارا کسی انسان سے نہیں ایک بڑی شکتی سے ہو گا اور وہ شکتی اب تک پوشیدہ ہے۔ اندھیرے کا تیر بہت خطرناک ہوتا ہے۔

☠☠☠

"**نہیں** سوامی جی میں کچھ نہیں کروں گا بات اتنی گہرائی کی ہے تو میری کیا مجال کہ کچھ کروں۔" گنگا دھر حیرت سے بولا۔

"گنگا دھر بہت اعترافات کرنے پڑتے ہیں۔ تسلیم کرنا پڑتا ہے تم حیرت میں پڑ گئے۔ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے تم اس ماورائی دنیا کو نہیں جانتے میں خود حیران ہوں۔ جبکہ میں خود اسی دنیا کا ہوں۔ مگر انسان ہوں انسان میں ضد اور تجسس دونوں موجود ہیں۔ میں بھی ان کا شکار ہوں اس لئے میں اس کھیل کو جاری رکھوں گا اس کھیل کا انجام کب ہو گا کون ہارے گا کون جیتے گا مجھے اس کا پتہ نہیں ہے۔ تم کچھ نہ کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔" سوامی جی نے جواب دیا۔

گنگا دھر بڑی مایوسی کے عالم میں واپس آ گیا اور سوامی شردھانند بجرنگ بلی کے بت کے بڑے ہال میں

چلا گیا اور بے بجرنگ کا نعرہ لگایا اور اس کے قدموں میں بیٹھ کر رونے لگا۔

"اب میں کیا کروں بتا! سب منتر بے کار ہو گئے اندھیرا دور نہیں ہوا۔ بتا میں کیا کروں — میری ساری بھینٹ بیکار گئی۔ تو تو سویکار کر لے۔ مجھے بتا وہ کون سی شکتی ہے۔ جو بے تو مگر نظر نہیں آتی کیا تجھے نظر آتی ہے میں اندھا ہو گیا ہوں۔ مجھے روشنی دکھا تیرے بھگت پر سے اعتبار اٹھتا جا رہا ہے۔ بڑے کٹھن دور سے میں گزر رہا ہوں۔ کالی خاموش ہے۔ بھولی نے منہ پھیر لیا۔ سارے یتن بے کار ہیں۔ کچھ نظر نہیں آ رہا۔ میرے ایک سوا کچھ تیر بے کار ہیں۔ میں تیرے پاس آیا ہوں۔ تو نے میری بھینٹ سویکار کی ہے تو نے مجھے جو شکتی دی ہے میں اس کو آزمانا چاہتا ہوں۔ مجھے آ گیا دے بجرنگ مجھے آ گیا دے۔" ہنومان کا بت بے حرکت رہا۔ سوامی شردھانند اپنا ماتھا پھوڑتا رہا اور رات ہو گئی۔ سارے مندر میں سناٹا چھا گیا۔ پجاری اور مندر کے رکھوالے اپنی اپنی کٹھیاؤں میں واسیوں کے ساتھ بند ہو گئے ہیں۔

سوامی شردھانند کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ نیند اور کمزوری اس پر غالب تھی کہ ایسا لگا جیسے وہ مندر میں نہیں ہے اس کے چاروں طرف درخت تھے آسمان پر چاند نظر آ رہا تھا اور اس کی روشنی درختوں سے چھن کر اس کے اوپر آ رہی تھی۔ وہ حیرت سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا میں تو مندر میں تھا۔ مجھے کون یہاں لایا ہے۔ وہ ایک مضبوط دل و دماغ رکھتا تھا اور خود بھی پراسراریت کا مسافر تھا گھبرایا نہیں سکون سے بولا۔

"مجھے یہاں پر کیوں لایا گیا ہے؟"

مگر جواب نہیں ملا۔ وہ پھر بولا — "یہ تو بتانا ہی پڑے گا۔" مگر جواب نہیں آیا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اگر کوئی جواب نہیں تو میں جاتا ہوں۔"

"اتنی جلدی نہ کرو آئے ہو تو آرام کرو جب وقت آئے گا تو تم سے بات کریں گے۔" یہ آواز درخت سے آ رہی تھی۔

"تم سامنے آ کر بات تو کرو۔" سوامی نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ وقت آنے پر بات کریں گے۔" پھر آواز آئی۔

"تم کون ہو؟ اور یہ جگہ کون سی ہے؟" سوامی نے پوچھا۔

"میں کون ہوں! اس کا کھوج تو تم لگا رہے ہو۔ ہاں یہ بتائے دیتا ہوں یہ جگہ افریقہ کے جنگلات کے بیچ اندر ہے اس کے چاروں طرف جنگلات ہیں آدم خور قبائل اور درندوں سے یہ علاقہ بھرا ہوا ہے۔ اگر تم خود سے جانے کی کوشش کرنا چاہتے ہو تو ضرور کرو مگر یہ یاد رکھنا یہاں تمہارے دیوی دیوتا اور کوئی جادوئی بیر تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ اس درخت کے نیچے تمہاری زندگی باقی محفوظ ہے تم کو ہر چیز ملے گی اور جب وقت آئے گا تو تم واپس بھیج دیا جائے گا۔" آواز بند ہو گئی۔

"ہنومان مندر سے تم مجھے اتنی دور کیونکر لے آئے؟" سوامی نے پوچھا۔

"تم خود جان سکتے ہو تم بھی مادر ارائی شکتی کو مانتے ہو ہا ہنومان کا معاملہ تو میرے پاس بہت ہنومان ہیں۔ ہنومان تو تم نے بھی سنے ہیں جو دھرم شالہ میں ہاتھوں کو کرم کر چکے ہیں تو پھر مجھے کسی ہنومان کا ڈر کیوں ہو تمہارے لئے جو شکتی ہے وہ میرے لئے نہیں ہے۔ کائنات میں ایک کے اوپر ایک ہے۔ نہ تم حرف آخر ہو میں۔"

"تم نے غلط جگہ ہاتھ ڈال دیا ہے۔" سوامی نے کہا۔ وہ اب بھی خوفزدہ نہیں تھا۔

"تمہاری پوری شکتی تمہارے پاس ہے تم اس کو استعمال کرنا چاہتے ہو تو ضرور کرو۔" آواز آئی۔

"مقابلہ دو کے درمیان ہوتا ہے میرے سامنے تو میں مقابلہ کروں۔" سوامی نے کہا۔

"تم جیسا شکتی کا مالک یہ بات کرتے اچھا نہیں لگ رہا۔ تم اپنی شکتی سے مجھے سامنے کر لو یا کوئی اور طریقہ

اختیار کرو میں اب چار ہا ہوں تم میرے مہمان ہو جیسے پر ہو جس طرح آئے ہو اسی طرح واپس آنے پر مندر میں پہنچا دوں گا۔" آواز بند ہو گئی۔

رات گزرتی بڑے پجاری جی جب ہنومان مندر کے اندر آئے تو دیکھا سوامی جی بے ہوش پڑے ہیں اور خون ان کے چہرے پر جم چکا ہے وہ سمجھ گیا کہ رات بھر سوامی جی بجرنگ بلی کو راضی کرتے رہے ہیں۔ اس نے فوراً ان کو اٹھوایا اور دوا دارو کا انتظام کیا اور ان کو ان کے کمرے میں پہنچا دیا۔ شام تک سوامی جی کی حالت ٹھیک ہو گئی اور وہ بجرنگ بلی کی مورتی کے سامنے پہنچ گئے اور خاموش کھڑے رہے جب سب لوگ باہر چلے گئے تو وہ بولے۔ "کیوں دنیا کو بے وقوف بنا رہا ہے دیکھ میں کون ہوں تو میرا کچھ بگاڑ سکتا ہے تو بگاڑ تیرا چاہنے والا افریقہ کے جنگلات میں پڑا ہے تو اس کو بچا سکتا ہے تو اس کو بچا لے۔ ایک مہینہ صرف ایک مہینہ میں دے رہا ہوں۔ اس کے بعد میری گارنٹی نہیں کہ اس کا تیری قوم والے کیا حشر کریں گے مجھے معلوم ہے تو کون ہے اس پتھر کے اندر بیٹھا ہے۔ یہ نادان قوم کے لوگ تجھے پوجتے ہیں۔ ان کی خطاؤں پر تیرے چیتے پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ کب تک تو کرے گا ایک وقت ضرور آئے گا کہ لوگ تجھے پتھر مان لیں گے۔" اور سوامی کے روپ میں رولو کا مندر سے باہر آ گیا۔

ایک مہینہ تک رولو کا مندر میں جاتا رہا اور ہنومان کو اس کا آخر یاد دلاتا رہا۔ پورے مندر کے لوگ بڑا پجاری اس کے قریب رہے۔ ایک مہینہ گزر گیا اور رولو کا سوامی سے مخاطب ہوا۔ "میں جانتا ہوں تو نے اپنی ہر شکتی کو آزما لی۔ مگر جواب نہیں ملا۔ میں جانتا ہوں کیوں جواب نہیں ملا تو بتا کیوں جواب نہیں ملا — "

سوامی خاموش رہا اس کے پاس کیا جواب تھا۔

"بات شرمندگی کی ہے تو اس لئے خاموش ہے۔ تو جس شکتی کے بل پر کودتا ہے وہ شکتی شیطان کی ہے تیری ہر شکتی میں اس کے کارندے ہی کام کرتے ہیں۔ اسی لئے ان سے کوئی نیک کام ہو نا ہی نہیں تو انسان کو نقصان پہنچا سکتا ہے کھا سکتا ہے۔ بس تیری شکتی اتنی ہی ہے میرے جگ اگر تو ہوتا تو تیری خاطر کرتا میرے آرام کا خیال کرتا اس کے برعکس کرتا ایک مہینہ تک تو سوچتا رہا ہے۔ ایک عقل مند ذی ہوش انسان ہے ہر بات میں نفع نقصان تلاش کرنا تیرا کام ہے ہر وقت میزان تیرے ہاتھ میں رہتا ہے۔ اپنا وزن اور مقابلے پر آنے والے کا وزن تو کرتا ہے اور خود کا وزن کم پاتا ہے تو پھر کسی پہاڑ پر کسی تنکے جاپ کے لئے کسی نئی شکتی کی خاطر چلا جاتا ہے اور اپنا وزن مقابل سے زیادہ کرتا ہے اور پھر مقابلہ جیت لیتا ہے اسی لئے تیرا نام سوامی شردھانند جی عزت سے پکارتے ہیں اور سارے ہندوستان کے اندھے لوگ ایک کانے کو رہبر بنائے ہوئے ہیں۔ تجھے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تیری کیا اوقات ہے اس دنیا میں اسی کی حکومت ہے جس نے اس کو بنایا ہے۔ ہم سب اس کے کھلونے ہیں وہ ہم کو اٹھا کر سجاوے یا کوڑے میں ڈال دے اس کی مرضی ہے۔ اس کو روکنے والا کون ہے؟ مگر وہ ہر کھلونے کی حفاظت بھی کرتا ہے اس کے آرام کا خیال کرتا ہے کوئی اگر یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کوئی نہیں دیکھ رہا تو وہ غلطی کرتا ہے۔ مگر شیطان اس کو اسی غلط فہمی میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ اس کو اپنے راستے پر چلاتا ہے اور پھر بیچ منجدھار میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ میری بات تیری سمجھ میں آ رہی ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"وکیل کا کام مقدمہ لڑنا ہے اور اپنے دلائل سے اپنی لچھے دار باتوں سے جج کو متاثر کرنا ہوتا ہے تم بہت اچھے وکیل ہو بہت اچھے دلائل دیتے ہو اور سب سے زیادہ کارآمد تمہارا حربہ یہ ہے کہ تم انسانی نفسیات سے خوب کھیلتے ہو۔ میں تمہاری گرفت میں ہوں تمہارا لشکر چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اس ماحول میں تم مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہو؟ اگر میں چاہوں تو تمہاری من پسند زبان استعمال کر کے تم سے چھٹکارا پانے کی کوشش کر سکتا ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرا نام سوامی شردھانند ہے۔ میں خود سے فیصلہ کروں گا وہی کروں گا کسی اور کا

فیصلہ میں نہیں مانتا۔" سوامی نے جواب دیا۔

"تم انسانوں کو انسان مانتے ہو؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ہم کیا مانتے ہیں اور کیا نہیں مانتے تم اس طرف مت جاؤ۔" سوامی نے کہا۔

"انسان کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ اس نے سب کو برابر پیدا کیا ہے۔ ہم اس کو چھوٹا بڑا اونچا نیچا کرنے والے کون ہیں؟" رولوکا نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ میں تم سے وکالت میں نہیں جیت سکتا تم مجھ سے اچھے وکیل ہو دوسرے میں تم سے اس مقام پر نفسیاتی طور پر دبا ہوا ہوں مجھے یہ اعتراف کرنے میں شرم نہیں آ رہی۔" سوامی ڈھٹائی سے بولا

"تم اپنے گرو کے مکمل چیلے ہو دی حربہ استعمال کر رہے ہو جو وہ کرتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم حقیقت بھی بیان کرنے نہیں دیتے۔" سوامی نے کہا۔

"شروھانند میری باتوں پر تعصب کی پٹی اتار کر غور کرنا پھر شاید تم کچھ سمجھ سکو۔ آؤ میں تم کو مندر پہنچا دیتا ہوں۔"

☆—☆—☆

"تم شروھانند کو کیوں لے کر گئے تھے اور اس سے کیا حاصل ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے فائدے ابھی تو کچھ نظر نہیں آ رہے۔ مگر امید ہے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا؟" میں نے تنگ آ کر پوچھا۔

"میں وہی کر رہا ہوں جو گرونانک نے کرنا چاہا تھا۔ جو گوتم بدھ نے کرنا چاہا تھا۔ پتھر اور جانوروں کو پوجنے والے لوگ اتنی آسانی سے تو نہیں مانتے۔ کیا ان میں رہبر نہیں آئے ہوں گے کیا ان کو نہیں بتایا گیا ہوگا کہ اس کائنات کا مالک ایک ہے کیا شیطان کو یہ لوگ نہیں جانتے شیطان کا مشن یہ لوگ نہیں جانتے۔ بہت کچھ جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی پتھر کے بت کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ مورتیاں بناتے ہیں بازار میں فروخت کرتے ہیں اور گھر ان کو گھروں میں پھولوں کے ہار ڈال کر رکھتے ہیں۔ دونوں وقت اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پوجا کرتے ہیں۔ میری کوشش ہے کہ اس میں کچھ کمی کروں اگر میں کتنی چند لوگوں کو بھی اس کام سے باز کر سکا تو بھی بہت ہے۔"

"تو تم نے یہ چاہا کہ شروھانند خود اپنی خدائی کو چھوڑ دے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں یہ کام میں طاقت کے ذریعہ نہیں کرنا چاہتا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم چاہتے ہو وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے مگر مجھے ایسا ہوتا نظر نہیں آتا اس کی جڑیں اس معاشرے میں اور ہندو سماج میں بہت گہری ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں ایسے ہی لوگوں پر ہاتھ ڈالتا ہوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

شروھانند ہنومان مندر میں پہنچ گیا۔ کسی کو اندازہ نہیں ہوا کہ وہ ایک مہینہ مندر میں نہیں تھا مگر وہ بے محل تھا۔ کسی نے اس سے ایک مہینہ کی غیر حاضری کی وجہ نہیں پوچھی۔ کسی نے کوئی سوال نہیں کیا۔ کوئی اس کی خیر و عافیت کے بارے میں دریافت کرنے نہیں آیا۔ بڑے پجاری نے اسی حیرت کے انداز میں بڑے پجاری سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ پجاری جی میں پورے مہینے مندر سے غائب رہا۔ مگر سب لوگ بے فکر رہے کسی نے میری کے بارے میں نہیں پوچھا اور میرے غائب ہونے کا کارن پتہ نہیں کیا تھا۔ کسی کو میری پروا نہیں ہے لگتا ہے میرا وجود مندر پر بوجھ بن گیا ہے۔"

بڑے پجاری نے حیرت سے سوامی کی بات اور ادب سے بولا۔ "کیسی بات کرو ہو سوامی جی۔ میں تم سے صبح ملاقات کرتا ہوں۔ ایک دن بھی تم مندر سے باہر نہیں رہے پھر یہ ایک مہینہ مندر سے غائب رہنے کی بات ہے۔"

"پجاری جی تم کس سوامی کی بات کرتے ہو؟

"میں کیا کہوں میرے علاوہ بھی مندر میں اور بہت لوگ ہیں جو روز آپ کے درشن کرتے رہتے ہیں آپ چاہیں تو ان سے پتہ کر سکتے ہیں۔" پجاری کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہیں کسی سے کچھ پتہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بات کسی کو پتہ بھی نہ چلے کہ میں یہاں سے کہیں گیا تھا یہ بات تم اپنے تک ہی رکھنا مجھے یہ بتاؤ جو میری جگہ یہاں تھا۔ کیا وہ بالکل میرے جیسا تھا تم نے کوئی فرق اس میں پایا؟" سوامی نے پوچھا۔

"میں نے تو کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔ جب شبہ ہی نہیں تھا تو فرق کیا محسوس کرتے۔" پجاری نے جواب دیا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ شکل سے جسم سے آواز سے نقل کر سکتا ہے مگر میرے روزمرہ کے کام وہ نہیں کر سکتا تم نے اس ضمن میں کوئی انتر پایا؟"

"ہاں ڈرا سا انتر میں نے پایا تھا مگر میں سمجھا شاید تم نے طریقہ کار تبدیل کیا ہے۔" پجاری نے کہا۔

"تاؤ کیا انتر تم نے محسوس کیا۔"

"رات کی پوجا میں وہ اس وقت مندر آتا تھا جس وقت سب چلے جاتے تھے اور دروازہ بند کر دیا کرتا تھا۔ ہم نے کچھ سننے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ گرو جی اور آپ کے درمیان جو بات چیت ہو وہ ہم سنیں یہ گرو جی کا خصوصی گھریلو پاپ تھا۔" پجاری نے جواب دیا۔

"بہت برا فرق تھا یہ مگر تم کیا کر سکتے تھے اچھا کیا کہ تم نے اس کے کام میں رکاوٹ نہ ڈالی وہ بہت بڑی آتما ہے دھرم کے لئے اور میرے لئے۔" سوامی جی نے ظرمندی سے کہا۔

"مگر وہ ہے کون جو ہو بہو روپ دھار لیتا ہے؟" پجاری نے پوچھا۔

"پتا تو مجھے بھی ہے کہ وہ کون ہے ۔۔۔ پورے ہندوستان میں میرے سامنے آنے کی جرأت کس میں

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم نے آسان سمجھ لیا ہے۔ تم اس کی طاقت کا اندازہ نہیں کر سکتے تم سوچو مجھے ہزاروں میل راتوں رات لے گیا اور کسی کو میری غیر موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا۔ وہ یا کوئی اور میری جگہ مندر میں پوجا پاٹ کرتا رہا۔ تم اور کوئی ذرا سا شک بھی نہیں کر سکے۔ میں خود اس کے مکر کو توڑنے کی ایک حد تک کوشش کرتا رہا۔

مگر میرا ایک بھی بیر میری مدد کو نہیں آ سکا۔ میں نے سب دیویوں دیوتاؤں کو آواز دی مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا میری سمجھ میں یہ بات آ رہی تھی کہ میری آواز زمین جا رہی ہے میرے سارے بیر میری مدد کے لئے تیار ہیں مگر وہ کون سی شکتی تھی جو ان کو مجھ تک نہیں آنے دے رہی تھی۔ ایک مہینہ تک میں ہر کوشش ہر جتن کر کے تھک گیا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو میری حالت کا میں جو خود کو ہندوستان کا سب سے بڑا جادوگر سمجھتا تھا جس نے زندگی بھر پہاڑوں پر پانی کے اندر جنگلوں میں ایک سے ایک کٹھن جاپ کئے ہر دیوی دیوتا کو میں نے خوش کیا اور انہوں نے مجھے بے پناہ شکتی دی۔ میری ذہنی حالت کا اندازہ تم کر سکتے ہو۔ میری ساری تپسیا ساری بھینٹ ساری محنت سب بے کار چلی گئی۔ مجھے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ میں کیا کروں میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔" سوامی شروھانند مایوسی سے بولا۔

"یہ سوال تو ہنومان جی سے کرنا چاہئے وہی تمہارے یا قل من کو شانت کر سکتے ہیں۔" پجاری نے جواب دیا۔

"کروں گا اور ضرور کروں گا اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔" سوامی نے خود سے کہا۔

Pakistanipoint
http://forum.pakistanipoint.com

☆—☆—☆

سوامی شردھانند غور کرتا رہا۔ پجاری اس کی ذہانت بڑھتا رہا وہ جس قدر غور کرتا اسی قدر اس کی پریشانی بڑھتی جاتی۔ "سوامی جی بات کہاں تک پہنچی؟" ایک روز پجاری نے سوامی سے پوچھا۔

"جہاں سے چلا تھا وہیں پر ہوں۔ سفر میں ہوں پیر بھی تھک رہے ہیں سامان سفر بھی ختم ہو رہا ہے مگر وہیں پر کھڑا ہوں۔" سوامی مایوسی سے بولا۔

"جوان جی کیا کہتے ہیں؟" پجاری نے پوچھا۔

"پجاری جی بات یہ ہے کہ جو جتنا جانتا ہے وہ اتنا ہی پریشان ہے ہماری طلب کی کوئی انتہا نہیں ہے ہم کو جتنا ملتا ہے ہم کم ہی سمجھتے ہیں اور کی طلب کرتے ہیں۔ پیٹ بھرتا نہیں۔

یہی حال آگہی کا ہے کہیں انسان رکتا نہیں آگے آگے ہی چلتا رہتا ہے۔ جتنا ہم جانتے ہیں اتنا ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم تو کچھ نہیں جانتے اور اسی جاننے کے چکر میں بڑھتے جاتے ہیں۔ جب ذرا یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم بہت کچھ جان گئے تو پھر کوئی مقام ایسا آتا ہے کہ خود کو بے علم محسوس کرتے ہیں۔ تم یہ کچھ لوگ میں اسی مقام پر کھڑا ہوں۔ میرے سامنے دھند ہے اور کچھ نظر نہیں آ رہا شاید یہی کیفیت آگے بھی ہے۔" سوامی نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ شکتی کا کوئی انت نہیں ہے۔" پجاری حیرت سے بولا۔

"ہاں تم ٹھیک سمجھے اوشٹ خود کو بہت اونچا سمجھتا ہے مگر ہے نہیں۔" سوامی نے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں بھگوان کوئی نہ کوئی راہ ضرور دکھائیں گے۔" پجاری نے کہا۔

"میں پریشان نہیں ہوتا میں کوشش کرتا ہوں ہر دفعہ مجھے راستہ بتایا گیا ہے کچھ اگر لیا ہے تو دیا بھی گیا ہے کہیں بندش لگائی ہے تو کہیں اجازت بھی دی گئی ہے۔ اب پھر میں نئی زندگی نئے ارادوں سے شروع کروں گا اب میری زندگی صرف اس شکتی کا کھوج لگانے کو ہے۔

"یہ سوامی شردھانند تو بہت ضدی معلوم ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں ضدی وہ نہیں ہے۔ دراصل اس نے کالے علم کو حاصل کرنے میں جو محنت کی ہے اور اس کے بدلے میں اس کو جو ملا ہے وہ بہت کم لوگوں کو ملا ہے۔ شروع اس میں پیدا ہوتا تھا تب انسان کسی علم کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو وہ دوسروں کو کمتر خیال کرنے لگتا ہے اور جب وہ کمتر خیال کرنے لگتا ہے تو اس کا واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ایک دن وہ پھر اسی مقام پر کھڑا ہوتا ہے جہاں سے چلا تھا سوامی اسی کیفیت کا شکار ہے اور جھنجھلاہٹ اس پر سوار ہے اس میں وہ غلطیاں بھی کرے گا۔" روپلوکا نے جواب دیا۔

"تمہارے خیال میں وہ اب کیا کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھو دوست انسان میں ایک کائنات پوشیدہ ہے۔ انسان کا ذہن بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مگر وہ اپنا صرف پانچ فیصد استعمال کرتا ہے۔ اس پر بھی وہ بہت آسانی سے سیکھ لیتا ہے۔ اگر کوئی اس سے زیادہ ذہن کو استعمال کرنا سیکھ لیتا ہے تو اس کے لئے کچھ مشکل نہیں رہتا۔ وہ زمین پر رہ کر آسمانوں کی خبر ہے۔ سمندروں کے اندر اور زمین کے اندر کے راز اس کی نگاہوں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ ہر راز اس کے سامنے آ جاتا ہے اور وہ اس کو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اس کی وسعت نظری اور وسعت قلبی بے انتہا ہو جاتی ہے۔" روپلوکا نے جواب دیا۔

"اور دماغ کے پوشیدہ خزانے کو حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے خیال میں یہ دین ہے رب کا کہ جس کو وہ جب چاہے جس کو چاہے دے سکتا ہے۔"

READING Section
http://readingsection.blogspot.com

بہت مشکل سفر درکار ہوگا۔ بہت دور تک جانا پڑے گا۔ ذرا سی غلطی بھی ساری محنت برباد کر دیتی ہے۔ جس قدر انسان کو ملا ہے وہ بھی کم نہیں ہے۔ اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ ہر روز نئی سے نئی ایجادات آ رہی ہیں زندگی آسان تر ہوتی جا رہی ہے۔

یہ صرف پانچ فیصد سے ہو رہا ہے۔ اگر اس سے زیادہ استعمال کا ہنر آ گیا تو ہر شخص الٹا پھرے گا اور روز تصادم کا شکار ہوگا۔" روپلوکا نے کہا۔

"بات تمہاری درست لگتی ہے جو نظام قدرت نے دیا ہے وہی بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر انسان کسی جگہ رکنا کب ہے وہ آگے اور آگے جانا چاہتا ہے اور یہی نہ ختم ہونے والی خواہشات ہی کو زیر بھی دیتی ہیں۔ نامعلوم کتنی تہذیبیں نامعلوم کتنی نسلیں اور بے حد ترقی یافتہ شہر دنیا کے نقشے سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے آج ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔" روپلوکا نے جواب دیا۔

"اب تم نے سوامی شردھانند کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سوامی کو اپنی حالت ٹھیک کرنے میں وقت لگے گا میری اس کی دشمنی نہیں ہے۔ وہ گنگا دھر کے لئے ہمارے خلاف اگر کوئی قدم اٹھائے گا تو دیکھا جائے گا میں ذرا ہندوستان دیکھنا چاہتا ہوں۔ انسانوں کے جنگل کو سمجھنے کی بڑی کشش رکھتے ہیں۔" روپلوکا نے کہا۔

"اگر تم اسی روپ میں گئے تو تمہاری مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"پھر تم بتاؤ کس روپ میں جاؤں؟" روپلوکا نے پوچھا۔

"ہر شہر میں موقعے کے لحاظ سے اور ضرورت کے مطابق اپنا روپ بدلنا میرا تو یہ مشورہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے مگر میں یہ چاہتا ہوں۔ تم بھی

"اصل مسافر تو تم ہی ہو گے میں کسی کی خبر گا مگر رہوں گا ساتھ ساتھ۔" روپلوکا نے کہا۔

"اور کاروبار کا کیا ہوگا؟" میں نے کہا۔

"وہ تم ہوتے ہوتا رہے گا۔" روپلوکا نے جواب

"تیاری کرنا پڑے گی؟" میں نے کہا۔

"تیاری کیا کرنا ہے ہم جنگل جڑی بوٹیاں خ کرنے نہیں جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے میں تمہار ساتھ تمہارے ملازم کی حیثیت سے سفر کروں گا اس سے ہوگا کہ مجھے اپنا روپ تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔" روپلوکا نے کہا۔

"مگر یہ مجھے اچھا نہیں لگے گا تم دوست کی طر بھی سفر کر سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

"دوست میں اور ملازم میں فرق ہوتا ہے اور یہ یہ صرف دنیاوی دکھاوے کو ہوگا ہم تم جو ہیں رہیں گے وہی اس سے تم مجھ سے کام لے سکو گے اور میں حکم بجا لا رہوں گا۔"

"میں تو اس پر راضی نہیں ہوں مگر تم مجھ سے زیادہ گہرائی میں سوچ سکتے ہو اس لئے ٹھیک ہے۔" میں نے مجبوراً کہا۔

"تمہارا پہلا سفر آگرہ کی طرف ہوگا وہاں سے جھانسی اور پھر آگے چلیں گے۔" روپلوکا نے سرسری پروگرام بتایا۔ پرانی دلی ریلوے اسٹیشن سے ٹھیک سات بجے طوفان میل آگرہ کو روانہ ہوئی۔

نام تو اس کا طوفان میل تھا مگر نہ یہ میل تھی نہ اس میں طوفان والی کوئی بات تھی۔ ہر اسٹیشن پر رکتی رکتی دو پہر بارہ بجے راجہ منڈی اسٹیشن پر پہنچی۔ راجہ منڈی اسٹیشن آگرہ شہر کے عین درمیان میں واقع ہے۔ چاروں طرف گھنی آبادی ہے۔

میرے پاس ایک اٹیچی تھا جس کو روپلوکا نے اٹھایا

اشارہ تھا مطلب تھا کچھ کرو اس کے لئے۔

خیرو نے عورت کو ایک طرف کیا اور آدمی کے ہاتھ پھیرنے لگا اور بازو کے پاس سے اس نے سوئی برآمد کر لی اور گھسے دے دی۔ اس طرح اس نے سوئیاں اس کے جسم سے نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دیں۔ خیرو نے پوچھا۔ "اب کوئی تکلیف بدن میں ہے؟" اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"تمہاری بیماری دور ہو گئی اب صرف کمزوری ہے فکر نہ کرو وہ بھی دور ہو جائے گی۔" خیرو نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہیرالال ہے یہ میری گھر والی ساوتری ہے۔" وہ بولا۔

"تم لوگ اتنی تکلیف میں آخر کہاں جا رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"کہاں نہیں بھیا آگرہ چھوڑ کے جا رہے ہیں جاتے تو مارے جاتے۔" وہ بولا۔

"اتنی کمزوری ہے تم کو آگے سفر مت کرو۔" میں نے کہا۔

"نہیں بھیا ہم مارے جائیں گے وہ ہم کو چھوڑے گا۔" وہ ڈر کر بولا۔

"دیکھو ہیرالال اس نے تمہارے مارنے کا بندوبست کر دیا تھا۔ مگر تم ہم کو مل گئے اور تمہارا بندوبست ہو گیا۔ اب وہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔ اب جو اشٹیشن پر اتر پڑو ہم بھی اتر جائیں گے اور تمہارا بندوبست کر دیں گے۔ یہ دلی کے بہت بڑے حکیم ہیں۔" خیر الدین نے اس کو ڈھارس دیتے ہوئے فکری سے اترو۔" خیر الدین نے اس کو ڈھارس دیتے ہوئے کہا۔

"تم کو بھگوان خوش رکھے حکیم جی۔ آپ دنوں بعد میں چین سے ہوں میں تمہاری بات نہیں جو تم کہو گے بھیا وہی کروں گا۔"

بدقسمتی سے آگرہ کا آخری سٹاپ ہے۔ گاڑی

ہے ہی گاڑی رکی ہم لوگ فوراً اتر پڑے ہیرالال اور اس کی بیوی کو بھی اتار لیا گاڑی ہمارے اترتے ہی چل پڑی۔ زیادہ مسافر نہیں اترے تھے تھوڑی ہی دیر میں پلیٹ فارم پر سناٹا چھا گیا۔ ہیرالال اور اس کی بیوی کو خیرو نے ایک بنچ پر بٹھا دیا اور بولا۔ "آپ لوگ یہاں پر بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔" اور ایک طرف چل دیا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد وہ آ گیا اور بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" اس کے ساتھ ایک آدمی اور تھا ہیرالال کا سامان خیرو نے اس کے سر پر رکھ دیا اور چل دیا میں بھی ساتھ چلا ہیرالال ٹھیک تھا مگر کمزوری بہت تھی آہستہ آہستہ وہ اپنی بیوی کے سہارے سے ہمارے ساتھ ہو لیا۔

بدقسمتی سے چھوٹا سا اشٹیشن ہے یہاں پر آبادی بھی زیادہ نہیں ہے اشٹیشن ماسٹر کے کمرے کے سامنے خیرو نے دستک دی اور آواز دی ماسٹر صاحب ایک ادھیڑ عمر کا آدمی قمیض پتلون اور سفید قمیض۔ میں باہر آیا اور بولا۔ "کہئے کیسے تشریف لائے؟"

"میں نے بتایا نا ماسٹر یہ مریض ہے سفر کرنے کے قابل نہیں ہے مگر مجبوری میں سفر پر نکل کھڑا ہوا ہے یہ حکیم صاحب ہیں اور میں ان کا ملازم۔ اتفاق سے حکیم صاحب کا سفر اس پر پڑ گئی ہم بھی آگرہ کینٹ سے سوار ہوئے اس وقت بھی اس کی حالت بہت خراب تھی حکیم صاحب نے کچھ علاج کر دیا ہے مگر سفر کے دوران پورا آرام نہیں ہے مرض ایسا ہے کہ علاج فوراً ضروری ہے یہ صرف انسانیت کے ناتے یہ سب کر رہے ہیں۔ ہیں کام ہے آپ بھی ہمارا تھوڑا سا ساتھ دیں اور ٹھہرنے کا بندوبست کر دیں تو مہربانی ہو گی اگر کچھ کھانے کو بھی ہم کر لیں گے۔" خیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے میاں تم نے تو پوری تقریر کر دی۔" اشٹیشن ماسٹر نے کہا۔

"خیرو کو تقریر کرنے کا بھی شوق ہے مگر اس وقت وضاحت آپ کی خدمت میں کی ہے وہ بھی

زمانے سے وہیں پر ہمارا خاندان آباد ہے۔ میرے باپ دادا کے زمانے میں تو زمین ہماری اتنی تھی کہ خوب گزارہ ہو جاتا تھا۔ مگر ہمارا زمین دار ایک اعلیٰ قوم کا ہے اس کی نظر ہمیشہ ہماری زمین پر رہی ہے وہ کسی نہ کسی طرح ہماری زمین پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے باپ دادا نے کوشش کی کہ ہماری زمین ان کو مل جائے اور تھوڑی بہت ان لوگوں نے ہتھیا بھی لی مگر پھر بھی وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ میرے باپ کے بعد میرے پاس صرف پندرہ ایکڑ زمین تھی تین سو ایکڑ زمین کم ہوتے ہوتے میرے پاس پندرہ ایکڑ رہ گئی۔ اسی زمین پر میرا گزارہ تھا۔ میرا کنبہ زیادہ نہیں تھا اس لیے گزارہ ہو رہا تھا۔ میری یہ گھر والی اور ایک میری ماتا جی، مگر یہ پندرہ ایکڑ بھی موتی لال زمیندار کی آنکھ میں کھٹک رہے تھے۔ اس نے اندر ہی اندر سرکاری کاغذات میں ایسی کارروائی کروائی کہ وہ زمین اس کے نام ہوگئی اور مجھے خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک روز اس کے آدمی میرے پاس آئے اور میری فصل پر قبضہ کر لیا ساری محنت میری، پیسہ میرا، دن رات رکھوالی میں نے اور میری جورو نے کی، میں نے بہت شور مچایا پنچایت بلائی گاؤں کے سرپنچ کھیا اور سب بڑے بوڑھوں کو جمع کر لیا۔ مگر فیصلہ میرے خلاف ہوا کیونکہ سرکاری کاغذات زمین کا مالک موتی لال کو بتا رہے تھے۔ میں شور کرتا رہا روتا رہا اور بے کار پھرتا رہا۔" موتی لال نے کہا۔

"ارے تو کاہے بیکار خلاف باتیں کرے ہے۔ کام کر میری زمین پر، روٹی تو ملے گی نہیں تو سسرے بھوکا مارا جائے گا۔"

"مگر میں نے نوکری نہ کی کوشش کرتا رہا۔ مگر میری کسی نے نہیں سنی۔ سرکاری دفتر میں سب موتی لال کی طرف تھے میری تو کوئی بات ہی نہیں سنتا تھا۔ اسی غم میں ماتاری بھگوان کے پاس چلی گئی گھر میں راشن ختم ہوگیا۔ مگر میری بھاگ دوڑ میں کمی نہیں آئی۔ آگرہ شہر میں ایک وکیل سے میں نے بات کی بہت اچھا وکیل ہے۔" وہ بولا۔

مقدمہ جیتنے پر زمین تیری اور جو خرچ اور جو کچھ میرا ہوگا میں تجھ سے کچھ نہیں لوں گا۔" میں راضی ہو میں نے زمین دار پر کورٹ میں کیس کر دیا۔ اس جب سن گن لے تو وہ آگ بگولا ہوگیا اور اس میرے پاس آ گئے۔

"چل ہیرا مالک نے بلایا ہے۔" میں ساتھ موتی لال کی حویلی میں چلا گیا۔ مجھے دیکھتے لال کی آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔

"تو وہ کوڑی کا آدمی ہے اور میرے خلاف میں مقدمہ لڑے گا؟"

"تو کیا کروں سرکار کہیں تو اپنی فریاد میں نے کہا۔

"ابے تیرے باپ نے وہ زمین میرے ہی دی تھی یہ تو ان کی مہربانی تھی کہ تو اس پر فصل کر یہ سوچ کے خاموش رہا کہ چل تو اپنا کنبہ پال، ہا تو آستین کا سانپ بن گیا میرے خلاف مقدمہ کر موتی لال غصے سے بولا۔

"میرے باپ نے اگر زمین بیچ دی تھی مجھے نہیں بتایا اور جو کاغذات میرے پاس ہیں زمین میرے نام ہے۔ میں تو یقین نہیں کرتا کہ بک گئی ہے۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔

"میں جو بکواس کر رہا ہوں وہ جھوٹ غصے سے بولا۔

"اب اس کا فیصلہ تو کورٹ ہی کرے نے کہا۔

"یہ سب گاؤں کے کھیا، پٹواری اور جھوٹے ہیں۔" وہ زور سے بولا۔

"دیکھو زمیندار جی میں بہت غریب آد میں جانتا ہوں میں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا مگر خاطر کوشش تو کر سکتا ہوں۔ اگر میں جھوٹ کورٹ میں ہو جائے گا اور میں گاؤں سے

"تجھے زندہ جانے دوں گا تو جائے گا؟... تو نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ مگر میں تجھے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

اور اس کے تین دن بعد میری ماتاری کا دیہانت ہوگیا اور میرے اکلے ہاتھ میں اشٹھن شروع ہوگئی اور رات میں سوئیاں سی چبھنے لگیں نہ دن کو آرام نہ رات کو چین کسی کام کا نہ رہا اس کے بعد دوسرے ہاتھ میں وہی تکلیف ہوگئی۔ میری حالت ایسی تھی کہ کیا بتاؤں۔

کسی پل چین نہیں تھا اور پھر پورا بدن چھوڑا بن گیا۔ کھانا پینا سب ختم ہوگیا۔ جہاں تک جا سکتا تھا سب نے حکیم علاج کرتے رہے مگر میری حالت بگڑتی ہی گئی تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ میں موت کی دعائیں کرتا تھا۔ جو ہونا تھا سب ختم ہوگیا تھا اور میں کھٹیا پر پڑا موت کو پکارتا رہتا تھا مگر میری کوئی مدد نہیں کرتا تھا۔

ایک مہینہ گزر گیا۔ یہ مہینہ میں نے کتنی اذیت سے گزار میں کیا بتاؤں۔ اس مہینہ میں مجھے صرف ایک چیز کی ضرورت تھی اور وہ تھی موت جب حد سے زیادہ تکلیف بڑھ جاتی تھی تو میں غافل ہو جاتا تھا۔ چیخنے چلانے کی طاقت ختم ہو چکی تھی آواز نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

ایک مہینہ کے بعد زمیندار کے آدمی میرے پاس آئے اور بولے۔ "وہ مقدمہ واپس لے لے اور یہ گاؤں چھوڑ کر کہیں دور چلا جائے تو تو ایسا ہی رہے گا۔" اور اس نے پکا تھا میں نے ان کا کہنا مان لیا اور جدھر منہ ہو لیا۔ "ہیرا لال خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"سن لی خیرو تم نے یہ فلم کی داستان۔"

"ہاں سن لی سرکار۔" خیرو فوراً بولا۔

"تو پھر کیا کریں؟" میگی نے پوچھا۔

"کیا کرتے ہیں موتی لال زمیندار کو بلائے لیتے خیرو نے کہا۔

ہیرا لال فوراً بولا۔ "یہ غضب نہ کرنا بھیا! وہ مجھے مار کر ہی ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"پر وہ یہاں آئے گا ہی کیوں؟" ہیرا لال بولا۔

"وہ آئے گا اور ضرور آئے گا۔" خیرو نے کہا۔

"بہت حرامی ہے وہ، تم نا ہی سمجھ رہے ہو بھیا ہیرا لال بولا۔

"کل وہ یہاں اسی ریسٹ روم میں تمہارے سامنے کھڑا ہوگا۔"

"بہت مشکل ہے بھیا تم نے ہم پر احسان کیا ہے ہماری جان بچائی ہے ہم تم کو نا ہی روکیں گے۔" ہیرا لال بولا۔

"اب تم آرام کرو اور بے فکر ہو جاؤ۔" خیرو نے کہا۔

ہیرا لال اپنے اسٹریچر پر چلا گیا تو خیرو نے مجھ سے کہا۔

"وہ سوئیاں جو میں نے دی تھیں تمہارے پاس ہوں گی؟"

"ہاں ہیں کیا کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"کسی جادوگر نے اپنے کسی بیر کے ذریعہ یہ سوئیاں ہیرا لال کے جسم میں داخل کر دی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ دل کی طرف جا رہی تھیں اگر یہ دو چار گھنٹے ہم کو نہ ملتا تو اس کا دل چھلنی ہو جاتا اور یہ مر جاتا۔ میں وہ سوئیاں اسی جادوگر کو واپس کروں گا تاکہ اس کو اندازہ ہو کہ تکلیف کیسی ہوتی ہے۔"

"مگر اس نے یہ کام زمیندار کے کہنے سے کیا ہے اس لئے پہلے زمیندار کی خیر بت پتہ کرنا ضروری ہے۔"

"وہ سوئیاں مجھے دونوں سے ملاقات کرا دیں گی۔" خیرو نے بات ختم کی۔ میں نے وہ چاروں سوئیاں اس کے حوالے کر دیں اور خیرو چلا گیا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح زمیندار موتی لال اسٹیشن پر موجود تھا۔ وہ بڑی شان سے ریسٹ روم میں داخل ہوا۔ اس کی شکل ہی غرور اور تکبر کی نشان دہی کر رہی تھی۔ آتے ہی اس نے گہری نظر سے اندر کا جائزہ لیا اور ہیرا لال اور اس کی بیوی کو دیکھ کر ناک سکوڑ کر بولا۔

"تو اب تک مرا نہیں بہت بے حیا ہے۔"

RAJA CREATION
www.pakistanipoint.com

"میں حکیم ہوں اور اپنی زبان کو سنبھال کر بات کرتا۔ یہ تیرا گاؤں نہیں ہے ہجیرہ ریلوے اسٹیشن ہے۔" میں نے ناگواری سے کہا۔

"بہت دیکھے ہیں میں نے تیرے جیسے حکیم میرا نام موتی لال ہے میں ایک منٹ میں آدمی کو مرغا بنا دیتا ہوں۔" وہ اکڑ کر بولا۔

خیرو ویٹ روم میں داخل ہوا اور بولا۔ "تم تو صرف مرغا بناتے ہو اور ہم اس سے انڈا بھی پیدا کروا لیتے ہیں۔" خیرو نے جیب سے ایک سفید گیند نکالی اور دکھائی۔

"یہ دیکھ رہے ہو یہ بچے آٹے کی گیند ہے اور اس میں وہی سوئیاں موجود ہیں جو تمہارے گورو مالک چند نے اس ہیرا لال کے بدن میں اپنے ایک بیر کے ذریعہ اتاری تھیں مگر وہ بیر اور سوئیاں دونوں اس گیند میں موجود ہیں میں یہ گیند جس کے ماروں وہ سوئیاں اور بیر دونوں اس کے شریر میں چلے جائیں گے اور اس کا وہی حشر کریں گے جو ہیرا لال کا ہوا تھا۔ اب بولو کتنے جیسی کے سودے ہیں۔" خیرو خاموش ہو گیا۔

"میں نے کب مالک چند کو ایسا کرنے کو کہا تھا۔ وہ جھوٹا ہے۔" زمیندار جلدی سے بولا۔

"تو میں نے کب کہا ہے کہ مالک چند سے میں نے پوچھا ہے۔ میں تو اس کو جانتا بھی نہیں ملا بھی نہیں۔"

"تو پھر تجھ کو کس طرح پتہ چلا؟" وہ اکڑ کر بولا۔

"اپنی زبان پر کنٹرول رکھ، موتی لال! میں تیری رعیت نہیں ہوں ساری اکڑ اس گیند کے پھوٹتے ہی نکل جائے گی پھر تیرا مالک چند بھی تجھے نہیں بچا سکے گا۔" خیرو نے کہا۔

"خیرو ایسا نہ کرنا میں اپنی غلطی مانتا ہوں۔" وہ جلدی سے بولا۔

اتنی جلدی کلف اتر گیا کون کون سی غلطی مان رہا ہے یہ تو بتا۔" خیرو نے کہا۔

"میں نے مالک چند کو یہ کرنے کو کہا تھا۔" وہ

"مجھے اندازہ تھا کہ کسی کے جسم میں [illegible] تیرتی پھر رہی ہوں تو اس کو کتنی تکلیف ہوتی [illegible] میں اندازہ کر لوں گا۔" خیرو نے کہا۔

"یہ غضب نہ کرنا تم جو کہو میں ڈنڈ پھر [illegible] ہوں۔"

"تم نے اور تمہارے پرکھوں نے ہیرا لال سوا ایکڑ زمین جیلوں بہانوں سے کمزور غریب سے [illegible] رکھی ہے تم کو پتہ ہے؟" خیرو نے کہا۔

"تین سوا ایکڑ زمین، ارے بھیا مجھے تو پندرہ ایکڑ کا پتہ ہے۔" وہ جلدی سے بولا۔

"جس طرح تو نے پندرہ ایکڑ ہتھیا لئے [illegible] تیرے پرکھوں نے تین سوا ایکڑ پر قبضہ کر لیا تھا وہ [illegible] پڑے گا۔" خیرو نے کہا۔

"یہ تو بہت مشکل ہے پندرہ ایکڑ [illegible] کرنے کو تیار ہوں۔" موتی لال بولا۔

"تو اس طرح نہیں مانے گا۔" خیرو نے [illegible] مالک چند اندر آ گیا۔

ایک نہایت کمزور صورت بڈھا اندر آ [illegible] جسم اوپر سے ننگا تھا اور ایک ایک ہڈی صاف نظر [illegible] اور جسم کی رنگت کالی تھی مگر جا بجا نشانات نظر آتے [illegible] اس کو کسی گرم چیز سے داغا گیا ہے وہ ہاتھ جوڑ [illegible] سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "حکم کر سرکار [illegible]

"یہ کون ہے؟" خیرو نے موتی لال [illegible] اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ بہت بڑے زمیندار موتی لال [illegible] وہ بولا۔

"اس نے تم سے کتنے آدمی مروانے [illegible] نے پوچھا۔

"بیس کے لگ بھگ۔" وہ پھر بولا۔

"تم نے ان کو اسی طرح سوئیوں سے" خیرو نے پوچھا۔

"چار پانچ ماری تھی باقی کو اسی طرح سوئیوں [illegible] رہا تھا۔" وہ بڑی بڑی طرح بول رہا تھا۔

"تم کو اس کے بدلے میں کیا ملا؟" خیرو نے

"گھر مل گیا اور سال بھر کا راشن ملا تھا۔" جواب ملا۔

خیرو اب موتی لال سے مخاطب ہوا۔ "اسنے لوگوں [illegible] کرم کو کیا ملا—؟"

"یہ بکواس کر رہا ہے جھوٹا ہے۔ اس نے خود ہی مارا [illegible]

"موتی لال تم اپنے گناہ دوسروں پر ڈال کر سزا سے نہیں بچ پاؤ گے۔ مگر میں یا میرا مالک یہ حکیم صاحب تم [illegible] نہیں دیں گے۔ تم کو یہ مالک چند ہی سزا دے گا۔ [illegible] اس آٹے کی گیند میں اس کا ہی بیر قید ہے وہ تم کو [illegible] سارے کرتوت یاد دلا دے گا۔" خیرو نے کہا۔

"میں سب بات مان لوں گا اس گیند کو تم اندر [illegible] میں ڈالو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"تم جتنے ظالم ہو اس سے بڑے بزدل بھی ہو بولو [illegible] پالتے ہو؟"

"میں تین سوا ایکڑ ہیرا لال کے نام کر دوں گا۔"

"اور جو مکان پر تم نے قبضہ کیا ہوا ہے؟" خیرو [illegible]

"وہ بھی واپس کر دوں گا اس کے بیل اور جانور بھی [illegible] گا۔" موتی لال کی ساری اکڑ ناک کے راستے [illegible]

"دو مہینے تک ہیرا لال نے جو جسمانی اور ذہنی [illegible] اٹھائی پریشان پھرتا رہا۔ اس کا کوئی بدل نہیں [illegible]" خیرو نے کہا۔

"تم جو جرمانہ کہو میں منع نہیں کروں گا۔" موتی [illegible] آواز میں بولا۔

"اچھا جاؤ ہم یہیں پر موجود ہیں اپنے وکیل کو [illegible] کر کل آ جاؤ۔ سب کاغذات تیار کروا کر پھر

آ گرہ میں رہنا ہوگی — اور تم مالک چند تم انسان کے روپ میں بھیڑیا ہو تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ تم پر تمہارا ہی ایک بیر لگا دیا جائے۔ جو روز اور تمہارے سر پر صبح شام جوتیاں مارتا رہے تم جوتیاں کھاتے کھاتے جوتیاں کھانے کے قابل ہو گئے ہو۔" خیرو نے کہا۔

"نہیں سرکار مجھے معاف کر دو میں آدھ وزنی کا بھاری کام نہیں کروں گا۔"

"موتی لال دنیا میں ایک سے ایک بڑا ہے جب ظلم حد سے گزر جاتا ہے تو اس کے ختم ہونے کا وقت بھی قریب آ جاتا ہے۔ اب بھی وقت ہے خود کو ٹھیک کر لو انسانوں کے ساتھ انسانوں والا سلوک کرو ان کے دلوں میں نفرت کی سوئیاں مت اتارو کیونکہ وہ سوئیاں ایک نہ ایک روز واپس ضرور آتی ہیں۔ دونوں جاؤ۔ میں یہ گیند لئے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اس میں نفرت بھی ہے اور محبت بھی ہے تم کس کو پسند کرتے ہو یہ اچھی طرح گھر جا کر سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا۔ تین دن کے بعد میں فیصلہ کروں گا۔" اور وہ دونوں چلے گئے۔

ہیرا لال منہ کھولے یہ سارا تماشہ دیکھتا رہا۔ حیران تو میں بھی تھا مگر یہ رد عمل کا تھا کچھ بھی کر سکتا تھا۔ "تم نے سن لیا ہیرا لال۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہم تو شاید سو رہے ہیں خواب دیکھ رہے ہیں جب آنکھیں کھلیں گے جب اصلیت کا پتہ چلے گا۔" وہ بولا۔ اس کی بیوی جو بہت ہی کم بات کرتی تھی مارے خوشی کے چپ نہ رہ سکی بولی۔

"بھیا یہ کا زمیندار موتی لال ہی تھا؟ مجھ میں ناہی آ رہا۔"

"تمہاری پریشانی اور تکلیف کے دن گزر گئے۔" میں نے جواب دیا۔

"گاؤں میں تو اس کا راج ہے پھر کوئی ننھا کھڑا کرے گا۔" ہیرا لال بولا۔

"دودھ کا جلا چھاچ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے تمہارا ڈر اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ مگر سانپ کا زہر نکال دیا

READING SECTION
http://www.paksociety.com

چلے تو وہ کچھ بن جاتا ہے اور میں تو اس کا بچپن ہی صاف کر دوں گا تاکہ دوبارہ کبھی زہر اس میں پیدا نہ ہو۔" خیرو نے کہا۔

"وہ کس طرح کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ گیند اس کے لئے دہشت اور خوف کی علامت بن گئی ہے۔ یہ گیند میں اس کے سامنے اس کی حویلی میں ڈال دوں گا اور کہہ دوں گا کہ اگر اس کی نیت میں کبھی بھی فتور آیا تو یہ گیند خود بخود پھٹ جائے گی اور پھر کیا ہوگا یہ تو اس کو یقین ہے۔ اس کے بعد اس کی اولاد کو بھی یہی خطرہ درپیش رہے گا اور ہیرالال محفوظ رہے گا۔" خیرو نے بتایا۔

"واہ خیرو کیا بندوبست کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ صرف ڈر، دہشت کی بات ہی نہیں ہے اگر اس نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو اس کا بہت برا حشر ہو جائے گا۔ جادو کے تیر بھی ختم نہیں ہوتے یہ بات دوسری ہے کہ ان سے کوئی طاقتور ان کو ختم کر دے خود سے وہ ختم نہیں ہوتے موتی لال کی حویلی میں ایک تیر اس شرط پر رہے گا کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ یعنی جو شرط رکھی گئی ہے اس پر پورا رہے۔ دوسری صورت میں اس تیر پر سے پابندی ہٹ جائے گی۔ یہ میں مانتا ہوں کہ یہ بہت سخت سزا ہے مگر اس خاندان نے بھی صدیوں سے بڑی دردناک ظلم کیا ہے تو ان کو بھی ایسی ہی سزا ملنی چاہیے۔"

"اور مالک چندا کا کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سادھو کاغذ کی طرح ہو گیا ہے۔ اب اس کے پاس کچھ نہیں رہا اس کے سارے کبوتر اڑ چکے ہیں صرف ایک باز چھتری پر بیٹھا ہے وہ اس کی جان مرتے دم تک نہیں چھوڑے گا۔" خیرو نے بتایا۔

تیسرے دن گیارہ بجے موتی لال ایک وکیل کے ساتھ آ گیا بہت تھکا تھکا اور کمزور سا نظر آ رہا تھا۔ آتے ہی بولا۔ "یہ ہیں وکیل مول چند سری واستو سارے کاغذات تیار ہیں میں نے تین سو ایکڑ زمین ہیرالال کو فروخت کر دی ہے رقم وصول ہو گئی ہے اس کی رجسٹری کل آ کر وہ میں ہو گی ہیرالال کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اس کا مکان میں نے خالی کروا دیا ہے سب جانور وہیں پر ہیں۔ پر جو فصل کھڑی ہے اس کا مالک بھی ہیرالال ہے۔ ہزار روپے ہرجانہ میں ادا کروں گا۔ مجھ سے اور پرکھوں سے جو غلطیاں اب تک ہوئی ہیں میں معافی یہاں مانگتا ہوں اگر کہو گے تو گاؤں میں سب کے سامنے بھی مانگ لوں گا۔"

ہیرالال میرے پیروں میں گر پڑا۔ "تم نہیں ہو دیوتا ہو اور خیرو بھیا تو پورے دیوتا ہیں میری قسمت بدل گئی۔ میری عزت پھر سے بحال ہو گئی۔ ارے میں مرنے آگرہ سے جا رہا تھا مجھے کیا خبر تھی میری زندگی زمین، گھر، عزت، سب کچھ آگرہ سے نکلتے ہی مل جائے گا۔ ریل گاڑی میں دیوتا بھی سفر کرتے ہیں مجھے اندازہ نہیں تھا۔" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں ہیرالال ہم صرف انسان ہیں انسان ہی بڑے فخر کی بات ہے۔"

"اگر انسان ہو تب۔" ہیرالال بولا۔ "میری اور میری آنے والی پیڑی کی زندگی بھر کا احسان تو میرے خاندان پر ہمیشہ رہے گا مگر یہ خدمت تم دونوں دیوتاؤں کی کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ہیرالال اس کی ضد نہ کرو انسان دوسرے انسان کے کام آتا ہے تو وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ اس احسان کا بدلہ لے گا اور اگر کوئی یہ سوچ کر مدد کرتا ہے تو اس کی نیکی برباد ہو جاتی ہے انسان ہر قدم پر ایک سبق موجود ہوتا ہے کوئی اس سبق کو یاد کرتا ہے اور پھر قدم آگے بڑھاتا ہے کوئی ڈھلتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ مگر امتحان کی منزل ہر ایک روز سب کو گزرنا پڑتا ہے جو سبق یاد کر آسانی سے پرچہ حل کر دیتے ہیں اور جو سرسری آگے بڑھ گئے تھے وہ پھنس جاتے ہیں کسی کو پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے اور کسی کو یہ موقع خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اذ سر نو سبق موقع ملتا ہے اور موتی لال تم نصیب کے

ہیں۔

بھانسی ایک بڑی منڈی کی شکل میں ہے ساری پیداوار یہاں آ کر بکتی ہے اور یہاں سے لوگ ضروریات زندگی کا سامان خرید کر لے جاتے ہیں۔ انگن کے باہر بڑے ہوٹل نہیں ہیں مگر مسافر نے کو سرائے نما ہوٹل بہت ہیں۔ ہم بھی ایک سرائے میں ٹھہر گئے۔

سرائے کا مالک ایک ادھیڑ عمر کا مسلمان تھا اس کا نام رمضان خان تھا۔ "شام کو آپ لوگ ذرا جلدی کھانا کھا لیا کریں تو اچھا ہے۔" وہ بولا۔

"ہم لوگ رات کو بہت کھاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"نہیں میاں بہت دیر ہو جائے گی میں اتنی دیر نہیں رکھ سکتا۔" وہ بولا۔

"کیا بہت دور گھر ہے تمہارا؟" میں نے پھر پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے مگر میرے ساتھ ایک مجبوری ہے۔" وہ بولا۔

"اگر مناسب خیال کرو تو بتاؤ شاید ہم تمہارے کسی کام آ سکیں۔" میں نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ میری ایک ہی لڑکی ہے اور وہ سخت بیمار ہے۔" وہ بولا۔

"میں حکیم ہوں میرا دلی میں مطب ہے اگر تم چاہو تو مجھے دکھاؤ۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے مگر اس کی بیماری عجیب سی ہے۔" وہ بولا۔

"کیا بیماری ہے کچھ بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کیا بتاؤں سرکار میں باپ ہوں بہت ہی عجیب بیماری ہے۔" رمضان خان نے کہا۔

"تو پھر ایسا کرو مجھے دکھا دو میں خود پتہ کر لوں گا بیماری کا۔" میں نے کہا۔

"ضرور دکھا دوں گا مگر آپ کو تھوڑا سا پس منظر بھی بتا دوں تاکہ آپ کو کچھ آسانی ہو جائے۔ اس کو دورہ سا پڑتا ہے اور اکثر سورج غروب ہونے کے بعد یہ دورہ پڑتا ہے۔ دورات کا جو بھی پہر ہو تبھی ہے اس کے بعد صاف

ستھرے کپڑے پہنتی ہے اور بناؤ سنگھار کرتی ہے اور پھر گھر سے نکل جاتی ہے۔ اس وقت اس کو کوئی روک نہیں سکتا وہ کہاں جاتی ہے یہ بھی پتہ نہیں مگر صبح ہونے پر آجاتی ہے۔ جب آتی ہے اس وقت وہ بہت تھکی اور اجڑی اجڑی ہوتی ہے میں جانتا ہوں یہ صورت حال میرے لئے باعث شرم ہے کہ وہ رات گزار کر آئی ہے اور اس کی حالت ساری کہانی بیان کرتی ہے میں کیا کروں میں نے کئی دفعہ اس کا پیچھا کیا کہاں جاتی ہے پتہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہمیشہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں نے اس سے بھی پتہ کیا کہاں جاتی ہے کیوں جاتی ہے مگر ایسا لگتا ہے اس کو خود پتہ نہیں کہ وہ کہاں جاتی ہے۔" رمضان کے خاموش ہونے پر، میں نے پوچھا۔

"تمہاری لڑکی کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام سائرہ ہے اور عمر میں سال ہے۔" رمضان بولا۔

"یہ دورے کب سے پڑ رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"چار سال سے یہ سلسلہ جاری ہے۔" وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے سولہ سال کی عمر سے یہ سلسلہ جاری ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہاری زوجہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دو سال ہوئے مر گئی۔ اس کو ہیضے کی اس بیماری نے مار دیا۔" رمضان نے جواب دیا۔

"یہ دورے روزانہ پڑتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں روزانہ نہیں پڑتے مگر کوئی دن اور وقت مقرر نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"دوروں سے پہلے اس کی صحت کیسی تھی اور اب کیسی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ نہایت صحت مند اور خوبصورت لڑکی تھی میں نے اب اس کے رشتے کی بات چلائی تھی اس کے بہت اچھے اچھے رشتے آئے تھے۔" رمضان بولا۔

"اور اب کیا حالت ہے؟" میں نے سوال

"اس کی صحت تو ویسی ہی ہے بلکہ کچھ بہتر

مگر وہ لڑکی نظر نہیں آتی وہ ایک بھرپور عورت نظر آتی

اب اس کی شادی کا امکان مجھے نظر نہیں آتا کیونکہ

ہے اس کے کردار کو مشکوک سمجھتا ہے۔ حالانکہ

نارمل ہوتی ہے تو اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا

اپنے دوروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی اگر کر

سے ایسا سوال کرو ہے تو وہ حیرت سے دیکھتی ہے

سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے بارے میں بات

ہے۔" رمضان نے کہا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی بیمار

دوروں کے دوران وہ کیا کرتی ہے اس کا پتہ نہیں

وہ جسمانی طور پر سائرہ ہوتی ہے مگر ذہنی طور پر وہ

ہو جاتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پتہ نہیں جی بہت علاج کروائے ہیں

دکھایا۔ مگر سمجھ میں کسی کے کچھ نہیں آیا۔ میری

روگ بن گئی ہے سمجھ کار نہ ہی سکتا ہوں نہ مرتا

میرے بعد اس کا کیا بنے گا یہ سوچ سوچ کر پاگل

ہوں۔" رمضان غمگین لہجے میں بولا۔

"میں نے پوری کہانی رولو کاکو سنائی تو وہ

"چل کر دیکھ لیتے ہیں ہمارا سفر تو

لئے۔" اور ہم دونوں شام کو رمضان خان کے

کے مکان پر چلے گئے اسٹیشن سے زیادہ فاصلہ

مکان پرانے طرز کا بنا ہوا تھا مگر اچھا مضبوط۔ محلے

آبادی بھی ہندو، مسلمان دونوں آباد تھے اور

ساتھ ہی رہتے آرہے تھے۔

مکان کی اندرونی حالت بہتر تھی ایک

بیٹھک میں رمضان نے ہم کو بٹھایا اور خود

رولو کاکو نے ایک نظر سارے مکان پر ڈالی پھر

بولا۔ "اس مکان میں تو کچھ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا

"مطلب یہ کہ کوئی آسیب وغیرہ

"تو پھر کیا اندازہ ہے؟" میں نے کہا۔

"کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ بولا۔

"تمہارا مطلب ہے جو ہے خود آنے گا سامنے؟"

نے پوچھا۔

"اگر کچھ ہے تو ضرور آئے گا اور اگر کچھ نہیں ہے تو

ہی پتہ چل جائے گا۔" رولو کاکو نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے ہم کو دورے کا انتظار کرنا

پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"انتظار کرنے سے مراد یہی ہے۔" رولو کاکو نے کہا۔

"تمہاری سمجھ میں کچھ آیا ہے کہ یہ کیا ہے؟" میں

نے پھر پوچھا۔

"پوری طرح نہیں آیا جب تک دورہ نہ پڑے میں

کہتا ہوں۔" وہ بولا۔ رمضان خان واپس آ گیا اور بولا۔

"کھانا تیار ہے سائرہ نے ہی بنایا ہے۔ حکم کرو تو

لاؤں۔"

"میرا خیال ہے خیر و کھانا کھا ہی لیا جائے ہو سکتا

ہے پھر موقع نہ ملے۔" میں نے کہا۔ رمضان چلا گیا

کھانے کے بعد میں نے کہا۔

"رمضان میاں اب مریضہ کو لے آؤ ذرا دیکھ

لیں۔" اور رمضان اندر چلا گیا جب وہ واپس آیا تو اس

کے ساتھ ایک عورت یا صورت نما لڑکی بھی تھی اس نے

"یہ میری سائرہ ہے؟"

وہ میرے اور رولو کاکو کے سامنے بیٹھ گئی۔ میں نے

اپنی آنکھ دکھائی۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

ایک اچھا نباض ہوں یہ تربیت مجھے میرے باپ دادا

سے ملی ہے۔ اس کی نبض نے بتا دیا کہ وہ ایک صحت مند

عورت ہے اس کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ رولو کاکو بھی غور سے

دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پوچھا۔

"تم کو پتہ ہے کہ تم کو دورہ پڑتا ہے؟"

"مجھے کچھ پتہ نہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"اس دورے کے دوران تم کہاں جاتی ہو کیا کرتی

ہو یہ پتا ہے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"میں کہیں نہیں جاتی۔" وہ بولی۔

"یار کوئی کمی تم بہت تھکی تھکی ہوتی ہو، وہاں کی

تمہاری سمجھ میں آتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں صبح ہی صبح مجھے ایسا لگتا تو ہے مگر سمجھ نہیں پاتی

ہے۔" وہ بولی۔

"دیکھو بیٹی میں حکیم ہوں اگر تم اپنا مرض مجھ

چھپاؤ گی تو علاج کرنا مشکل ہوگا جو کچھ تم محسوس کرتی

بیان ضرور کرو میں تمہارا علاج ابھی شروع نہیں کروں گا

اپنے باپ کے سامنے نہ بتانا چاہو تو یہ چلے جاتے ہیں۔

میرا تو کر خیر وہ ہے یہ بھی چلا جائے گا بولو کچھ بات کرو گی

میں نے کہا۔

اس نے ہاں میں گردن ہلا دی تو رولو کاکو اور رمضا

دونوں کمرے سے چلے گئے۔ "ہاں اب بتاؤ تم صبح

جب واپس آتی ہو یا تھکی تھکی ہوتی ہو تو کیا محسوس کر

ہو؟" میں نے پوچھا۔

"حکیم صاحب کیا بتاؤں میں اب کنواری لڑ

نہیں ہوں۔ مجھے لگتا ہے جیسے رات بھر مجھے نوچا کھسوٹا گیا

ہے۔ میرے بدن کا ہر عضو اس بات کی گواہی دیتا ہے او

اس سے زیادہ کیا بتاؤں۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"ان چار سالوں میں تم نے اپنے اندر کوئی خاص

تبدیلی محسوس کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بہت زیادہ۔" وہ بولی۔

"کیا تبدیلی؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے پہلے کسی مرد سے کوئی دلچسپی معلوم نہیں ہوتی

تھی۔ مگر اب ایسا نہیں ہے میرا دل جوان مردوں کو دیکھ کر

ان سے ملنے کو کرتا ہے اب مجھے ان میں بہت کشش محسوس

ہونے لگی ہے۔" وہ گردن جھکا کر بولی۔

"اگر تمہاری شادی کر دی جائے تو کیا تم راضی

ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو اب تک حیران ہوں کہ میری شادی میرا

باپ کیوں نہیں کرتا۔" وہ بولی۔

"اس کا مطلب ہے تم راضی ہو؟" میں نے کہا۔

Reading Section
http://groups.yahoo.com/group/pakistanidigest

اس نے مثبت انداز میں گردن ہلا دی۔

"اچھا اب تم جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی رولوکا اور رمضان اندر آ گئے۔

"رمضان میاں مرغ کا ایک سرا تو ہاتھ آیا ہے مگر دوسرا سرا پکڑنے کے لئے دورے کا انتظار کرنا پڑے گا تم فکر نہ کرو وہ سرا بھی پکڑا ہی جائے گا۔" میں نے کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو میاں صاحب میں معمولی آدمی ہوں مگر اپنی حیثیت سے بڑھ کر آپ کی خدمت کروں گا۔" رمضان نے کہا۔

رولوکا نے کہا۔ "خدمت کرنا ہمارا کام ہے رمضان میاں تم ہماری خدمت کرنے کے بارے میں نہ سوچو۔"

"نہیں خیر وہ میاں یہ سب تو زندگی کے ساتھ ہیں۔" رمضان نے کہا۔

"ضرور ہیں مگر ہم لوگ خدمت کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہر انسان کے ساتھ ضروریات ہیں پیٹ ہے اس کو بھی تو روٹی چاہیے۔" رمضان بولا۔

"بات تمہاری درست ہے مگر ہمارا اسی پر گزارہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں تو آپ کے اخلاق کا غلام ہوں جو حکم کریں گے حاضر ہوں۔" رمضان نے کہا۔

"ہم کو سائرہ کے دورے کا انتظار کرنا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں اسی جگہ آپ کے بستر لگائے دیتا ہوں۔ یہیں پر آرام کریں۔" رمضان بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" اور رمضان چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد رولوکا بولا۔

"تم نے اچھا انٹرویو کیا سائرہ سے۔"

"میں نے تم کو ابھی بتایا کہاں ہے کہ کیا اس نے کہا اور کیا میں نے پوچھا۔" میں نے کہا۔

"تم کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے میں وہیں پر تھا۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں یار میں بھول گیا تھا کہ تم رولوکا ہو۔ تم اللہ میاں نہیں ہو۔" رولوکا کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

رمضان نے دو چارپائیاں بیشک میں لا کر ڈالیں ان پر روئی کے گدے ڈال کر چادریں بچھا دیں اور تکیے لا کر رکھ دیئے اوڑھنے کو دو لحاف بھی رکھ دیئے۔ تھا صاف ستھرے تھے اور بولا۔ "میاں صاحب غریب آدمی ہوں خدمت میں کمی رہ جائے تو معاف کر دینا۔"

"رمضان تم ہم کو شرمندہ کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں میاں میں ایسی گستاخی کر سکتا ہوں بھلا۔" رمضان نے کہا۔

"اچھا رمضان اب تم آرام کرو۔" میں نے کہا۔

"ہاں ضرور ــــ میں برابر کے کمرے میں ہوں کوئی ضرورت ہو تو آواز دے لیں اور ہاں غسل خانہ اس دروازے کے عین سامنے جو دروازہ نظر آ رہا ہے۔ ساتھ ہی پانی کی ٹنکی اور لوٹا موجود ہے۔" رمضان نے لالٹین کو بلا کر دیکھا اور اندازہ کیا کہ تیل پورا ہے نہیں اور پھر اطمینان کرنے کے بعد چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد رولوکا نے کہا۔ "اب تو کریں آرام اور میں جاتا ہوں ڈیوٹی پر۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"یار تم ہر بار بھول جاتے ہو کہ میں رولوکا ہوں ہر وقت ہر مقام پر ڈیوٹی پر ہوتا ہوں۔"

"ہاں یہ بات تمہاری درست ہے تم ہی اس کا علاج کرو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے ہی علاج کرنا پڑے گا۔" رولوکا ہنس کر بولا۔

"کہاں جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"اس گھر کا اور اطراف کا جائزہ لوں گا دروازے پر پہرہ دوں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ میں تو سوتا ہوں۔" رضائی اوڑھ کر لیٹ گیا اور جلد ہی سو بھی گیا۔ میری آنکھ کھلی اس وقت دن کی روشنی پھیل چکی تھی رولوکا

تھا اور سو رہا تھا۔ سات بجے کا وقت تھا میں اٹھ کر غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ واپس آیا تو دیکھا بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "رات کب ڈیوٹی سے فارغ ہوئے؟"

"چھ بجے تک میں دروازے پر موجود تھا۔" رولوکا نے کہا۔

"پھر کون آیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ــــ کوئی نہیں آیا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"دن میں کسی کے آنے کی امید ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دن میں سورج کی روشنی کسی کو نہیں آنے دیتی۔" رولوکا نے کہا۔

"تو پھر دن بھر آرام کرو۔" میں نے کہا۔

"وہ تو میں کروں تم کو تو پتہ ہی ہے میں کون ہوں۔"

"مجھے پتہ ہے تم رولوکا ہو تم کو آرام کی ضرورت نہیں تم کو کھانے کی ضرورت نہیں، تم کو صرف ایک چیز کی ضرورت ہے اور وہ ہے کام کی۔ کیوں ٹھیک کہا نا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

رولوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ "غور کام پکڑنے کے لئے کہتے ہو مجھے کام کی ضرورت ہے۔"

"میں کہاں کام پکڑتا ہوں کام خود ہم کو پکڑ لیتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر کام خود ہم کو پکڑ رہا ہے تو بھی کیا برا ہے کریں۔" رولوکا نے کہا۔

"تم افریقہ کے جنگلات میں بھی یہی کام کرتے تھے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں ــــ یہی کرتا تھا۔ وہاں پر بھی طاقت اور دولت کی بات تھی۔ یہاں پر بھی وہی ہے۔ ہر جگہ طاقت حکومت کرتی ہے۔ کمزوری خدمت کرتی ہے اور ظلم ہستی ہے۔ مرنے کے بعد دوسری طاقت آتی جاتی ہے اور حکومت کرتی ہے خرگوش تو خرگوش ہی رہتا ہے۔ ہرن ہرن رہتا ہے اور سب کی غذا ہے سب اس کو شکار کرتے ہیں خرگوش جنگل کا کمزور ترین اور آسان ترین شکار ہے ہزاروں سال سے کھایا جا رہا ہے مگر موجود ہے۔ ختم نہیں ہوتا۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہارا فلسفہ اپنی جگہ خوب ہے اور سچ بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"سنا ہے یہاں پر کوئی قلعہ بھی ہے؟" رولوکا نے کہا۔

"رانی جھانسی کا قلعہ ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ ناشتہ کر کے چلتے ہیں۔ ذرا تفریح کریں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"رولوکا تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم صرف تفریح کے لئے قلعہ میں جاؤ گے یقین کرنے کو دل نہیں کرتا۔" میں نے کہا۔

"کبھی تو دل کرتا ہی ہے۔ کیا میرا حق تفریح کرنے کا نہیں ہے؟" رولوکا نے کہا۔

"پلومان لیا تیار ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔

جس وقت یہ قلعہ بنایا گیا ہوگا اس وقت کی جنگی ضروریات اور مقبوضگی میں یہ لاجواب قلعہ تھا۔ رہائشی محلات بھی بہت شاندار، سفید پتھر اور سرخ پتھر کے بنائے گئے تھے۔ یہ مغلوں کے قلعوں جیسا نہیں تھا۔ اس میں جا بجا ہندو راجہ کا قلعہ ہے۔ دیواروں پر دیوی دیوتاؤں کے نقش بنے ہوئے تھے پرنالوں پر اور چھت کے کناروں پر بھی نقش موجود تھے۔

اگر خطرہ طریقہ پر قلعہ سے فرار ہونے کی ضرورت پیش آ جائے تو اس کے لئے سرنگ بنی ہوئی تھی جو جھانسی سے باہر نکال دیتی تھی مگر اب وہ بند تھی۔ اس کے علاوہ خفیہ تہہ خانے موجود تھے جو کہ اب بند تھے۔ ان کے اندر کوئی نہیں جاتا تھا۔ کسی کو پتہ نہیں کہ ان کے اندر کتنی وسعت ہے اور کیا چیز کہاں ہے۔ اندر جانے کی کوشش کچھ لوگوں نے کی ضرور مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ صرف اوپر قلعہ میں لوگ تفریح کرتے ہیں محلات دیکھتے ہیں۔ دربار عام دیکھتے ہیں۔

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

عدالت دیکھتے ہیں باغات کی سیر کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ سرنگوں اور تہہ خانوں کی طرف کوئی نہیں جاتا۔ قلعہ کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی رولوکا نے کہا۔

"میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ تم الگ گھومو پھرو۔ میں تم سے مل جاؤں گا۔" اور رولوکا چلا گیا۔

میں رولوکا کو اب بہت کچھ سمجھنے لگا تھا۔ وہ بلاوجہ قلعہ میں نہیں آیا تھا اور نہ ہی وہ تفریح کرنے کا شوقین تھا۔ دوپہر کو یوان کے باہر وہ مجھے مل گیا اور مسکرا کر بولا۔

"اکیلے پریشان تو نہیں ہو رہے۔"

"ہاں میں پریشان تو تھا مگر اس کی وجہ اکیلا پن نہیں تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر اور کیا تھا؟" رولوکا نے پوچھا۔

"تم اس قلعہ کو اندر سے دیکھنا چاہتے ہو؟ اور اندر ہزار قسم کے خطرے موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"قلعہ کے اندر تو تم بھی ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"اندر سے مراد یہ کہ جو مقامات بند ہیں عام آدمی کا گزر وہاں ممکن نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تم اب بہت جلد میری حرکتوں کو سمجھ جاتے ہو۔ بات درست ہے میں تم کو بتاؤں کہ یہاں پر بہت آبادی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"آبادی سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں پر اس قلعہ کے اندر مردوں کی آبادی زندوں سے زیادہ ہے۔ ان کے علاوہ دوسری بھی ایک مخلوق آباد ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اور تم کو کیا واپس؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جو دیکھنا تھا دیکھ لیا اگر ضرورت ہوگی تو پھر آئیں گے چلو واپس چلیں۔" اور ہم لوگ شام سے پہلے واپس ہیل کڑہ یعنی رمضان کے مکان پر آ گئے۔ میں تو اپنے وقت پر بستر پر لیٹ گیا اور رولوکا اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

ایک نہایت حسین عورت روایتی طرز کے لباس یعنی مہنگا چولی اور رنگین چنری (دوپٹہ) اور زیور دروازے سے اندر آ رہی تھی دروازہ بند تھا مگر وہ اندر آ گئی۔

رولوکا خاموشی سے دیکھتا رہا وہ عورت سیدھے کمرے میں چلی گئی اور کچھ ہی دیر کے بعد سائرہ اس میں باہر آ گئی۔ رولوکا نے دیکھ لیا کہ وہ عورت کہاں گئی عورت صرف ایک آتما تھی وہ آتما سائرہ کے بدن میں گئی اور سائرہ اس کا معمول بن گئی۔ سائرہ دروازہ کھول باہر آ گئی اور بہت تیزی کے ساتھ قلعہ کی طرف چل کے قدم حیرت انگیز تیزی سے اٹھ رہے تھے رولوکا کو اس سے بہت پیچھے رکھا تھا قلعہ کا دروازہ بند تھا مگر کے ہاتھ لگاتے ہی دروازہ کھل گیا۔ چوکیدار موجود اس کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ رولوکا اس کے سائرہ کا رخ دربار خاص کی طرف تھا یہ محلات حصہ تھا رانی کے زمانے میں یہاں پر خاص قسم کی ہوں گی۔

دربار خاص میں روشنیاں جل رہی تھیں پہل نظر آ رہی تھی۔ اس محفل میں عورتیں ہی عورتیں ایک طرف ایک اونچا مسند مرمر کا تخت رکھا تھا اس رنگ کا کاکادر خلاف پڑا تھا۔

اس کے چاروں طرف رنگ برنگے رہے تھے۔ ایک سے ایک حسین چہرہ اپنی بہار دکھا یہ دربار ایسا دربار تھا کہ یہاں کسی مرد کو اندر آنے اجازت نہ تھی ایک سے ایک حسین پھول یہاں پر تھا بھانت بھانت کی خوشبو یہاں پر موجود تھی کمر اپنی خوشبو میں مست تھے کیونکہ کوئی ان کی تعریف والا نہ تھا۔ یہ اس محل کا قانون تھا یہ رانی کا قانون کے اندر رہنے والی کوئی لڑکی کسی مرد سے نہیں مل مرد سے تعلق نہیں رکھ سکتی، اس جگہ کسی مرد کو آنے اجازت نہیں تھی اور آنے والے کی سزا موت تھی ہر لڑکی پر لازم تھا کہ وہ مردوں سے دور رہے گی صورت میں اس کی سزا موت تھی۔ کئی ایسے

سائرہ کو لے جاتی تھی مگر اس سے وہ کیا فائدہ اٹھاتا تھی یا افواہ تھی یہ غور طلب تھا۔

"ابھی کام پورا نہیں ہوا۔" رولوکا نے بتایا۔

"دربار میں کیا ہوتا رہا؟" میں نے پوچھا۔

"گانا، بجانا، چھیڑ چھاڑ بس۔" رولوکا نے کہا۔

"ابھی بہت کچھ باقی ہے۔" میں نے کہا۔

"اسی لئے میں ابھی تک منظر سے غائب ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

روپا دوسری رات بھی پھر سولہ سنگھار کر کے آ گئی اور سائرہ کے جسم میں تحلیل ہو گئی سائرہ نے خوب سنگھار کیا اور بن ٹھن کر گھر سے باہر آ گئی۔

اس رات اس کا رخ قلعہ کی طرف نہیں تھا وہ جھانسی کے اس بازار کی طرف جاری تھی جہاں رات دن ہوتی ہے حسن پر قربان ہونے والوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ وہ ایک بالا خانے پر چلی جاتی گئی اس کا استقبال ایک بوڑھی نائیکہ نے کیا۔ "کل میں تیرا انتظار کرتی رہی۔" نائیکہ بولی۔

"تم کو پتہ ہے میں روز نہیں آ سکتی۔" سائرہ نے بے باکی سے کہا۔

"ہری تو میں نے کب تجھ سے روز آنے کو کہا ہے تو اپنی مرضی کی مالک ہے جب تیرا دل کرے آ جایا کر قدر دان تیرے تنگ کرتے ہیں بس۔" وہ بولی۔

"میں قدر دانوں سے کچھ نہیں لیتی جو کچھ ملتا ہوگا تم کو ملتا ہوگا۔ اس لئے اپنی مرضی سے آتی ہوں۔" سائرہ نے جواب دیا۔

"ناراض کیوں ہوتی ہو میری جان۔ طلوائی چمن لال تین چار چکر کاٹ چکا ہے۔ تو نے اس پر کیا جادو کیا ہے کہ وہ کسی دوسری پر ہاتھ دھرنا ہی نہیں۔" بڑھیا نے کہا۔

"وہ چمرخ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ منع کر دو اس کو میرا گزارہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔ تم کو پتہ ہے میں روپے کی خاطر یہاں نہیں آتی۔ ارے کوئی ڈھنگ کا مرد

مروت آخر کب تک چلے گی۔"

"ارے تیرے لیے تیرے جوڑ کا لاؤں گی تیری شہزادی تو نظر کیوں کرتی ہے۔"

رولوکا نے ان کی گفتگو کو بہت برداشت کیا مگر آگے جو باتیں ہونے والی تھیں وہ ان کو سننے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گیا اور رات ہی میں واپس آ گیا۔

"تو روپا کی پیاسی آتما سائرہ کا جسم استعمال کرکے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کررہی ہے اور یہ سلسلہ چار سال سے جاری ہے اور غریب سائرہ بلاوجہ کے پاپا ل ہورہی ہے۔ یہ تو بہت ظلم ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر یہی ہورہا ہے یہ روپا مجھے نہایت گھٹیا اور بے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ رانی جھانسی کی خاص باندی تھی۔" میں نے کہا۔

"یہ لڑکیاں جو رانی کے پاس آتی تھیں سب ہی تو اچھے گھرانوں کی نہیں ہوتی ہوں گی کچھ ایسی بھی آ جاتی ہوں گی جیسی کہ یہ روپا کی روح ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"بات درست ہے ایسا ہو تو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ان کا حشر بھی خراب ہی ہوا۔" رولوکا بولا۔

"یہ ایک سائرہ کا مسئلہ نہیں ہے ہوسکتا ہے کچھ اور بھی لڑکیاں اس غلط انداز میں استعمال کی جارہی ہوں مگر شریف لوگ اپنی عزت کی خاطر خاموش ہوں۔ ان لڑکیوں کو یہ گندی آتمائیں کہاں کہاں بھٹکا رہی ہوں۔ کس کس خاندان کی عزت داؤ پر لگی ہو اور ایسا کب تک ہوتا رہے۔" میں نے مزید بات کو آگے بڑھایا۔

"بہت گھناؤنا پہلو سامنے آرہا ہے۔ نہ جانے کب سے یہ کھیل جاری ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم نے اس کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ان سب گندی آتماؤں کو ختم کرنا پڑے گا۔"

"ختم تو سب کو کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"مگر ایک ساتھ تو یہ ہوگا نہیں ایک ایک الگ یہ کام کرنا ہوگا۔" رولوکا نے کہا۔

"میں ایک رائے دوں ——؟" میں نے

"اس کام کے لئے ہم کسی سے مدد کیوں طلب کریں" میں نے کہا۔

"اچھا ہے اگر کوئی ہماری مدد کردے۔ مگر میں خود سزا دوں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک! تم اپنا کام کرو میں کسی سے مدد لوں گا۔"

میں دوسرے ہی روز جھانسی کی بڑی مسجد کے صاحب سے ملا۔ رولوکا کے کردار کو میں نے بڑھا چڑھا کر روپا اور سارا ماجرہ ان کو بتایا۔ وہ یہ سن کر بہت متاثر ہوئے اور یہ بتایا ان بھی بہت سے ایسے مسلمان گھرانے برباد ہورہا تھا اور بھی نہ جانے کتنے گھرانے ایسے آسکتے تھے۔

"میں پڑھ کر پانی دوں گا اور کچھ لکھ کر دوں گا پڑھ کر دوں گا تین دن کے بعد آجائیں اس پانی کو گھر میں اور چاروں کونوں میں میخیں گاڑ دیں۔ کام کرے گا۔"

رولوکا نے یہ کیا کہ دوسری رات روپا سامنے آ گیا اور بولا۔ "تیرا یہ کھیل اب ختم نے اپنی آتما کو بہت کشٹ دیا۔ اب تو اس دے اور واپس چلی جا۔ نہیں تو تیرا انجام برا ہوگا۔"

"اے تو کون ہے رے لاگے تو اچھا اٹھلا کر بولی۔

"ارے تیرے جیسے میرے بہت دیوانے ہیں۔" نظر کر بولی۔

"وہ اتنے تیرے نہیں ہیں تو مرچکی ہے تیرا بدن ی میں مل چکا ہے تو اپنی ادھوری تمناؤں کو ادھار کے شریر سے پورا کرنے کی کوشش کررہی ہے مگر تمہاری یہ تمنائیں بھی پوری نہیں ہوں گی۔ تم ایک کے بعد دوسرا شریر ادھار لیتی رہو گی کب تک۔ تم نے نہ جانے کتنی معصوم لڑکیوں کے جسم استعمال کئے ہوں گے ان کی زندگیاں برباد کی ہوں گی مگر تمہاری تسکین نہیں ہوئی۔" رولوکا نے کہا۔

"اور میرے ساتھ جو ستم ہوا وہ تم کو پتہ ہے؟" بولی۔

"بتا تو بھی تیرے ساتھ کیا ہوا؟"

"میری شادی ہونے والی تھی۔ ساری تیاریاں ہوچکی تھیں۔ میری آنکھوں میں بھی وہی سپنے تھے جو ہر لڑکی کی آنکھوں میں ہوتے ہیں۔ میرا دل بھی ارمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر روز میں بھی ایک نیا سپنا دیکھتی تھی۔ ہر روز میں ایک نیا پروگرام بناتی تھی شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ کن منڈپ بھی پڑ چکا تھا۔ میری سہیلیاں رسمیں ہورہی تھیں کہ رانی کی کسی چاہنے والی کو بتا دیا کہ میں اس کی فوجی لڑکیوں سے زیادہ لمبی ہوں۔ طاقت ور ہوں میں اس کی فوج میں کام کرنے کے قابل ہوں۔

عین شادی سے ایک روز پہلے مجھے رانی نے قتل کرلیا۔ میرے ساتھ میرے ہونے والے دولہا کو بھی میرے ماتا پتا کو بھی مار دیا گیا اور رانی نے سب کا منہ کالا کیا۔ دولہا کو دوسری دلہن مل گئی۔ ماتا پتا کو اتنا صدمہ لگا کہ وہ زیادہ دن جی نہیں پاتے۔ رانی کی یہ خوبی تھی کہ وہ جس سے پیار کرتی تھی اس کا ظلم پیار لگتا تھا۔ شروع میں میری سمجھ میں بھی نہیں آتا تھا کہ رانی کیا چاہتی ہے مگر پھر میری سمجھ میں آ گیا کہ رانی خود ادھوری تھی اس

زیادہ اچھا ہے۔"

"ہاں میں چلی جاؤں گی بہت تھک گئی ہوں میں۔" روپا نے کہا۔

"رانی کی آتما بھی قلعہ میں موجود ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"نہیں رانی اور اس کے پریوار کی کوئی آتما قلعہ میں نہیں ہے۔" روپا نے جواب دیا۔

"پھر تو تم سب کو چلے ہی جانا چاہیے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں ٹھیک کہا تم نے وہم کو چھوڑ کر خود چلی گئی اور ہم ہیں کہ اب تک وفاداری نبھا رہی ہیں اس کا دربار سجا رہی ہیں میری سمجھ میں بہت دیر کے بعد یہ بات آئی ہے۔" روپا بولی۔

"چلو ٹھیک ہے بات سمجھ میں آ تو گئی۔" رولوکا نے کہا۔

"میں چلی جاؤں گی اور ان سب کو لے جاؤں گی اس کا دربار سونا کر جاؤں گی اس نے ہماری جو درگت بنائی ہے اس کا حساب تو وہ دے گی۔" روپا نے پوچھا۔

"زندگی میں جو کیا جاتا ہے وہ سب حساب رکھا جاتا ہے۔ حساب تو سب کو دینا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم ایک اچھے آدمی ہو تم نے چند منٹ میں مجھے وہ سمجھا دیا جو میں صدیوں تک نہ سمجھ سکی تھی اور خود اپنی آتما پر بوجھ لادتی جا رہی تھی۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔ ہمیشہ کے لیے۔" روپا نے کہا۔

"تم اکیلی جا رہی ہو؟" رولوکا نے پھر پوچھا۔

"نہیں سب کو ہی لے جاؤں گی میری سب بات مانتی ہیں۔ سب کو راستہ دکھانے کی ضرورت ہے میں سب کو راستہ دکھا دوں گی۔ شاید اس سے میرا کچھ بھلا ہو جائے۔" روپا نے اداسی سے کہا۔

"میں رب کائنات سے دعا کروں گا کہ تم پر رحم کرے۔" رولوکا نے کہا اور روپا کی روح اچانک غائب ہو گئی۔

"اماں خان یہ تو ہمارا کام ہی ہے۔" وہ جلدی بولا۔

"تو پھر ہمارا تو انتظار نہ ہوا۔ پھر ہمارے سر احسان نہ کرو۔" میں نے کہا۔

"اماں بھائی خان آپ ناراض ہو گئے مو چاہتے ہیں۔ بات یوں ہے کہ ہماری ایک بہت بڑ سرائے ہے آپ مجھے مسلمان نظر آئے تو دل ہوا کہ آپ کی مہمان نوازی کروں صاف ستھرا کمرہ بستر ماحول بالکل گھر کا سا کھانا چاہیے۔" وہ بولا۔

"آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔" میں نے کہا

"میاں خان ہمارا نام کھن میاں ہے مسافروں کی خدمت کرتے ہیں یہی کام ہے ہمارا۔" وہ بولا۔

"تو کھن میاں کہاں ہے آپ کی سرائے۔" میں نے پوچھا۔

"اسے یہ ہی سامنے ہی زیادہ دور نہیں ہے۔ کسی سواری کی ضرورت نہیں ہے لائیے آپ کا سامان ہم خود اٹھالیں گے یہ تو ہمارا کام ہے میاں خان۔"

رولوکا نے کہا۔ "نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اٹھائے ہوں۔"

"ہم تو آپ کی خوشی میں خوش ہیں میاں خان آیئے۔"

اور ہم کھن میاں کی سرائے کی طرف چلے۔ کیا تو انہوں نے کہ یہ سامنے ہے مگر دس منٹ چلنے کے بعد وہ ایک بڑے سے پھاٹک کے سامنے پہنچے اور بولے۔ "لو میاں آ گئے یہی ہے ہماری سرائے۔ بس کیا بتائیں میاں خان ہم تو ہو گئے ہیں بھکو ہمارا خاندان ایسا نہیں تھا۔ باپ دادا حضور نواب کے خاص مصاحب ہوا کرتے اسی زمانے میں یہ زمین ان کو ملی تھی انسٹیشن یہاں بنا تو ابا حضور نے یہ سرائے بنا ڈالی۔ اب ابا تو رہے نہیں ان کی یادگار یہ سرائے ہی ہے اور سچ یہ ہے کہ یہی ہم کو پال رہی ہے۔" کھن میاں نہایت باتونی آدمی تھا بلا وجہ بے تکان بولے جا رہا تھا۔

ہو گئی تھی اور اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں رمضان خان کی خواہش تھی کہ ہم شادی تک رکیں مگر روانہ ہو گئے۔ ہمارا ارادہ بھوپال جانے کا تھا بھوپال مسلمان ریاست تھی۔ گو کہ اب نواب راج پرائے تھا سارا کنٹرول انگریز حکومت کا تھا۔

"رولوکا تم کو مجھ سے بہت زیادہ تجربہ ہے اور دیکھی ہے یہ بتاؤ۔" "یہ ہندو مذہب کب اور کس نے اس کی کوئی تاریخ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بہت مشکل سوال ہے یہ، کیوں کہ ہزاروں سال گزرنے پر بھی اس مذہب کی کوئی مستند کتاب کسی لکھی ہوئی جس کو تاریخ کہہ سکیں نہیں ہے جو ہیں وید ہیں اور مذہب کے بارے میں ہیں تاریخ نہیں اور سب بہت بعد میں لکھے گئے ہیں یہ ابتداء کب اور کس نے ابتداء کی اس کا تاریخی حوالہ نہیں ضرورت اور حکومت قائم کرنے کو وید بنائے گئے ہیں سراسر ویدی ذات کے فائدے کی چیز رہے ہیں۔ خیال میں آریاؤں نے ان ویدوں کو لکھا ہے اور برادری کا نظام دیا ہے۔

آریاؤں نے خود کو برہمن بنا لیا اور ہندوستان قدیم آبادی کو دوسری ذاتوں میں بانٹ دیا اور سب خدمت کرنے کو شودر بنا دیا۔ ہزاروں سال سے یہ بندی قائم ہے کسی نے اس پر غور نہیں کیا کیونکہ ہر اپنی ذات کی خاطر ایسی پابندی لگا دی ہے کہ جو ہے وہ کے آگے سوچنے والا گھور پاپ کرتا ہے۔ وہ گھور ہے اس کی وضاحت بھی برہمن ہی کرتا ہے اور اپنی وقت، حالات اور ماحول کے مطابق کرتا ہے اور فائدہ آگے رکھتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اور یہ مہابھارت کیا ہے؟" میں نے پوچھا

"ہندو روایت میں مہابھارت اس جنگ کا نام ہے جو کوروؤں اور پانڈو کے درمیان لڑی گئی ہندی تاریخ کے بیتے جاتے کردار تھے۔ اس جنگ

ہندی تاریخ میں ایک کتاب مہابھارت کی بھی ہے۔ جسے ہندوستان کی امہات الکتب میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں کائنات کی ابتداء انسان کے آغاز کو داؤں اور پانڈوں کا احوال اور دیگر معرفانہ حکایات و روایات درج ہیں۔ مگر اس کو بھی تاریخ نہیں کہہ سکتے۔

اس کے مصنف کا نام بیاس دیو ہے لیکن کسی جگہ یہ کتاب کا سن تصنیف نہیں ملتا اور ہندوستان مذہب کے بارے میں بیاس دیو کچھ کہتا ہے اس کی اپنی شخصیت اتنی گھس لیے ہوئے ہے کہ بیاس دیو کا نام ہی اس کتاب کو متنازعہ بنا دیتا ہے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے ہندوؤں کے لیے تو بیاس دیو بہت عظیم چیز ہے۔"

"تو پھر کیسے پتہ چلے کہ ہندو مذہب کس نے بنایا۔" میں نے پوچھا۔

"صرف اندازے ہی اندازے ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"جس مذہب کے موجد کا ہی پتہ نہ ہو وہ مذہب کو اس کا اندازہ ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

بھوپال شیر تالابوں کا شہر ہے۔ مسلمان نواب کی ہے مسلمانوں کی حالت بہت بہتر تھی۔ کاروبار اور ملازمتوں پر مسلمان نظر آتے تھے۔ شہر میں خوبصورتی نوابوں کی یادگار نظر آتی تھی۔

ہم اسٹیشن سے اتر کر باہر آئے تو ایک صاحب نے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا اس کے سر پر ترکی ٹوپی تھی کیا اگر کھانا کرتہ تھا اس صاف ستھرا تھا آیئے ہی آیئے خان آیئے۔ اماں ہم تو آپ کے ہی انتظار میں تھے کب سے۔"

"تم کو کس نے کہا تھا کہ تم سو کھو۔" میں نے

READING Section
http://readingsection.blogspot.com

چانک کے بعد تھا اس میں کچھ نکل بونے آگے ہوئے تھے۔ ایک بہت بڑا برگد کا درخت بھی موجود تھا۔ کمرے ایک لائن میں بنے ہوئے تھے اور کمروں کے سامنے کھرپل کا سائبان تھا اور جگہ جگہ لکڑی کے پول گڑھے ہوئے تھے یہ غالباً اس لئے کہ بوقت ضرورت ان پر روشنی کے لئے لالٹین یا گیس لیمپ لٹکائے جاسکیں۔

کمرے بھی کشادہ تھے چار دیواری کے اندر بہت جگہ تھی اتنی کہ کھن میاں اگر چاہتے تو ایک بہت شاندار ہوٹل بن سکتا تھا مگر بقول کھن میاں کے وہ تو ہو گئے تھے پھکو۔ شام ہو چلی تھی ہم دونوں نے ایک ہی کمرے میں ٹھہرنا پسند کیا۔ کھن میاں بولے۔

"اماں خان آپ جیسا حکم کریں ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ اب یہ بتاؤ چائے حاضر کروں یا کھانے کے بعد پینا پسند کریں گے۔"

"چائے پلواؤ کھانا تو ہم رات کو نو بجے کھاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بہت خوب ایسا بھی بتا دیں کھانے میں کوئی خاص چیز کھائیں گے؟" وہ بولا۔

"جو کھلاؤ گے کھالیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہم لوگ بکرے کا گوشت پکاتے ہیں۔" کھن میاں نے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے کس بھاؤ ملتا ہے بکرے کا گوشت یہاں پر۔" میں نے پوچھا۔

"بڑی مہنگائی ہو گئی ہے میاں خان پہلے چھ آنے آٹھ آنے سیر تھا اب دس آنے سے کم نہیں ملتا۔ مگر کیا کریں مہمان نوازی بھی تو کرنی ہوتی ہے بڑے کا گوشت بہت لوگ نہیں کھاتے میں خود بڑے کا گوشت نہیں کھاتا اور میری زوجہ تو ہاتھ نہیں لگاتی میاں خان۔" کھن میاں اپنی عادت کے مطابق بولے چلے جا رہا تھا۔

"تم چائے لیتے جا رہے تھے۔" میں نے کہا۔

"خوب یاد دلایا میاں خان یہ ہے ہماری عادت

ہی ہوا۔ مگر لوگ پھر بھی ایسا کرتے ہیں۔ وہ دنیاوی دولت سے محبت سے اور زمین سے اس قدر محبت بڑھا لیتے ہیں کہ موت کے بعد ان کی روح ان چیزوں کو نہیں چھوڑنا جسم فنا ہو جاتا ہے۔" رولو کا نے وضاحت کی۔

"تو اس کا مطلب ہوا کھن میاں کی بات میں وزن ہے!" میں نے کہا۔

"کتنا وزن ہے یہ تو کچھ اور تفصیل پتہ کرنے سے اندازہ ہوگا۔" رولو کا نے کہا۔

دوسرے روز ہم دونوں صبح ہی سرائے سے نکل گئے اور روشن تالاب کی طرف چل دیئے۔ زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ آبادی زیادہ گنجان نہیں تھی۔ دس پندرہ منٹ میں ہم پہنچ گئے۔ سردی کا موسم تھا اس لئے تالاب کی طرف سناٹا ہی تھا۔ اچھا بڑا تالاب تھا۔

ایک طرف کنارے پر ایک مندر بنا ہوا تھا مندر ہمیشہ اونچے بنائے جاتے ہیں اور جو مندر پانی کے کنارے بنائے جاتے ہیں ان کو تو خاص طور سے دس بارہ فٹ سطح زمین سے اونچا رکھا جاتا ہے اور مندر سے پانی کی طرف سیڑھیاں بنائی جاتی ہیں ان سیڑھیوں پر بیٹھ کر عورتیں اور مرد نہاتے ہیں۔ مندر کے تین طرف بڑے بڑے درخت موجود تھے۔ بڑی ہریالی تھی اور ایک طرف تالاب تھا۔ بنانے والے نے مندر کے اندر بھی خاصی زمین فالتو رکھی تھی یہ غالباً مندر میں پوجا کے لئے رکھی تھی مگر دن کے دس بجے مندر ویران پڑا تھا انسان کرنے کی جگہ پر دو تین کتے مٹرگشت کر رہے اور پانی کی سطح پر بیٹھک اچھل رہے تھے۔

رولو کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا۔ دس پندرہ منٹ میں اور رولو کا بے ارادہ ٹہلتے رہے اور پھر واپسی کو مڑ گئے۔ ہم سے کسی نے نہیں پوچھا۔ کیوں آئے ہو کون ہو وغیرہ وغیرہ۔ ہم سڑک پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد ہی ایک تانگا ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا اور ہم واپس آ گئے۔

http://readingpk.com

"کچھ وزن تو فضا میں ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہاں مندر کے چاروں طرف جو کیفیت نظر آتی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ پراسراریت ہے مگر ابھی میں کچھ بتا نہیں سکتا کہ وہ کیا ہے؟" رولو کا نے جواب دیا۔

"خیر یہ تمہارا کام ہے تم ہی جانو میں تو اپنی معلومات بڑھانے کو پوچھ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

کھن میاں تیزی سے آتے نظر آئے۔ آتے ہی بولے۔ "اماں خان کمال ہو گیا یعنی خاموشی سے نکل لئے اور اتنی جلدی آ بھی گئے۔"

"ہم روشن تالاب گئے تھے۔" میں نے کہا۔

"اور بتایا بھی نہیں میاں یہ بھوپال ہے ذرا دیکھ بھال کے سیر کرنا ایمان سے ہمارا کام تو اپنی بوٹی بنانا ہے اور ہم نے بتا دی تھی۔"

"تمہارا بہت شکریہ کھن میاں مگر ہم تو آتے ہی سیر کرنے ہیں۔" میں نے کہا۔

"خوب کرو بھئی کس نے منع کیا ہے۔" کھن میاں بولے۔

"اچھا یہ بتاؤ یہ روشن تالاب کس نے بنایا تھا؟" رولو کا نے پوچھا۔

"اماں بھائی خان تم روشن تالاب کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو اور بہت بڑا بھوپال پڑا ہے سب جگہوں پر جاؤ ایمان سے لطف آ جائے گا۔" کھن میاں بولے۔

"بات یہ ہے کھن میاں کہ میں تو ایک حکیم ہوں اور یہ میرا ملازم خیر الدین خیرہ جاسوسی کا شوقین ہے یہ ان مقامات پر جانا پسند کرتا ہے جہاں کوئی نہ جاتا ہو۔ اس لئے تم جو کچھ جانتے ہو اس کو بتا دو ورنہ یہ روز تم سے سوال کرتا رہے گا اور تم کو پریشان کرے گا۔" میں نے بات بنائی۔

"اماں واہ خان خیرہ اچھا شوق پالا ہے۔ میں نے تو ایسا شوق ایمان سے اب تک نہیں سنا۔" کھن میاں بولے۔

"کھن میاں فرصت میں آ کر بتاؤں گا اب میں چلتا ہوں۔" اور پھر میاں چلے گئے۔

"کھن میاں زوجہ محترمہ سے کچھ خائف لگتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اچھا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ دن بھر خان معلومات میں گراں قدر اضافہ کرتے رہتے۔" رولو کا نے کہا۔

"آدمی دلچسپ ہے ذرا باتونی ہے تو کیا ہوا۔" میں نے کہا۔

رات کو کھانے کے بعد حسب وعدہ کھن میاں آ گئے۔ "کہو میاں خان اب ہم فارغ اب پوچھو کیا پوچھنا ہے؟"

"میں نے یہ پوچھا تھا کہ یہ روشن تالاب کس نے بنایا تھا اور کب بنایا تھا۔" رولو کا نے کہا۔

"بتائیں گے ضرور بتائیں گے میاں خان۔"

"یہ تالاب ہمارے سامنے تو نہیں بنا ہم نے تو اس کو اسی حالت میں دیکھا ہے۔ ہمارے لیجنڈ مکالمہ نظروں کے سامنے یہ ضرور بنا تھا اور جو کچھ انہوں نے بتایا ہے وہی ہم بتائیں گے۔

روشن لال بھوپال کا ایک بہت بڑا سیٹھ ساہوکار کرتا تھا۔ مگر حد سے زیادہ کنجوس تھا زندگی بھر صاف اس کے بدن پر کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ یہی حالت کے کھانے کی تھی۔ اس نے اولاد نرینہ کی خاطر کئی شادیاں کر ڈالیں مگر ہر بیوی سے اس کو لڑکی ہی ملی۔ وہ بڑے سیٹھ ساہوکاروں اور دیوی دیوتاؤں کی خدمت کرتا رہا جس نے مشورہ دیا وہ اس نے کیا مگر اس کی مراد پوری نہ ہوئی۔ پھر اس کی ملاقات ایک جوگی سے ہوئی۔ اس نے اس کو کہا کہ وہ ایک بہت بڑا مندر شیو بھگوان کا بنوائے اور ایک تالاب بھی اس کے ساتھ بنائے۔ اس جوگی نے اس کی جگہ اور تالاب کی جگہ بھی اس کو دکھا دی۔

روشن لال کی کھوپڑی میں یہ بات بیٹھ گئی اور وہ اس زمین کے ٹکڑے کو حاصل کرنے میں لگ گیا۔ یہ زمین نواب صاحب نے اپنے ایک ملازم دھونی چند کو دی ہوئی تھی دھونی چند اس زمین پر سبزی کاشت کرتا تھا۔ جگہ چونکہ شہر میں تھی اس لئے جو کچھ وہ پیدا کرتا تھا قرار ایک بوتی تھی۔ اس کے علاوہ دھونی چند نواب صاحب کا خاص ملازم تھا وہ ذات کا نائی تھا اور اپنے کام کا ماہر آدمی تھا۔ نواب صاحب کے قریب رہتا تھا۔ اس لئے منہ چڑھا بھی تھا۔ روشن لال سرمایہ دار تو ضرور تھا مگر دھونی چند کی بات نہ ٹال سکتا تھا۔

روشن لال نے دھونی چند کو ہر طرح کا لالچ دیا۔ زمین کی منہ مانگی قیمت بھی دینے پر راضی تھا۔ مگر دھونی چند نواب صاحب کے ساتھ رہ کر بہت خدمتی ہو گیا تھا اس نے ایک نہ سنی بلکہ کئی دفعہ تو روشن لال کو بے عزت کر دیا۔

اب دونوں میں ضد ہو گئی۔ ایک طرف چاندی سونا تھا تو دوسری طرف اقتدار کا نشہ تھا۔ چوٹ دونوں طرف لگی تھی۔ روشن لال نے نواب صاحب تک بات پہنچانی مگر کام نہ بنا۔ روشن لال کا رنگ دھونی چند ایک [illegible] انتظار دیا کرتا تھا۔ جب وہ نواب صاحب کی [illegible] بھی مایوس ہو گیا تو اس نے بھوپال کی ہندو [illegible] طرف رجوع کیا۔ مگر ہندو برادری بھی کچھ نہ [illegible] کیونکہ مقابلے پر بھی ایک ہندو ہی تھا۔ حالانکہ وہ [illegible] اگر اس کی جگہ کوئی مسلمان یا عیسائی ہوتا تو مقابلہ وہ [illegible] کرتے۔ روشن لال کو اندازہ ہو رہا تھا کہ دولت میں [illegible] سے سب کچھ نہیں خریدا جا سکتا۔ وہ خود پر ایک پیسہ [illegible] کرنے والا آدمی لاکھوں خرچ کرنے کو تیار تھا مگر [illegible] کام۔ جوگی تو ایک راستہ دکھا کر چلا گیا تھا اور [illegible] اپنی ادھوری تمنا لئے بے چینی کی زندگی گزار رہا [illegible] چکر بھج رہا تھا روشن لال ناامید ہو کر خاموشی سے بیٹھ گیا ہے۔

مگر روشن لال کے تو سپنوں میں اس کے [illegible] والے بیٹے آ رہے تھے۔ وہ روز ان کے نام دھرتا [illegible] روز سینے ٹوٹ جاتے تھے۔ دھونی چند کے خلاف [illegible] نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس کی جگہ کوئی ہوتا تو وہ نہ جانے [illegible] کر چکا ہوتا۔ اسی کشمکش میں پانچ سال گزر گئے۔

جوگی کا پھر پھیرا لگا اور اس نے دیکھا کہ میاں [illegible] میں کھیتی ہو رہی ہے نہ مندر ہے نہ تالاب بنا ہے۔ وہ [illegible] ہوا روشن لال کے پاس گیا اور بولا۔ "تو نے ہماری [illegible] کا پالن نہیں کیا سو رکھ۔ تو بڑا پاکھنڈی ہے۔"

روشن لال نے آگے بڑھ کر جوگی مہاراج کے [illegible] پکڑ لئے اور گڑگڑا کر بولا۔ "دیا کرو مہاراج میں نے [illegible] جتن اس زمین کے لئے کر لیا۔ پر تو دھونی کی اولاد نوا [illegible] کا مالیشار بہت حرامی ہے ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ میں نے ہر طرف سے کوشش کر ڈالی۔ میں نے ان کے منہ دیکھ لئے جن کو پسند نہیں کرتا دھن دولت سب کچھ داؤ پر لگا دیا مگر پھر بھی وہ زمین مجھے نہ ملی۔ اب بتاؤ جوگی مہاراج میں کیا کروں؟"

جوگ نے ساری بات سنی اور تسلی سے بولا۔

"زمین تو مل جائے گی مندر بھی بن جائے گا اور تالاب بھی بن جائے گا۔ مگر اب وقت بہت آگے نکل گیا ہے۔ تجھے بتانے لگا کہ نہیں میں نہیں بتا سکتا اگر تو اسی سے یہ کام کر لیتا تو تیرا کام ضرور بن جاتا۔ اب تو پانچ سال پیچھے چلے گا اب میں تجھے کیا بھروسہ دلاؤں بول اب بھی مندر بنوانے کا ارادہ ہے مگر یہ یاد رکھ کہ تجھے بیٹا ہو گا میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"جوگی مہاراج تم نے تو اپنا کام کر دیا۔ مگر میرے [illegible] بھاگ سو گئے تو اس میں کس کا قصور میں ہی ابھاگی ہوں۔ پر تو مندر اور تالاب اب میری ضد بن گئے ہیں میں اپنی ساری دولت خرچ کرنے کو تیار ہوں۔ دھونی چند بھی مجھے چھیڑ رہا ہے۔ میں اپنی موچھ اونچی کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ بتائے کرو جوگی مہاراج۔" روشن لال گڑگڑا کر

بولا۔

"کریں گے ضرور کریں گے۔ اس کام کے لئے بڑے کٹھن جاپ کرنا پڑیں گے اور جو تم کو کہا جائے وہ تم بھی کرو گے کچھ بھینٹ دینا ہوگی وہ تم دو گے؟" جوگی نے پوچھا۔

"میں ہر طرح تیار ہوں مہاراج جو حکم کریں گے وہ واش کروں گا۔" روشن لال نے جواب دیا۔

"تو پھر سن ہم جاتے ہیں کنڈل میں اور تو آج سے ٹھیک چالیس دن کے بعد دھونی چندھ کے پاس جائے گا اس کے پاس جاتے ہی ایک بھینٹ کالی مرغی کی دھونی چندھ کے دروازے پر خود اپنے ہاتھ سے دے گا اور اس کے بعد زمین کی بات کرے گا وہ مان گیا تو ٹھیک ہے اگر نہ مانا تو پھر ایک کالے بکرے کی بھینٹ دے گا یہ بھینٹ اس زمین پر دینا ہوگی اور پھر دھونی چندھ کے پاس جائے گا۔

اگر زمین دینے پر راضی ہوا تو ٹھیک نہیں تو تیسری بھینٹ کالے بھینسے کی دینا ہوگی یہ بھینٹ بھی اسی زمین پر دینا ہوگی اور تجھے خود اپنے ہاتھ سے دینا ہوگی۔ اس کے بعد تو پھر اس کے پاس جائے گا اور زمین کا مطالعہ کرے گا اب کے وہ مان جائے گا۔

مگر یہ منزل بڑی کٹھن ہوگی وہ بھینٹ مانگے گا اور تجھ کو وہ بھینٹ دینا ہوگی اور وہ بھینٹ تیری ہوگی تجھے اپنی خود بھینٹ دینا ہوگی تیری شکتی ہو جائے گی تیری آتما بھل ہو جائے گی شریر تو مٹی ہے ایک نہ ایک روز مٹی ہونا ہے اس کے لئے زیادہ کیا پریشان ہونا۔ منش سب کچھ آتما کی شانتی کے لئے کرتا ہے تیری آتما شانت ہو جائے گی اور سدا اس مندر اور تال میں رہے گی تیری سنت تیرے سامنے رہے گی مگر اس وقت بھی ہمارا خیال رکھنا پڑے گا اور وہ یہ کہ تجھے ایک نوجوان مرد یا عورت کی بھینٹ ہماری نظر کرنا ہوگی اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیری آتما کو کشٹ بھوگنا ہوگا یہ بات بھی یاد رکھ کہ شریر کا کشٹ اٹھانا بہت آسان ہے کیونکہ وہ تو ختم ہونے والی ہی چیز ہے مگر آتما کا کشٹ بہت کٹھن ہوتا ہے اور سیکڑوں سال تک چلتا ہی رہتا ہے۔

ہم نے سب کچھ بتا دیا ہے آگے جو کرنا ہے تجھے کرنا ہے واپس نہیں آئیں گے اگر ہماری بھینٹ ملتی رہی۔ ہماری بھینٹ نہیں ملے گی تو پھر ہم کو آنا ہی پڑے گا۔ وقت تیری آتما کے لئے بہت کٹھن ہوگا ہماری بات رکھنا..... ہم راستہ چلتے سادھو سنت نہیں ہیں ہم ڈھونڈیاں کہیں اور ہی سے بلائی جاتی ہیں۔" اور جوگی مہاراج چلے گئے ان کی ہدایت کے مطابق روشن لال دھونی چندھ کے گھر گیا اور ایک کالا مرغا اس کے دروازے پر کاٹ ڈالا۔ دھونی چندھ نے کہا۔

"روشن لال تم بہت ضدی آدمی ہو اب تم ٹوٹکے پر اتر آئے ہو جاؤ زمین تو تم کو نہیں ملے گی۔" روشن لال واپس آ گیا مگر امید کی ایک کرن اس کے من میں روشن تھی وہ زیادہ پریشان نہیں تھا اس کے سامنے سفر موجود تھا وہ بھی اندازہ کر چکا تھا کہ سفر کٹھن ہوگا پڑے گا۔ منزل راستے میں نہیں ملے گی۔ جوگی مہاراج سب پتہ تھا اسی لئے سفر کا پورا نقشہ بنا کر دے گئے دھونی چندھ نہیں مانے گا اس کا اندازہ ان کو بھی ہوگا اس سفر کی وہ جیسے بندی کر دی اب پھر چالیس روز کے بعد چندھ کا دروازہ دیکھنا تھا۔ ان چالیس دنوں میں روشن اپنی دولت اور زمینوں کی دیکھ بھال کے طریقے بتا اپنی وصیت بنا تار ہا۔

وہ چاہتا تھا اس کے مرنے کے بعد کا پر ہو اس نے تالاب اور مندر کا پورا نقشہ بنا لیا اخراجات کی رقم الگ کر دی تھی۔ ایک ٹرسٹ بنا اور دوسرے اخراجات پورے کرنے کا طریقہ تھا۔ وہ ایک ایک چیز پر غور کر رہا تھا۔ اس کے مرنے بعد اس کی دولت لوٹنے والے بہت آ جائیں گے بات اچھی طرح جانتا تھا مگر وہ بہت ہوشیاری سے کر رہا تھا۔ اس نے ایسا بندوبست کر دیا تھا کہ تالاب کی ہمیشہ حفاظت ہوتی رہے اور اس کے اس کا معاوضہ بھی ملتا رہے۔ ایک ایسا مضبوط جائے جو اس کا نام قائم رکھے۔ چالیس دن کے

پر دھونی چندھ کے دروازے پر گیا اور پھر اپنا مطالبہ

"مجھے اندازہ تھا روشن لال کہ تم پھر آؤ گے اس دن گن رہا تھا اور آج ٹھیک چالیس دن کے بعد آئے ہو۔ تم عجیب آدمی ہو مندر بنانا ہے کہیں بھی بنا بنانا ہے کسی بھی زمین پر بنا لو اگر تمہارے پاس نہیں ہے تو مجھ سے لے لو۔ مگر تم اسی زمین کے ٹکڑے کیوں مرے جا رہے ہو مجھے یہ بتاؤ؟" دھونی چندھ نے پوچھا۔

"دھونی چندھ اس زمین کے اندر خزانہ دفن ہے وہ زمین ہے۔" روشن لال نے کہا۔

دھونی چندھ زور سے ہنس پڑا۔ "تم جس ذات کے ہے خزانہ ہوتا تو تم مجھے بتاتے؟"

"تو پھر تم چندھ سو کی پیداوار کی خاطر اس زمین سے چلے ہو؟" روشن نے لال نے جل کر کہا۔

"پیداوار تو بے نام یا زیادہ جو ہے میری ہے۔" روشن لال۔

"پچاس سال آنے والی پیداوار کتنی ہوگی کتنی حساب کر کے بتاؤ میں دینے کو تیار ہوں بولو!" نے کہا۔

"بہت خوب روشن لال سنا تو یہ تھا کہ بنیا صرف وہ کر خرچ کرتا ہے ایک جوا کھیلنے میں اور شادی تم تو بنیے سے بنیا ہو کہ زمین کی خاطر لکشمی اتار رہے

دھونی چندھ نے حیرت سے کہا۔ "دنیا بدل رہی ہے کیا ہو مجھے نہیں پتہ مگر یہ وقت آ گیا ہے کہ مجھے آنا پڑ رہا ہے تجھے اس بات پر حیرت نہیں

حیرت تو مجھے اس بات پر ہے کہ تم بار بار اسی لئے کیوں آ رہے ہو چاہے تو کوئی اور زمین بھی ے۔" دھونی چندھ نے کہا۔

دھونی چندھ اس زمین میں کوئی خاص بات نہیں ہے مگر تمہارے انکار نے خاص بات پیدا کر دی ہے تم نے اس زمین کے ٹکڑے کو میری ضد بنا دیا ہے میں اس کو لے کر رہوں گا۔" روشن لال نے کہا۔

"اور تیرے اصرار نے مجھے ضدی بنا دیا ہے۔" دھونی چندھ نے جواب دیا اور روشن لال پھر واپس آ گیا اور اسی زمین پر اس نے بھینٹ چڑھا دی۔

چالیس روز کے بعد روشن لال پھر اس کے دروازے پر کھڑا تھا۔

"تو پھر آ گیا۔" دھونی چندھ غصہ سے بولا۔

"ہاں دھونی میں حسب پروگرام آ گیا ہوں۔ ٹھیک چالیس دن کے بعد تو اب بھی نہیں مانے گا یہ بھی میں جانتا ہوں۔ مگر مجھے آنا تھا سو میں آ گیا ہوں بول تیرا کیا جواب ہے؟" روشن لال نے کہا۔

"بڑے دھڑ ماتماؤں کی طرح بات کر رہا ہے تو میں نہیں مانوں گا تو یہ جانتا تھا پھر بھی آ گیا۔ تیری باتیں اب ایک پاگل کی سی ہوتی جا رہی ہیں۔" دھونی چندھ نے کہا۔

"ہاں میں اس زمین کو پانے کے لئے پاگل ہو رہا ہوں۔ مجھے وہ زمین لینا ہے ایک بہت عالیشان مندر بنانا ہے وہ مندر شیو بھگوان کا ہوگا اور تالاب بھی مگر تو میرے آڑے آ رہا ہے۔" روشن لال نے کہا۔

"میرا جواب وہی ہے روشن لال جو پہلے تھا۔" دھونی چندھ نے کہا۔

"اور میرا جواب یہ ہے کہ یہ میری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے میں اس زمین کو ہر حالت میں حاصل کروں گا تو غور سے سن لے میں پھر آؤں گا۔"

اور ٹھیک چالیس روز کے بعد روشن لال پھر اس کے دروازے پر موجود تھا۔ "تو بڑا ہٹیلا ہے پھر آ گیا۔" دھونی چندھ نے کہا۔

"میں نے تو کہا تھا میں پھر آؤں گا سو آ گیا۔"

"تیری زندگی میں وہ زمین میں نہیں دوں گا۔" دھونی چندھ نے کہا۔

"میں زندگی کے بدلے بھی لینے پر راضی ہوں۔"
روشن لال بولا۔
"مجھے پتہ ہے تو ایک مگرمچھ اور بھینسا اس زمین کو بھینٹ کر چکا ہے مگر اب کے دو زمین تیری بھینٹ مانگ رہی ہے میں دیکھتا ہوں تیری لگن کتنی سچی ہے تو اپنی بھینٹ دیتا ہے کہ خالی کوئی کھیل میرے ساتھ رچا رہا ہے۔" دھونی چند نے نہایت سکون سے کہا۔
"میں راضی ہوں مگر اس بات کی ضمانت دینا ہوگی کہ وہ زمین مجھے مل گئی ہے۔" روشن لال بولا۔
"تو کس طرح ضمانت چاہتا ہے؟" دھونی چند بولا۔
"میں نے ایک ٹرسٹ مندر کے نام پر بنا دیا ہے زمین اس کے نام پر کر دو میں وہ کروں گا جو تم کہو گے۔۔۔؟" روشن لال نے جواب دیا۔
"تم کو اسی زمین پر آتما ہتھیا کرنی ہوگی طریقہ جو تم پسند کرو وہ اختیار میں تم کو دیتا ہوں۔ زمین میں تین روز کے اندر اندر ٹرسٹ کے نام کر دوں گا۔ تم تین دن کے اندر اندر اسی زمین کے اندر آتما ہتھیا کر لو گے بولو سودا منظور ہے؟" دھونی چند نے کہا۔
"مجھے منظور ہے تم کارروائی شروع کرو۔"
اور جناب اس طرح وہ زمین کا ٹکڑا روشن لال کو مل گیا۔ بلکہ یوں کہو روشن لال کے ٹرسٹ کو مل گیا روشن لال تو مردہ حالت میں ایک کھیت میں پڑا تھا اس کی موت زہر کی وجہ سے ہوئی تھی اور وہ زہر کسی سانپ کا تھا۔
میرے والد نے بتایا اس کے بعد پہلے یہ مندر بنایا گیا اور اس کے بعد تالاب کی کھدائی ہوئی اور بڑے شاندار طریقہ پر اس کو بھی بنایا گیا مندر میں پجاریوں اور خدمت گاروں کو بڑے آرام سے رکھا جاتا ہے اور اس کا پھلا خرچ روشن لال ٹرسٹ ادا کرتا ہے جو لوگ ٹرسٹ چلاتے ہیں وہ نہایت ایمانداری سے کام کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ روشن لال کی آتما ان کی نگرانی کرتی ہے مگر ہر سال ایک دو موتیں اس تالاب میں ضرور ہوتی ہیں۔"
کھن میاں خاموش ہوئے تو میں نے کہا۔
"تم کو اس کہانی پر اعتبار ہے کھن میاں؟"
"میرے اعتبار کرنے یا نا کرنے سے کیا پڑے گا میاں خان جو مشہور ہے وہ تو ہے۔" کھن میاں نے جواب دیا۔
"اس جوگی کا کردار تو تم نے ادھورا چھوڑ دیا۔" میں نے کہا۔
"نہیں میاں ادھورا کیا چھوڑا سالا نہ بھینٹ لے رہا ہے۔ اگر روشن لال کی آتما بھینٹ بند کر دوں گا روشن لال کی آتما کو آ کر پکڑ لے گا۔" کھن میاں نے جواب دیا۔
"کبھی کوئی سال ایسا گزرا ہے کہ کوئی موت نہ ہوا ہو؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ میری عمر کا ہے اوپر ہے میں اب تک یہی دیکھ رہا ہوں۔" کھن میاں بولے۔
میں نے سوالیہ نظروں سے رولو کا کی طرف تو وہ بولا۔ "ابھی اس سال کی بھینٹ باقی ہے یا ہو گئی"
"نہیں میاں جی یہ دسمبر کا مہینہ ہے یہ جنوری فروری میں ہوتی ہے سب کو پتہ ہے کوئی نہ جاتا مگر پھر بھی کوئی نہ کوئی مر ہی جاتا ہے۔" کھن میاں بولے۔
"اس کا مطلب ہے ہم کو رکنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔
"اس کا کیا مطلب ہوا میاں خان؟" کھن میاں بولے۔
"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھیں ہیں کہ کوئی تالاب پر نہیں جاتا پھر بھی وہاں پر کس طرح ہو جاتی ہے مرنے والے کو کوئی وہاں لے کر یا وہ خود سے کیوں جاتا ہے؟" رولو کا نے کہا۔
"آپ کس طرح دیکھو گے؟ میاں خان مجھ میں نہیں آ رہا۔" کھن خان حیرت سے بولا۔

"جب وقت آئے گا تو تم کو پتہ چل جائے گا۔" رولو کا نے کہا۔
"بہت خطرناک کام ہے یہ اس سے پہلے بھی کئی کوشش ہو چکی ہے۔ ایک دفعہ تو وہی نشانہ بن گیا جو کھینچے گیا تھا۔ ایک دو چڑت بھی کام آ گئے۔ بہت سادھو مت آئے مگر تالاب پر لوگ مرتے رہے۔ اب تو لوگوں نے اس طرف دھیان کرنا ہی چھوڑ دیا ہے جس کو مرنا ہے وہ مرے گا کون خطرے میں پڑے۔ میں تو کہتا ہوں میاں خان تم اپنی راہ کیوں کھوٹی کرتے ہو بلاوجہ کا خطرہ کیوں مول لیتے ہو؟" کھن میاں بولے۔
پندرہ دسمبر کو میں دلی آ گیا اور رولو کا بھوپال میں رہا۔ کیونکہ آگے جانے کا تو اب سوال ہی نہیں تھا دلی میں ضروری کام میں نے نمٹائے اور پھر واپس پندرہ جنوری کو میں رولو کا کے پاس تھا۔ رولو کا نے بتایا۔
"اس تالاب اور مندر میں ایک روح تو ہے وہ ہر وقت ارد گرد کے علاقے میں منڈلاتی رہتی ہے مگر کسی سے کوئی نہیں ہے میرا خیال ہے وہی روشن لال کی روح ہے۔ میں اس کے سامنے نہیں آیا ہوں اور نہ ہی اس کو احساس ہونے دیا ہے کہ کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہے۔
جنوری شروع ہونے کے بعد اس کی حالت میں کچھ تبدیلی آئی ہے وہ بڑی بے چینی سے گردش کر رہی ہے شاید اپنا شکار تلاش کر رہی ہے۔ دن میں تو وہ زیادہ تر مندر کے اندرونی حصہ میں رہتی ہے مگر رات کو وہ آبادی کی طرف بھی جاتی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ وہ اپنا شکار حاصل نہ کر سکے۔ اس کو ہر حالت میں اس دفعہ بھینٹ سے روکنا ہے۔"
"اس کا مطلب ہے تمہاری مصروفیت رات میں زیادہ ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں یہ تو ہے مگر میں دن میں بھی بے خبر نہیں رہتا ہوں۔" رولو کا نے کہا۔
اور جنوری خیریت سے گزر گیا۔ فروری شروع ہوتے ہی رولو کا نے بتایا۔ "اس روح کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں میں اس کے قریب ہی ہوں۔ گزشتہ رات وہ ایک کنواری لڑکی کو راہ سے بھٹکا کر اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گئی تھی مگر آبادی سے باہر آتے ہی اس لڑکی کو ہوش آ گیا اور وہ دوڑتی ہوئی واپس چلی گئی ایسا شاید پہلی بار ہوا تھا وہ روح اس کے تعاقب میں دور تک گئی مگر دوبارہ اس کو لانے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو وہ ضرور اس کو تالاب میں لا کر ڈبو دیتی۔" رولو کا نے کہا۔
"اس کا طریقہ کار کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"روح اس کے دماغ پر قبضہ کرتی ہے اور شکار کو تالاب کا راستہ بتاتی ہے۔ شکار کی چونکہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت روح کے کنٹرول میں ہوتی ہے اس لئے وہ آسانی سے تالاب تک آ جاتا ہے۔ لیکن اس دوران اگر کوئی بیرونی مداخلت ہو جائے تو روح کا کنٹرول ختم ہو جاتا ہے اور شکار اپنی سوچ سے کام لینے لگتا ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ یہ کام میں کروں کوئی بھی مداخلت کر سکتا مگر اس کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ شکار جو کر رہا ہے وہ خود کر رہا ہے یا وہ عمل اس سے کوئی کروا رہا ہے۔" رولو کا نے کہا۔
"اور یہی وہ کام ہے جو بہت مشکل ہے۔" میں نے کہا۔
"یہ ذرا مشکل کام ہے۔" رولو کا نے کہا۔
"وقت گزارنا چاہتے ہو اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔
"فروری میں اس کو ناکامی ہوگی تو کھیل آگے بڑھے گا۔" رولو کا نے کہا۔
"آگے کیسے بڑھے گا؟" میں نے سوال کیا۔
"اصل کردار جوگی کا ہے۔ اس کی خوراک نہیں ملے گی تو وہ سامنے آئے گا جیسا کہ اس نے روشن کو کہا تھا کہ اس کی آتما کو سزا دینے وہ آئے گا۔" رولو کا نے جواب دیا۔
"کھن میاں کی کہانی پر تم کو یقین ہے؟" میں نے پوچھا۔

"حالات بتا رہے ہیں کہ کھن میاں کی کہانی حقیقت ہے۔" رولوکا نے کہا۔

پندرہ دن گزر گئے۔ روشن لال کی روح اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اس نے ہر جتن کر لیا مگر رولوکا اس کے ساتھ لگا رہا۔ رولوکا اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا مگر اس کے قریب بھی رہا۔ اس نے مندر کے لوگوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا مگر وہاں بھی اس کو کامیابی نہیں ہوئی اور فروری کی آخری تاریخ بھی گزر گئی۔ مارچ شروع ہو گیا۔ اس دفعہ لوگ بہت حیران ہوئے اس دفعہ کوئی بدنصیب تالاب کا نشانہ نہ بنا۔ وبائی طور پر ایسی خبر کے عادی لوگ ایسی خبر نہ آنے پر حیران تھے۔ دنیا عجیب جگہ ہے بری خبر سنتے سنتے لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں مگر ان سے اچھی خبر ہضم نہیں ہوتی۔

کھن میاں حیرت سے بولے۔ "اماں خان کمال ہی ہو گیا اس دفعہ تو روشن تالاب نے بھینٹ ہی نہیں لی۔"

"یہ تو اچھی خبر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں خان ـــ اچھی کیا بہت اچھی ہے۔" وہ خوشی سے بولے۔

مارچ پورا گزر گیا اور پھر رولوکا نے بتایا۔ "جوگی آ گیا ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مندر میں ہے مگر اپنے شریر کو کہیں رکھ آیا ہے صرف آتما آئی ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"اب اصل ڈرامہ شروع ہو گا۔" میں نے کہا۔

"روشن لال کی روح کو پتہ ہو گیا۔ وہ اس کی تلاش میں ہے مگر اس کو کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔ لیکن وہ روشن لال کی روح کو تلاش کر لے گا۔" رولوکا نے کہا۔ "فیصلہ آج رات ہی ہو جائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

اور شام سے پہلے ہی رولوکا غائب ہو گیا۔ جوگی کی شکتی نے روشن لال کی آتما کو پکڑ کر مندر میں بلا لیا۔

"میری آ گیا کا تو نے پالن نہیں کیا ہم نے تیرا کتنا خیال رکھا تجھے پتہ ہے؟" جوگی نے کہا۔

"ہاں مہاراج مجھے پتہ ہے پر تم تو میری ہر گھڑی رکھ رہی ہے کہ میری ہر کوشش ناکام میں بدل گئی ایسا پہلے سالوں میں نہیں ہوا۔ اب کے یہ کیا ہو رہا ہے؟" روشن لال کی آتما نے جواب دیا۔

"یہ بول مور کھ کہ تو نے سمجھا میں اب کیا آ گیا کون پوچھے گا۔" جوگی کی روح غصہ سے بولی۔

"نہیں مہاراج ایسا نہیں ہے تم تو انتریامی ہو اپنی شکتی سے پوچھ لو میں نے تو پوری کوشش کری ہے۔" روشن لال کی آتما گڑگڑا کر بولی۔ جوگی چند منٹ خاموش رہا پھر بولا۔

"مجھے تو دور دور تک کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسی کون سی شکتی ہے جو نظر نہیں آتی اور ہے بھی۔"

"میں کیا بتاؤں مہاراج میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔" روشن لال کی آتما بڑی اداسی سے بولی۔ "تیرا ایسا کوئی میرے پاس اب نہیں بچے گا۔ مجھے اپنا جیون پورا کرنا پڑے گا اچھا تو مجھے بھی نہیں لگے گا مگر ہماری دنیا کی ریت یہی ہے۔" جوگی نے کہا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا اور پھر روشن کی طرف منہ کر کے کہا۔ "بھسم۔"

مگر روشن لال کی آتما جوں کی توں موجود رہی۔ جوگی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "میں کہتا ہوں بھسم ہو جا۔" مگر کچھ نہ ہوا۔ ایک لمحہ وہ گم صم رہا البتہ جوگی کے قدموں میں ہوا اور جوگی اچھل کر دور ہٹ گیا۔ حیرت سے چاروں طرف دیکھ کر بولا۔ "کون ہے سامنے آ تو بتاؤں۔"

"کیوں تو اندھا ہو گیا ہے کیا؟ کمزور دل پر چلاتا ہے دیکھ میں کون ہوں۔" چاروں طرف سے آواز آئی تھی۔

"اگر کسی اچھے گرو کا چیلا ہے تو سامنے آ کر بات کر۔" جوگی بولا۔

"یہ تیری اور تیرے گرو کی شکتی کی آزمائش ہے دیکھ لے مجھے۔" آواز آئی۔

"میرے گرو کی بات مت کر تیری اوقات

پتہ چل جائے گی ـــ" جوگی غصے سے بولا۔

"کر لے پتہ ـــ" آواز آئی۔

"تجھے پتہ نہیں ہے کہ میں شیو بھگوان کا بھگت ہوں۔" جوگی نے کہا۔

"اور کہتا اس کی بیوی کا مانتا ہے۔ پہاڑوں میں رہتا ہے اور زندہ انسانوں کی بھینٹ لیتا ہے اور برف میں شریر کو رکھ کر سمجھتا ہے وہ ہمیشہ رکھا رہے گا۔ جا دیکھ اس شریر کا وہ ختم ہونے والا ہے۔" آواز آئی۔

"میرے شریر کی رکھشا بھاونی کرتی ہے مور کھ۔" جوگی بولا۔

"تو اس کو بلا لے۔ یہ سب تیرے گرو کی لیلائیں ہیں۔ وہ ایک سے ایک روپ میں تیرے سامنے آتا ہے اور تم جیسے اندھے اس کے ہر روپ کو نئی شکتی سمجھ لیتے ہیں۔"

"تو سامنے آ تو میں تیری بلی اسی تلیا میں دوں گا۔" جوگی نے کہا۔

"ذرا تالاب کو دیکھ تو اس میں پانی بھی ہے کہ نہیں۔" آواز آئی۔ جوگی نے ایک نظر تالاب کی طرف کی اور یہی غلطی اس کا کام تمام کر گئی۔

☠☠☠

اس کی گردن پھر پلٹ کر واپس اپنی جگہ نہیں آئی جہاں جہاں نظر ڈالی وہیں پر جم گیا۔ وہ اپنی شکتی اور شیطانی علم کے باوجود ایک برف کا بت بن گیا۔ اس کی زبان اور آنکھ سب اپنی جگہ منجمد ہو گئے۔ "اب بتا تو کیا ہے ہمالیہ کی پہاڑیوں میں بھی تو نے ایسی سردی برداشت کی تھی تیرا شریر بھی برف بن گیا اور تیری آتما بھی برف میں قید ہو گئی۔ تیرا گرو تیری مدد کو نہیں آیا اس لئے کہ وہ ہر اس جگہ سے بھاگ جاتا ہے جہاں پر وہ کمزور پڑتا ہے اور تجھ جیسوں کو قربانی کا بکرا بنا دیتا ہے۔ اب تو اس سے کسی مدد کی امید نہ رکھنا، اس کو تیری ضرورت نہیں ہے تیری آتما کو ضرورت پوری نہیں کر سکتی۔ تو واپس وہیں چلا جا جہاں سے آیا تھا۔ تیرا شریر اب ختم ہو گیا ہے۔ شریر کے

بغیر آتما دنیا میں رہے تو وہ کچھ نہیں کر سکتی ہے میں تجھے صرف چند منٹ دیتا ہوں۔"

روشن لال کی روح اس حیرت انگیز منظر کو دیکھ رہی تھی اور خاموش تھی۔ چند منٹ کے بعد آواز آئی۔ "روشن لال اب تو بھی روانہ ہو جا تیرا گرو تو گیا اور اگر خود سے نہ گیا تو یہ تیری نشانی مندر اور تالاب بھی ختم ہو جائیں گے اور جانا بھی پڑے گا۔"

"میں جا رہا ہوں ـــ میں جا رہا ہوں۔" اور روشن لال کی آتما آسمانوں کی طرف پرواز کر گئی اور روشن لال تالاب کی بھینٹ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

"تم جوگی کے سامنے نہیں آئے اس کی وجہ کیا تھی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک نفسیاتی حربہ ہے۔ اس کا دماغ اور شکتی مجھے تلاش کرنے میں لگی رہی اور میں نے اس کا کمزور پہلو تلاش کر لیا۔ شیطان نے اس کو بہت نوازا تھا۔ بہت طاقت اس کو دی تھی۔ مگر ہر جگہ کے حالات کو دیکھ کر اور سامنے والے کی نفسیات کو پڑھ کر ایک ہی وار کرنا اچھا ہوتا ہے وہ اپنی طاقت اور کالے علم کے بیروں کے بھروسے تالاب کی طرف دیکھنے لگا اور میرا وار چل گیا۔ اس کے سارے بیر ان کی کھوپڑی میں قید ہو گئے۔ وہ ان کو حکم دینے کی پوزیشن سے دور ہو گا۔ کالے علم کے جتنے بھی بیر ہیں وہ بڑے بے وفا ہیں وہ اپنے مالک پر بھی وار کرتے ہیں وہ پلٹ کر ضرور آتے ہیں اور مالک ہی مقلوج ہو تو پھر سے اڑ جاتے ہیں کیونکہ قید میں تو کوئی رہنا پسند نہیں کرتا۔ یہ سب میں نے آسان طریقہ پر اور آسان زبان میں تم کو بتایا ہے۔ حالانکہ یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔"

"تو اب روشن لال تالاب پاک ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نے کھن میاں کو بتا دیا کہ اب روشن تالاب کسی کی بھینٹ نہیں لے گا۔"

❀ ❀ ❀

اب ہماری اگلی منزل لکھنؤ تھا۔ شہروں کا شہر لکھنؤ

جہاں کی تہذیب پورے ہندوستان سے الگ ہے۔ اودھ کا یہ شہر ایک حسین جگہ ہے۔ شعر و سخن اور زبان اس کی شان ہے۔ اسٹیشن پر ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس شہر کی تہذیب کیا ہے۔ یہاں پر زبان کی چاشنی کا یہ عالم ہے کہ گالی بھی ناگوار نہیں لگتی۔ اردو زبان کو اتنے بام عروج پر پہنچانے میں اس شہر نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ ہر روز مشاعرے سے اور تقریبی محفلیں یہاں ہوتی ہیں۔ زبان کی تراش خراش سے نئے نئے الفاظ اور ان کا استعمال لوگ یہاں آ کر سیکھتے ہیں۔ پورا شہر ایک جذبہ ہے۔

پرانی تہذیب یہاں پر اب تک موجود ہے۔ وضع داری اور مہمان نوازی ان کی تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ اسٹیشن کے قریب ہی ایک سرائے میں ہم نے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔

سرائے تو میں کہہ رہا ہوں مگر یہاں کا ماحول بالکل گھر جیسا تھا۔ زیادہ کمرے بھی نہیں تھے۔ صرف چھ کمرے تھے۔ ایک کمرے کو کھانے کا کمرہ بنایا ہوا تھا۔

ایک کمرے میں روشو میاں اور ان کی بیوی رہا کرتے تھے۔ روشو میاں پچاس اور ساٹھ کے پیٹھے میں تھے۔ ان کی بیگم ان سے ایک دو سال چھوٹی ہوں گی۔ ان کا نام کوئی نہیں لیتا تھا۔ کوئی ان کو خالہ کہتا کوئی تائی اور وہ کسی کی ممانی تھیں۔ روشو میاں سب کے روشو میاں تھے۔ ان سے کوئی رشتہ نہیں جوڑتا تھا۔ وہ کسی کے ماموں، تایا اور خالو نہیں تھے۔ بارہ بہار طبیعت کے آدمی تھے ناراض ہونا انہوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ چپکی رہتی تھی۔ اتنی عمر میں بھی دوڑ دوڑ کر سب کام کیا کرتے تھے۔ بیوی سے دن بھر ٹوک جھوک چلتی تھی مگر ناگواری کی حد تک کبھی نہیں جاتی تھی۔ بیوی کہتی۔ "یہ مگھوڑ مارا تم بکرے کا گوشت لائے ہو ہم کو تو کسی مریل بھینسے کا لگتا ہے۔" روشو میاں جواب دیتے۔ "اور وہ بھینسا مچھلی شہر کا معلوم ہوتا ہے۔" ان کی بیوی مچھلی شہر کی رہنے والی تھیں۔

"آپ ہمارے شہر کو درمیان میں کاہے لے آتے ہو بار بار!" وہ چڑ کر کہتیں۔

"بات یہ ہے بیگم کہ ہم کو یہ نام مچھلی شہر بہت پسند ہے۔" روشو میاں مسکرا کر جواب دیتے۔

"میاں آپ خطر فرما رہے ہیں۔" بیگم ہونٹ

"ایسی جرأت ہم کر سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ شہر میں ایک مچھلی نہیں ہے اور نام کسی ستم ظریف نے دیا ہے۔ لو بھلا ہم خطر کریں گے۔" روشو میاں شوخی بولے۔

"ہم سمجھ رہے ہیں سب کچھ آپ یہ فرمایئے کہ نئے مہمان آئے ہیں کہاں سے تشریف لائے ہیں۔" نے پوچھا۔

"پتہ تو دلی کا لکھا ہے۔" روشو میاں نے جو دیا۔

"اس کا مطلب بھنا اور خوب مصالحے دار پسند کریں گے۔" بیگم نے کہا۔

"اب ہم کیا رائے دیں یہ آپ کا شعبہ ہے ہی اس پر غور فرمائیں۔" روشو میاں بولے اور اسی طرح ٹوک جھونک اسی انداز میں ختم ہو جاتی۔ ان دونوں کی اولاد نہیں تھی۔ ان دونوں کو اس کا دکھ تو تھا مگر اس کا دونوں نہیں کرتے تھے۔

اودھ کے علاقے پر مسلمانوں کی حکومت رہی ہے بہت مشہور لوگ گزرے ہیں۔ امام باڑوں کا مرکز رہا ہے۔ پورا شہر مسلم ثقافت کا آئینہ دار ہے زبان کی چاشنی اس قدر ہے کہ آدمی سنا کرے۔

"روشو میاں کو تم نے دیکھا مجھے تو بہت ذہین لگتا ہے کیونکہ یہ جتنا خوش اخلاق اور بے فکرا ہے نہیں۔" میں نے رولو کا سے دو دن کے بعد کہا۔

"تم ٹھیک اندازے لگانے لگے صاحب!" رولو کا خوش دلی سے بولا۔

"تمہارے ساتھ ہوں کچھ تو سیکھوں گا۔" نے کہا۔

"روشو میاں کو یہ تم ہے کہ وہ بے اولاد ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اس کی وجہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دونوں میاں بیوی ٹھیک نظر آتے ہیں، صحت بھی اعتبار سے۔" رولو کا نے کہا۔

"پھر بے اولاد ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا جواب میں کل دوں گا۔ اس لئے کہ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس نظر سے دیکھا ہے۔" رولو کا نے کہا۔

دوسرے دن رولو کا نے بتایا۔ "بیگم روشو کی کوکھ کو باندھ کر کے باندھا گیا ہے۔"

"ذرا صاف بات کرو۔" میں نے کہا۔

"ایک کالے علم کے ذریعہ کسی بھی عورت کی کوکھ باندھ دی جاتی ہے اور عورت بانجھ ہو جاتی ہے۔ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوئے وہ بے اولاد رہتی ہے۔ اس کو باندھ رکھنے کا ایک وقت بھی رکھا جاتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ شادی کے پندرہ اور بیس سال بعد بھی اولاد ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ جو وقت اس کو باندھنے کا تھا وہ گزر گیا اور وہ صاحب اولاد ہو گئی۔

"یہ ٹوٹکا کیا معاملہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بیگم روشو کی کوکھ میں پیر موجود ہے وہ جب تک پیر اس وقت تک اولاد کی امید بے کار ہے۔" رولو کا نے

"تینوں تو ہماری اس منزل پر ہیں کہ قدرتی طور پر یہ صلاحیت ختم ہونے والی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہاں کی آب و ہوا اور ہمروں کے تناسب کے لحاظ سے تم یہ بات درست کہہ رہے ہو مگر افریقہ میں جہاں ہے وہاں پر کسی بھی فرد میں اولاد ہو جاتی ہے اور کہا جاتے ہو کہ روشو بھی صاحب اولاد ہو جائے تو کوشش کرنا ہے۔ مگر چونکہ یہ معاملہ انسان کے بس سے باہر کا اس لئے صرف کوشش ہو سکتی ہے گارنٹی نہیں دی جا سکتی۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"میں پہلے روشو میاں کے خیالات تو جان میں نے کہا۔ روشو میاں کو میں نے اپنے پاس بلا

"ارے میاں آپ سارا دن محنت کرتے رہتے ہیں کسی بچے کو ساتھ لگا لیا ہوتا۔" روشو میاں نے یہ مسکراتا چہرہ ایک دم اداس ہو گیا۔ بڑی کمزور آ بولے۔ "ہم بہت بدنصیب ہیں جناب کیا عرض کر

"آپ کی اولاد نہیں ہے؟" میں نے پوچھ

"ہاں میاں ہم بے اولاد ہیں۔ بہت کروائے۔ سب نے بتایا کہ ہماری زوجہ بانجھ ہیں کرتے قدرت کے معاملے میں۔" روشو میاں بہت تھے۔

"ہم نے تم کو نہیں بتایا کہ ہم حکیم ہیں ہمارا دلی میں ہے۔ اگر تم مناسب خیال کرو تو ہم تمہاری علاج کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"بڑی نوازش ہے آپ کی۔ مگر اب وقت گ ہے اب وہ قدرتی طور پر بھی اولاد پیدا کرنے کی صل نہیں ہیں۔" روشو میاں اور زیادہ اداس ہو گئے۔

"تم بہت زیادہ نا امید ہو گئے ہو۔ اللہ پر بھ رکھو ہم کوشش کریں گے کہ تم صاحب اولاد ہو جاؤ۔" نے کہا۔

"آپ نے امید کی کرن میرے مردہ دل میں سے پیدا کر دی ہے حکیم صاحب۔ میں آپ کا ہو جاؤں گا۔" روشو میاں جذباتی ہو گیا۔

"نہیں روشو میاں امیر اپیشر علاج کرتا ہے مر کو وہ دیتا ہے شفا دینا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کوشش کروں گا آگے تمہاری قسمت۔" میں نے کہا۔

"کب سے علاج کریں گے؟" روشو میاں چہکتی سے بولا۔

"کل صبح سے آپ دونوں میاں بیوی میرے پاس آ جائیں۔" میں نے کہا اور روشو میاں خوشی خوشی

"اب بولو کیا خیال ہے؟" میں نے رولو کا سے پوچھا۔

"میں آج رات کوکھ سے شیطان پیر بھگا دوں گا۔" رولو کا نے کہا۔

"اس کے بعد بھی کچھ کرنا ہوگا دونوں زیادہ عمر کے ہو گئے ہیں۔"

"ہاں ضرور کرنا ہوگا میں رات کو ہی ایک دوا لا کر رکھ دوں گا۔ تم جو دوا بھی دو اس میں اس بوٹی کو شامل کر دینا۔ دونوں جوان ہو جائیں گے۔ یہ بوٹی ہمارے ہاں عام طور سے مرد و عورت استعمال کرتے ہیں اور جوان رہتے ہیں۔ اس بوٹی کی خاص بات یہ ہے کہ یہ دونوں میں توازن بھی رکھتی ہے دونوں کو یہ بوٹی برابر استعمال کرانی ہے۔"

اور دوسرے روز سے روشو میاں اور ان کی بیگم کا علاج شروع ہو گیا۔ اب ہمیں کم از کم اس وقت تک تو ضرور رکنا تھا جب تک علاج کے نتائج سامنے نہ آ جائیں۔" رولو کا نے بتایا بیگم روشو کی کوکھ کو کسی عورت نے باندھا تھا۔ وہ عورت زندہ ہے اور اسی شہر میں رہتی ہے۔ میں ضروری دوائیں دے کر ولی چلا آیا اور رولو کا لکھنؤ میں روشو میاں کے پاس رہا۔ ایک مہینہ کے بعد میں واپس لکھنؤ آ گیا۔ روشو میاں نے خوش خبری سنا دی اور میں نے روشو میاں سے پوچھا۔ "اب آپ یہ فرمائیں روشو میاں! آپ کی شادی کن حالات میں ہوئی تھی۔ ہم آپ کو صاف بتا دیں کہ آپ کو اولاد اس لئے نہیں ہو رہی تھی کہ آپ کی بیگم کی کوکھ کو باندھ دیا گیا تھا اور یہ کام کسی عورت کا تھا۔ ہم نے علاج کے ساتھ پہلے اس بندش کو توڑا اور پھر علاج کیا ہے اور اللہ نے کرم کر دیا۔ اب تم بتاؤ یہ معاملہ کیا تھا؟"

"بہت پرانی کہانی ہے قبلہ حکیم صاحب!" روشو میاں بولے۔

"وہی پرانی کہانی تو ہم سننا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک رقیب۔ ہر دور میں یہ کہانی دہرائی جاتی رہی ہے۔ ہمارے والد صاحب نواب صاحب کے دربار کے خاص مصاحب تھے۔ وہ اپنے دور کے بہت اچھے شاعر تھے۔ نواب صاحب کی نظر میں ان کی بہت اہمیت تھی۔ کوئی محفل ایسی اس شہر کی نہیں ہوتی تھی جس میں قبلہ والد صاحب نہ ہوں۔ شاہی محفلوں کی وہ جان ہوا کرتے تھے۔ ہماری والدہ محترمہ کے علاوہ بھی ان کی ایک زوجہ تھیں وہ الگ مکان میں رہا کرتی تھیں۔ ان کا مکان فرش خانہ نکھہ میں تھا میری والدہ سے ان کا ملاپ نہیں تھا۔ والد صاحب قبلہ مشہور آدمی تھے نواب صاحب کی خاص نظر ان پر تھی وہ نہایت خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دونوں گھروں کو وہ ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ میری پیدائش پر وہ بہت خوش تھے میری پیدائش کے ایک ماہ بعد ہی میری ایک سوتیلی بہن پیدا ہوئی۔ والد صاحب اس وقت بھی خوش تھے۔ مگر ان کی دوسری اولاد البتہ اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے ملول تھیں۔ میری اور میری والدہ کو اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مگر میری والدہ کو متواتر چار لڑکیاں پیدا ہو گئیں۔ والد صاحب انسان تھے ان کا رجحان میری طرف زیادہ ہو گیا۔ زیادہ وقت میری والدہ کے پاس رہتے تھے۔ اس کا مطلب نہیں کہ وہ اپنی لڑکیوں اور دوسری زوجہ سے غافل ہو گئے۔ وہ اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح پوری کرتے رہے۔ مگر میری سوتیلی والدہ کے ذہن میں یہ گرہ پڑ گئی تھی کہ والد صاحب میری وجہ سے میری والدہ کو چاہتے ہیں۔ یہ بات پوری طرح غلط بھی نہیں تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میری زندگی سخت خطرے میں پڑ گئی تھی اور میں لوٹ پوٹ کے اچھا ہو گیا۔ ایک دفعہ گھوڑے پر جا رہا تھا کہ گھوڑا بے قابو ہو کر دوڑ پڑا اور شہر سے نکل گیا اور آخر تھک کر گر گیا اور ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ حیرت انگیز طور پر اسکی پیٹھ پر بیٹھا رہا اور مجھے کچھ نہیں ہوا۔ لڑکپن گزرا اور نوجوانی میں ہم نے قدم رکھا۔

READING Section

"آپ کرا رہے ہیں تو درست ہی ہوگا مگر کیا یہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا۔" روشو میاں بولے۔

"کیا تو ہم ان سے پتہ کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن ہم خاص محلے میں ایک قدیم زمانے کی حویلی کے سامنے کھڑے تھے۔ روشو میاں نے بتایا۔ "یہ ماموں کی حویلی ہے۔ اسی میں والدہ رہتی ہیں۔"

بڑی اونچی چوکھٹ اور بہت قدیم گھر معلوم ہوتا دروازہ لگا تھا۔ دروازے پر پیتل کی بڑی بڑی کیلیں جڑی ہوئی تھیں اور موٹے موٹے کڑے پڑے ہوئے تھے۔ دروازہ ہی مکین کی شان و شوکت بیان کر رہا تھا۔ ایک ملازم نما آدمی نے دروازہ کھولا اور بولا۔ "فرمائیے کیسے زحمت فرمائی؟"

"ہمیں مرزا شوکت سے ملاقات کرنی ہے۔" روشو میاں نے کہا۔

"آپ کا اسم شریف؟" ملازم پھر بولا۔

"ہمارا نام رشید مرزا عرف روشو میاں ہے وہ ہمارے ماموں ہوتے ہیں رشتہ میں۔ آپ ان کو بتا دیں۔" روشو میاں نے کہا۔

"بہت بہتر ذرا انتظار فرمائیے میں ابھی حاضر ہوا۔" اور چند منٹ کے بعد ہی واپس آ گیا اور بولا۔ "آیئے تشریف لائیے۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک دروازہ کھول کر بولا۔

"آپ آرام فرمائیے مرزا صاحب ابھی آتے ہیں۔" یہ کمرہ قدیم اور جدید دور کے فرنیچر سے آراستہ تھا۔ فرش پر بہت قیمتی قالین پڑا تھا دروازے اور کھڑکیوں پر دیدہ زیب پردے موجود تھے۔ چند منٹ کے بعد ایک نہایت رعب اور دبدبہ والی شخصیت کمرے میں آ گئی۔ عمر کے اعتبار سے وہ بہت بوڑھے تھے۔ مگر شخصیت کے اعتبار سے اب بھی بہت شاندار تھے۔ "ہمارا ہی نام شوکت ہے۔" وہ بھاری آواز میں بولے۔

"میں رشید مرزا عرف روشو میاں ہوں۔ ایک ہی

شہر میں ہیں مگر ابھی ہیں۔ میں آپ کی بہن کا شوہر ہوں۔ مگر یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں ان سے دور ہی رہا ہوں۔" روشمیاں نے کہا۔

"اور یہ دونوں حضرات کا تعارف بھی کرائیں۔" وہ بولے۔

"یہ بہت بڑے حکیم ہیں۔ دلی میں مطب کرتے ہیں اور یہ ان کے ساتھی ہیں ان کے ساتھ ہی کام کرتے ہیں۔" روشمیاں خاموش ہوئے تو وہ بولے۔

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں فرمائیے۔"

"اصل میں میں اپنی والدہ سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔" روشو نے کہا۔

"اگر میں کسی خدمت کے لائق ہوں تو مجھ سے فرمائیے۔" وہ بولے۔

"نہیں آپ پردہ ڈال دیں۔ وہ پردہ کرتی ہیں۔ حکیم صاحب کچھ سوالات ان سے کرنا چاہتے ہیں یہ کیا بات کریں گے آپ بھی موجود ہوں گے ہی لیں گے۔" روشمیاں نے کہا۔

"مجھے آپ حیران کئے دے رہے ہیں۔ حکیم صاحب ان سے کیا سوال کریں گے اور کیوں کریں گے اگر آپ خود یہ کرتے تو مجھے حیرت نہ ہوتی کیونکہ آپ کا تو ایک رشتہ ان سے بنتا ہے۔" شوکت مرزا نے کہا۔

"وہ سوالات میری ذات کے بارے میں ہیں اور پھر آپ سے پردہ بھی تو نہیں رکھا جا رہا۔"

"ٹھیک ہے آپ ہمارے گھر آئے ہیں ہمارے مہمان ہیں اس کا بھی احترام کرنا ہے۔ انتظام کئے دیتے ہیں۔" اور انہوں نے ملازم کو کہہ کر ایک پردہ ہمارے درمیان میں ڈال دیا اور ملازم کو کہا۔ "چھوٹی بیگم کو بلا کر لے آئے۔" کچھ ہی دیر میں ملازم نے بتایا بیگم آ گئی ہیں۔ میں نے سوال و جواب کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ملازم کو کہا۔ "تم باہر جاؤ اور دروازہ بند کر دو۔" شوکت مرزا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ مگر بولے کچھ نہیں۔

ہے خاندان کے اندر ہی رہے تو بہتر ہے۔" "شوکت
سن کر اور چونکے مگر میں نے سلسلہ کلام شروع کر دیا۔
"حکیم صاحب! یہ بتائیے آپ کی کتنی اولاد
ہیں؟"

"میری چار لڑکیاں ہیں۔" "بہت مدھم آواز آئی
"اگر آپ بے اولاد ہوتیں اور لوگ آپ کو بانجھ
کہتے۔ تو آپ کیا محسوس کرتیں؟"

"میں کیوں ایسا سوچوں میری تو اولاد ہے۔"
بولیں۔

"آپ اس اذیت کا احساس کر ہی نہیں سکتیں
کیونکہ آپ کو ایسی اذیت سے نہیں گزرنا پڑا مگر آپ
ایک بے گناہ عورت کو بانجھ بنا کر زندگی بھر اذیت کی
میں صرف دو سوال آپ سے کروں گا آپ کوئی
کا مناسب انجام دینے کے بعد ... دوسرا سوال وہ
تھا جس نے آپ علم کو اس کام پر آزمایا اور ایک گھر
ویران کرنے کی پوری کوشش کی۔" میں خاموش ہو گیا
پردے کی دوسری طرف خاموشی تھی۔ شوکت مرزا
سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ چند منٹ اعصاب
خاموشی چھائی رہی اور پھر شوکت مرزا کی آواز سنائی
"یہ کیا الزام ہے نور بیگم آپ جواب دیں۔" مگر
نہیں آیا۔ شوکت مرزا پھر بولے۔ "اس کا مطلب
الزام نہیں ہے اب آپ سے ہم سوال کرتے
بتائیے آپ نے ایسا کر کے کیا پایا؟"

چند منٹ خاموشی رہی پھر آواز ابھری۔
معاف کر دیں بھائی جان! ہم انتقام لینے میں
بھول گئے تھے۔ اپنی غلطی کا احساس ہمیں بہت
بعد ہوا۔ مگر اس وقت ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔
بیٹے اور بہو سے شرمندہ ہیں۔ ہمیں آپ لوگ
کر دیں۔"

"معاف روشمیاں اور ان کی بیگم کر
معافی ہو گی۔" شوکت مرزا نے کہا۔ میں نے کہا

ہم لیتے ہی تیار ہو جاتا ہے۔ آپ نے جو غلطی کی ہے اس
ہیں تو آپ کو اللہ ضرور دے گا مگر میں روشمیاں سے یہ
کہوں گا کہ جب شرمندگی کے دو آنسو آنکھوں میں
ہیں تو در گزر کر دینا ہی سب سے بڑی بڑائی
ہے۔ آپ اپنی والدہ کو معاف کر دیں اور اپنی بیگم سے بھی
کوشش کریں کہ وہ بھی ان کو معاف کر دیں۔ آگے بڑھو
روشمیاں نیک کام میں جلدی کرنا چاہئے۔" روشمیاں
ہوتا کر اپنی والدہ کے پاس چلے گئے اور دونوں کی محبت
ہوئی سسکیوں اور اس سیلاب کے بہنے کی آوازیں آتی
ہیں بہت سے رکا ہوا تھا۔ کچھ دیر میں مطلع صاف ہو گیا
اور روشمیاں سرخ آنکھیں کئے پردے سے باہر آ گئے۔

رولو کا نے پہلی بار زبان کھولی۔ "اب اس کا نام
بھی بتا دیں جو یہ گھنٹا دنا کام کرتا ہے؟"

"گومتی کے کنارے شہر سے دور ایک مندر ہے
سے آگے مرگھٹ ہے۔ اس مرگھٹ میں دو برہمن کرتا
اس کا نام رام پال تھا بہت مدت گزر گئی ہے اب پتہ
وہ ہیں ہوں گے کہ نہیں۔"

"آپ خود اس کے پاس گئی تھیں۔" میں نے
پوچھا۔

"نہیں ہماری ایک باندی تھی وہ بتا رہی تھی۔ یہ سب
اسی نے کیا تھا۔ مگر ہم خود کو نہیں بچا سکے۔ ہماری
قسمت اس نے یہ کام کروایا تھا۔"

"بہت شکریہ آپ کا۔ اب ہمارا کچھ کام نہیں
اجازت دیں۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔ شوکت مرزا تیزی
کر میرے پاس آ گئے اور بولے۔ "یہ کیا فرما رہے
ہے۔ ہمارے گھر پہلی بار تشریف لائے ہیں اور کھانا
کے بغیر تشریف لے جائیں۔ گھر والوں کو اتنا
نہ کریں۔"

"ہم جس کام سے آئے تھے وہ کام آپ کے
سے پورا ہوا۔ ہم دلی والے زیادہ کھانے پینے کے
نہیں ہوتے۔" شوکت مرزا زور سے ہنس پڑے اور

بڑی بیوی کو تمیں صرف کھانے پینے میں مشغول ہو گئے
بات درست تھی اس لئے خاموش رہے۔ شوکت مرزا
ملازم کو آواز دی اور کھانا لگانے کو کہا۔ کھانے کے بعد
واپس روانہ ہوئے۔ مگر رولو کا ہمارے ساتھ نہیں تھا۔

* * *

رولو کا نے بتایا۔ "میں واپس تمہارے ساتھ نہیں
آیا تھا۔ میں گومتی کے کنارے شہر سے دور اس مندر میں
چلا گیا تھا۔ مندر کے باہر انتہائی مدھم روشنی ہو رہی تھی
اور سازوں کی آواز آ رہی تھی۔ یہ آواز پوجا کے ہال سے
آ رہی تھی۔ اس آواز میں بڑی دلکشی تھی۔ ایک عام آدمی کا
اس آواز کو سن کر مست ہو جانا بڑی بات نہیں تھی۔ میں پوجا
کے ہال میں داخل ہو گیا اور ہال کا منظر دیکھ کر ساکت رہ
گیا۔ بڑا پر سحر منظر تھا۔ نوجوان اور حسین لڑکیاں جن کی
عمریں سولہ سے بیس سال رہی ہوں گی، پیتل کی چمکتی
تھالیوں میں دیئے روشن کئے قطاروں میں کھڑی تھیں۔
ان کے جسم پر نہایت بارک ساڑھیاں تھیں اور اوپری حصہ
پر مختصر چولی تھی۔ ماتھے پر سب کے بڑے بڑے ٹیکے سرخ
رنگ سے لگے ہوئے تھے۔ وہ سب ایک عمر اور ایک ہی
قد و قامت کی نظر آتی تھیں۔ ان کے چہرے اس قدر
خوبصورت نظر آ رہے تھے کہ ان پر کسی بھی آدمی کی نظریں
جم سکتی تھیں۔ ان کے جسم پر باریک ساڑھیاں انسانی ذہن
کو ایک منٹ میں بھٹکا سکتی تھیں۔ چہروں پر جگ مگ
کرتے ستارے ان کو اور زیادہ پر کشش بنا رہے تھے۔ وہ
سب ایک قطار میں کھڑی تھیں۔ میری نظر کسی آدمی کو تلاش
کر رہی تھی تاکہ اس سے پوچھ کروں۔ میں لڑکیوں کی قطار
سے گزرتا ہوا اس بت کے سامنے پہنچ گیا۔ بت کے
قدموں میں ایک نیم برہنہ پجاری بیٹھا تھا۔ اس کے
چاروں طرف گیندے کے پھول بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بت
کالی مائی کا تھا۔ میں نے بت کی طرف نہیں دیکھا۔ میں
نے تصور کر لیا کہ وہ بت کیسا ہو گا اور کالی مائی کے مندر میں
کیا ہوتا ہے یہ بھی سب جانتے ہیں۔ میں نے جاتے ہی

حیرت سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"تمیز سے بات کر مورکھ۔ تو کون ہے اور مندر کے اندر کیسے آ گیا۔"

"میں دروازے سے اندر آیا ہوں اور تمیز سے ہی بات کروں گا۔ تو اس کا تاوہ کہاں ملے گا؟"

"پھر وہی پہلے تمیز سے بات کرنا سیکھ۔" پجاری نے کہا۔

"اگر تو نہیں بتائے گا تو میں پہلے تجھے تمیز سکھاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"ارے پاپی تو نہیں جانتا تو کس کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔" پجاری نے کہا۔

"ہاں میں نہیں جانتا اسی لئے تو آیا ہوں۔ بتا کہاں ہے وہ؟" میں نے کہا۔

"مہاراج کا پتہ تو ہواؤں سے پوچھ لیتا تجھے پتہ چل جاتا۔" پجاری عقیدت سے بولا۔

"کیا وہ بدبو چھوڑتا جاتا ہے کہ ہوائیں بتا دیں گی۔" میں نے چوٹ کی۔

"اپنی زبان کو لگام دے اور اس سے تو چلا جا کیونکہ پوجا کا وقت قریب آ رہا ہے۔" پجاری بولا۔

"اور تو یاد رکھ پجاری جب تک تو نہیں بتائے گا میں نہیں جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"تو نہیں مانے گا تیری موت آ ہی گئی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ سن وہ مرگھٹ میں دیوی دیوتاؤں کو خوش کر رہے ہیں۔" پجاری نے کہا۔

"بے وقوف ہے وہ۔ ارے انسانوں کو خوش کرتا تو اس کو بہت کچھ مل جاتا۔" میں نے کہا۔

"جا سیدھا چلا جا ایک فرلانگ کے بعد مرگھٹ ہے۔ مجھے کام کرنے دے۔" اور میں مندر سے باہر نکل آیا اور سیدھا اس راستہ پر ہو گیا جو مرگھٹ کو جاتا تھا۔ یہ راستہ کچا تھا۔ جگہ جگہ گڑھے اور ان میں پانی بھرا ہوا تھا اور اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا تھا۔

نظر نہیں آتی تھی۔ اندھیرے میں مندر پراڑا ہوا تھا۔ مندر سے مرگھٹ کا راستہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ مرگھٹ کی طرف اعلان بھی تھی اور جگہ جگہ پانی سے بھرے ایک پگڈنڈی نما راستہ تھا جس پر چلنا بہت مشکل تھا۔ اندھیرے میں اس کو تلاش کرنا بھی دشوار تھا۔ مگر میں مشکلات کا عادی ہوں میں آگے بڑھتا رہا اور مرگھٹ کے قریب پہنچ گیا۔ دریا کے کنارے ایک نہایت پرانی دیواروں والی عمارت بنی ہوئی تھی جو کہ جگہ جگہ سے ٹوٹ رہی تھی۔ چاردیواری کے اندر آگ جل رہی تھی اور ایک انسان اس کے قریب بیٹھا تھا۔ مرگھٹ کا ماحول بہت خوفناک تھا۔ ایک عام آدمی اس ماحول کو دیکھ کر ضرور ڈر جاتا کیونکہ جو آگ جل رہی تھی وہ ایک چتا تھی۔ وہاں انسان کا وجود نہیں تھا اور صرف ایک عورت نما آدمی اس کے پاس بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس کے جسم پر صرف لنگوٹی تھی اور اس کے جسم پر گوشت نام کو نہیں تھا۔ ایک ہڈی صاف نظر آ رہی تھی۔ چہرہ پر صرف آنکھیں ہی نظر آتی تھیں۔ میں اس کے سامنے جا کر رک گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر میرے کھڑے ہوتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور اس کی آنکھوں میں غصہ کے بادل امڈ آئے۔ غصہ میں مگر مچھ والی آواز میں بولا۔

"کون ہے تو..... میری تپسیا کو بھنگ کرنے آیا۔"

"ایک انسان ہوں ملاقات کو آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ارے مورکھ کوئی اور سے آ جاتا۔ میرا یہ آتماؤں سے ملاقات کا ہے۔ دیکھ نہیں رہا یہ پوجا ہے۔" وہ غصہ سے بولا۔

"مگر میں انتظار نہیں کر سکتا میرا وقت قیمتی ہے ملاقات کا یہی ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پاگل ہے آتما ہتھیا کرنے آیا ہے۔" راج پال بولا۔

زور سے بولا۔ "میری سہایتا کرنا کالی۔" مگر کچھ نہیں ہوا بار بار پکارتا رہا میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ پھر اس ایک خطرناک منتر پڑھ کر میری طرف پھونک ماردی۔ میں اپنی جگہ موجود رہا۔ ایک تیز ہوا کا ریلہ آیا ضرور مگر واپس چلا گیا۔ اس نے ہر جتن مجھے ہلانے کا کر لیا مگر نہیں ہلا۔ اب اس کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

"تو نے دیکھ لیا۔ تیری کالی آئی مدد کو۔ تو نے اپنی عمر کے پچاس سال بے کار کر دیئے اور تو نے صرف کالی کے منتر سیکھے۔ مگر میں کون ہوں یہ تو تیری کالی کو بھی پتہ نہیں ہے اور سو سال کالی کی خدمت کرے تو بھی تجھے پتہ نہیں چلے گا۔ تو صرف بے گناہ عورتوں کی کوکھ باندھ سکتا ہے۔ کنواری کنیاؤں کو سمندر میں نچوا سکتا ہے اور بے گناہوں کی بھینٹ کالی کے قدموں میں دے سکتا ہے۔ یہ دنیا جو چلا رہا ہے۔ اس ساری کائنات کو چلا رہا ہے اس سے بڑی کوئی طاقت ہو سکتی ہے۔ تیری شکتی کی کیا بنیاد ہے۔ انسانوں کو پریشان کرنا ان کو دکھ دینا اور ان کو بھی راہ سے بھٹکانا۔ یہ صرف عارضی باتیں ہیں۔ تو کچھ بھی کر لے یہ دنیا جیسی ہے ویسی ہی رہے گی۔ انسانی عقل اس کو آگے بڑھائے گی، ترقی دے گی اور تیرے جیسے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ تو اس چتا میں چلا جا۔" اور میں نے انگلی سے چتا کی طرف اشارہ کیا۔ آگ اور تیز ہو گئی اور راج پال کی ہڈیاں سوکھی لکڑی کی طرح چلنے لگیں۔

"تو تم نے راج پال کو سزا دے دی۔" میں نے کہا۔

"تم نے دیکھا ہوگا کہ میں یہ آخری قدم نہیں اٹھاتا اور اگر اٹھاتا ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ راج پال میں رائی برابر سنیدی نہیں تھی وہ مکمل سیاہ ہو چکا تھا اور اگر میں اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتا تو کالی اس کو بہت بری موت دیتی۔ اس لئے میں نے اس کو ایک آسان موت دے دی۔" وہ لوکا

نے کہا۔

"تیرا نام مہاراج پال ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں میں راج پال ہوں۔" اور جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔ اگر یہ مردہ اٹھ گیا تو بھینٹ مانگے گا میں تو بچاؤں گا تیری خیر نہیں ہے۔" راج پال نے کہا۔

"میں اکیلا آیا ہوں راج پال۔ تیرے ساتھ گا۔" میں نے کہا۔

"ارے پاکھنڈی کیا بکواس کر رہا ہے۔ اگر میں میں نہ لگا ہوتا تو تجھے بتاتا کہ تو کس سے بات کر رہا راج پال بولا۔

"بات سن یہ مردہ جس کو تو اٹھا رہا ہے اس کی آتما ہی اور یہ شریر بھی جل جائے گا۔ تو کس کا انتظار کر رہا نے کہا۔

"اس کی آتما کو میں نے جھنگری ڈال دی ہے۔ تو ہے۔" راج پال بولا۔

"اور وہ جھنگری میں نے کاٹ دی۔ آتما آزاد چلی گئی۔" میں نے کہا۔

"میں کالی کا بھگت ہوں۔ تو جانتا نہیں۔" وہ جانتا ہوں۔ تجھے بھی اور تیری کالی کو بھی۔ صرف کالی کو ہی جانتا ہے۔ ارے بے وقوف ہوئی ہے یہاں کالی سے بڑھ کر ہزاروں ہیں۔ تو صرف کمزور لوگوں پر اپنے داؤ تیری کالی کمزور اور بے بس لوگوں کی بھینٹ یاد رکھ تیرے برے وقت میں وہ تیرا ساتھ کی۔ آزمانا ہے تو پکار لے اس کو۔" میں نے

راج پال منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا اور پھر

READING Section www.paksociety.com

"کالی مائی واقعی اس کی مدد کو نہیں آئی۔ اس کا کوئی جادو کارگر کیوں نہ ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"کالی مائی آئی تھی اور اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ آئی تھی۔ مگر افریقہ کے جادو اور یہاں کے جادو میں بہت فرق ہے۔ میں نے خود کو یہاں کے حالات میں ڈھال لیا ہے۔ مگر یہاں کے جادوگر افریقی جادو کو نہیں جانتے۔ ہمارے پاس بھی صرف شیطانی کام کرنے والے جادوگر ہوتے ہیں۔ مگر ہم لوگ ایسا ظلم نہیں کرتے جو انسانوں کو نقصان پہنچائے۔ ہمارا رکاوٹ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اندھیرے کا تیر بن جاتے ہیں۔ اگر راج پال کی جگہ کوئی افریقی ہوتا تو وہ مقابلہ کرنے کی نہیں سوچتا صرف اپنی جان بچانے کی ترکیب کرتا اور راہ فرار اختیار کر جاتا۔ مگر راج پال اور کالی دونوں اندھیرے کے تیر کا نشانہ بن گئے۔ کالی تو بہت دور رہی اور راج پال بھسم بن گیا۔ کالی اتنی بڑی جادوگر نہیں ہے مگر عیاری اور مکاری اس میں بہت ہے۔ وہ لوگوں پر اور اپنے پجاریوں پر ہیبت طاری کر کے رکھتی ہے اور ایک سے بڑھ کر ایک ظلم و ستم کرتی ہے۔ افریقہ میں ہر علاقے کا جادو دوسرا الگ ہے۔ پورے افریقہ کا جادو کوئی نہیں جانتا۔ مجھے خود ہی کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ کسی نئی طاقت سے واسطہ پڑ گیا۔ مگر میں نے اس کو بھی سیکھا ہے۔ اب بھی میں مکمل ہوں کہ نہیں کچھ پتہ نہیں ہے اور افریقہ اتنا بڑا اور خوفناک خطہ زمین ہے کہ اس کے بارے میں مکمل وہاں کے باشندے بھی نہیں جانتے۔ قبیلوں کی پہچان نشانات سے ہوتی تو ہے۔ مگر کبھی کبھی وہ لوگ بھی نظر آ جاتے ہیں جن کے نشانات زبان بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتی وہ لوگ بھی افریقہ کے ہوتے ہیں۔" رولوکا نے پوری وضاحت کر دی۔

"تو اس کا مطلب ہے مکمل تم بھی نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ درست ہے۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ میرا دفاع مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تخریبی نہیں

ضرورت اپنی طاقت کو ظاہر نہیں کیا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اب یہ بتاؤ کیا ارادہ ہے۔" میں نے پوچھا۔

"مجھے تو سفر میں مزا آ رہا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"مزا تو مجھے بھی آ رہا ہے۔ تب کی بات ہے جو سب سے پہلا آدمی ملتا ہے وہیں ایک کہانی ختم ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہر آدمی کی ایک کہانی ہوتی ہے۔ جہاں آباد ہیں وہیں کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے درست کہا۔ تم کو افریقہ اور یہاں فرق محسوس ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"یہاں کے مسائل سادہ ہیں۔ یہاں پر [illegible] سامنے نہیں آتا پردے میں رہ کر دشمنی کرتا ہے۔ کے اندرونی علاقے میں کھلے عام مقابلے ہوتے زمین عورت اور روپیہ پر جھگڑے دونوں جگہوں پر ہیں وہاں پر فیصلہ جلد ہوتا ہے۔ مگر یہاں پر نسل در نسل چلتے ہیں اور اس کی لپیٹ میں بے آ جاتے ہیں۔"

روشومیاں نے بہت سنجیدگی کہ ہم لوگ ٹھہریں مگر ہم آگے چل پڑے۔ کھٹ ہم نے ہوا لیے تھے۔ گاڑی رات کو ملی تھی یہ سفر دراصل برتھ پر جا کر لیٹ گیا تھا۔ ظہر پورا بھر ہوا کھڑکی کے پاس سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ سفر میں تھا یہ بات میں جانتا ہوں۔ اس لئے میں نے سونے کو کہا بھی نہیں تھا۔ یہ اکنامکلاس کا ڈبہ برتھ پر لیٹنا تھا اس کے برابر بھی برتھ تھی اور تھا۔ دو میاں بیوی اوپر برتھ پر بیٹھے تھے۔ میں بے خبر سویا پڑا تھا۔ لیکن نیند نہ آ میں جا گیا تھا۔ یہ لوگ آ کر رہے آ رہے جا رہے تھے۔ مجھے ان کی شکلیں نظر نہیں آ آواز صاف آ رہی تھی آواز سے اندازہ ہوتا

"میں کہتی ہوں کب تک اس طرح بھاگتے رہو عورت نے کہا۔

"کیا کروں نہ بھاگوں گا تو مارا جاؤں گا۔" مرد کی آواز آئی۔

"ہم نے کوئی گناہ کیا ہے۔ شادی کی ہے۔" عورت کی آواز پھر آئی۔

"میں مسلمان ہوں اور تم ہندو برہمن کی لڑکی ہو۔ تم اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی ہو اور پھر شادی کی ہے گھر والوں کی تو یہ نہیں مانتی۔" مرد نے کہا۔

"میں نے تم سے شادی کرنے کو اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے تو قبول کیا ہے۔" عورت کی آواز آئی۔

"مگر رشتہ یہ بات کون مانے گا۔ سب مجھے ہی [illegible] کہیں گے۔" مرد کی آواز آئی۔

"میں ہر جگہ۔ کورٹ، پولیس، تھانہ اور پورے [illegible] کے سامنے یہ کہنے کو تیار ہوں۔ میں تم پر آنچ نہیں [illegible] دوں گی۔" عورت نے جواب دیا۔

"مجھے تم پر پورا اعتماد ہے۔ مگر ان معاملات کے [illegible] زیادہ تر معاملوں میں ہوتے ہیں نہ تھانوں میں لوگ [illegible] کے فیصلوں کو دل سے قبول نہیں کرتے اور پھر [illegible] فیصلے کرتے ہیں وہ لوگ میرے خون کے پیاسے [illegible] ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ میرے بے [illegible] لپیٹ میں آ جائیں۔ اسی لئے میں خاموشی سے [illegible] نکل کھڑا ہوا ہوں۔" میں ہر مقام پر تمہارے [illegible] آپ میرے مجازی خدا ہیں میری جان بھی اگر [illegible] کام آ جائے تو میں اف نہیں کروں گی۔" عورت [illegible]

"مجھے تم پر بھروسہ نہ ہوتا تو میں تم سے علیحدگی نہ [illegible] آباد میں میرا ایک دوست ہے وہ کسی کپڑے کی [illegible] کام کرتا ہے۔ سب سے پہلے اس کو تلاش کرتا [illegible] وقت برقعے کا نقاب گرا کر رکھنا میری دادی

دو چار روز میں پڑھ جائے گی۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ خود کو پوشیدہ رکھیں۔ وہ لوگ ہماری تلاش میں دو دن کے تو ضرور۔ ہو سکتا ہے میرے بھائیوں سے کچھ بات کریں مگر احمد آباد والے دوست کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ اتنا روپیہ تو میرے پاس ہے کہ کسی سرائے میں ایک دو مہینہ رہ سکتے ہیں۔ جب تک میرا حلیہ بھی کچھ بدل جائے گا اور میں کوئی بھی دھندا کروں گا۔" مرد کی آواز آئی۔

"تم میری وجہ سے پریشانیوں میں گھر گئے ہو۔ مجھے اس کا احساس ہے۔" عورت نے کہا۔

"میرے نصیب میں جس قدر پریشانیاں لکھی ہیں وہ تو ضرور آئیں گی۔ تم خود کو اس کا ذمہ دار کیوں سمجھتی ہو؟" مرد نے کہا۔

"تم کچھ بھی کہو۔ میری وجہ سے تمہاری تعلیم ادھوری رہ گئی۔ گھر سے بے گھر ہو گئے۔ پورے خاندان کو چھوڑنا پڑا۔ میں یہ سب کچھ کس طرح بھول سکتی ہوں۔" عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اگر یہ سب میرے ساتھ ہوا ہے تو تم نے بھی تو یہی قربانی دی ہے۔ تم اپنے دل پر کیوں بوجھ لادتی ہو۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔" مرد نے تسلی دی۔

میں نے اندازہ لگایا کہ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں اور دونوں اس لئے پریشان ہیں کہ انہوں نے دو الگ الگ مذہب کے ہونے کے باوجود شادی کر لی ہے۔ اب خود کو روپوش کرنا چاہتے ہیں۔ اخلاقی طور پر یہ اچھی بات تو نہیں تھی کہ میں ان کی گفتگو سنتا مگر میں کیا کرتا صرف ایک لکڑی کی دیوار کے دوسری طرف جو باتیں ہو رہی تھیں وہ میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ صبح ہونے کو تھی۔ میں برتھ سے اتر کر نیچے رولوکا کے پاس آ گیا۔ رولوکا اطمینان سے بیٹھا تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

"ہو بھی منزل دور ہے اور کہانی شروع ہو گئی۔"

"کیا ہوا؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ہو بھی میرے برابر کی برتھ پر ایک میاں بیوی

بیٹھے ہیں۔ بیوی ہندو ہے اور میاں مسلمان۔ لڑکی نے مسلمان ہونے کے بعد لڑکے سے شادی کرلی ہے اور برہمن خاندان سے بغاوت کردی ہے۔ دونوں آگرے کے ہیں اور اب فرار ہوکر احمد آباد جارہے ہیں۔ ظاہر ہے ان کی تلاش شروع ہوگئی ہوگی اور ہوسکتا ہے احمد آباد میں پولیس یا کوئی اور ان کو شناخت کرلے اور یہ دو معصوم بڑی پریشانی میں مبتلا ہوجائیں۔ ان کا صرف یہی قصور ہے کہ دونوں نے پسند کی شادی کی ہے۔ محبت مذہب کو نہیں مانتی یہ دلوں کے سودے ہیں اور پھر لڑکی نے اسلام دل سے قبول کیا ہے اور شرعی طریقے پر عقد کیا ہے۔ ہندو ذہنیت کو میں خوب سمجھتا ہوں اس کا باپ اور دوسرے ہندو ہرگز اس کو برداشت نہیں کریں گے اور ہوسکتا ہے یہ دونوں کسی بڑی پریشانی میں پھنس جائیں۔" میں نے رولو کا کو تفصیل بتائی۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" رولو کا نے پوچھا۔

"ان کی مدد کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہم تو ہیں ہی خدائی فوجدار۔ کریں گے ضرور کریں گے۔" رولو کا نے کہا۔

"پہلے تو میں اس لڑکے سے ملاقات کرتا ہوں تم بھی ساتھ رہنا۔ کچھ حالات تو مجھے ان کی گفتگو سے پتہ چل گئے ہیں اور کچھ اور پتہ کریں گے۔" میں نے کہا۔

گاڑی کسی اسٹیشن پر کھڑی تھی میں اپنے حصے سے برابر کے حصے میں چلا گیا۔ برقعہ پر ایک سفید برقعہ میں عورت بیٹھی تھی۔ اس کے پاس ہی ایک جوان جس کی عمر چوبیس سال کے لگ بھگ ہوگی بیٹھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی دونوں ہیں۔ میں نے لڑکے کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا۔ "آپ کو زحمت تو ہوگی آپ ذرا میری بات سن لیں۔"

یہ سنتے ہی لڑکے کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ ہڑبڑا کر بولا۔ "آپ نے مجھ سے کچھ کہا ہے؟"

"گھبرائیں نہیں بات آپ کے فائدے کی ہے۔" میں نے کہا۔

"میرے فائدے کی۔ آپ کو شاید غلط فہمی ہے۔" وہ جلدی سے بولا۔

"نہیں برخوردار آپ آئیں تو۔" میں نے

لڑکا گھبراہٹ میں تھا۔ اس کے چہرے پر کی لرزش سے صاف اندازہ ہورہا تھا کہ وہ کم 3 کا ہے۔ میں منہ اس کے کان کے پاس لے کر بولا۔ "اتنی گھبراہٹ ٹھیک نہیں خود پر کنٹرول رکھو اس تم بہت جلد شناخت ہوجاؤ گے۔" اس نے حیرت میری طرف دیکھا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ اوپر برتھ پر منہ کرکے میں نے کہا۔

"تم گھبرانا نہیں میری رخسانہ! اللہ بہتر کرے رخسانہ کا نام سن کر لڑکا اور زیادہ حیرت زدہ ہوگیا مشکل سے بولا۔ "آپ کون ہیں محترم میں نے آپ نہیں پہچانا؟"

"ابھی دیکھا ہی نہیں تو پہچانو گے کس طرح۔" نے کہا۔

"پھر آپ مجھے کس طرح جانتے ہیں۔" سے بولا۔

"ابھی بتائے دیتا ہوں۔ تمہارے برابر میری ہے میں اس پر رات کو لیٹا تھا۔ بے اختیاری ہوگئی کہ میں نے آپ میاں بیوی کی ساری گفتگو ہے۔ آپ لوگ جس جگہ سے پریشان ہیں وہ بہت خطرناک ہے اس سے بہت بڑا فتنہ فساد ہوسکتا تم دونوں کی زندگی کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے تم جہاں ہو وہ علاقہ تو کٹر ہندوؤں کا ہے۔ ذرا سی بھی بھنک گئی کہ تمہاری بیوی ہندو ہے تو سخت مشکل کھڑی ہو گی تم نوجوان ہو۔ جوان خون ہے اس عمر میں زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر تمہارے پاس غلطی کی نہیں ہے۔ میں اور میرا ایک ملازم بھی احمد آباد ہیں۔ وہاں پر ہمارے پاس بھی کوئی ٹھکانا نہیں ہمارے ساتھ رہو گے تو تم پر خطرہ شبہ کم ہوگا

کے مطابق جو مناسب ہوگا وہ راستہ اختیار کریں میں نے اپنا تعارف پوری طرح کروایا۔ ہم ... پر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ رولو کا میرے اور رخسانہ دوسری طرف ہماری باتیں سن رہی تھی۔

"یہ تو قدرت کی طرف سے غیبی امداد آئی ہے۔" رخسانہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے درست کہا رخسانہ۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔" لڑکا بولا۔

"اب تم اپنے حالات بتاؤ اور تعارف کراؤ۔" نے کہا۔

"میں سینٹ جوزف کالج میں فائنل ایئر کا طالب ... میرے ساتھ ہی یہ بھی پڑھتی تھی۔ اس کا نام رادھا ... ہے۔ یہ ایک بہت بڑے برہمن خاندان کی لڑکی ... اس کے پتا کا نام پنڈت شنکر داس ہے۔ میرا نام احمد ... ہے اور والد کا نام محمد حسین ہے۔ ہمارا گھرانہ آگرہ ... کے ناؤ منڈی میں رہتا ہے۔ ہم لوگ درمیانی کلاس کے ... ہیں۔ مگر رادھا کے خاندان والے بہت پیسے والے

"اب میں بتاتی ہوں۔" رخسانہ کی آواز آئی۔ ... تم بھی بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"محترم! میں نے احمد حسین کو پانے کے لئے ... نہیں کیا ہے۔ میری کلاس میں کئی لڑکیاں ... پڑھتی تھیں ان میں ایک لڑکی جمیلہ بھی تھی وہ ... لڑکی تھی اور اس کے والد نے اس کو اعلیٰ تعلیم کے لئے کالج میں داخل کرایا تھا۔ میں اس ... کیا کرتی تھی۔ اس کے گھر کا ماحول اتنا سادہ اور پر ... تھا وہاں پر بہت اچھا لگتا تھا۔ میں روز جمیلہ کے ... گھر چلی جاتی۔ میں نے اسلامی تعلیمات پر ... مطالعہ کرلیا۔ جب میں نے اپنے مذہب اور ... کیا تو مجھے دونوں میں بڑا فرق ملا اور میں نے ... پایا لہٰذا چھپ کر میں نے کلام پاک پڑھنا ... جمیلہ کے والد نے مجھے نہ صرف کلام پاک

پڑھایا بلکہ اسلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا بھی۔ ... مجھے یہ یقین آگیا کہ میں اسلام اور دوسرے مذہب کا مقابلہ ... کرسکتی ہوں تو میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ مولوی صاحب نے مجھے زبانی درس دیا تھا اور یاد کرایا تھا ... مگر میرے اسلام قبول کرتے ہی میری آنکھوں کے ... سامنے کے سارے پردے ہٹ گئے۔ میں نے دین ... اسلام کو نہایت اعلیٰ و ارفع پایا۔ یہ میرے پیارے اللہ کا ... سب سے پیارا دین ہے۔ یہی دین ہے جو قیامت تک ... قائم رہنے والا ہے۔ اس لئے کہ انسانیت کو اس دین میں ... مکمل کردیا گیا ہے میں نے جہاں تک پڑھا ہے اس دین میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لئے راہ نمائی موجود ہے۔" رخسانہ خاموش ہوئی تو میں نے کہا۔

"ہاں یہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔ میرے خدا کا فرمان ہے کیونکہ دین اسلام حقیقت سے بعید نہیں اور اسی وجہ سے اسے دین فطرت بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے ثبوت بے شمار ہیں۔"

رولو کا نے پہلی بار زبان کھولی۔ "تم نے وہی کیا جو تم کو صحیح معلوم ہوا۔ جو سچ دل قبول کرتا ہے وہی روح بھی قبول کرتی ہے۔ تمہاری ثابت قدمی تمہاری سچائی کی گواہی ہوگی۔ رہے آنے والے حالات تو اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔ وقت کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ اس کے خلاف اگر فیصلہ ہو تو وہ اس کو قبول نہیں کرتا۔ تاریخ بتاتی ہے مگر تجربے اور مشاہدے نے بتایا ہے کہ وقت کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ تم زندگی کے ایک نازک موڑ پر کھڑے ہو ایک طرف تمہی ہے دکھ ہے۔ دوسری طرف سکھ ہی سکھ ہیں۔ مگر تم کو نہیں پتہ کس طرف کیا ہے۔" رولو کا خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"احمد آباد آنے والا ہے ان دونوں کا کیا سوچا ہے؟"

"ان کو ساتھ رکھنے کا تو تم فیصلہ کرچکے ہو۔" رولو کا نے کہا۔

"اس کے بعد کا پروگرام بھی تو بنانا ہے۔" میں

http://readingpk.blogspot.com

نے کہا۔

"احمد آباد میں وقت کیا رنگ دکھاتا ہے یہ دیکھنا ہوگا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی ہم سونے کو سونا کہتے ہیں۔ انسان کی کسوٹی بھی تو ہے اور وہ کسوٹی حالات ہیں۔ ہم ان دونوں کے ساتھ تو ہیں مگر کسوٹی پر تو ان کو ہی پورا اترنا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"صاف بتاؤ کیا مطلب ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ سنار کچھ گڑتا ہے مگر صاف کرتا ہے اس کے بعد بتاتا ہے کہ یہ اصلی سونا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی چیک کرنا پڑتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم دونوں پر اختیار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اختیار میں اور یقین میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اختیار کو یقین کی منزل تک لانے میں کچھ قربانیوں سے گزارنا پڑتا ہے۔ تب اختیار یقین میں بدلتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میں ذاتی طور پر رخسانہ کی بات کا اعتبار کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں دونوں کی بات کو مانتا ہوں۔ ان کی محبت کو بھی قابل اعتبار سمجھتا ہوں مگر یہ دنیا ایک تجربہ گاہ بھی تو ہے۔ جو کچھ ہوگا سامنے آجائے گا یہ میرا وعدہ ہے کہ کنارے پر ان کو پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

گیارہ بجے دن کو احمد آباد جنکشن پر گاڑی پہنچ گئی۔ ہم چاروں ایک ساتھ اسٹیشن سے باہر آگئے۔ اسٹیشن کے باہر وہی ماحول تھا جو ہوا کرتا ہے۔ تانگے والے آوازیں دے رہے تھے۔ ہوٹل کے نمائندے اپنی تعریفیں کر رہے تھے۔ مگر میں کسی سرائے کی ہی تلاش میں تھا۔ دس پندرہ منٹ تک یہ شور زیادہ رہا اور پھر کم ہوگیا۔ پھر ایک آدمی میری طرف بڑھا اور بولا۔ "تم لوگ کدھر جائیں گے بھائی!"

"ہم لوگ ٹھہرنے کی جگہ جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اے ہم کو پتہ پڑ گیا تھا کیا۔"

"تو کیا تم نجومی ہو۔" میں نے پوچھا۔

"اپنا دھندا ہے نا اس واسطے پتہ پڑ جاتا ہے۔ بہت سستا بگ لے جاتا ہے ایک دم فسٹ کلاس کمرہ ہے۔ ہم سمجھ گیا ہے تم لوگ مسلمان ہو اسی واسطے تانگہ کھڑا ہے۔" وہ بولا۔

"تم تو واقعی نجومی ہو سب سمجھ جاتے ہو۔" میں نے پھر کہا۔

"دھندا سب سکھاتا ہے بابو۔ بولو کیا بولتا۔"

"تانگہ کتنا دور جاتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تانگہ کتنا دور جائیں گا۔ پان شہر کے اندر ہی جائیں گا۔" وہ جلدی سے بولا اور ساتھ ہی ایک تانگے کی طرف اس نے اشارہ کیا اور ہم سب تانگے میں سوار ہوگئے۔ تانگہ کئی موڑ کاٹتا ہوا ایک دو منزلہ مکان کے سامنے رکا ہوا۔ ہم کرایہ ادا کرنے کے بعد اس عمارت کے اندر آگئے۔ سب سے پہلے جو چیز نظر آئی وہ ایک بڑی فریم کی ہوئی تصویر تھی۔ کمرہ بھی بہت بڑا تھا ایک میز پڑی تھی اور اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر سالہ بزرگ بیٹھے رجسٹر پر اندراج کر رہے تھے۔ کو دیکھا تو رجسٹر چھوڑ کر کھڑے ہوگئے اور "آیئے — تشریف لایئے۔" میں نے سب کو سب لوگ ان کے سامنے پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ؟"

"دلی سے آئے ہیں۔" میں نے مختصر

"آپ لوگ سب ساتھ ہیں۔" وہ پھر

"جی ہاں ساتھ ہیں۔" میں نے کہا۔

"کتنے کمرے آپ کو چاہئیں؟" وہ

"دو کمرے تو ضرور چاہئیں۔" میں نے

"مل جائیں گے فکر مت کرو۔ میرا

ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے اس

اسٹاف مسلمان ہے۔ یہ جو آپ کو لایا ہے

سلیمان بھائی ہے۔ اگر آپ شہر گھومنا چاہیں

ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ کرایہ دس روپیہ

جاتا ہے۔ ملازمت آسانی سے مل جاتی ہے۔ کپڑے میں لیبر کی ضرورت رہتی ہے۔ اب احمد حسین کی خاصی بڑی ہوگئی تھی۔ اس نے ایک چشمہ بھی خرید سر کے بال بڑھ گئے تھے۔ ان کو اس نے پیچھے تھا۔ وہ اب کسی مسجد کا موذن یا امام معلوم ہوتا تھا نے اس کو پہلے دیکھا ہو وہ بھی ایک نظر میں اس نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنے انداز گفتگو کو بھی مقامی دے دیا تھا اور بہت حد تک وہ اس میں کامیاب تھا اس کی شناخت ہونے کے امکانات بہت کم ہوگئے احمد حسین روزگار کی تلاش میں شہر جانے لگا تھا۔ ایک بات بھی کر آیا تھا۔ مگر انسان بڑا بھولا ہے وہ آنے وقت کے بارے میں ذرا نہیں جانتا۔ اگر وہ جان سب جھگڑے ہی ختم ہوجاتے۔ وہ جیسے ہی سرائے میں ہاشم بھائی نے بتایا۔ "تم کو ایک آدمی ملنے کو آیا تھا۔ شام کو آوے۔"

"وہ کون تھا؟" احمد چونک کر بولا۔

"نام نہیں بولا — بولا شام کو آوں گا۔"

"کہاں سے آیا تھا کچھ بتایا؟" احمد پریشانی بولا۔

"کچھ نہیں بولا۔" ہاشم بھائی نے جواب دیا۔

احمد حسین پریشان پریشان کمرے میں آیا رخسانہ نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔ "ایک آ مجھے پتہ کرنے آیا تھا۔ کون تھا کہاں سے آیا تھا کیوں آ تھا کچھ پتہ نہیں چلا۔"

"آپ نے بڑے بھائی کو بتایا۔" رخسانہ نے پوچھا۔

"ابھی نہیں سیدھا تمہارے پاس آیا ہوں۔" وہ بولا۔

"فوراً ان کو بتایئے۔" اور احمد حسین میرے پاس آگیا اور اس نے بتایا۔

"جب وہ شام کو آئے گا تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔" میں نے کہا۔

KEEN Coder
http://kreenkoder.blogspot.com/

"مگر وہ کون ہے کچھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تم کیوں ابھی سے پریشان ہو رہے ہو۔ جو ہوگا سامنے آ جائے گا۔ دیکھیں گے مقابلہ کریں گے جو بھی حالات ہوں۔" میں نے احمد حسین کو تسلی دی۔ مگر احمد حسین کی گھبراہٹ کم نہ ہوئی۔ ہم چاروں ایک ہی کمرے میں تھے کہ ہاشم بھائی آ گئے اور بولے۔ "وہی آدمی آیا ہے۔"

رولوکا کمرے میں رہا۔ رخسانہ اپنے کمرے میں چلی گئی میں اور احمد حسین ہاشم بھائی کے ساتھ آ گئے۔ کرسی پر ایک شخص پتلون اور قمیص میں ملبوس بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر سب سے زیادہ خوفناک اس کی مونچھیں تھیں۔ وہ ایک کٹاری کی طرح آنکھوں کی طرف مڑی ہوئی تھیں۔ گال بھرے بھرے تھے اس لئے چہرہ نہایت رعب دار لگتا تھا۔

اس نے احمد حسین کو دیکھا تو زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ "خوب بہت خوب بہروپ تو اچھا بھرا تھا۔ مگر میرا نام جیون لال تیاڑی ہے۔ تو اگر سانپ کے بل میں بھی گھس جاتا تو بھی میں تلاش کر لیتا۔"

میں نے کہا۔ "آپ کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو رہے۔"

"نہیں شریمان ہرگز نہیں۔ یہ شخص!" اس نے احمد حسین کی طرف اشارہ کیا۔ "آگرہ کے محلہ شاہ گنج کا رہنے والا ہے اس کے باپ کا نام محمد حسین ہے۔ سینٹ جوزف کالج میں یہ پڑھتا تھا۔ یہ وہاں سے ایک برہمن کی لڑکی رادھا کو لے کر بھاگ آیا ہے۔ اس کے خلاف ہر شہر میں رپورٹ پہنچائی گئی ہے۔ میں آگرہ سے کھوج لگاتا اب احمد آباد پہنچا ہوں اور پورے ثبوت کے ساتھ ہاتھ ڈال رہا ہوں اور ہاں میں اکیلا نہیں ہوں۔ مقامی پولیس کی نفری میرے ساتھ ہے۔ اب تو یہ بتا رادھا نامی لڑکی کہاں ہے۔" احمد حسین خاموش تھا۔

"تمہاری خاموشی تم کو مجرم ثابت کرتی ہے۔ اگر آسانی سے نہیں بتائے گا تو تھانے میں بتانا پڑے گا اور ہاں شریمان آپ کون ہیں آپ بھی اپنا پریچے کرا دیں۔"

"میں حکیم وقار احمد ہوں دلی میں مطب ہوں۔" میں نے بتایا۔

"اور یہاں احمد آباد میں مجرم کی مدد کرنے چلے آئے۔" تیاڑی طنزیہ بولا۔ میں کیا جواب دیتا خاموش رہا۔ اس نے جیب سے ایک سیٹی نکالی اور بجا دی۔ دو آدمی اور آ گئے تو وہ بولا۔

"سارے کمروں کی تلاشی لو فوراً ہری اپ۔ سب کو یہاں پہنچے کرو۔"

کمروں میں زیادہ مسافر تو نہیں تھے۔ تین مرد دو عورتیں وہاں پر آ گئیں۔ مگر مردوں میں رولوکا نہیں تھا۔

"سب کو لے آئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"جی سر سب آ گئے۔"

عورت سے اس نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ عورت بولی۔ "رسولن نام ہے میرا۔" وہ ادھیڑ عمر کی تھی۔

"کہاں سے آئی ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"میں اپنے میاں کے ساتھ دھول پور سے آئی ہوں۔ ان کو یہاں پر نوکری مل گئی ہے ابھی گھر نہیں ملا اس لئے یہاں پر ہیں۔"

اب اس نے رخسانہ سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام مہ رخسانہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"شادی شدہ ہو؟"

"جی ہاں۔"

"شوہر کا کیا نام ہے؟"

"احمد حسین۔" جواب ملا۔

"تو تم ہی رادھا ہو۔" تیاڑی بولا۔

"نہیں میں رخسانہ ہوں۔" وہ اصرار کرنے لگی۔

"تم خود کچھ بھی کہو لڑکی۔ مگر ہو تو رادھا نام کا پرچہ کاٹا گیا ہے۔ تم بہکہ ہو اور یہ مسلمان ہے

ہی غیر قانونی ہے۔ میں تم دونوں کو گرفتار کرتا ہوں شریمان حکیم صاحب آپ کو ان کی مدد کرنے کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔ آپ سب کو میرے ساتھ آگرہ چلنا ہے۔ وہاں پر مقدمہ درج ہے۔ وہیں پر آگے کارروائی ہوگی۔"

آ گئے ہم بھی کھوٹی پر اب رگڑے تو کھاتا ہیں۔ میں نے سوچا اور ہم تینوں کو آگرہ لے آیا گیا۔ رولوکا کا پتہ نہیں تھا۔

پنڈت شنکر داس آگرہ کا بہت بڑا آدمی تھا۔ اس کا اثر رسوخ تھا۔ وہ آگرہ شہر کے رئیسوں میں شمار ہوتا تھا۔ رخسانہ کو تو وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ مجھے اور احمد حسین کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔ زندگی کا یہ پہلا تجربہ تھا کہ میں کسی حوالات یا جیل میں قید ہوا۔ مگر مجھے اپنی زیادہ فکر نہیں تھی۔ سارے حالات احمد حسین کے خلاف تھے صرف رخسانہ کی ذات سے امید تھی کہ وہ احمد حسین کا ساتھ دے گی۔ ہندو معاشرے کے طور پر اور اثر رسوخ دونوں طرح بھاری پنڈت شنکر داس کے ایک اشارے پر کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ کچھ سے ابھی کوئی بیان نہیں لیا گیا تھا۔ احمد حسین بھی خاموش تھا حالانکہ پولیس نے کئی دفعہ اس سے رابطہ کیا۔ مگر وہ خاموش رہا۔ رولوکا کا پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ مگر جلد ہی پتہ چل گیا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ایک مسلمان حوالات میں مجھ سے ملا اور بولا۔ "میں آپ کا اور احمد حسین کا وکیل ہوں۔" اور وکالت نامے پر دستخط کرا لئے۔

"آپ کو کس نے وکیل مقرر کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک صاحب دلی سے آئے تھے۔ میری فیس بھی انہوں نے ادا کر دیا ہے۔ آپ جو بیان دیں گے۔" وکیل نے پوچھا۔

"بات یہ ہے وکیل صاحب کہ میں نے احمد حسین کو تھانہ تو دیا ہے۔ اس کی مدد کی ہے مگر وہ ہم کو نہیں ملا تھا مگر شادی تو یہ اس سے پہلے ہی کر چکے تھے تو ہم اس کو جانتے بھی نہیں تھے۔" میں نے کہا۔

"آپ بتائیں کہ آپ نے انسانی ہمدردی دینی بھائی ہونے کی وجہ سے ان کی مدد ضرور کی ہے مگر کیا یہ پتہ نہیں تھا کہ رخسانہ کون ہے اور ان کی شادی کس طرح ہوئی۔ آپ کا صرف یہی بیان ہونا چاہیے۔"

"اور احمد حسین تم بتاؤ تم کیا بیان دو گے؟"

"میں نے شادی کی ہے اور رخسانہ کی مرضی سے کی ہے وہ بالغ ہے اور ایک پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ اس نے ساتھ زبردستی نہیں کی گئی وہ خود سے مسلمان ہوئی۔ اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے میرا تو یہی بیان ہوگا۔" احمد حسین نے کہا۔

"تمہاری بپتا کا صرف ایک خانہ ہے اور وہ ہے رخسانہ۔ اگر وہ اپنے باپ سے خوفزدہ نہ ہوئی اور اس نے تمہارے حق میں بیان دیا تو تم صاف بچ جاؤ گے۔ ایک بات میں بتا دوں۔ ہمارا مقابلہ جس سے ہے وہ بہت ہوشیار ہے اس نے بڑی مضبوط گواہیاں تیار کی ہیں۔ بڑی چوٹی کے وکیلوں کا ایک پینل مقرر کیا ہے۔ مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جھوٹی گواہیوں کو ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ آپ لوگ کم سے کم بیان دیں اور اس پر ہی قائم رہیں۔ احمد حسین تم یہی کہو گے کہ تم نے رخسانہ کے اصرار پر اس سے شادی کی ہے۔ شادی کا پروپوزل تم نے نہیں اس نے دیا تھا اور آپ حکیم صاحب وہی کہیں جو آپ نے ابھی بتایا تھا۔

"احمد حسین کے بھائی میرا اور احمد حسین کا کھانا لاتے تھے۔ احمد حسین نے بتا دیا تھا کہ میں نے اس کی مدد کی ہے اور وکیل بھی مقرر کیا ہے۔ وہ لوگ بہت اچھے لوگ تھے۔ احسان ماننے والے ساتویں روز رولوکا خیر الدین کے روپ میں کھانا لے کر آ گیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"کھوٹی پر رگڑا شروع ہو گیا۔" رولوکا ہنس پڑا اور پھر بولا۔

"انسان کو اگر ایسا رگڑا نہ لگے تو وہ خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے۔ دوائی کڑوی بھی ہو تو کھانا پڑتی ہے۔"

"حکیم سے حکمت کی زبان میں بات کر رہے ہو

آگے کی بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"آگے کی بتانا مناسب نہیں ہے جو ہوگا سب سامنے آجائے گا۔"

"تو یوں کہو کے کھیل کا مزا خراب ہو جائے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ایسا ہی ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"رخسانہ کا کیا حال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس غریب پر سب سے زیادہ دباؤ ہے۔ سماج کا دباؤ، باپ کے بدلے نام کا دباؤ، خاندان کا دباؤ، اس کی حالت بہت خراب ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"میں اس کی ذہنی کیفیت پوچھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ خاموش ہے کسی بات کا جواب نہیں دیتی۔ سب پریشان ہیں۔ اندر کیا ہے کسی کو پتہ نہیں چل رہا ہے میں کسی کے اندر کی بات کس طرح جان سکتا ہوں۔" رولو کا نے کہا۔

"تم کچھ چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے۔" میں نے کہا۔

"کھیل جس انداز میں شروع ہوا ہے اسی انداز میں چلنے دو۔ میں بتا کر تم کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ اس کا مطلب یہ نہ لینا کہ آگے کوئی پریشانی کی بات ہے خوشی کی بھی ہو سکتی ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم پہلی دفعہ مجھے گول گھما رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"تم کبھی جھولے پر بیٹھے ہو؟" رولو کا نے پوچھا۔

"جھولے کا کیا ذکر یہاں پر؟" میں نے کہا۔

"جھولا ایک جگہ آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے اور اس پر بیٹھا آدمی حرا لیتا رہتا ہے۔ جبکہ اس کو پتہ ہے کہ وہ وہیں کا وہیں ہے۔ پھر بھی اس کو مزا آتا ہے کیوں؟"

"مجھے نہیں پتہ۔" میں نے کہا۔

"جو جھولے پر سوار ہے صرف مزا لینے کو سوار ہے۔ اس کو کہیں جانا آتا نہیں ہے۔ تم بھی سواری کرو جھولو اور مزا لو۔" رولو کا نے کہا۔

"پتہ نہیں تم کون سا فلسفہ بیان کر رہے ہو سر پر سے گزر گیا۔" میں نے کہا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔" اور رولو کا

❀ ❀ ❀

عدالت میں چالان پیش کر دیا گیا اور شروع ہو گئے۔ پنڈت شنکر کی طرف سے گواہیاں ہونے لگیں۔ وہ گواہ کو چشم بنایا گیا۔ راد ھا چی نے زور و زبردستی مسلمان بنایا جانا کہا راضی نہیں تھی۔ اس کو ہلاک کرنے اس کے خاندان کرنے اور قتل کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ ایک پیش کیا گیا۔ اس نے کہا۔ "مراد حاد یوی اس کے پاس آئی تھی اور اس نے کہا کہ ہوں۔ ایک مسلمان لڑکے نے اس کو خراب میری مدد کرو میں اس کو ڈاکٹر کے پاس لے ڈاکٹر بھی بلائی گئی۔" اس نے کہا۔

"عورت کا بیان درست ہے میرے پاس آئی تھی۔"

اسی قسم کی گواہیاں پیش ہوتی رہیں۔ پروفیسر اور لڑکوں تک کو بلایا گیا سب نے حق میں بیان دیئے۔ اب آخر میں راد ھا بیان ہوا۔

اس نے آتے ہی عدالت سے درخواست اس کو رخسانہ کے نام سے پکارا جائے۔ "میرا نام وقت تھا جب میں ہندو تھی۔ اب میں صاحب اور میرا نام رخسانہ احمد حسین ہے۔ میں پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔ میں اسلام کو سمجھ کر اور اپنے دل کی مسلمان ہوئی ہوں۔ مجھے کسی نے زبردستی مسلمان ہے اور اپنی مرضی سے میں نے احمد حسین سے ہے اور خود میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ شادی کر لے۔ یہ ساری گواہیاں جھوٹی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر کے پاس کبھی نہیں گئی۔ مجھ پر

تھا۔ سب سے پہلے اس نے اس طریقہ کار کو سوامی شردھانند کے خلاف آزمایا تھا اور سوامی شردھانند اس کی تلاش میں لگ گیا تھا۔ رولو کا نے یہی طریقہ پنڈت شنکر کے خلاف آزمانے کا فیصلہ کیا تھا۔ افریقہ کے لوگ سامنے آ کر مقابلہ کرنے میں اپنی بہادری سمجھتے ہیں۔ مگر یہاں کی ذہنیت دھوکا، فریب، مکاری کو بھی استعمال کرتی ہے۔ یہ بات رولو کا بہت جلد سمجھ گیا تھا اور اس نے اپنے طریقہ کار میں بہت سی تبدیلیاں کر لی تھیں۔ اسی لئے اس نے رخسانہ اور احمد حسین کو ایک امتحان سے گزارا۔ جب وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو وہ ان کے ساتھ ہوا مگر پس پردہ۔ رخسانہ کا باپ پنڈت شنکر کے بہن تھا اس کی وہ کوڑی کی عزت ہو گئی تھی۔ عدالت نے رخسانہ کو اس کے شوہر کے ساتھ جانے کے احکامات دے دیئے تھے اور ساتھ میں پنڈت شنکر کو پابند کر دیا تھا کہ وہ ان کے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ پنڈت شنکر کے سارے وکیل ہزاروں روپیہ کھانے کے بعد بھی خاموش تھے۔ رولو کا نے اس انداز سے سب پر اثر ڈالا تا کہ سب دینی طور پر مفلوج ہو گئے تھے۔ وہ لوگ اپنی ہار تسلیم کر چکے تھے۔

"میں کہتا ہوں تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ لونڈا میرے سینے پر مونگ دل رہا ہے۔ ارے کوئی ایسا اپائے کرو کہ کوئی کیس اس پر لاگو ہو۔" پنڈت شنکر غصہ سے بولا۔

"بات یہ ہے بیٹھ جی کہ گائے تو کھونٹے پر ہی کودتی ہے اور ہمارا کھونٹا ہی کمزور ہے۔ راد ھا چی نے ہمارا سارا پلان فیل کر دیا اور کورٹ میں بیان سے پہلے اس نے ہوا نہیں لگنے دی کہ وہ کیا کرے گی۔" دھیان چند وکیل نے کہا۔

"اسی لئے تو میں کسی کو الزام نہیں دیتا اب آگے کی سوچو اور اس طرح چین سے تو اس لونڈے کو میں جینے نہیں دوں گا۔" پنڈت شنکر بولے۔

"کچھ صبر تو کرنا پڑے گا۔ ابھی سے کچھ کریں گے تو ہر بات اسی کیس سے جڑ جائے گی اور سرکاری مشنری کی

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

ہوں وہ یہاں اس کے ساتھ ہو جائیں گی۔" وکیل نے کہا۔

"خرید لو سب کو اور کر دو حملہ۔ دو چار کیس بنا ڈالو۔"

"اور اگر خریدنے کے بعد بھی ایک آدھا پلٹ گیا تو پھر بے عزتی ملے گی اس لئے میں کہتا ہوں کچھ انتظار کر لیں۔" وکیل دھیان چند نے کہا۔

"میں انتظار نہیں کر سکتا۔ میرے اندر بدلے کی آگ جل رہی ہے۔ میری بیٹی ایک لچھ کے گھر میں بیٹھی ہے اور تم مجھے صبر کرنے کا سبق پڑھا رہے ہو۔ ٹھیک ہے تم کچھ نہیں کر سکتے نہ کرو اب میں خود ہی کچھ کروں گا اور ایسا کروں گا کہ دنیا اس سے سبق سیکھے گی۔ تم اپنی قانونی کتابوں کو لپیٹ کر دھو دیتے رہو۔ چلو جاؤ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔" اور پنڈت شنکر نے قانونی طریقہ پر امجد حسین کو زیر کرنے کا پروگرام ختم کر دیا۔ رہ گیا پنڈت کے ساتھ تھا۔ اس کی قفل حمل پر اس کی گہری نظر تھی۔ پنڈت آگرہ شہر کے بڑے مندروں کے چکر کاٹ رہا تھا۔ مگر اس کو اپنے مطلب کا آدمی نہیں مل رہا تھا۔ پرتاب پورے کی چڑھائی شروع ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر ایک بہت بڑا مندر ہے۔ اس مندر کے عین سامنے ایک اور مندر ہے۔ وہ ہنومان مندر ہے اور یہ بھی بہت بڑا مندر ہے۔ چڑھائی پر کالی مائی کا مندر اور اس کے سامنے ہنومان مندر۔ ہنومان کے بھگت شادی نہیں کرتے۔ ہمیشہ کنوارے رہتے ہیں۔ کالی کے مندر میں کنیائیں اور دیسیاں بہت ہوتی ہیں۔ کالی کے پوجا کے پانچ اہم اشلوک ہیں۔ جن کا تعلق مختلف تبرکاؤں سے ہے۔ یعنی مسا (گوشت) متسا (مچھلی اور مدورا) جویا (شراب) میتھونا (جنسی ملاپ) ہر اشلوک پر مندر کے پروہت اشلوک سے متعلقہ اشیاء کی بھینٹ کرتے ہیں۔ اس لئے جنسی ملاپ کے اشلوک کے پڑھتے ہی سب بے قابو ہو جاتے ہیں اور اس کے سامنے ہنومان مندر وہاں پر ہنومان بھگت جو سدا کنوارے رہتے ہیں۔ یہ دونوں مندر شہر کے سب سے زیادہ آباد رہنے والے مندر ہیں۔ شنکر

پنڈت کالی کے مندر کے بارے میں سارا سوچ کر اپنی ساری کہانی اس کو سنائی تو وہ بولا۔

"گھر پاپ ہوا ہے ایک ہندو کیا پھر میں رام رام۔"

"تو میں کیا کروں اسی کارن تو آیا ہوں۔" پنڈت بولا۔

"اب تو کچھ نہ کر۔ جو کریں گے ہم کریں گے کالی کرے گی پر تو تم کو پتہ ہے کالی کی آئیں تو کچھ بھینٹ کرنا پڑتا ہے۔ اس پر خود کو کار بند کرو بات چلے گی۔"

"جو حکم کرو میں حاضر ہوں۔" شنکر بولا۔

"بھینٹ کرنے کو جو خرچہ ہوتا ہے وہ میں تم کو دیں گا۔ تم ڈھائی ہزار روپے فوراً ادا کرو اور ہزار روپے پجاری کو دے کر چلا آیا۔"

تین روز کے بعد وہ پھر مندر گیا۔ تو پجاری نے بتایا۔ کالی نے اپنے ایک بھگت کی طرف اشارہ کیا آگرہ میں نہیں ہے وہ شہر اندور میں رہتا ہے۔ وہ تمہارا کرے گا اور تم کو اندور جانا ہوگا وہاں پر بھگت پرتا محلے ہے اس میں کالی کا عالیشان رستھان بنا ہوا ہے مندر میں سادھو سوامن چوہان رہتا ہے۔ اس سے مجھے آگرہ سے جنگل کشور نے بھیجا ہے سب کچھ بتاؤ۔ وہ ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ اب تم جو ہو جائے تو وہ جی درشن کو ضرور آئے۔" اور شنکر اندور تیاریاں کرنے لگا اس کے دل میں غربت کی آگ رہی تھی۔ اس کو سکون نہیں تھا۔ اس آگ کو بجھا بھڑکا دیا تھا۔ پنڈت شنکر کا اندور تک سفر بہت گزارا وہ اکیلا ہی آیا تھا اور کسی کو ساتھ نہیں لایا تھا صدیہ تھی کہ اس نے اپنی بیوی تک کو نہیں بتایا تھا اور کیوں جا رہا ہے۔ اندور شہر زیادہ بڑا شہر چونکہ یہ بھی رجواڑہ ہے اور یہاں پر بھی حکومت رہی ہے اس لئے صفائی ستھرائی ہر طرف ہے۔ راجہ اب برائے نام رہ گیا ہے مگر لوگوں

شکتی نے بجھ بتایا ہے وہی ہے کہ کچھ فرق تو کر رہا ہے۔" سادھو نے کہا۔

"میں کیوں فرق کروں گا سادھو جی جو گزری ہے وہی بتاؤں گا۔" اور شنکر نے ساری کہانی ہو بہو بیان کر دی۔

"ٹھیک ٹھیک یہی میری شکتی کہتی ہے۔ اب تو فکر نہ کر۔ اس لچھ کے دن پورے ہو گئے۔ جا تو آرام سے اپنے گھر جا۔ مگر جانے سے پہلے کچھ کالی پوجا ہونے والی ہے۔ بھینٹ بھی دینا ہے اور دوسرے انتظام بھی کرنا ہیں۔ زیادہ نہیں صرف تین ہزار روپے کا بندوبست کر دے۔" اور شنکر نے فوراً تین ہزار ادا کر دیئے۔ نوٹ پا کر سادھو کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی اور شنکر پنڈت واپس چلا آیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب احمد حسین کی طرف سے کچھ خبر ملے اور وہ اپنی بیٹی کو حاصل کرے۔ مگر ایک مہینہ گزر گیا کچھ نہ ہوا۔ اس نے سوچا دیر تو ایسے کاموں میں ہو جاتی ہے شاید دوسرے مہینہ کچھ ہو گا۔ مگر دوسرا مہینہ بھی گزر گیا اور وہ روز اداسا سادھو کے پاس گیا۔ مگر سادھو وہاں پر نہیں تھا۔ پجاری نے بتایا کہ سادھو کو گئے ڈیڑھ مہینہ گزر گیا ہے تمہارے جانے کے بعد ہی چلے گئے۔ کچھ بتایا بھی نہیں خاموشی سے ہی نکل گئے اور ایسا پہلی بار ہوا ہے۔ پنڈت بڑا نا امید ہوا اور واپس آگرہ آ گیا۔ آگرہ کے قریب ہی ایک گاؤں ہے کروٹی وہاں پر ایک تالاب ہے۔ اس کا نام رام تلیا ہے وہاں پر ہر سال ایک میلا لگتا ہے۔ اس میلے میں بڑے بڑے دھرماتی سادھو سنت آتے ہیں اور بہت دور دور کے ہندو یہاں آتے ہیں۔ رام تلیا کے چاروں طرف کھیت ہیں اور بہت زرخیز زمین ہے۔ میلے سے دو روز پہلے ہی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ شہر کے بھی دکاندار اپنی دکانیں یہاں سجاتے ہیں۔ تالاب کے درمیان میں وشنو دیوتا کا مندر ہے اس دیوتا کو وشنو ساگر ظاہر کیا گیا ہے اس دیوتا کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ شیا کی حفاظت اور امانت کا ذمہ دار دیوتا ہے۔ یہ

ہندو تہذیب و ثقافت ہر ہندوؤں کے پاس ہے سارا کاروبار ہندوؤں کے پاس ہے ہندو کے ملازم ہیں یا راجہ کی پولیس میں ملازم ہیں۔ پوری اندر کا ایک بڑا حلقہ ہے یہاں پر اکثر ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ جگہ جگہ مندر بنے ہوئے ہیں سب نے اپنی اپنی پسند کے دیوی دیوتاؤں کے مندر بنا رکھے ہیں اور بعض تو اب سڑک ہی بنے ہیں۔ بڑے مندر میں کالی کا مندر ہے۔ وہ ہندوؤں کی گھنی آبادی ہے اور مندر کے چاروں طرف کالی کے پجاری رہنے والے رہتے ہیں۔ اسی لئے اس علاقے میں بے روزگاری زیادہ ہے مگر یہ لوگ اس کو دیوی کا درشن کہتے ہیں۔ لوگ دعا اور منتوں کے اشلوک بڑے شوق سے پڑھتے ہیں یہ دونوں اشلوک ملاپ اور قربانی کے ہیں۔ شنکر کو پورے دو ہفتے اس مندر کے دروازے پر پہنچا اور سادھو سوامن چوہان کا پوچھا۔

"کہاں جا سکتے ہیں سادھو اپنی کٹیا میں ہیں۔ میں ان کو بتاتا ہوں۔ تم چوکیدار اندر چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں واپس آیا اور بولا۔ "آپ میرے ساتھ آئیں۔" اور وہ صاف ستھرے کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ چوکیدار نے ہی ایک چھوٹے قد کا مگر مضبوط جسم کا آدمی کے جسم پر صرف ایک دھوتی تھی چہرہ داڑھی سے ڈھکا تھا اور ماتھے پر تین لکیریں سفید رنگ کی تھیں سر پر بال نہیں تھے مگر چوٹی نظر آ رہی تھی۔ ایک گہری نظر سے پنڈت شنکر کو دیکھا اور پوچھا بات ہے میں ہی سادھو سوامن چوہان ہوں۔"

"میں ایک سنکٹ میں پڑا ہوں سادھو جی!"

"کہو بالا۔ میں اندھا نہیں ہوں۔" سادھو

"آپ اس کا اپائے کر دیں۔" شنکر نے کہا۔

رحم کا بھی دیوتا کہلاتا ہے۔ وشنو کی پرستش کرنے والوں کی یہ علامت ہے کہ وہ ہر صبح گیرو سے اپنی پیشانی پر وشنو کی علامت شنکھ کا نشان بناتے ہیں۔ اس لئے یہاں میلے پر آئے لوگ ماتھے پر شنکھ کا نشان بنائے پھرتے ہیں اور وشنو کے سادھو کثرت سے آتے ہیں۔ رام تلیا کا یہ میلہ مقامی لوگوں کا میلہ ہے مگر پھر بھی دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ جو لوگ مندر تک آتے ہیں وہ چڑھاوے کے طور پر تلیا میں ریزگاری اور روپے ڈالتے ہیں یہ بعد میں نکال لی جاتی ہے۔ شنکر پنڈت نے فیصلہ کیا کہ وہ رام تلیا میلہ ضرور دیکھے گا۔ اس کا مقصد تو کچھ اور تھا اس میلے میں جانے سے پہلے پورے انتظامات کرائے ایک بہت بڑی جگہ بنائی۔ یہاں پر وشنو بھگوان سیوا کا ایک بڑا لگوایا اور میلے میں آئے سادھو سنتوں کی خدمت کرنے کو چار نوکر رکھ دیئے اور ان کے بھوجن اور ٹھہرنے کا بھی بندوبست کر دیا۔ اس سے وہ فائدے اٹھانا چاہتا تھا ایک تو دھرم سیوا۔ دوسرے کسی ایسے آدمی کی تلاش جو احمد حسین سے اس کی بیٹی کو دلا سکے۔ دھرم سیوا میں تو اس کا نام خوب ہو رہا تھا مگر دوسری خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی۔ دو جگہ وہ رقم خرچ کر چکا تھا مگر فائدہ کچھ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ اب کسی پر اندھا اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ میلا بھر چکا تھا۔ اطراف کی سب طرف کے ہندو اور میلا دیکھنے کے شوقین لوگ آ چکے تھے۔ آگرہ شہر میں کم مگر دیہات میں راجستھانی اثرات بہت ہیں۔ یہاں پر لباس اور رنگ وہی پسند کئے جاتے ہیں جو راجستھانی لوگ پسند کرتے ہیں اور زبان بھی کچھ اسی قسم کی بولی جاتی ہے۔ سرخ یا پیلی تیز رنگ کی چولی اور لہنگا عورتوں کا لباس ہوتا ہے۔ مرد دھوتی سلوکا استعمال کرتے ہیں۔ عورتیں رنگ برنگی اوڑھنیاں سر پر لیتی ہیں او رمرد رنگ برنگی پگڑیاں پسند کرتے ہیں۔ مرد عورت دونوں محنت کش ہیں یہ لوگ میلے ٹھیلوں کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ اس لئے سب کام چھوڑ کر میلہ دیکھنے ضرور آتے ہیں۔ ان لوگوں کے دم سے ہی میلوں میں رونق ہوتی ہے۔ اپنی اپنی بیل گاڑیوں میں رنگ برنگ پردے اور

رہتے ہیں اور وشنو بھگوان کا مندر اور رام تلیا کے ایک طرف تین روز تک بہت رونق رہتی ہے۔ پنڈت سادھو سنتوں کی خدمت میں لگا ہوا تھا۔ وہ ہر طرف گھوم کر سادھو جوگی اور اسی قسم کے لوگوں کی تلاش کرتا رہا دوسرا روز تھا مگر اب تک اس کی نظر میں کوئی قابل ذکر آیا نہیں تھا۔ پنڈت شنکر وشنو بھگوان کے مندر کے دروازے پر کھڑا تھا کہ اس کے کاندھے پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک اور سے بڑے پیٹ پر دھوتی باندھے ماتھے پر تلک لگائے ایک بھاری بھرکم کھڑا آنکھیں مٹکا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی پھوٹ رہی تھی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اور پنڈت کو تکتے پنڈت نے نظر ملیں تو بولا۔ "جلدی کر گاڑی والی ہے۔"

"تم کس گاڑی کی بات کر رہے ہو مہاراج" پنڈت شنکر نے پوچھا۔

"ارے سور کھا گاڑی کی جو تجھ کو نہیں ہیں کاشی رام۔ بھجن کیرتن کرنے والے نہیں ہیں کے لوبی ہیں۔ رام کتھا بھی نہیں سناتے اب آگے کہتا ہے؟"

"میں کیا کہوں مہاراج آپ تو خود ہی جانتے ہیں۔ بہت دھوکے کھا چکا ہوں۔"

"اور بھی کھائے گا ارے کم عقل تو نے ہاتھ جگہ ڈالا ہے اور ڈالا بھی تھا تو شانتی رکھتا۔ گرم گرم جلائے گا۔ اب کیا ہوگا اندھیرا ہے سب طرف بتائیں۔ تیری ریکھائیں دیکھی تو بول پڑے۔ کہا مجبور تھے۔"

"ایک بنتی کروں مہاراج!" پنڈت شنکر نے "بول کیا کہتا ہے؟"

"ہوگا تو مگر ابھی جلدی نہیں۔ تو نے مایا کے زور پر گرم گرم کھایا ہے اور جلا لیا ہے۔ اس کی تکلیف تو بھوگنا ہوگی۔ میری بات اچھی طرح سن لے ہر جگہ مایا شکتی کام نہیں آتی اور ہر جگہ کایا شکتی بھی کام نہیں آتی۔ ضرورت جس چیز کی ہو وہی کام کرو اس سے آگے مت آؤ۔ اس دنیا میں وہ ہے جو تیری میری سمجھ سے باہر ہے۔ میلا ختم ہونے دے میں وشنو بھگوان کے پاس ہوں پھر آ جانا، اب جا۔"

پنڈت شنکر خوشی خوشی آ گیا۔ اس کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو، اب شاید اس کی تمنا پوری ہو جائے۔ دو دن کے بعد میلہ ختم ہو گیا۔ لوگ ایک ایک کر کے چلے گئے۔ دکاندار بھی آہستہ آہستہ چلے گئے۔ پنڈت شنکر کے آدمی بھی سب چلے گئے مگر پنڈت نہیں گیا اور آخری پوجا کے بعد وہ مندر پر تو کاشی رام نے کہا۔ "مجھے پتہ تھا تو نہیں جائے گا۔ تھا گ ہو تو مفت بھگتی نہیں پاتا۔ تیری غلطی نہیں ہے۔ گرو جس کے لئے بے چین ہے سمجھے تو وہ بھجن میں اور بھگت نظر آتی ہے۔ ہر مانو چاہتا ہے کہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی پوجا کی سکھی رہے پھر بتا تو کیوں بے چین ہے۔"

"وہ ایک مچھوا کے گھر میں ہے۔ میں بھجن سے نکال سکتا ہوں۔" شنکر بولا۔

"مگر اس مچھوا نے اس کو زبردستی تو نہیں رکھا ہوا۔ اپنی مرضی اور خوشی سے اس کے ساتھ ہے۔ اگر معاملہ دھرم کا ہوتا تو تیرا کیس مضبوط ہوتا۔ مگر تو یہاں ہار رہا ہے اور احمد حسین جیت گیا ہے۔ اب تو اس کو بھول جا بیٹی ہے۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہو مہاراج! ذات برادری اور دھرم کی بدنامی کی بات ہے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔" پنڈت شنکر نے کہا۔

"میں کرنے کو بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ مگر میری

"تو کون ہے رے اور میری جے جے کار کیوں کر رہا ہے۔" کاشی رام نے پوچھا۔

"ایک کام تم کو کرنا ہے میں وہی کرنے آیا ہوں۔ یہ دیکھ رہے ہو پجاری میں کیا ہے۔ یہ سانپ پورے وش کے ساتھ موجود ہے۔ اس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا تم کو اس کی ضرورت ہے یہ مجھے پتہ ہے بولو تو آزمائش کرا دوں۔" سپیرے نے کہا۔

"پہلے تو یہ بتا تجھے پتہ کیسے چلا کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" کاشی رام نے پوچھا۔

"مہاراج اب کیا بتائیں تم جیسے مہان پرشوں کی خدمت کرتے کرتے کچھ تو جان لیا ہے کچھ خود سمجھ لیا ہے آپ کے حکم کے غلام ہیں۔" سپیرے نے جواب دیا۔

"تو تجھے یہ بھی پتہ ہوگا کہ کیا کام کرنا ہے۔" کاشی رام بولے۔

"اتنی دور کی بات نہیں سمجھ آتی حضور!" سپیرے نے کہا۔

"مجھے ضرورت تو ہے مگر خطرہ یہ ہے کہ کوئی اور نشانہ نہ بن جائے۔" کاشی رام نے کہا۔

"یہ تو آپ کی شکتی پر ہے کہ بٹیا کو بچائیں اور ٹھیک نشانے پر تیر چھوڑیں۔" سپیرا بولا۔

"تم اس کام کو آسان سمجھتے ہو۔۔۔ سانپ کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے اس کے سامنے جو آئے گا وہ اس کو ڈس لے گا اس طرح تو وہ کنیا بھی اس کا شکار ہو جائے گی جس کو حاصل کرنا ہی مقصد ہے۔ نہیں بھئی میں ایسا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" کاشی رام نے فیصلہ سنا دیا۔ "ایک بات کہوں مہاراج!" سپیرا بولا۔

"آپ یہاں شکتی کے مالک ہیں۔ یہ کیڑے مکوڑوں کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔"

"ان پر کس کا بس چلا مورکھ۔" کاشی رام ناراضگی سے بولا۔

"تو پھر آپ کی شکتی ادھوری ہے سرکار! اس کام

سپیرے نے کہا۔

"کیا کہوں اس کے جا رہا ہے۔ تجھے کیا پتہ سانپ پکڑ لے اور چلا ہے مجھے مشورہ دینے۔" اب پوری طرح غصہ میں آ گیا تھا۔

"آپ تو ناحق ناراض ہو رہے ہو مہاراج کیڑے مکوڑے ہیں آپ حکم کرو تو کسی جنے کو کرتب دکھلائیں۔" سپیرے نے کہا۔

"تو کیا کرتب دکھلائے گا بول۔" کاشی رام نے پوچھا۔ "یہ دیکھ رہے ہو گونا ماتا جو سامنے چر رہی ہے۔" سپیرے نے پوچھا۔ "یہ مندر کے گئوشالہ میں رہتی ہے بہت سیدھی ہے کسی کو اس نے آج تک سینگ نہیں ماری بات کی تصدیق چاہو تو کر لو۔" مہاراج نے کہا۔

"اب آگے بھی بول۔" کاشی رام بے چین ہو کر بولا۔

"یہ تم پر حملہ کرنے والی ہے اپنی شکتی کے ذریعہ بچاؤ کر سکتے ہو تو کر لو۔ سپیرے نے یہ کہا اور گائے کی طرف دیکھا اور گائے آندھی کی طرح دوڑتی کاشی رام کی طرف آئی۔ کاشی رام نے کوئی منتر پڑھ کر گائے کی طرف پھونک ماری اور گائے کے بدن میں آگ لگ گئی۔ گائے رکی نہیں اور ایک زوردار دھماکے کے ساتھ کاشی رام سے ٹکرائی کاشی رام اچھل کر رام تلیا میں گر پڑا۔ اور ساتھ ہی گائے بھی تلیا میں گری اور کسی بھاری چیز کے پانی میں ڈوب گئی۔ لوگوں نے دوڑ کر کاشی رام کو تلیا سے باہر نکالا وہ بہت بری طرح زخمی ہو گیا تھا مگر زندہ تھا۔ کاشی رام کا علاج شروع ہوا اور سپیرا خاموشی سے رخصت ہو گیا۔

تین دن کے بعد کاشی رام کو ہوش آیا تو سب سے پہلے بولا۔ "وہ سپیرا کہاں ہے جو میرے پاس تھا؟"

"کون سپیرا مہاراج؟" سب نے حیرت سے کہا۔

"تو نہیں جانتا کہ میں تو کسی سپیرے کو نہیں جانتا۔" وہ

"ٹھیک ہے رے وقت جو مجھ سے باتیں کرتا تھا۔" کاشی رام نے اصرار کیا۔

"آپ آرام کرو مہاراج پتہ نہیں کس سپیرے کی بات کر رہے ہو۔" پجاری نے کہا۔

"ارے مورکھو اس کے کہنے سے تو گونا ماتا نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے اس کو روکنے کو منتر پڑھا تھا مگر وہ مر گئی ہوگی۔"

"ہاں مہاراج گونا ماتا تو تلیا میں ڈوب گئی۔" بڑی پجارن بولی اچھی گونا ماتا تھی۔

"اس کو اسی سپیرے نے مجھ پر حملہ کرنے کو کہا تھا۔" کاشی رام نے کہا۔

"یہ بات ہماری تو سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ کی سمجھ میں آتی ہے تو بتائیں۔" پجاری بولا۔

"وہ سپیرا نہیں تھا اس نے وہ کام کر دیا جو ہماری شکتی نہیں کر سکتی۔ ہم اگر یہ کام کرنا چاہیں تو بہت لمبا پوجا کرنا پڑے گا اور پھر بھی وہ کام ہمارے کہنے میں اور کسی کے کہنے سے ہوگا۔ مجھے اس کو تلاش کرنا ہے۔" کاشی رام نے کہا۔

"اس کو کس طرح تلاش کریں گے مہاراج!" پجارن نے پوچھا۔

"اس کا بھی کوئی اپائے نکالیں گے۔" کاشی رام بولا۔

"کس طرح مہاراج!" پجاری نے پھر پوچھا۔

"اس کا پتہ صرف دو طرح ہی چلے گا۔ ایک تو امر اور دوسرا احمد حسین۔ ان دو کو تو کرنا ہوگا۔ وہیں رہتے ہیں گے۔ بس سرا ابھی آ گیا تو کام بن جائے گا تم پوجا کا بلاؤ۔ بعد میں احمد حسین کو دیکھیں گے۔"

پجارن شنکر دوڑا دوڑا آیا اور بولا۔ "کیا حکم ہے مہاراج!"

"تو یہ بتا کسی سپیرے کو جانتا ہے؟" کاشی رام نے پوچھا۔

"سپیرے کو! میں تو کسی سپیرے کو نہیں جانتا۔" وہ

"غور کر لے خوب اچھی طرح۔" کاشی رام نے کہا۔

"نہیں مہاراج میں آپ سے جھوٹ تو نہیں بولوں گا۔" وہ پھر بولا۔

"سن ایک آدمی سپیرے کے بھیس میں آیا تھا اور مجھ پر وار کر گیا۔ میں اپنی شکتی کی وجہ سے زندہ بچ گیا۔ میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔" کاشی رام بولا۔

"رام رام یہ تو بہت برا ہوا۔ تو کیا وہ آپ سے بھی بڑی شکتی کا آدمی تھا وہ!" پنڈت نے پوچھا۔

"لگتا تو نہیں تھا اور اس کے بارے میں میری کسی شکتی نے ذرا سا اشارہ بھی نہیں کیا پر وہ کام بہت بڑا کر گیا۔" کاشی رام بولا۔

"یہ تو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں مہاراج۔" شنکر بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے تو جا۔" اور پنڈت شنکر واپس چلا گیا۔

اب احمد حسین کو بلوانا تھا۔ کاشی رام یہ جانتا تھا کہ وہ مندر تو آئے گا نہیں اس لئے وہ شاہ گنج کے چوراہے پر جا کر کھڑا ہو گیا اور اپنے ساتھ شنکر کو رکھا تاکہ وہ اس کو پہچان لے کئی روز گزر گئے آخر ایک دن احمد حسین اس کو نظر آ گیا وہ لپک کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بولا۔

"ٹھہرو بچہ تجھ سے ایک کام پڑا ہے۔" احمد حسین اکیلا تھا کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "کہو مہاراج کیا بات ہے؟"

"تیرا ایک منتر ہمارے پاس آیا تھا اور وہ سپیرا تھا۔ ہم نے اس کی آؤ بھگت کی اور وہ ہم پر ہی وار کر گیا۔ ہمیں اس کا پتہ بتا دے وہ کہاں ہے اور ہاں یہ ہم بتائے دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے جھوٹ نہیں بولنا اور اگر بولا تو اس کا ذمہ دار تو ہی ہوگا۔ ہمارا نام مہاراج کاشی رام ہے اور ہم رام تلیا کے دشنو مندر میں رہتے ہیں۔" احمد حسین نے بڑے سکون سے اس کی بات سنی اور بولا۔ "مہاراج میرا تو کوئی سپیرا جاننے والا نہیں ہے۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گا۔"

READING SECTION
http://freepdfpost.blogspot.com

"دیکھ جیسی شکتی آزمانے کو مجبور نہ کر اگر ہم نے اپنے کسی بیر کو تیرے ساتھ لگا دیا تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ابھی ہم کو صرف اس سپرے کی تلاش ہے بس....."

"آپ میرے جھوٹ سچ کو اپنی شکتی پر پرکھ سکتے ہو تو ضرور پرکھ لو اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ کو اختیار ہے کہ مجھے سزا دیں۔" احمد حسین پرسکون تھا۔

"وہ بھی کریں گے ضرور کر۔ تو ہم سے دور نہیں ہے۔" اور احمد حسین واپس چلا گیا۔

کاشی رام کو دونوں جگہوں پر ناکامی ہوئی۔ وہ اتنا بڑا جادوگر نہیں تھا کہ خود سے کچھ پتہ کر لیتا۔ لوگوں کو متاثر کرنے کو کچھ شعبدے جانتا تھا اور ہندو قوم کی نفسیات کو خوب جانتا تھا اور اس سے پورا فائدہ اٹھاتا تھا۔ مندر کے پجاری اور سب لوگ یہ جانتے تھے کہ ایک سپیرا مہاراج پر حملہ کر کے گیا ہے اور مہاراج اس سپیرے کی تلاش میں ہیں مگر وہ ان کو نہیں مل رہا ہے۔ مہاراج کی شکتی پر دل ہی دل میں شک و شبہ پیدا ہو رہا تھا۔ اس کا احساس کاشی رام کو تھا مگر اس کو کوئی راستہ فرار کا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی دوران ایک بنگالی مندر میں آیا اور کاشی رام سے ملا۔ "ہم چنتا گانگ کے برہمی علاقے سے آیا ہے۔" وہ بولا۔

"ادھر کیوں آیا ہے؟"

"ہم سیلانی منش ہے جدھر منہ ہوتا ہے چلتا ہے۔ ادھر کو ہم کو چھ کام نہیں ہے۔ وہ بولا۔

"تیرا نام کیا ہے؟"

"ہمرا نام پورن چکرورتی ہے ہمارا گرو کا نام بھیا چکرورتی ہے۔ ہم لوگ ادھر پہاڑوں اور جنگل میں رہتا ہے۔ ادھر ہم کو ایک سپیرا ملا تھا۔ وہ ہم کو بہت اچھا لگا بہت بیدا کار مگر تھا وہ۔ جادو تو اس کو نہیں آتا تھا۔ پر جنادر کا بولی جانتا تھا۔ جنگل کا سب جانور اس کا دوست تھا۔ اس کا کہنا مانتا تھا۔ کیڑا مکوڑا بھی اس کا بات جانتا تھا۔ ہم پہلے ایسا آدمی نہیں دیکھا تم نے دیکھا ایسا آدمی!" پورن بولا۔

"ہاں ایک آدمی دیکھا تھا مگر اس کے بعد میں اس کو تلاش کر رہا ہوں نہیں ملتا۔" کاشی رام نے کہا۔

"بہت اچھا ہم چلتا ہے۔" پورن چکرورتی بولا۔

"مگر ادھر ایک کام پہلے کرنا ہے۔" کاشی رام بولا۔

"اور کیا کرنا ہے؟" پورن نے پوچھا۔

"ایک بچہ ہے۔ اس کو ختم کرنا ہے۔" کاشی رام بولا۔

"وہ کام ہم کرے گا۔ بولو وہ کدھر ہے۔" پورن نے کاشی رام نے احمد حسین کا گھر اس کو دکھا دیا۔ "اب عورت کر سو سب کام ہم کرے گا۔" پورن بولا۔ کاشی رام خوش ہوا اس کام کے بدلے چنڈت شنکر سے رقم مل جائے گی۔ تین روز کے بعد پورن نے کہا۔ "سو سب کام ہو گیا۔ ہم اس کو اور اس کا بیوی کو غائب کر دیا ہے۔"

"ارے تو نے یہ کیا غضب کر دیا۔ اس کی بیوی تو بے قصور تھی۔ اس کو تو بچانا تھا۔ اب چنڈت کو کیا جواب دیں گے۔ برباد کر دیا تو نے۔" کاشی رام غصہ سے بولا۔

"تم ہم کو منع کب کیا تھا۔ ہم تو آدمی کو اٹھایا تھا۔ عورت بیچ میں آ گیا۔ ہم اس کو بھی اٹھا لیا اور دونوں کو بیچ سے ہٹا میں ڈال دیا۔"

"تو نے مروا دیا۔" کاشی رام غصے سے بولا۔

"اب ہم کیا کرے تم خود بولا ہم نے کر دیا۔" معصومیت سے بولا۔

"اچھا تو اب جا تیری بڑی مہربانی تو نے میرا ایک کام کر دیا۔" کاشی رام تھک کر بولا۔

"اب ہم کب آئے تو ہم بنگال ہمارے ساتھ چلے گا۔" پورن کے چہرے پر اب بھی معصومیت برس رہی تھی۔

"میں تیرے ساتھ جانے سے پہلے ہی بھر پایا۔ تو کر دے میرے باپ۔ تو نے تو وہ کام کر دیا ہے چنڈت کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔" پورن کے بعد خاموشی سے کاشی رام اپنا جھولا اٹھا کے چل گیا اور نہ معلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

* * *

"تو تم نے بیدا رامہ کیا وہ کہاں گیا کچھ پتہ ہے؟" کشن تک میں اس کے ساتھ تھا۔ وہ بمبئی کا

READING Zone
http://readingzone.blogspot.com/

آیا ہوں۔" گنگا دھر نے کہا۔ کلیان سوہگراج نے بند آنکھیں کھولیں۔ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر گنگا دھر ڈر گیا مگر بولا۔ "مہاراج حکم کریں تو پھر آ جاؤں گا؟"

"آ گیا ہے تو بول کیا گھٹتا ہے؟" کلیان کی بھاری آواز آئی۔

"میری کتھا ذرا لمبی ہے مہاراج۔" گنگا دھر ڈرتے ڈرتے بولا۔

"سنا دے پوری کتھا۔" کلیان نے کہا اور گنگا دھر نے شروع سے پوری رام کہانی سنا ڈالی اور خود کو دھرم کا سیوک اور معصوم ظاہر کیا۔ کاروباری رقابت اور اپنی لوٹ کھسوٹ کو چھپا گیا۔

"تو یہ بتا یہ سب ہتھیائیں حکیم نے کی ہیں۔" کلیان نے پوچھا۔

"میں نے دیکھا نہیں ہے۔ مگر میرا پورا شک حکیم پر ہی ہے۔" گنگا دھر بولا۔

"دیکھ بالک صرف شک کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف شک کی بنیاد پر کسی کو کوئی سزا دینا غلط ہے۔" کلیان نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس کے پاس کوئی ایسی شکتی ضرور ہے جو اس کو بچاتی ہے۔ اس شکتی کا راز کوئی آج تک نہیں جان سکا اور تو اور زہریلی مکھیاں کہاں کہاں سے آ گئیں کہاں چلی گئیں اس تک کا راز پتہ نہیں چلا۔ میں نے اپنی سی ہر کوشش کر ڈالی مگر اب تک اندھیرا ہے اور حکیم ولی میں موجود ہے۔" گنگا دھر نے کہا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے یہ پتہ کرنا ہے کہ حکیم اکیلا ہے یا اس کے ساتھ کوئی شکتی بھی ہے؟" کلیان نے کہا۔

"ہاں مہاراج سب سے پہلے یہی پتہ کرنا ہے۔ اسی شکتی کو سوامی شردھانند تلاش کرتے کرتے خود غائب ہو گئے اب پتہ نہیں کہاں ہیں؟" گنگا دھر نے کہا۔

"سوامی شردھانند جی بھی اس شکتی کو نہیں تلاش کر پائے۔" کلیان نے کہا۔

"ہاں مہاراج بات کتنی بڑی ہے۔ اب تم ہی اس کا اندازہ خود لگا لو۔" گنگا دھر نے کہا۔

"سوامی شردھانند کوئی معمولی آدمی نہیں بہت بڑی شکتی اس کے پاس ہے اور وہ بے کام نہیں اترتا ہے۔" کلیان بولا۔

"اب آپ خود ہی خیال کریں۔ میں کیا آپ مہان ہیں آپ ہی کچھ کریں تو کریں۔"

"اب تو کرنا پڑے گا۔ تو نے تو نئی کہانی [illegible]" کلیان نے کہا۔

"جو گزری ہے وہی کہی ہے سرکار۔" گنگا دھر ادب سے بولا۔

"ٹھیک ہے تو جا اب ہم ہی کچھ کریں۔" اس نے کہا اور آنکھیں بند کر لی۔

* * *

"تو پھر کیا خیال ہے کچھ کر سکتا ہے وہ؟" [illegible] پوچھا۔

"مجھے اس سے کچھ فاصلہ رکھنا ہوگا اور اس [illegible] کرنا ہوگا۔ اس کی طاقت کا اندازہ کرنا ہوگا اور اس [illegible] طریقہ کار کو سمجھنا ہوگا۔ وہ ابھی تو مجھے تلاش کرے گا۔ کے جادو کی بیر میری تلاش میں ہے اور میں اس کی [illegible] کیفیت کو چیک کروں گا۔ اس کو فضا اور ماحول سے [illegible] کروں گا اور جب وہ تھک جائے گا تو میں اس کی [illegible] طرف لاؤں گا۔ اس وقت وہ آسانی سے میری [illegible] لے گا۔ اس وقت وہ طاقت کے نشے میں ہے اس [illegible] اتار ضروری ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"اور اگر وہ تم تک پہنچ گیا تو؟" میں نے [illegible] ظاہر کیا۔

"اوئل تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر ایسا ہوا [illegible] کا کلیان ہی ہو جائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"کیا مطلب ہے اس سے؟" میں نے [illegible]

"جب شکاری اور شکار دونوں آمنے [illegible] ہوتے ہیں تو کوئی ایک ہی زندہ رہتا ہے۔" رولوکا [illegible]

"تمہارا طریقہ کار اور انڈیا کے جادو [illegible]

[illegible] کار دونوں الگ الگ ہیں یا کچھ ملتا جلتا ہے؟ میں [illegible] اس لائن کا آدمی نہیں ہوں اس لئے بات میری سمجھ [illegible] آتی۔" میں نے کہا۔

"ہمارا طریقہ اور کام کرنے کا انداز بالکل الگ [illegible] ہے میں جو جادو میں نے اب تک دیکھا ہے وہ قطعی [illegible] شیطانی علم ہے۔ یہاں کے جادوگر کو شیطان [illegible] کرتا ہے جادوگر کے درجے بلند کرتا جاتا اور اس [illegible] لیتا رہتا ہے۔ یہاں کا جادوگر الو کو بھگاتا ہے اور [illegible] پر الو بولتا ہے اس وقت بہت کچھ بتاتا ہے زمین [illegible] خزانوں کا پتہ دیتا ہے اور جو کچھ جادوگر پوچھتا ہے [illegible] دیتا ہے۔ مگر یہاں پر یہ کام کوئی بہت اعلیٰ مقام [illegible] جادوگری کرتا ہے ہمارے پاس یہ کام ابتدائی [illegible] اور ہم الو کو بھگاتے نہیں سلاتے ہیں۔ اس کام [illegible] رانیں اور چالیس دن لگتے ہیں۔" رولوکا نے [illegible] اس کی تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"ہمارے یہاں ایک جوان الو گدھ سے بھی بڑا [illegible] جو بے خرگوش تو وہ شکار کرتا ہی ہے مگر بہت زیادہ [illegible] جوان الو چھوٹے موٹے ہرن کو بھی شکار کر لیتا۔ [illegible] اور پنجے بہت خطرناک ہتھیار ہیں۔ وہ ایک [illegible] شکار کی آنکھیں نکال لیتا ہے اور اس کے بعد شکار [illegible] کرم پر ہوتا ہے۔ وہ سب سے پہلے شکار کا دل [illegible] اس کے بعد پورا شکار ہڑپ کر جاتا ہے۔

[illegible] کے لوگ بہت غریب ہوتے ہیں۔ جو لوگ [illegible] زندگی بسر کرتے ہوں وہ جنگلی جانوروں [illegible] ڈرتے۔ مگر وہ لوگ بھی جنہیں الو کا راستہ چھوڑ [illegible] دن میں الو سوتا ہے۔ وہ اکثر بہت اونچے [illegible] پر دن میں آرام کرتا ہے۔ وہ اپنا گھونسلہ [illegible] پسند نہیں کرتا۔ مگر رات ہوتے ہی وہ اپنے [illegible] نکل آتا ہے اور شکار کی تلاش کرتا ہے۔ اس کو [illegible] شکار مل جاتا ہے کیونکہ رات کو شکار کی [illegible] بھی کرتے ہیں جوان الو بڑے سے بڑے [illegible] بھی کر لیتا ہے۔ سب سے پہلی ایسا الو پکڑا جاتا ہے۔ جو کہ بہت مشکل کام ہے مگر کرنا پڑتا ہے۔ اس الو کو آزاد رکھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے اور مسلسل چالیس دن اور رات اس پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔ رات میں چونکہ اس کے جاگنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں اس لئے عامل کو پورا خیال رکھنا پڑتا ہے وہ رات کو ضرور جاگتا ہے عامل اگر غفلت میں ہو تو الو اپنا وار کر جاتا ہے یعنی عامل کی آنکھیں نکال کر کھا جاتا ہے اور عامل اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ صرف رات کو ہی نہیں دن میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے عامل کو بہت ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے تو اس کو چالیس دن اور رات جاگنے کی مشق کرنا پڑتی ہے اور نیند کو اپنے کنٹرول میں کرنا پڑتا ہے۔ یہ نیند کو اپنے کنٹرول میں کرنے کا علم بھی بہت مشکل ہے مگر یہ بھی ابتدائی علوم کا ایک ضروری حصہ ہے۔ عامل الو پر کڑی نظر رکھتا ہے تیس دن گزرنے کے بعد خاص طور سے وہ بہت ہوشیار ہو جاتا ہے الو سوتا رہتا ہے مگر دن یا رات کسی بھی وقت وہ آنکھ ضرور کھولتا ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ نہیں سویا اگر مسلسل تین رات اور دن وہ آنکھ نہ کھولے تو اس کا مطلب ہے وہ سو گیا اس وقت عامل کو یہ چاہئے کہ اس کی گردن ایک ہی وار میں تن سے جدا کر دے اور اس کا دل نکال کر گرم گرم ہی کھا جائے اور کھوپڑی کو احتیاط سے اپنے پاس رکھ لے اور اس کے جسم کو زمین میں کم از کم چھ فٹ گہرائی میں دفن کر دے اور چالیس دن پورے کرے۔ اسی مقام پر جہاں اس کو دفن کیا گیا ہے اور وہی الفاظ ادا کرتے ہیں جو الو کی زندگی میں ادا کر رہا تھا۔ اس الو کی کھوپڑی کو کسی ایسے مقام پر رکھنا ہے جو صرف عامل کو پتہ ہو۔ الو اس مقام کا پتہ معلوم صرف تم سے کر سکتا ہے اور تم اس کو بتاؤ گے کیوں۔ وہ تمہارا غلام ہے جو کچھ کہو گے کرے گا اور نظر کسی کو نہیں آئے گا۔ یہ ایک ابتدائی عمل ہے اور میں نے جتنی آسانی سے بیان کیا ہے اس سے تم اس کے خوفناک اور مشکلات کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد کے جو عمل ہیں ان کو بھی پورا کرنا پڑتا ہے۔ مگر عام آدمی کے بس کا یہ کام نہیں ہے یہ کام بہت زیادہ مضبوط اعصاب

دل و دماغ کا آدمی کرتا ہے جو کہ افریقہ میں بھی کوئی کوئی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اب میرا ایک سوال اور ہے؟" میں نے کہا۔

"میں صرف تم کو جواب دیتا ہوں تم ہر سوال کر سکتے ہو؟" رولوکا نے کہا۔

"تم خود ان مراحل سے گزرے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"میری عمر صرف تین سال تھی کہ مجھے ایک ایسی جگہ چھوڑ دیا جہاں صرف حشرات الارض تھے اور میں زندہ واپس آیا تھا۔ بارہ سال کی عمر میں، میں نے بہت سی منزلیں طے کر لی تھیں میرا دادا اور باپ دونوں میری تربیت کرتے تھے۔ دونوں کے انداز میں بہت فرق تھا ایک گرمی پسند تھا تو دوسرا سردی پسند کرتا تھا۔ میں دونوں کا آلہ کار تھا اور دونوں سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ میں نے پندرہ سال کی عمر میں الو کو سلا دیا تھا۔ بیس سال کی عمر میں، میں جانوروں پر حکم چلانے لگا تھا۔ اس کے بعد میں آگے بڑھتا ہی رہا میرے دادا کا انتقال ہو گیا ان کی بہت سی چیزیں میرے پاس آ گئیں۔ پھر باپ کا انتقال ہوا اس کی بھی ساری چیزیں میرے پاس ہیں چیزوں سے مراد ان کا علم ہے انڈیا کے جادوگر مجھے کھلونے معلوم ہوتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ افریقہ کا جادو یہاں کے جادو سے زیادہ طاقتور ہے۔" میں نے کہا۔

"تم نے درست اندازہ لگایا ہے۔ اس کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ یہاں کا جادوگر سب کام عام آدمی کے نقصان کے لئے کرتا ہے اور خود کو بہت اونچا اور افضل خیال کرتا ہے۔ عام آدمی کی نظر میں اس کی عزت نہیں ہے۔ ظاہری طور پر ڈاکٹر عزت کرتا ہے یہ دوسری بات ہے اس کے برعکس افریقہ کا وچ ایسا نہیں کرتا وہ عوام کی خدمت کرتا ہے سردار کی مدد کرتا ہے اور علاج بھی کرتا ہے اور بیرونی حملے کی صورت میں عوام کے ساتھ مل کر جنگ میں بھی حصہ لیتا ہے اور ہر جگہ کی خبریں بھی سردار کو پہنچاتا ہے۔ وہ میدان جنگ میں رہ کر بھی دور دور نظر رکھتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"وہ جنگ کے میدان میں رہ کر کس طرح نظر رکھتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ جسمانی طور پر کہیں پر ہوتا ہے ذہنی طور پر کہیں پر جاتا ہے۔ یہ انسان کی صلاحیت اور مشق ہے کہ جسمانی اور روحانی طور پر اپنی جگہ رہتا ہے۔ مگر ذہنی طور ہر اس جگہ چلا جاتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"یہاں پر اس علم کو ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے۔" نے کہا۔

"میں ہر جگہ چل کر نہیں جاتا۔ میں انسان ذہن میں بیٹھ کر اس کی آنکھوں اور اس کے سب باتیں دیکھ اور سن لیتا ہوں اس طرح کسی نہیں ہوتا۔ تم مجھے یاد کرتے ہو اور میں تمہارے آ جاتا ہوں۔ یہ بھی ٹیلی پیتھی کا ہی کام ہے تمہاری ہر بات مجھے پتہ چل جاتی ہے۔ یہ بات میں بتا رہا ہوں کیونکہ میں تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں کیونکہ تم ہی میرے اکیلے دوست ہو۔" رولوکا نے

"میرے لئے تو فخر کی بات ہے کہ تم دوست سمجھتے ہو۔" میں نے کہا۔

ایک دن میں ایسا نہیں ہوتا۔ میں نے ہے تم میری کسوٹی پر خالص اترے تو میں نے تم کہا ہے اور جب کہہ دیا ہے تو تم سے سارے بتا دیئے ہیں۔ میں جانتا ہوں تم رازوں کی جانتے ہو۔" سوامی شردھانند آج کل کہاں کر رہا ہے ذرا اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ پتہ چ پوچھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جب پر ہوتے ہیں ان سے میں بے خبر نہیں رہتا شردھانند انڈیا کے ہمالیہ پربتوں کے پہاڑی ایک کھوہ میں موجود ہے اور ایک جاپ میں مشغ

رہا ہے۔ جادو کا جادوگر بننا چاہتا ہے وہ بھیرو پرم ہنس بننا چاہتا ہے یہاں پر یہ بہت بڑی طاقت ہے۔" میں چاہوں تو اس کو جاپ پورا نہ کرنے دوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں وہ مکڑی چھاپ کیا کر سکتا ہے۔ اس سے میرے بال بیکا ہونے میں اضافہ ہی ہوگا۔" رولوکا نے جواب دیا۔ "ایک بات تم کو بتا دوں یہاں کے جادوگر عیاری اور مکاری میں تم سے آگے ہیں تم رحم کرو گے رعایت دے دو گے مگر ان سے ایسی امید ہرگز مت کرنا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک کہا تم نے میرا اندازہ بھی یہی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے اس سوتے الو سے کوئی کام لیا ہے؟" نے پوچھا۔

"ایک دفعہ کام لیا تھا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"کیا کام لیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک دشمن سردار کی آنکھیں اس سے منگوائیں تھیں اور دو چند ہفتے میں سینکڑوں میل دور سے اس کی آنکھیں لے آیا تھا۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے وہ ایک زبردست بیر ہے۔" نے کہا۔

"ہاں وہ ایک ایسا بیر ہے جو غیر محسوس طریقہ پر کرتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کو تم کتنے عرصہ اپنے کنٹرول میں رکھ سکتے ہیں نے پوچھا۔

"تمہاری زندگی میں اس کو اپنا غلام رکھ سکتا ہوں۔ کے بعد وہ اس کا غلام ہوگا جس کو اس کے جسم دونوں جگہ کا پتہ ہوگا۔ میرے دکھوا کا الو بھی میرا غلام اور باپ کا بھی میرے حکم پر ہے اور میرا اپنا تو ہے میں ان سے کام لوں نہ لوں یہ میری مرضی ہے۔" نے جواب دیا۔

"آج تم نے مجھے ایک نئی دنیا کی سیر کرائی ہے۔" نے کہا۔

"یہ دنیا بڑی حیرت انگیز جگہ ہے حکیم صاحب! اہم

آپ اس کی حقیقت کو ہزار سال زندہ رہیں تو بھی نہیں سکتے۔ جس طرح آج تک کوئی موت کا تجربہ بیان نہیں کر سکا۔ مرنے والا آدمی کس کیفیت سے دوچار ہوتا اور جب اس کی روح خاکی جسم سے نکلتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے۔ یہ کسی کو علم نہیں ہے انسان کو بہت سے بتا دیئے گئے ہیں مگر بہت سے پوشیدہ بھی ہیں۔ ان پوشیدہ رازوں میں سے ایک زندگی اور موت کا راز ہے ایک مستقبل کا راز ہے۔ آگے کیا ہونے والا ہے اس انسان کو لاعلم رکھا گیا ہے۔ اس سے انسانی زندگی میں رنگینی پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح دوستی انسان کو حوصلہ ہے اسی طرح دشمنی بھی زندگی کی کشش بڑھاتی ہے ناکامی، الجھن، مایوسی اور نفرت بھی زندگی کی امنگ پیدا کرتے ہیں۔ یہ زندگی کے لوازمات ہیں ان سب کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ سب نہ ہوں تو زندگی پھیکی ہے۔ دور اور بے مزہ بن جاتی ہے۔ انسان دکھ اٹھا کر مایوس ہو کر ناکامی اور پریشانیوں میں گھر کر پھر ایک نئے جوش ولولے کے ساتھ اور منفی جذبات کو شکست دے کر ابھرتا ہے۔ اس وقت اس کی توانائیاں بہت ہوتی ہیں۔ یہی زندگی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہاری ہر بات میں تمہارا تجربہ صاف نظر آتا ہے۔" میں نے کہا۔

"انسان تجربوں سے سیکھتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"کلیان سوبھراج کی خبر رکھنا۔" میں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں نے اس کا بندوبست کر دیا ہے۔" رولوکا نے کہا اور رولوکا چلا گیا۔

❀ ❀ ❀

آسانی سے دستیاب ہو جانے والی چیز کی قدر انسان کی نظر میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح شروع میں، میں نے رولوکا کو ایک معمولی بھنگی خیال کیا تھا اور اس نے بھی خود کو چھپایا تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ ہماری دوستی بڑھتی گئی اور رولوکا کی شخصیت ابھرتی گئی۔ رولوکا واقعی ایک حیرت انگیز شخصیت کا مالک ہے۔ مگر خود کو کس قدر پردے

READING CORNER
www.readingcornerpk.com

میں رکھتا ہے اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس کے چہرے کے تاثرات کبھی اس کی اندرونی کیفیت کی چغلی نہیں کھاتے۔ کسی بھی مصیبت زدہ کے وہ کام آنا ہی بہت بڑی نیکی سمجھتا ہے۔ اس کے اندر جذبہ عرفانی بہت ہے۔ میری نظر میں اس کا قد بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ کسی بھی دنیاوی فائدے کے بغیر ہمدردی کرتا تھا۔ اس نفسا نفسی کے دور میں ایسا کردار عجیب کی بات تو ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی رمز ضرور ہے جہاں بہت سی باتیں سمجھ نہیں آتیں ویسی ہی یہ بھی ہے۔ کلیان سوبھراج نے حرکت شروع کردی تھی۔ میرے مطب میں ایک مریض آیا۔ اس کے سارے جسم پر آبلے پڑے ہوئے تھے اور ٹھیک نہیں ہوتے تھے۔ ایک ٹھیک ہوتا تو چار اور نمودار ہو جاتے۔ ان کے اندر کثیف پانی بھرا رہتا تھا اور مریض کے بدن میں ہر وقت جلن ہوتی رہتی تھی۔ وہ پندرہ دن سے اس مرض میں مبتلا تھا اور گنگا دھر سے بھی علاج کروا چکا تھا اور اسی کے مشورے پر میرے پاس آیا تھا۔ میں نے بڑے غور سے اس کا معائنہ کیا۔ نہایت مجرب آزمودہ اجوکر وکا نے بتائی تھی۔ اس کو دی میرا اپنا اندازہ تھا کہ اس کے جسم میں گرمی کا اثر ہے اور اگر اس گرمی کو ختم کردیا جائے تو آبلے اٹھنا بند ہو جائیں گے۔ مگر تین روز کے بعد وہ پھر آیا اور اس نے بتایا۔ جلن میں کمی ہے مگر آبلے اسی رفتار سے بن رہے ہیں اور پورا جسم پھوڑا بنا ہوا ہے۔ خوراک ختم ہوتی جارہی ہے اور مریض بہت زیادہ کمزور ہو گیا ہے۔ میں نے کچھ دوسری دوائیں اور اس کو دیں۔ مگر میں پریشان ہو گیا۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ رولوکا کی گرمی ختم کرنے والی دوا نے کام نہ کیا ہو۔ میں نے رات کو رولوکا کو یاد کیا اور وہ آ گیا۔ "ایک مریض کی بیماری نے پریشان کردیا۔" میں نے کہا۔

"اس کی بیماری دوا سے دور نہیں ہوگی۔" رولوکا نے کہا۔

"کیا مطلب!" میں نے پوچھا۔

"اس مریض کو گنگا دھر نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور اس کو چار کیا ہے کلیان سوبھراج نے۔ تم کتنی بھی دوا اس کو دو گے وہ جو اس کے اندر ہے وہ اس کو ختم ہونے دے گا۔ اب جب وہ مریض آئے تو تم اس کو پاس روک لینا۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے وہ کل آئے گا۔" میں نے کہا۔

"میں یہاں پر ہوں۔ کل ہی اس کا علاج کرنا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

مطب کے وقت سے بھی پہلے وہ آ گیا۔ آج اس کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے ساتھ ایک سانولی سی ملیس عورت بھی تھی عورت جوان تھی اور وہ مریض بھی جوان ہی تھا۔ عورت نے بتایا۔ "حکیم صاحب کل رات سے ان کی حالت بہت خراب ہے پانی پانی کہتے ہیں۔ دو تو جسم پر بہا لیتے ہیں۔ آگ لگ رہی آگ۔ بجھاؤ بجھاؤ اور پھر تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔"

میں نے اس کا نام پوچھا تو بولی۔ "میرا نام روپاوتی ہے یہ میرے پتی ہیں۔ ان کا نام کمل چند ہے ذات کے کائیشت ہیں۔" میں نے اس کو تسلی دی اور مریض کو اپنے کمرے میں لے آیا۔ رولوکا وہاں پر موجود تھا۔ اس مریض کی آنکھوں پر ایک ہاتھ رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی ناک پکڑلی چند ہی منٹ میں ایک بہت ہی باریک ڈور کی طرح کالے رنگ کی ناک سے نکلنا شروع ہو گئی اور زمین پر ڈھیر ہونا شروع ہو گئی۔ تین چار منٹ میں وہ کالی ڈور ختم ہو گئی۔ مریض کی ناک چھوڑ دی۔ کالی ڈور زمین پر پڑی تھی اس میں حرکت ہو رہی تھی۔ رولوکا نے اپنی زبان میں کچھ کہا اور وہ کالی ڈور سفید ہونا شروع ہو گئی اور پھر ہوا میں گئی۔ رولوکا نے ایک پانی پانی منگوا کر کہا۔ "اس کو اس میں پہنچا دے۔" اور پانی ڈال دیا۔ پانی ڈالتے ہی صاف ہو گیا اب وہاں پر کچھ نہیں تھا اور مریض ہوش میں تھا۔ میں نے پوچھا۔ "اب کیا حال ہے؟"

وہ بولا۔ "اب کوئی تکلیف نہیں ہے۔" میں نے اس کے جسم پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک بھی آبلہ نہیں تھا اور جلد صاف نظر آ رہی تھی۔ مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے جسم کو دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"میں ٹھیک ہو گیا حکیم صاحب۔ میں ٹھیک ہو گیا۔" اس کی آواز سن کر اس کی بیوی اندر آ گئی اور کمل چند کو ٹھیک دیکھ کر میرے قدموں میں گر پڑی۔ "آپ تو واقعی ہیں حکیم صاحب۔"

میں نے اس کو اٹھنے کا کہا اور بولا۔ "میں انسان ہوں دیوی جی! مجھے انسان ہی رہنے دو۔ میرا کام علاج کرنا ہے۔ وہ میں نے کردیا۔ اس کی بیماری دیکھنے میں دیر لگی اور کمل چند کو تکلیف اٹھانی پڑی۔ میں اس کی معافی تم دونوں سے مانگتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"حکیم صاحب! آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں یہ بتائیں آپ کی کیا خدمت کریں۔" روپاوتی نے پوچھا۔

"تم صرف یہ خدمت کرو کہ میرے لئے دعا کرنا کہ میں اپنا کام ایمانداری سے کرتا رہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی حکیم صاحب! آپ نے اب تک ہم سے دوا کے پیسے بھی نہیں لئے ہیں۔"

"میں اس قابل ہوں کہ خدمت کرسکوں۔" کمل چند نے کہا۔

"تو پھر تم کسی غریب کی مدد کردینا۔" میں نے

رولوکا موجود تھا مگر ان کو اس کا پتہ نہیں تھا۔ میں سوچتا کہ رولوکا کمرے میں موجود ہے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے رولوکا سے پوچھا۔ "یہ کیا ڈرامہ گنگا دھر نے کیا ہے؟"

"یہ ڈرامہ گنگا دھر نے نہیں کلیان سوبھراج نے کیا وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر تمہارے پاس کوئی طاقت ہے تو اس کو پتہ چل جائے۔" رولوکا نے کہا۔

"اور اگر تم اس کا علاج نہ کرتے تو مریض مرجاتا۔" میں نے کہا۔

"اس نے تو اس کو بگاڑا بنایا ہی تھا۔ مرتا ہے تو مرجائے اس کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو اس نے اندازہ کرلیا کہ کوئی طاقت ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تلاش تو اسی طاقت کو کر رہا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اب تو اس کو یقین آ جائے گا۔" میں نے کہا۔

"آ جائے اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ یہ اندازہ نہ کرپائے کہ کون ہے اور یہ اندازہ نہیں لگا پائے گا۔ میں نے جوابی طور پر ایک چھوٹا سا وار کیا ہے۔ کمل چند نے بہت تکلیف اٹھائی جس پر اس نے کوپر پیتان کیا اس کو تو میں نے سمندر کی نذر کردیا۔ گنگا دھر کو احساس کرانے کو اسی تکلیف میں مبتلا کردیا ہے۔ رات بارہ بجے کے بعد وہ بھی اسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا جس میں اس نے بے گناہ کمل چند کو ڈالا تھا۔" اور وہی ہوا۔ رولوکا نے بتایا۔ "وہ چارپائی پر اچھل رہا ہے اور آگ آگ پکار رہا ہے۔ ایک آدمی وقت اس پر پانی کا چھڑکاؤ کر رہا ہے مگر پھر بھی آگ ہوئی ہے۔ وہ کلیان سوبھراج کو گالیاں بک رہا ہے۔ اپنی بیماری کا ذمہ دار اسی کو خیال کر رہا ہے۔ کیونکہ کلیان نے ہی کمل چند کو اس بیماری میں مبتلا کیا تھا۔ تین روز گزر گئے۔ کلیان اور گنگا دھر کے پاس جارہا ہے مگر کچھ نہیں کر پا رہا۔ دن بدن گنگا دھر کی حالت خراب ہوتی جارہی ہے اور کلیان اپنی ساری شکتی آزمانے کے بعد بھی ناکام ہے۔ ادے کلیان تو نے مروا دیا ہائے یہ آگ میرا شریر جل رہا ہے اور تو بڑا مہان گرو بنا پھرتا ہے تو تو دھول ہے خالی دھول۔ تجھ سے کچھ نہیں ہوگا مجھے حکیم کے پاس پہنچا دے وہی ٹھیک کرے گا۔ تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہائے میں کیا کروں۔" اور گنگا دھر کو اس کے گھر والے مطب میں لے آئے۔ گنگا دھر کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کا سارا جسم زخموں سے بھرا ہوا تھا اور ان زخموں پر آبلے نمودار ہو رہے تھے اور جسم سے سخت بدبو خارج ہو رہی تھی۔ کمل

چند سے زیادہ شدید حملہ تھا۔ اس کی تڑپ اور بے چینی ناقابل بیان تھی۔ اس کے بڑے لڑکے موتی دھر نے مجھ سے آہستہ سے کہا۔ "حکیم صاحب ہم لوگ باپو کی تکلیف پر بہت پریشان ہیں۔ یہ زندہ رہیں یا نہ رہیں یہ تکلیف نہ دے کیونکہ ان کے نزدیک جانا ان کو دوا اور دوا بھی بہت مشکل ہے ایک منٹ ان کے پاس رکا نہیں جاتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ بے حس قدر شدید ہے۔ پورے گھر میں یہ بدبو پھیل گئی ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا؟" میں اس کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ اسی کا نام دنیا ہے۔ بیٹا باپ سے تنگ ہے وہ باپ کی زندگی نہیں چاہتا۔ اب اس کو باپ کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ باپ اب تکلیف کا باعث بن رہا ہے۔

"اور اگر ان کو ٹھیک کر دیا جائے تو پھر ساتھ چلو گے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے مذہب میں ناامیدی کفر کے برابر ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ کر دیں اس سے بڑھ کر میں کیا چاہوں گا۔" موتی دھر نے کہا۔

"ان کے پاس ایک سادھو نما آدمی کلیان آتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"آتا تو ہے۔" وہ بولا۔

"یہ سارا کیا دھرا اسی کا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو پتاجی کا بہت گہرا مترنا ہوا تھا۔" موتی دھر نے کہا۔

"مگر یہ کارنامہ اسی منتر کا ہے۔ اس کو کسی طرح بلواؤ یہ ٹھیک تو ہو جائیں گے۔ مگر اس کو ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ڈر یہ ہے کہ دوبارہ وہ پھر حملہ نہ کر دے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں خود جاتا ہوں ان کی منتی کروں گا اور کسی بھی طرح ان کو ساتھ لاؤں گا۔" اور موتی دھر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد رولو کا نے کہا۔

"تم نے اس کو کیوں بلوا لیا۔"

"دراصل میں اس کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی شقی پر اترا تا ہے وہ اس سے اپنے دوست کو ٹھیک کر سکتا۔ اس کے سامنے تم یہ کام کرو گے اور اس کو شرمندہ آؤ گے۔ میں صرف دوائیں وغیرہ آزماؤں گا۔ یہ صرف دکھانے کو ہوگا۔ اس کو یہ باور کرانا ہے کہ علاج صرف دواؤں کے ذریعہ کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے جو تم کرنا چاہتے ہو وہی ہوگا۔" رولو کا نے کہا۔

موتی دھر دوسرے دن کلیان سوبھاج کو لے کر آ گیا وہ چہرے سے ہی پتہ چلتا تھا کافی حریص اور بے حس قسم کا آدمی ہے۔ "کا ہے بلایا ہے۔" وہ آتے ہی بولا۔

"یہ مریض میرے پاس آیا ہے۔ اس کا علاج کرنا ہے۔ میں نے سنا تھا کہ آپ بڑے شقی دان ہیں۔ میں علاج شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ کسی قسم کا اثر تو نہیں ہے پھر میں اپنا علاج شروع کروں۔ اگر کوئی اوپر کا چکر ہے تو تم بتاؤ کیا کرنا ہوگا۔" میں نے پر وزن رکھا دیا۔

"کریں گے ضرور کریں گے۔" گنگا دھر بے ہوشی کے عالم میں پڑا تھا اور بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے کلیان نے ناک پر ہاتھ رکھا اور اس کے گرد دو تین چکر لگائے پھر بولا۔ "یہ صرف بیماری ہے۔ تم اپنا علاج کرو۔" میں نے یہ سنتے ہی ایک دوا انگلیوں پر چھڑک دی، ایک دوا دھر کے منہ میں ڈال دی کلیان سوبھراج کھڑا رہا۔ پھر اس نے اپنا کام کر دیا اور گنگا دھر نے آنکھ کھول دی۔ آنکھ کھولتے ہی اس کو میرا چہرہ نظر آیا میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"اب کیا حال ہے؟"

وہ غرایا بولا۔ "بہتر ہے ہوں۔"

اس کے بعد اس کو کلیان کا چہرہ نظر آ گیا تو وہ بولا۔

"تو کیوں آیا ہے اپا دھی۔" اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ موتی دھر نے اس کو روک دیا۔ اب اس کے بدن سے بدبو نہیں اٹھ رہی تھی اور زخم بھی بھرے بھرے نظر آ رہے تھے۔ میں نے موتی دھر سے کہا۔ "اب تم ان کو لے جاؤ

"اتنی جلدی حکیم صاحب!" موتی دھر حیرت سے

"کچھ بیماریاں اتنی تیزی سے آتی ہیں اتنی تیزی سے چلی جاتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں حکیم صاحب یہ سب اس کی شرارت تھی۔" گنگا دھر نے کہا۔

"تم کسی کی طرف سے بدگمان نہ ہو تم ٹھیک ہو گئے یہی بہت ہے۔" کلیان آگے بڑھ کر گنگا دھر کے قریب آ گیا اور بولا۔ "مجھ سے چاہے جیسی سوگند لے لو میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں تمہارا مترہوں۔ میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تو خود حیران ہوں۔ میرا وشواس ہے تم ٹھیک ہو گئے۔ کلیان نے کہا۔

"مجھے پاگل مت بناؤ اتنی بڑی بیماری اور اتنی جلدی صرف ایک خوراک سے چند منٹ میں ختم ہو سکتی ہے تم سب جانتے ہو مجھ سے چھپا رہے ہو۔" گنگا دھر نے کہا۔ کلیان خاموش رہا۔ کیونکہ وہ خود اس بات پر حیران تھا اس کی پوری شقی اس بیماری کی وجہ نہیں تلاش کر سکتی تھی۔ گنگا دھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "حکیم وقار احمد تم نے میرا علاج کیا یہ مجھ پر تمہارا احسان عظیم ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ تمہاری دشمنی ختم ہو کل ہے اپنی جگہ ہے۔ زندگی رہی تو قرض اتارنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے بھی مزاحی سے اس کی بات سنی اور جواب دیا۔ "میں نے تمہارا علاج ایک مریض سمجھ کر کیا ہے گنگا دھر سمجھ لیں میرا پیشہ ہے تمہارا پیشہ ایک ہی ہے تمہارے پاس کوئی علاج کرانے آتا تو کیا تم میرا علاج نہ کرتے؟ تم نے انسان کا بھلا ہوتے دیکھا ہے کوئی معالج مریض پر احسان نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے پیشے کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"

موتی دھر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "باپو یہ گیا دشمنی کی بات نکالی۔ اس دیوتا سمان انسان سے تم دشمنی کرو گے تو بھی یہ تو بہت بڑا پاپ ہوگا۔"

یہاں پر زیادہ آبادی سکھوں اور ہندوؤں کی ہے مگر مسلمان بھی رہتے ہیں۔ اسٹیشن کے باہر تانگے والے کا میلا لگا ہوا تھا۔ مگر ہم دونوں ایک طرف خاموشی سے کھڑے تھے۔

چند منٹ کے بعد ہی یہ میلہ ختم ہو گیا اور تانگے والے سواریاں لے کر روانہ ہو گئے۔ ایک ہری پگڑی والا سکھ ہماری طرف آیا اور بولا۔ "کتھے جانا ہے بادشاہو؟"

میں نے کہا۔ "یہاں پر کوئی سرائے ہے ٹھہرنے کو؟"

"تسی فکر کرو بہت ہیں جی۔" سردار بولا۔

"یہ بتاؤ مسلمانوں کی کوئی سرائے ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میرے نال آؤ بڑی سوہنی تھاں پہنچاواں گا فکر ہی نہ کرو۔ تہاڈا سامان کدھر ہے۔" وہ بولا۔

رولو کا خیر الدین بنا ہوا تھا۔ "یہ رہا سامان میرے پاس۔"

"جی یہی ہے۔" وہ حیرت سے بولا۔

"کیوں زیادہ ہونا چاہئے تھا۔" خیرو نے پوچھا۔

"جی جی گل یہ ہے کہ جو بندہ آتا ہے اپنے گھر کا سب سامان ساتھ لے کر آتا ہے تسی تو کلے ہی آ گئے ہو۔" سکھ سردار مایوسی سے بولا۔

"تو سرائے لے جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں ضرور لے جاؤں گا آؤ میرے نال۔"

"کتنی دور جانا ہے۔" خیرو نے پوچھا۔

"تانگہ پھر کے جانا پڑے گا۔" سردار بولا۔

"تو پھر پھر لے تانگہ۔" میں نے کہا۔

اور سردار نے اشارے سے ایک تانگہ بلایا اس کو پتہ بتایا اور بولا۔ "آؤ باؤجی۔" اور ہم دونوں تانگے میں سوار ہو گئے۔ تانگہ چل پڑا۔

خیرو نے پوچھا۔ "سردار جی تیرا نام کیا ہے؟"

میرا نام۔ "بلدیو سنگھ ہے جی۔"

"تو بلدیو سنگھ تو یہی کام کرتا ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں جی کبھی کبھی ہی کرتا ہوں۔ کوئی سواری تھوڑی ہوتی سرائے میں پہنچانا ہوں۔"

"بس جی جو کام ملا کر لیا۔" سردار بلدیو سنگھ نے جواب دیا۔

"یار تو پورے کام نہیں بتا رہا۔" خیرو نے بے تکلفی سے کہا۔

"سب بتا دیئے بادشاہو۔ ہور کی دساں۔" بلدیو بولا۔

"موقعہ ملے تو سامان پار کر دیتا ہے یہ تو نے نہیں بتایا۔ رات برات مسافروں کو سرائے کے راستے میں ہی لوٹ لیتا۔ اس کام کے لئے تو نے چار کو چوتھوں کو ساتھ رکھا ہے۔"

سردار بلدیو سنگھ یہ سن کر حیرت سے بولا۔ "جی گل کرو ہے ہو سرکار میں یہ کام نہیں کرتا۔"

"بلدیو سنگھ زیادہ اڑنے کی کوشش مت کر۔ ہم سب پتہ ہے اور تم ہم کو جہاں لے کر جا رہا ہے وہ بھی تیرے ایک جگری یار کی جگہ ہے اور اس جگری یار کا دھندہ بھی وہی ہے جو تیرا ہے۔ مگر تو نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ وہ یہ کہ تو بندوں کو پہچان نہیں سکتا۔"

بلدیو سنگھ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ زبان بند ہو گئی تھی اور وہ خیرو کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کوئی بات نہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے اور اسی غلطی سے تو جیل کے اندر چلا جاتا ہے۔ اب تو تا جیل جانا پسند کرتا ہے یا.....!" اور میں خاموش ہو گیا۔

بلدیو سنگھ بڑی مشکل سے بولا۔

"معاف کر دیں سرکار۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ میری توبہ ایسا کام نہیں کروں گا۔"

"تو ہمیں جہاں لے جا رہا ہے ہم وہیں جائیں گے۔"

"ہمیں کی کہہ سکدے ہیں تہاڈی اپنی مرضی جی۔ کرایہ پانچ روپیہ روز کا ہوگا۔ پاویں روز دا پاویں اڈھائی جمع کر لوو۔"

"گنڈا سنگھ جی یہ بتاؤ بلدیو سنگھ تمہارا نوکر ہے۔" خیرو نے پوچھا۔

"نہیں جی یہ آزاد بندہ ہے اپنا بھی کام کرتا ہے۔" گنڈا سنگھ نے جواب دیا۔

"ہم نے اس کو کہا تھا مسلمان سرائے میں جانا اور یہ یہاں پر لے آیا۔" خیرو نے کہا۔

"کوئی گل نہیں ہے تہانوں کوئی تکلیف نہ ہوئے گی۔ اور تہاڈا روٹی شوٹی کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے بڑا بڑھیا مسلمان ہوٹل ہے۔" گنڈا سنگھ نے بتایا۔

"وہ کتنی دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نیڑے ہی ہے جی فکر نہ کرو میں نال لے جاواں گا۔" گنڈا سنگھ نے جواب دیا۔

میں نے تین دن کے چند روپے اس کو دیئے اور اس نے ہمیں ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ کمرہ صاف ستھرا تھا اور دو پلنگ پڑے تھے اور ان پر بستر بھی صاف بچھا تھا۔ سامنے ہی غسل خانہ بنا ہوا تھا اور ساتھ ہی ایک کنواں بھی تھا۔ مسافر خود کنویں سے پانی نکالتے ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں۔ ادھر کا یہی دستور ہے گنڈا سنگھ نے بتا دیا تھا۔

گنڈا سنگھ کے جانے کے بعد میں نے کہا۔ "کیسا آدمی ہے یار!"

"وہ جائزہ لے رہا ہے کہ ہم نے مال کہاں رکھا ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"کیسا مال؟" میں نے کہا۔

"ارے بھئی روپے وغیرہ کہاں ہیں۔ سونے کے بعد وہ اچھی طرح جائزہ لے گا۔" رولو کا نے کہا۔

"معمولی درجے کا چور وغیرہ ہے یہ۔" میں نے کہا۔

"ایسا ہی لگتا ہے مگر بات کچھ اور بھی ہے۔ تم فکر نہ

READ ONLINE
http://readingpakistan.blogspot.com/

رات کو ہم گنڈا سنگھ کے ساتھ اس مسلم ہوٹل میں گئے اور ہم نے کھانا وہیں پر کھایا۔ میں تو آتے ہی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ "تم آرام سے سو جاؤ میں ذرا تفریح کرتا ہوں۔" اور رولو کا باہر چلا گیا۔

رولو کا کب واپس آیا مجھے نہیں پتہ۔ صبح رولو کا نے بتایا۔ "معاملہ کا راضی حاجے حکیم صاحب!"

"کیوں کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ گنڈا سنگھ رات کو اس سامنے درخت کے نیچے کسی سے بات کر رہا تھا۔ میں اس کے قریب جا کھڑا ہوا اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ مگر یہ باتیں کر رہا تھا۔ میں پہلے تو ذرا حیران ہوا مگر پھر میں نے دیکھ لیا کہ ایک بہت کالا اور عجیب حلیے کا آدمی کھڑا ہے وہ گنڈا سنگھ سے کہہ رہا تھا۔ "بہت دن ہو گئے تو نے پرشاد نہیں کھایا۔ کیا ارادہ ہے کیا تیری بوٹی کھانا پڑے گی۔" گنڈا سنگھ بہت ڈرا ہوا تھا بولا۔

"ہو گیا ہے بندوبست وہ بندے آئے ہیں مسلمان لگتے ہیں۔ بس وہ چار روز میں کسی ایک کو حاضر کر دوں گا۔"

"وہ چار روز میں کام نہ ہوا تو میں تیرا کام کر دوں گا۔" وہ بولا۔

"وہ روز تو میں نے کہہ دیا ہے اس سے پہلے ہی کام کر دوں گا۔" گنڈا سنگھ بولا۔ اور پھر گنڈا سنگھ ہانپتا کانپتا واپس آ گیا۔ "کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔

"میرا تو کچھ اندازہ ہے مگر ٹھیک ٹھیک تو گنڈا سنگھ ہی بتائے گا۔"

"تم اس سے پوچھو گے کیا وہ بتا دے گا۔" میں نے کہا۔

"میں پوچھ لوں گا۔" رولو کا نے کہا۔

صبح چائے لے کر گنڈا سنگھ خود آ گیا۔ وہ چائے رکھ کر جانے لگا تو رولو کا نے اس کو روک کر کہا۔ "گنڈا سنگھ تم نے ہم دونوں میں سے کس کو پسند کیا ہے؟"

"پسند کی کہہ رہے ہو میں کیوں پسند کروں گا۔"

"بوٹیاں کھلانے کو اور کس کام سے" نے ڈائریکٹ حملہ کیا۔

"میری سمجھ میں تمہاری کل نہیں آ رہی۔" گنڈا سنگھ بولا۔

"گنڈا سنگھ زیادہ بات بنانے کی کوشش مت کر رات کو کس سے وعدے کر رہا تھا ادھر—" رولو نے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

"میں، میں تو سوتا پڑا تھا جی۔" گنڈا سنگھ ہڑبڑا کر بولا۔

"پھر جھوٹ بول رہا ہے، اگر نہیں بتانے کا تو تیری جورو کو لے جائے گا پھر کیا کرے گا۔" رولو نے دوسرا حملہ کیا۔ گنڈا سنگھ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ "میں بتاؤں جی میں بہت برا پھنسا ہوا ہوں۔"

"اگر نہیں بتائے گا تو دونوں طرف سے مر جائے گا۔" رولو کا نے کہا۔

"اور بتا دوں تو وہ مجھے مار ڈالے گا اس نے اس سے وعدہ لیا ہے کہ اگر میں نے اس کے بارے میں بتایا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔" گنڈا سنگھ ڈرتے ڈرتے بولا۔

"تو مجھے پوری بات بتا تیرا کچھ نہیں ہو گا اور اگر نہیں بتائے گا تو زندگی بھر اس جنجال میں پھنسا رہے گا ہم دونوں کا کیا ہے چلے جائیں گے واپس، تو اور تیری ہم کو نہیں روک سکتا۔ بات تیرے فائدے کی ہے تیرا مرضی ہے بول کیا کہتا ہے—" رولو کا نے کہا۔

"میں کی وساں کی نہ وساں بہت برا پھنس گیا۔" گنڈا سنگھ، خود سے بولا۔ میں اور رولو کا خاموش رہے چند منٹ خاموشی رہی اس کے بعد گنڈا سنگھ بولا۔

"یہ بہت پرانی کہانی ہے سرکار۔ میرا بیاہ نیتو سے ہونے والا تھا۔ میں اور نیتو ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے میں اس سے نہر کے پل کے پار روز ملتا تھا۔ ایک روز کی جدائی میرے لئے مشکل ہو جاتی تھی۔

پھر ایک گونجتی آواز میرے کانوں میں آئی۔ "اگر اپنا بچاؤ کر سکتا ہے تو کر لے تیرے سر پر موت کھڑی ہے۔" میں کیا کرتا میرے اعضا نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ میری بہادری جواں مردی سب ختم ہو گئی تھی انسان کا جسم جب اس کا ساتھ نہ دے تو وہ کیا کر سکتا ہے میں خاموش کھڑا تھا۔

پھر ایک زوردار ہنسی کی آواز آئی۔ "تو بڑا کومل جوان ہے اور تیری معشوقہ وہ مصری کی ڈالی ہے۔ دل کرتا ہے دونوں کو ایک ساتھ کھا جاؤں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا تم دونوں کو زندہ رکھنا ہے۔ تو زندہ رہے گا۔" میں خاموش رہا تو پھر آواز آئی جواب دے۔

"ہاں میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تیری نیتو کا کیا ہو گا۔" آواز آئی۔

"میں اس کو بھی زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس کے لئے تجھے میری تین باتیں ماننی پڑیں گی۔" آواز آئی۔ میں خاموش رہا تو غصہ میں بھری آواز آئی۔ "جواب دے میری ہر بات کا جواب دینا جا۔"

"میں ہر بات مان لوں گا۔" میں نے کہا۔ کیا کرتا گردن پھنسی ہوئی تھی۔

"پہلی بات یہ ہے کہ تو اپنی اور میری اس ملاقات کے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گا کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ کبھی کھوجنے کی کوشش نہیں کرے گا سن لیا بول۔"

"ہاں سن لیا۔" میں نے جواب دیا۔

"دوسری بات یہ ہے کہ ایک بندہ میں جب طلب کروں تجھ کو حاضر کرنا ہو گا۔ بول کرے گا؟"

"کروں گا جی۔" میں نے جواب دیا۔

"میری اور آخری بات یہ ہے کہ جب مجھے

بھولی اگر تو نے میری باتیں پوری نہ سنیں تو میں پہلے تیری معشوق کو اور اس کے بعد تجھ کو لے جاؤں گا اور اگر شرافت پوری کرتا رہا تو، میں تجھ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ میری بات یاد رکھنا ہم کالے ہیں ایک بار جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔" اور وہ چلا گیا۔

میں اندھیرے میں بڑی مشکل سے گرتا پڑتا گھر واپس آیا۔ میری حالت بہت خراب تھی میں اپنا دکھ پریشانی کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ اسی پریشانی میں نیتو سے میری شادی ہوگئی۔ نیتو میرے گھر آ گئی۔ میں اس کی آغوش میں اپنا دکھ پریشانی سب بھول گیا۔ میں نے اس رات کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا۔ شاید میں سو گیا تھا اور میں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا۔

تین مہینے گزر گئے۔ میں نیتو کے ساتھ بہت خوش تھا۔ زندگی بہت خوشگوار تھی مگر یہ خوشیاں اور عیش جانے والے تھے میں نیتو کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ کر واپس آ رہا تھا آج پھر آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ یہ اماوس کی رات تھی۔ اندھیرے کی چادر پھیلی ہوئی تھی۔ میں ڈرنے والا بندہ نہیں ہوں۔ مگر رات بھیانک ہوتی جا رہی تھی اور جب میں اس مقام پر پہنچا جہاں میں نیتو سے ملاقات کیا کرتا تھا تو ایک زوردار بجلی کا کڑاکا ہوا اور ایک لمحے کے لئے زمین روشن ہوگئی اس روشنی میں، میں نے دیکھا ایک کالا سیاہ بہت طویل قامت شخص کھڑا ہے۔ اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور پورے جسم پر بہت بڑے بڑے بال تھے۔ اندھیرے میں وہ اندھیرے کا ایک حصہ تھا مگر بجلی کی چمک نے اس کو ظاہر کر دیا میں خود کو بہت بہادر سمجھتا تھا مگر اس کا قد اور جسامت دیکھ کر میں تھر تھر کانپنے لگا۔

پھر اندھیرے میں دو آنکھیں روشن ہوگئیں۔ وہی پراسرار آنکھیں۔ تب مجھے خیال آیا وہ خواب نہیں تھا کیونکہ ایک ہی خواب دوبارہ نظر آتا۔ اور پھر اندھیرے کی چادر کو چیرتی ایک گونجتی بھیانک آواز ابھری۔ "تیری

میری آواز اور جسمانی اعضا تو [illegible] تھے۔ میں کیا جواب دیتا۔ "اب تیری نیتو [illegible] پاس رہے گی اور تو اکیلا رہے گا۔ اگر ساتھ [illegible] میں ہی مست رہے گا۔ اس لئے تم دونوں الگ الگ رہو گے۔ جب میں کہوں تو، تو اس کے پاس جانا۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا تو پھر تیری نیتو میرے قبضے میں ہوگی بول کیا مرضی ہے۔"

"مجھے تیری بات منظور ہے۔" میں نے [illegible] میری محبت میری بیوی اس کو میں کسی مصیبت [illegible] کرتا۔" اماوس کی راتوں میں ہمارا جشن ہوتا ہے رات مجھے ایک تگڑا آدمی چاہیے۔"

"تم اس کا کیا کرو گے۔" میں نے ڈرتے پوچھا۔

"تم یہ سوال کرنے کا حق نہیں رکھتے [illegible] دیتا ہوں آج میں بہت خوش ہوں اس لئے [illegible] معشوقہ آنے والی ہے اس کی دعوت کرتا ہے۔"

"تم لوگ آدم خور ہو؟" میں نے پھر [illegible] پوچھا۔

"انسان صرف خور ہوتا ہے۔ بکری خور [illegible] نہ جانے کتنے جانور کھا جاتا ہے اس سے کوئی [illegible] اور تو مجھ سے کیوں پوچھ رہا ہے کہ میں آدم خور [illegible] میں کیا جواب دیتا۔ خاموش رہا۔

"کل رات یاد رکھنا ٹھیک دس بجے رات اس [illegible] یہاں آ جانا۔" اور وہ چلا گیا۔ دوسرے روز میں فقیر کو پکڑا اور اس کے حوالے کر دیا۔

اس طرح ایک دو مہینے کے بعد وہ فقیر [illegible] اور میں بلدیو سنگھ کی مدد سے بندے اس کی [illegible] جب اس کی معشوقہ اس کے پاس نہیں ہوتی تو [illegible] طلب کرتا ہے اس کا بندوبست بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہ پتہ نہیں چلا کہ جو بندہ یا عورت میں نے اس [illegible]

واپس نہیں آیا۔ مگر میں واپس آؤں گا تم اس کو نہیں جانتے کہ وہ کون ہے مگر میں اس کو پہچان چکا ہوں۔ تم اس کا ساتھ دے کر اپنی خود غرضی کا ثبوت دے چکے ہو تم اپنی اور اپنی بیوی کی زندگی بچانے کو کتنے بے گناہوں کو اس کی بھینٹ چڑھا چکے ہو۔ اب یہ سلسلہ بند کرو اب کوئی بھینٹ اس کو نہیں دی جائے گی۔" میں جو کہتا ہوں وہ تم کو کرنا ہے۔ کل رات میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

گنڈا سنگھ نے حیرت سے روڈولکا کی بات سنی اور خاموش رہا۔ دوسری رات روڈولکا گنڈا سنگھ کے ساتھ جانے کو تیار ہوگیا۔ گنڈا سنگھ بہت حیران تھا اس نے اب تک ایسا آدمی نہیں دیکھا تھا جو خود اپنی مرضی سے موت کے منہ میں جانے کو تیار تھا۔

"میں بہت برا آدمی ہوں خیرو بھائی۔ میں نے اپنی زندگی اور اپنی بیوی کو بچانے کو بہت پاپ کئے ہیں۔ مگر تم خود موت کو گلے لگا رہے ہو۔ میرے اندر سے یہ آواز آ رہی ہے کہ گنڈا سنگھ تو خود اپنی بھینٹ کیوں نہیں دیتا۔ میں بہت برا آدمی ہوں خیرو بھائی۔ تم نے میرے اندر کے انسان کو جگا دیا ہے تم میرے ساتھ نہ جاؤ۔ میں اکیلا ہی جاتا ہوں۔" گنڈا سنگھ جذباتی ہو رہا تھا۔

"تمہارے ضمیر نے تم کو پھر سے انسان بنا دیا ہے۔ اب تم انسان ہی رہنا اور کوئی کام ایسا نہ کرنا جو کسی کے نقصان کا باعث ہو۔ مگر میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے میں اس پر عمل کروں گا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ تم فکر نہ کرو مجھے کچھ نہیں ہوگا میں واپس آؤں گا۔"

رات کے ٹھیک آٹھ بجے وہ سرائے سے نکل آئے۔ "کتنی دور جانا ہے۔" روڈولکا نے پوچھا۔

"شہر سے باہر ایک ویران محل ہے اس کا نام کالا محل ہے پتہ نہیں کس نے بنوایا ہوگا بہت حصہ گر گیا ہے اس کی ساری دیواروں پر کائی جمی ہوئی ہے۔ بہت بڑے پیڑ پودے اور لان ہیں جو زیادہ تر گر چکے ہیں۔ دور سے ہی خوفناک نظر آنے والی اس جگہ دن میں بھی کوئی نہیں آتا۔

"یہ سلسلہ کتنے عرصے سے چل رہا ہے۔" روڈولکا [illegible]

[illegible] تین سال گزر گئے۔" گنڈا سنگھ نے جواب دیا۔

"اس کے بارے میں بلدیو سنگھ کو کچھ پتہ ہے؟" [illegible] نے پوچھا۔

"صرف اتنا کہ میں مسافروں کو غائب کر دیتا ہوں [illegible] ہے کہ میں ان کے روپے پیسے کے لئے ایسا کرتا [illegible] بلدیو سنگھ کو میں ہر مسافر کے بدلے اچھی خاصی [illegible] وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں نے رقم پر ہاتھ صاف [illegible] مسافر پر بھی ہاتھ صاف کر دیا ہے۔ جو باتیں [illegible] تم کو بتائی ہیں وہ میں نے نیتو کو بھی نہیں بتائیں۔"

"اب تم کیا کرو گے کل رات کس کو پیش کرو [illegible] نے پوچھا۔

"[illegible] تک تو کوئی بندوبست نہیں ہے۔" گنڈا [illegible]

"گنڈا سنگھ تم ایسا کرو مجھے پیش کر دو۔" روڈولکا نے [illegible]

"کیا کہہ رہے ہو خیرو تم!" وہ حیرت سے بولا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں تم وہی کرو۔" روڈولکا نے کہا۔

"تمہاری کہانی سننے کے بعد بھی تم یہ کہہ رہے ہو؟" [illegible] حیرت سے بولا۔

"اس سب جاننے کے بعد بھی۔" روڈولکا نے کہا۔

"مجھے خیال ہے تم کو میری کہانی پر یقین نہیں [illegible] جھوٹا سمجھ رہے ہو۔ میں نے جو کہا ہے وہ سچ [illegible] جو اپنی زندگی کیوں ختم کر رہے ہو اس کے [illegible] وہ آج تک پلٹ کر نہیں آیا۔ اس کا نشان [illegible] وہ بہت ظالم ہے آدم خور ہے۔ مجھے تو یہی [illegible] کیا بلا ہے۔" گنڈا سنگھ بولا۔

"تمہاری کہانی سچی ہے۔ میں مانتا ہوں۔ تمہاری

اس کے راستے تک ہی جاتا ہوں۔ کیونکہ وہ خود اپنے شکار کے انتظار میں اس راستے پر کھڑا رہتا ہے۔ میں وہیں سے واپس آجاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم وہیں سے واپس آجانا۔" رولوکا نے کہا اور دونوں اس کے راستے کی طرف بڑھتے رہے۔ رات اندھیری تھی۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا اور دور کسی انسان تو انسان کی جانور کا نام نشان نہیں تھا۔

رات کی سیاہی میں اس بھیانک عمارت کا صرف ہیولا سا نظر آرہا تھا۔ اب دونوں اس کے راستے پر تھے رولوکا نے گنڈاسنگھ کو اشارہ کیا کہ وہ واپس چلا جائے۔ گنڈاسنگھ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رولوکا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود اکیلا اس راستے پر چل پڑا۔ گنڈاسنگھ واپس مڑ گیا۔ دس پندرہ قدم ہی رولوکا نے بڑھائے ہوں گے کہ کسی گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی۔ رولوکا ہر طرف سے چوکنا تھا۔ ایک الو رولوکا کے قریب تھا۔ آواز کے ساتھ ہی ایک بہت بڑے سر والا آدمی نما گھوڑا اس کے سامنے آگیا۔ اس کا سر گھوڑے کا اور جسم انسانی لگتا تھا۔ قد اس قدر زیادہ تھا کہ اس کا چہرہ صرف نظر نہیں آتا تھا۔ زمین پر چلتا تھا تو دھمک ہوتی تھی۔

رولوکا نے ایک بھرپور نظر اس پر ڈالی اور الو کو اشارہ کر دیا تھا۔ الو صرف رولوکا کو نظر آرہا تھا۔ الو بڑی تیزی سے اس کے سر پر گیا اور الو کے بیٹھتے ہی اس بلا نے سر کو زور کا جھٹکا دیا۔ مگر الو اور زیادہ جم گیا اور اس نے اس بلا کے سر میں چونچ مارنا شروع کر دی۔

اس کے ساتھ ہی رولوکا نے ایک طرف اشارہ کیا اور نہ جانے کہاں سے بڑے سائز کی اور پیلے رنگ کی بھڑوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ شاید ان حملوں کا گمان نہیں کر رہا تھا۔ دوسرے دونوں حملے اس قدر شدید اور جلدی ہوئے کہ وہ زمین پر ناچنے لگا اس نے ہر طرح کوشش کی کہ کسی اور پیکر کو اختیار کر کے راہ فرار اختیار

ہیبت ناک روپ میں تھا اسی میں تڑپ رہا تھا۔ خوفناک آوازیں ویرانے میں گونجتی تھیں۔

کافی دیر تک وہ بچاؤ کی کوشش کرتا رہا۔ اس کو نہیں چھوڑا اور بھڑوں نے اس کے پر چھلنی کر دیا۔ وہ گر پڑا اور بری طرح ڈکرانے لگا۔

رولوکا اس کے پاس گیا اور بولا۔ "تو پھر تجھے پہلے معافی اس شرط پر دی گئی تھی کہ تو انسانوں سے رہے گا۔"

"تو بھی یہاں آگیا۔ میں نے افریقہ کو تیری جنم بھومی سے مگر تو یہاں بھی آگیا۔ مگر میرا نام بھی جن ہے تو ہر جگہ میرے آگے آتا ہے۔ تو نے مجھ سے حملہ کر دیا ہے۔ میں چھپنی کیا ہوں۔ اب آ چاہتا ہے۔" بڑی ڈراؤنی آواز اس کے منہ سے نکلی تھی۔

"تو بہت بے غیرت ہے۔ تیری خود کی کوئی نہیں ملتی کہ تو آدم خوری کرتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ملتی ہے مگر آدم زاد بڑا آسان اور بہت شکار ہے۔ افریقہ میں کچھ نہیں ہوتا۔ سانپ سانپ کھاتا۔ سارا کھیل طاقت کا ہے آدم زاد مجھے نہ کرتا۔ میں اگر یہ کرتا ہوں تو کیا برا کرتا ہوں۔" نے کہا۔

"یہی تیری سب سے بڑی غلطی ہے نشے میں بے گناہوں کو ہلاک کرتا ہے۔ ان کو ا ہے۔ تیری دنیا الگ ہے تو انسانوں کی دنیا میں ان کو تکلیف دیتا ہے۔ افریقہ میں تیرا قبیلہ آباد قبیلہ اور اس کے جن بہت ظالم ہیں۔ اس قبیلے پر زندگی مشکل بنا دی ہے۔ تو یہاں پر آ کر یہاں انسانوں پر ظلم کر رہا ہے۔ مگر یاد رکھ اس دفعہ میں معاف نہیں کروں گا۔" رولوکا نے کہا۔

کمالائی خاموش لیٹا تھا۔ خاموشی ہر طرف تھی۔ رولوکا نے پھر کہنا شروع کیا۔ "میں جانتا

READING SECTION
www.readingsection.com

سیل پڑا کیا کر رہا ہے مگر یاد رکھ اب تو کسی بہروپ میں ... گا تیری وہ مجھ پہ جو تیرے ساتھ دادگیش دیتی ... کو فوراً بلا لے تاکہ ایک ہی وقت میں تم دونوں کا ... ہو جائے۔"

کمالائی نے جواب نہیں دیا۔ وہ اپنی طاقت آزما ... رہا تھا اس کے سر پر بدستور موجود تھا اور پورے جسم پر ... نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ "صرف ایک منٹ اور دوں ... ولوکا نے کہا۔

"بلاتا ہوں۔" کمالائی جلدی سے بولا۔

چند لمحوں کے بعد ایک بہت لمبی عورت کھنڈرات ... آ گئی اس کو عورت کہنا عورت کی توہین کے برابر ... زاد لگتی تھی سر کے لیے بال ہوا کے دوش پر ... ہوئے آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی، سرخ انگارہ کی ... ہوئے گھوڑے جیسا۔ رولوکا نے اس کو دیکھا اور

"کمالائی کے ساتھ تو ہی ہو سکتی تھی۔ میں جانتا تھا ... نے قید کر دیا تھا تو پھر کمالائی کے ساتھ کیسے آ گئی۔" ... نے جواب نہیں دیا۔

"نہیں بتائے گی تو دیکھ لے پڑا ہے تیرا چاہنے ... اس کو ذرا کھڑا تو ہو جانے۔ تو اور تیرا یہ ... پاس پھر آ گئے ہیں۔ اس دفعہ تم دونوں کو معافی ... ہے۔" اچانک رولوکا نے ایک اشارہ کیا ایک ... الو اڑتا ہوا آیا اور اس خوفناک عورت کے ... گیا۔ عورت نے بڑے زور سے سر کو جھٹکا مگر الو ... سر پر وار کرنا شروع کر دیئے۔ عورت کے ... کی آوازیں کھنڈرات میں گونجنے لگیں اور وہ ... میں دوڑنے لگی اور نہ معلوم زبان میں کس کو ... گی۔ مگر اس کی مدد کو کوئی نہیں آیا۔ کمالائی مکمل ... یہ تماشہ دیکھتا رہا۔

... ے اور اس تیری انسان دشمن معشوقہ کے ... بہت معمولی ہیں۔ تم لوگ پھر وہی کرو گے ... کرتے رہے ہو اس لئے میں تم دونوں کو حکم

دے رہا ہوں کہ تم دونوں کو برباد کر دیا جائے۔ وہی کیڑا جو تم میں پیدا ہوتا ہے اور تم کو برباد اس کی غذا ہوتی ہے۔" دونوں طرف سے جواب نہیں ملا۔

رولوکا نے کمالائی کی طرف دیکھا اور بھڑوں نے اپنا کام پھر شروع کر دیا۔ کمالائی کی چیخیں پھر کھنڈرات میں ابھرنے لگیں۔ بھیانک کھنڈرات میں ایسی بھیانک آہیں اور شور اگر کوئی انسان سن پاتا تو شاید وہ برداشت نہ کر پاتا۔ دو تین منٹ کے بعد ہی رولوکا نے ایک اور وار کر دیا۔ اب کمالائی سر کے بل کھڑا تھا اور اس کا دھڑ زمین میں دھنستا جا رہا تھا۔

اور اس خوفناک عورت کے جسم پر سرخ رنگ کی چیونٹیوں نے حملہ کر دیا تھا اور وہ خوفناک عورت بری طرح چیخ رہی تھی۔ اس کے گوشت کو چیونٹیاں اتنی تیزی سے کھا رہی تھیں کہ اس کے اندر کے اعضاء اور ہڈیاں نظر آنے لگی تھیں۔

کمالائی کمر تک زمین میں اتر چکا تھا۔ بہت سخت جان تھے دونوں۔ ڈیڑھ سوا دو گھنٹہ جاری رہا۔ کمالائی نے اشارہ سے بتایا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ رولوکا کے اشارے پر وہ زمین سے باہر آ گیا۔ "بول کیا کہتا ہے رولوکا نے نفرت سے پوچھا۔

"میں کوبرا بننے پر راضی ہوں۔ اس لئے کہ تو میری جان نہیں چھوڑے گا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔

"تو پھر ایک چانس لے رہا ہے کہ شاید مگر تیری کوئی چالبازی تجھے آزادی دلا دے۔"

"ہاں موت سے یہ بہتر ہے۔" وہ بولا۔

"مگر اس دفعہ تو موت کو پسند کرتا تو زیادہ بہتر تھا۔" رولوکا نے کہا۔

"مرنا کون پسند کرتا ہے زندگی موت سے بہتر ہے۔" کمالائی نے کہا۔

"تو غلطی پر ہے بعض مقام زندگی میں ایسے آتے ہیں کہ موت بہت اچھی لگتی ہے اور تجھے تجربہ نہیں ہے آگے چل کر تو خود موت کی طرف جائے گا اور تجھے موت بھی

نہیں ملے گی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"مگر میں پھر بھی تم سے زندگی ہی مانگوں گا۔ ہر جاندار کی طرح۔" کملائی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تیری بندش کھولتا ہوں مگر یاد رکھنا اپنی طاقت استعمال کرنے کی کوشش مت کرنا الو تیرے سر پر موجود ہے تو گوریلا بن جا۔" رولوکا نے حکم سنایا۔

ایک منٹ کے بعد جہاں کملائی تھا وہیں پر ایک بہت چھوٹا سا گوریلا کیڑا موجود تھا۔ رولوکا نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔ "تیری ساری طاقت آج کے بعد ختم تو صرف ایک گوریلا کیڑا ہے۔ تو کسی طرح پھر سے کسی بھی روپ میں واپس نہیں آ سکتا کیونکہ میں تیری ساری طاقت کو تیرے سامنے جلا رہا ہوں اور پھر ایک بہت زوردار دھماکہ ہوا اور آگ بھڑک اٹھی۔ اور گوریلا ادھر سے ادھر دوڑتا رہا۔ اب تو آزاد ہے۔ گوریلا کے روپ میں جہاں جی چاہے وہاں جا۔"

عورت کے جسم پر اب گوشت نہیں تھا۔ اندرونی اعضاء بھی چیونٹیاں کھا چکی تھیں عورت ایک پنجر کی شکل میں سامنے کھڑی تھی اور الو اب بھی اس کے سر پر موجود تھا۔ رولوکا نے جب الو کو اشارہ کیا تو وہ فضا میں پرواز کر گیا۔ چیونٹیوں کو اشارہ کیا تو وہ بھی غائب ہو گئیں۔ رولوکا اب عورت سے مخاطب ہوا۔

"تو نے ہزاروں عورتوں اور مردوں کو بڑی اذیت ناک موت مارا ہے مگر تو یہ بھول گئی تھی کہ سب کو مرنا ہے آج تیری زندگی کا یہ آخری دن ہے۔" طویل قامت عورت کا ڈھانچہ سوکھی لکڑی کی طرح جلنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں وہ راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا اور پھر ایک ہوا کا جھونکا آیا اور وہ ساری راکھ ہوا میں اڑ گئی۔

میں نے حیرت سے رولوکا کی زبانی یہ کہانی سنی اور پھر پوچھا۔ "آخر کیا وہ بلا تھی۔ وہ عورت کون تھی۔"

"کافر جنات کا ایک نہایت ہی ظالم قبیلہ یوگنڈا کے اندرونی جنگلات میں آباد ہے۔ وہاں پر جانا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ علاقہ اس قدر خطرناک ہے کہ عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ وہاں کی کسی [illegible] پھر وہ نہیں ہے کہ دلدل صاف ستھری جگہیں [illegible] ہیں۔ وہاں پر انسانوں کا رہنا تو بالکل ہی [illegible] پہاڑوں اور وادیوں میں یہ جنات کا بہت [illegible] ہے۔ یہ لوگ سورج کے پجاری ہیں۔ سب سے خرابی ان میں یہ ہے کہ یہ لوگ انسانوں کو شکار کر [illegible] اور ان کو کھاتے ہیں۔

یہ کملائی اس قبیلے کا ہی جن ہے یہ اپنے [illegible] چھوڑ کر دوسرے جنگلات میں رہتا تھا اور انسانوں [illegible] کرتا تھا۔ اس عورت کو اس کی بیوی ہی کہو تو [illegible] کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ وہ بچے ہی ہوا کرتے [illegible] اس طرح میرا واسطہ بھی اس سے پڑا تھا اور میں [illegible] ایک موقعہ دیا تھا اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ واپس [illegible] محدود رہے گا مگر یہ یہاں پر آ گیا اور وہی کر [illegible] وہاں پر کرتا تھا۔ یہ کوئی معمولی جن نہیں تھا بہت [illegible] بہت بھی جانتا تھا۔ مگر مجھے اس کی طاقت کا اندازہ [illegible]

میں اس کے کمزور پہلوؤں کو بھی خوب [illegible] وہ طلسمی الو کی طاقت کے بارے میں قطعی [illegible] نے اسی کو استعمال کیا اور الو اس کی ساری طاقت [illegible] اتارنے میں کامیاب ہوا۔ ہمارے پاس بہت [illegible] اسرار ہیں جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا [illegible] روپ اختیار کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ [illegible] ہے کہ وہ جس روپ میں ہوتے ہیں اسی میں [illegible] ہیں اور اس قید کی ایک میعاد ہوتی ہے اس [illegible] دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آ جاتے ہیں۔" رولوکا [illegible] بتائی۔

"تم نے کملائی کو گوریلا بنا دیا۔ وہ [illegible] گوریلا رہے گا۔" میں نے پوچھا۔

"اس کو میں نے گوریلا نہیں بنایا۔ [illegible] گوریلا بنا ہے۔ میں نے اس کو حکم دیا تھا وہ [illegible] میں ہوتا تو بدمعاشی کرتا رہتا۔ گوریلا ایک [illegible] چھوٹا سا کیڑا ہوتا ہے۔ وہ گوریلا میں رہ کر [illegible]

نے اس کو آخری عمر تک کے لئے پابند کیا ہے۔" رولوکا [illegible] جواب دیا۔

"تو کیا وہ سو سال تک گوریلا بنا زندہ رہے گا۔" [illegible] نے پھر پوچھا۔

"ہاں وہ اسی حالت میں زندہ رہے گا دکھ اور [illegible] برداشت کرے گا۔ وہ موت کی دعائیں کرے گا۔ [illegible] کی عمر بڑی طویل ہوتی ہے اس لئے وہ اپنی طبعی [illegible] بن کر پوری کرے گا۔ بے شک اس کی زندگی [illegible] ناک ہو گی مگر اس کے کرتوت ہی ایسے تھے کہ [illegible] سزا ملی۔"

"اس قبیلے کے علاوہ دو جن دنیا میں رہتے ہیں کیا وہ [illegible] خور ہوتے ہیں۔" میں نے رولوکا سے سوال کیا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔ اس قبیلے کو جنات کے [illegible] قبیلے بھی اچھا خیال نہیں کرتے۔ ان میں بھی [illegible] اولادی ہے اور یہ بھی مذہب کو مانتے ہیں۔ مگر یہ [illegible] قبیلہ ایسا ہے کہ یہ سورج کو پوجتا ہے۔" رولوکا نے [illegible] دیا۔

"اور وہ اس کی بیوی کون تھی؟" میں نے پھر سوال [illegible] "وہ بھی اسی وحشی قبیلے کی تھی۔" رولوکا نے جواب

"اب کرنال میں ہمارا کوئی کام نہیں تھا۔ دوسرے [illegible] نے گنڈا سنگھ کو بتا دیا۔ "ہم لوگ جا رہے ہیں۔"

"وہ تو زیادہ اچھا ہے۔" کی گل کر رہے ہو بادشاہو آپ نے [illegible] کام کیا ہے۔ میری زندگی اور نہ جانے کتنوں کی [illegible] بچائی ہے، کچھ سانوں بھی خدمت کا موقع دو۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" رولوکا نے

اور ہم لوگ آگے روانہ ہو گئے۔ اب ہماری منزل [illegible] تھا۔ مگر ہم نے طے کیا تھا کہ لدھیانہ شہر میں نہیں [illegible] گاؤں میں جائیں گے۔ گاؤں کی زندگی دشوار [illegible] ہے مگر شہری زندگی سے بہتر زندگی ہوتی ہے۔

[illegible] چیز اپنی اصلی شکل میں نظر آتی ہے۔ محبت، نفرت، دوستی، دشمنی اور غداری چیز اصلی ہوتی ہے۔ رولو [illegible] اب تک انڈیا کے شہروں سے واسطہ پڑا تھا میں چاہتا [illegible] کہ رولو کا یہاں کے گاؤں بھی دیکھے۔

لدھیانہ اترنے کے بعد ہم ایک سرائے میں [illegible] گئے۔ یہ سرائے بھی ایک سکھ سردار کی تھی اس کا نام جوگندر سنگھ تھا۔ بہت ہنس مکھ آدمی تھا۔ بدن کے مقابلے میں [illegible] زیادہ بڑا تھا۔ اور وہ ہر بات پر زوردار قہقہہ لگانے کا عادی [illegible] تھا۔ وہ جب زور سے ہنستا تھا تو اس کی توند بڑی زور سے ہلتی تھی اور سامنے والا بھی زور سے ہنس پڑتا تھا۔

"سردار جی یہ بتاؤ ہم لوگ ناشتہ کہاں کریں۔" میں نے صبح اس سے پوچھا۔

"سامنے لوگ کاوے واسطے بیٹھے ہیں۔" وہ منہ سے بولا۔

"تم برا مت ماننا۔ ہم یہاں پر کھانا ناشتہ نہیں کریں گے اگر قریب میں مسلمان کا کوئی ڈھابہ ہوٹل ہے تو بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کوئی گل نہیں ہوندا ہے ایسا ہوندا ہے۔ آؤ میرے نال چلو۔" اور ہم دونوں اس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ دوراستہ بھر بولتا ہی رہا اور ہم دونوں صرف سنتے رہے۔ وہ ایک تندور پر رک گیا اور بولا۔

"لو جی بادشاہو یہ مسلمان بندہ ہے تسی بے فکر ہو کر جوڈل کرے کھاؤ۔" اور پھر زور سے تندور پر موجود ایک داڑھی والے آدمی سے بولا۔

"لے بھئی جمال دین تیرے واسطے گاہک لایا ہوں میرے ہی پاس ٹھہرے ہیں۔ ذرا چنگی طرح ان کی خدمت کر کوئی شکایت کی گل مت کرنا۔ اچھا جی میں چلا۔" اور جوگندر سنگھ واپس مڑ گیا۔ میں نے تندور پر بیٹھے داڑھی والے جوان آدمی سے پوچھا۔

"تیرا نام کیا ہے جوان؟"

"میرا نام جمالہ ہے جی۔" وہ بولا۔

"ہندو بھی پورا نام بتا۔" میں نے پھر پوچھا۔

"نام تو میرا جمال دین ہے مگر سب جمالہ ہی کہتے

ہیں۔"

"چل ٹھیک ہے کیا پکایا ہے۔" میں نے پھر پوچھا۔

"ابھی تو جی تازہ کچھ نہیں پکایا۔ رات کا دل گوشت پڑا ہے اور گرم گرم پراٹھے لگا دیتا ہوں۔ رات کا دل گوشت بھی بڑا اچھا پکا تھا جی مزا آ جائے گا۔" جمالے نے جواب دیا۔

"تیرے پاس انڈے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"انڈے مل جائیں گے۔" وہ بولا۔

"چل پھر چار انڈوں کا آملیٹ بنا ڈال۔" ہی مرچ ڈال کے اور دو پراٹھے گرم گرم لگا دے۔"

اور جمالہ اپنے کام میں لگ گیا اور بہت تیزی سے اس نے ناشتہ تیار کیا اور سامنے لا کر رکھ دیا اور کوئی گاہک اس کے پاس نہیں تھا اس لئے ہمارے ہی پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ہم دونوں نے ناشتہ شروع کر دیا۔ روڈو کاکے دوران ناشتہ جمالے سے پوچھا۔

"تو کیا یہاں لدھیانہ کار ہنے والا ہے۔"

"جی جی میں بھٹی پنڈ سے آیا ہوں۔ ادھر میرا بیو اب تک رہتا ہے۔" جمالہ بولا۔

"پنڈ کو چھوڑ کر دھر کیا کرنے آ گیا تو؟" میں نے پوچھا۔

"بس جی کیا کروں ایک مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔" وہ بولا۔

"کیسی مصیبت میں نے کر لیا۔"

"بات یہ ہے کہ جی ہم لوگ خاندانی خدمت گار لوگ ہیں۔ سارے پنڈ کی خدمت کرتی اور روٹی شوٹی کھاتی۔ ذات کے ہم نائی ہیں جی ہمارے پنڈ میں حجامت، استرے کا تو کاروبار چلتا نہیں کیونکہ زیادہ آبادی سرداروں کی ہے۔ ہم لوگ دھیں پکا کر اور کدو مت کر کے اپنا دھندا کرتے ہیں۔ مگر میرے گلے میں ایک مصیبت پڑ گئی اور مجھے پنڈ چھوڑنا پڑا۔" "بس جی کی وساں۔"

"ارے یار وہی تو پوچھ رہے ہیں کہ کیا مصیبت تیرے گلے پڑ گئی۔" روڈو کاکے نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ ہمارا گزارہ ہی خدمت کے ذریعہ پورا ہوتا تھا۔ ہمارا زمیندار سردار ہس کا ظالم آدمی ہے نام تو اس کا ہس کھ سنگھ ہے مگر ہم اس کو ہنستے نہیں دیکھا۔ میں اس کی خدمت شام کو روز مالش کرنے اس کے ڈیرے پر جاتا کے گھر کا کام دن بھر کرتا تھا۔ میرا بیو بھی اس کی رہتا تھا۔ ہم دونوں دوڑ دوڑ کر اس کے سارے کب جا کے روٹی نصیب ہوتی۔ میری ماں مر گئی اکلوتی اولاد تھا۔ گاؤں کی محنت اور آب و ہوا نے چڑھا دی تھی۔ میں کثرت کرنے کا بھی کچھ شوق میرا بدن بڑا خوب صورت تھا۔ تھا تو میں نائی کوئی عزت سے مجھے نہیں بلاتا تھا مگر پتہ نہیں جوان دھی کو کیا ہوا کہ وہ میرے چاروں طرف کی۔ بڑی کٹیلی نیار تھی جی۔ وہ بہانے بہانے قریب آ جاتی۔ آ ہستہ آ ہستہ وہ اور آگے بڑھنے ہاتھ پکڑ لیتی۔ کبھی بدن خارکھڑی ہو جاتی۔ میں جانتا تھا۔ ڈر کے مارے کانپ جاتا اور بھاگ وہ پیاسی نظروں سے میری طرف دیکھتی اور نگاہوں سے اس کا جواب دیتا۔ زبان سے منہ کھولتا۔ مگر دونوں طرف کے حال بیان کرتے۔ میں بھی سنتا وہ بھی سنتی اس نے زبان کھولی۔

"کب تک جلے گا اس آگ میں جلائے گا، بول جمالہ۔"

"میں کیا بتاؤں میرا تو نصیب ہی جلے گا۔"

"ایسا کرتے ہیں لدھیانہ سے نکل جا۔" وہ بولی۔

"یہ بہت مشکل کام ہے مجھ سے نہیں ہو گا۔" نے کہا۔

"ہمت پکڑ جمالہ، بزدل نہ بن۔ میں یہ کھل کر رہی ہوں اور تو مرد ہو کر پیٹھ دکھا رہا ہے۔" وہ بولا۔

"اچھا تو ہمارے ساتھ پنڈ بھٹی چلے گا۔" روڈو نے پوچھا۔

"نہ جی میں نہیں جاؤں گا۔ یہاں پر آرام سے دو روٹیاں کھا رہا ہوں۔ ادھر جا کے پھر مصیبت گلے پڑ گئی تو پھر میں کیا کروں گا۔" جمالہ نے جواب دیا۔

"تیرا اکیلا باپ کس طرح زندہ ہے تجھے پتہ ہے۔ تو کیسا بیٹا ہے کہ بوڑھے باپ کو اکیلا چھوڑ کر پیسوں کی بنسی بجا رہا ہے اس کے دکھ سکھ کو بھول گیا ہے۔ آخری عمر میں انسان کو اولاد کی ضرورت پڑتی ہے اور تو اپنے آرام کی خاطر باپ سے دور ہے۔ یاد رکھ ایک دن تجھے بھی بوڑھا ہونا ہے۔ تو جو بو رہا ہے وہی تجھ کو کاٹنا پڑے گا۔ خدمت بوئے گا تو خدمت ملے گی نہیں بوئے گا تو نہیں ملے گی۔"

"میں کیا بتاؤں سرکار میرے سینے میں کئی زخم ہیں۔" وہ بے چینی سے بولا۔

"بتاؤ، بتانے سے بوجھ کم ہوتا ہے۔ شاید ہم کوئی مدد تمہاری کر سکیں۔" روڈو کاکے نے کہا۔

"بہت بڑا ظلم یہ ہے کہ میں نے جو گناہ نہیں کیا تھا اس کی سزا ملی۔ گلی گلی پورے پنڈ میں میری رسوائی ہو گئی۔ دوسرا ظلم یہ کہ سردار کو نہ بے وفائی کی اس نے مجھے بزدل کہہ کر ٹھکرا دیا، اور ایک تیاگی سادھو کے ساتھ فرار ہو گئی۔ میرے ساتھ میرے بوڑھے بیو کو بھی پیسا گیا۔ ذلالت کی آخری منزل تک پہنچا دیا گیا۔ اب کیا منہ لے کر پنڈ جاؤں پھر نئی کہانی شروع ہو گئی تو میں پھر سے اسی عذاب میں پڑ جاؤں گا۔ زمیندار آج بھی میرا دشمن ہے۔" جمالہ نے بڑی درد بھری آواز میں کہا۔

"تمہاری بات اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں تمہاری عزت بحال ہو جائے تم پر جو الزام ہے وہ ختم ہو جائے۔ تم سر اٹھا کر اسی پنڈ میں پھر سے رہو۔" میں نے کہا۔

"یہ بہت مشکل کام ہے سرکار۔ یہ کس طرح ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ ناامیدی سے بولا۔

"ہاں تیری بات ٹھیک ہے۔ یہ اس لئے کہ میرا بیو غریب بندہ ہے۔ میرے بعد اس پر کیا گزرے گی [illegible] کر سکتا ہوں۔ تیرا ظالم باپ اس کا کیا حشر [illegible] سمجھتا ہوں۔ میں اپنی خواہشات کو پورا کرنے [illegible] کر سکتا کہ بیو کو جہنم میں دھکیل دوں۔ تو مجھے بزدل [illegible] اور جو مرضی آئے کہہ دے۔"

"تو نے میری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے میرا [illegible] رہا ہے ارے پاگلا میرے پاس اتنا روپیہ اور زیور [illegible] زندگی بھر عیش کرتا۔ پر تیری قسمت ہی کھوٹی ہے تو [illegible] روں کی غلامی میں ہی رہے گا۔"

اور وہ مجھ سے ناراض ہو گئی اور اس کے ٹھیک آٹھ [illegible] بعد ایک سادھو کے ساتھ فرار ہو گئی۔ "مجھے نہیں پتہ [illegible] سادھو کے ساتھ اس کے تعلقات کس طرح قائم [illegible] برا تو نا جانا زمیندار کے گھر کے اندر تھا اور ہم [illegible] قریب کئی دوسرے نوکروں نے بھی دیکھا تھا مجھ پر [illegible] کیا گیا مگر میں تو ایک دن کو بھی غیر حاضر نہیں تھا۔ [illegible] اس کھ سنگھ نے مجھ پر یہ ظلم کیا مگر میرا ایک ہی [illegible] تھا۔ آخر وہ تھک گیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ اس کی ایک [illegible] تھی کہ سادھو اپنی کٹیا سے غائب تھا اور ایک دو [illegible] نے کسی عورت کے ساتھ اس کو پنڈ سے جاتے بھی [illegible] تھا۔ میرا دل پنڈ سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ میرا بیو [illegible] کے ٹوٹ سے سہا ہوا تھا۔ میری وجہ سے اس کی [illegible] بدنامی میں گھر گئی تھی۔ میرے بیو کا خیال بھی یہ [illegible] پنڈ سے چلا جاؤں اور میں یہاں چلا آیا۔ پکا تو [illegible] روڈو بھاگ کر کے یہ نائی کی اور اللہ کا نام لے کر [illegible]" جمالہ خاموش ہو گیا۔

"تیرا گزارہ ہو جاتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"بس جی روپیہ دو، دو روپے مل جاتے ہیں۔ یہاں [illegible] میرے پاس آ جاتے ہیں۔"

"اب تیرا بیو کہاں ہے۔" میں نے پھر پوچھا۔

"پنڈ بھٹی میں ہی ہے اور زمیندار کی خدمت کرتا

"یہ ضرور ہوگا یہ کام ہم کریں گے۔ تم صرف ہمارے ساتھ چند چلو۔" رولو کا نے کہا۔

"میری تو سمجھ کام نہیں کر رہی حضور!" جمالہ نے کہا۔

"تم یہ چور سرکار کا کہنا بند کرو ہم تمہارے دوست ہیں جیسے تم ہو ویسے ہی ہم ہیں۔ تم صرف ساتھ جانے پر ہاں کرو اور پھر دیکھو حالات بند بخو د تمہارے سازگار ہو جائیں گے۔ تمہارے مصیبت کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو۔" رولو کا نے جمالے کی ہمت بڑھائی۔

"ٹھیک ہے جی آپ کہتے ہو تو میں ساتھ چلوں گا۔" جمالہ بولا۔

"شاباش تیاری کرو کل ہی چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔

☆☆☆

دوسرے روز ہی ہم تینوں لاری اڈے کی طرف جا رہے تھے۔ جگنی چند لدھیانہ سے دس بارہ میل پر تھا مگر راستہ بہت خراب تھا۔ صرف ایک لاری صبح کے وقت جاتی تھی۔ اس لاری میں آدمیوں کے علاوہ جانور بھی سوار ہوتے تھے۔ مرغی بکری اور نہ جانے کی اکی اس لاری میں سفر کرتا تھا۔

ایک دو جگہ یہ لاری خراب بھی ہوا کرتی تھی مسافروں کو دھکے بھی لگانے پڑتے تھے۔ مگر ہم جس لاری میں سوار ہوئے وہ پھٹتی ہی رہی اور دو گھنٹے کے بعد جگنی چند پہنچ گئی۔

اور ہم تینوں چند کی طرف چل دیئے۔ کئی آدمیوں نے حیرت سے جمالے کی طرف دیکھا ضرور لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا۔ دو تین گلیوں کو پار کرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے دروازے پر پہنچ گیا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے کسی کے کھانسنے کی آواز آ رہی تھی۔

جمالہ غور اندر چلا گیا اور اندر سے آواز دی۔ "اندر آ جاؤ بھائی یہاں پر کوئی زنانی نہیں ہے۔" میں اور رولو کا بھی اندر چلے گئے۔ صحن میں ایک نیم کا درخت کھڑا تھا۔ کی چھاؤں میں ایک چارپائی پڑی تھی اور اس پر ایک بوڑھا لحاف اوڑھے کھانس رہا تھا۔ جب ذرا اس کی کھانسی بحال ہوئی تو اس نے حیرت سے جمالے کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا۔

دونوں خاموش تھے۔ مگر بعض اوقات بے زبان بڑی معتبر زبان بن جاتی ہے۔ دونوں کے گلے شکوے ہو گئے تو جمالے نے کہا۔ "یہ میرے مہمان ہیں ابا۔ کام سے آئے ہیں۔ میرے پاس ہی رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے چند پر کیا کروں میں تو بیمار ہوں میں ان کی کیا خدمت کروں گا۔" بوڑھا بولا۔

"میں بوڑھے کے قریب چلا گیا۔ تیز دیکھی آنکھوں کی رنگت پر غور کیا۔ رولو کا نے بھی بوڑھے کو اچھی طرح دیکھا مگر خاموش رہا۔ میں جمالے کے باپ سے بولا اور بولا۔ "جمالہ تیرے باپ کو علاج کی ضرورت ہے۔ کچھ دواؤں کی ضرورت ہے۔ وہ دوائیں گاؤں میں نہیں ملیں گی مگر تو فکر نہ کر میں کچھ کرتا ہوں۔ میرا بیگ یہ دوائیں لے آئے گا۔" میں نے کہا۔

"وہ کہاں سے لے آئے گا۔" وہ حیرت سے بولا۔

"تو اس کی فکر نہ کر۔ یہ سب کر لے گا۔ تو بس جمالہ تیرے باپ کو تیری ضرورت تھی۔" میں نے

"میں بہت شرمندہ ہوں۔" وہ خجالت سے بولا۔

"اب تو ایسا کر کہ ایک کمرہ ہمارے لئے صاف کر، پانی وغیرہ کا بندوبست کر اور میں بندوبست کرتا ہوں۔" اشارے سے رولو کا میں نے قریب بلایا۔

رولو کا فوراً روانہ ہو گیا اور ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا کہ رولو کا بہت ساری جڑی بوٹیاں لے کر آ گیا۔ میں نے بوڑھے کو پہلی خوراک دے دی۔ جمالہ نے کھانا کر لیا تھا اور وہ کھانا پکانے میں لگا ہوا تھا۔ ہم تینوں

نے کھانا ساتھ ہی کھایا۔ بوڑھا دوا کھانے کے بعد سو رہا تھا۔

دروازے پر کسی نے آواز دی اور جمالہ باہر چلا گیا۔ چند ہی منٹ کے بعد واپس آ کر بولا۔ "زمیندار صاحب کا بلاوا ہے آپ دونوں کو بھی ساتھ چلنا ہے۔"

اور ہم دونوں بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئے اور ایک لمبے بندسردار کے ساتھ زمیندار صاحب کے مکان کی طرف چل دیئے۔ جمالہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ مگر میں اور رولو کا اطمینان سے جا رہے تھے۔ پورے گاؤں میں سب سے شاندار مکان یہی تھا۔ مکان کے چاروں طرف چار دیواری تھی اور ان ہرے بھرے کھیتوں کے درمیان سرخ اینٹوں کا یہ مکان سینہ تانے کھڑا تھا اس کی حفاظت کے لئے ہر طرف لمبے بندسردار میلی میلی پگڑیوں میں کھڑے تھے۔ چار دیواری کی اونچی سیڑھی پر ایک بہت بڑا دروازہ لگا ہوا تھا اور دروازے کے کواڑوں پر گول گول پیتل کی کیلیں چمک رہی تھیں اور رہنے والے مکینوں کی امارت کا ثبوت دے رہی تھیں۔ ہم دروازے پر پہنچے تو ایک اونچا سردار سرخ پگڑی والا آگے بڑھا اور بولا۔ "میرے ساتھ آ جائیے۔" اور اس نے دروازے پر تھپکی دی۔ بڑا دروازہ ایک جگہ رہا مگر اس میں سے ایک چھوٹا دروازہ نمودار ہو گیا ہم تینوں اور وہ سرخ پگڑی والا سردار اندر چلے گئے۔ وہاں بیشمار درخت اور پھولوں کے بوٹے لگے ہوئے تھے۔ کمرے کے سامنے سردار رک گیا اور بولا۔ "تو ایک منٹ میں تمہیں بتاتا ہوں۔" اور وہ اندر چلا گیا۔ "ایک منٹ کے بعد ہی وہ واپس آ گیا اور اس نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

ہم تینوں اندر چلے گئے۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تخت پر بیٹھا تھا اور اس تخت پر سفید چادر بچھی تھی تخت کے ساتھ ہی دو تین کرسیاں پڑی تھیں اور ان پر چار آدمی بیٹھے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ جو تخت پر بیٹھا ہے وہ زمیندار ہے۔ ہم تینوں کو اس نے بیٹھنے کا نہیں کہا اور کرارا آواز میں بولا۔

"ہوئے تو نے پھر چند میں آنے کی جرأت کیسے کیسے۔" جمالہ خاموش رہا۔ کرمی نے کہا۔

"زمیندار صاحب اس کے دوبارہ آنے میں کا تصور نہیں ہے۔ یہ ہمارے کہنے سے آیا ہے اور آ کے ہی کام سے آیا ہے۔"

"میرے کام سے!" وہ حیرت سے بولا۔ "کام ہے کہ مجھے ہی پتہ نہیں۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم ہو کون یہ دوسرا تمہارے ساتھ کون ہے۔"

"میں ایک حکیم ہوں اور یہ میرا ملازم ہے۔ مگر صرف حکمت ہی نہیں کرتے اور بھی بہت سے کام کر لیتے ہیں۔" میں نے سکون سے کہا۔

"اچھا اور کیا کرتے ہو۔ بتاؤ تو ذرا۔"

"گمشدہ چیزوں کا پتہ چلانا۔ ان کو برآمد کرانا اور چور کو حاضر کرنا۔" میں نے کہا۔

"میری تو کوئی چیز گم ہی نہیں ہوئی۔" وہ بولا۔

"اچھی طرح یاد کر لیں اگر یاد نہ آئے تو پھر میں دوں گا۔" میں نے کہا۔

"کر لیا یاد تم بتاؤ۔" وہ بولا۔

"آپ کی ایک بہت قیمتی شے چوری ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"اس شے کا نام تو بتاؤ۔" وہ بولا۔

"تمہاری عزت چوری ہو گئی ہے اور تم کہتے ہو کچھ چوری نہیں ہوا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو جانتے ہو کہاں کھڑے ہو۔"

"خوب جانتا ہوں اور جان بوجھ کر ہی آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"دل کرتا ہے تجھے کچھ مزا چکھاؤں اس بکواس کا۔" وہ غصہ سے بولا۔

"اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو ضرور کر لو۔" میں نے کہا۔ اس نے کسی کو آواز دی۔ ایک وہی سرخ پگڑی والا اور ایک اس سے بھی زیادہ تگڑا جوان اندر آ گئے۔ زمیندار نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ذرا ان کو سیدھا تو کرو۔"

READING SECTION
http://readingsection.blogspot.com

ساری حکمت تاک سے بہادو۔"

گمان میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ وہ ایسے کھڑے رہے جیسے انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ اس نے پھر زور سے حکم دیا مگر وہ دونوں کھڑے رہے۔ "او تک حراموں، میں کیا کہہ رہا ہوں۔ کیا مر گئے ہو۔"

"اور سب کو بلا لو کوئی تمہاری بات نہیں مانے گا۔" میں نے کہا۔

"تم نے کیا کر دیا ہے ان پر۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"تم طاقت کے نشے میں خود کو کیا سمجھتے ہو۔ ایک منٹ میں ساری ہوا نکل جاتی ہے۔ یہ دنیا ہے۔ تیرا یہ جتنی چند دنیا سے باہر نہیں ہے۔ میں تیرے دربار میں ایسے ہی تو نہیں آ گیا ہوں تیری بیٹی کو ایک سادھو لے گیا تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ تو نے بے گناہوں پر ظلم کے دروازے کھول دیئے۔ ارے بہادر تھا تو چور کو پکڑتا۔ اس کو سزا دیتا۔ تجھے یہ ایک غریب آدمی ملا جس کو تو نے پیس ڈالا۔" میں نے کہا۔

"یہ بتاؤ یہ لوگ میری بات کیوں نہیں مان رہے ہیں۔" زمیندار نے پوچھا۔

"اس لئے کہ ان کو پتہ چل گیا ہے کہ تم ایک نہ ایک روز ان کا بھی جمالے جیسا حشر کرو گے۔" میں نے جواب دیا۔

"ان کو کس نے یہ بات بتائی ہے۔" وہ بولا۔

"میں نے بتائی ہے۔ میری ایک دفعہ کی بتائی ہوئی بات سب مانتے ہیں۔ اگر میں تم کو کہوں کہ تم جنگلی پنڈ کی گلیوں میں ننگے ہو کر ناچو تو تم ایسا ہی کرو گے مگر میں تم کو یہ نہیں کہوں گا۔" میں نے کہا۔

"تم کوئی جادوگر ہو؟" وہ ڈر کر بولا۔

"تم جو نام چاہو دے ڈالو۔ مگر مطلب کی بات کرو۔ تمہاری بیٹی سادھو کے پاس ہے اور وہ سادھو جین میں رہتا ہے۔ اس کا نام سادھو رام لال ہے جاؤ اس سے اپنی بیٹی حاصل کر لو اور آئندہ کبھی کسی بے گناہ کو سزا دینے کی کوشش مت کرنا۔ اب ہم جاتے ہیں بلی بتانے کو تیرے پاس آئے تھے اور تو الٹا ہمیں [illegible]

"ٹھہر میری بات سنو!" وہ گڑگڑا کر [illegible]

"بولو کیا کہنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری مدد کرو میری بیٹی میرے [illegible] مجھ پر یہ احسان کر دو۔"

"تم نے آج تک کسی کی مدد کی ہے کسی کی کیا ہے۔ کسی پر رحم کیا ہے بولو۔" میں نے کہا۔

"میں اب تک اندھا تھا۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔"

"تمہاری عزت لٹ گئی تھی اس وقت تمہاری آنکھیں نہیں کھلیں۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ [illegible] کرو۔"

"میں غور کروں گا تم اپنے کردار سے یہ ثابت کرو کہ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں اندھے اور بے [illegible] کر آ گیا تو میں آ جاؤں گا میں جمالہ کے پاس [illegible] ابھی نہیں جا رہا ہوں گا۔" اور ہم حویلی سے باہر آ گئے۔ کسی نے ہم سے کوئی بات نہیں [illegible]

جمالہ نے جو دیکھا اور سنا وہ اس کے لئے [illegible] تعجب کی بات تھی۔ وہ اس بات سے [illegible] زمیندار کے کارندے اس کا حکم کیوں نہیں [illegible] زمیندار ہاتھ جوڑ رہا تھا منتیں کر رہا تھا یہ بات [illegible] سے اتری ہی نہیں تھی۔ گھر آتے ہی وہ [illegible] بیٹھ گیا۔

"میں بہت غریب آدمی ہوں [illegible] کروں میں نے جو سنا اور دیکھا وہ [illegible] ظالم آدمی وہ باتوں میں موم کی گڑیا بن گیا۔ [illegible] بیٹی کا پتہ کرنے کو گیا کیا نہیں کیا اور آپ سے [illegible] آپ کون ہیں اور مجھ پر اتنی مہربانی کیوں [illegible] میری اوقات کا پتہ ہے۔" جمالہ نے پوچھا۔

"تم نے جو سنا وہ حقیقت ہے اور [illegible] ہے اور آگے جو دیکھو گے وہ بھی تمہارے [illegible]

کی اور وہ مجرم بھی آ جائے گا۔" میں نے کہا۔

"میں ایک بنتی کروں اگر آپ مان لو تو۔" زمیندار بولا۔

"بولو!" میں نے کہا۔

"آپ میرے غریب خانے پر قیام کر لیں۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ!" میں نے کہا۔ "مجھے یہیں پر رہنے دو۔"

"میں نے صرف بنتی کی تھی۔ مرضی آپ کی ہے۔" زمیندار بولا۔

یہ ساری کارروائی میں نے کی مگر اس کارروائی کا مرکزی کردار رولو کا ہی تھا اور پس پردہ رہ کر اس نے وہی کام کیا جو میں کہتا گیا۔ اب صرف سریندر کور کو برآمد کرنے کا کام ہی رہ گیا تھا۔ سادھو رام لال مصرا اجین میں تھا یہ بات مجھے رولو نے ہی بتائی تھی۔ میں نے رولو کا سے پوچھا۔ "اب کیا کرنا ہے۔"

"سادھو رام لال مصرا اجین کے جس مقام پر ہے وہاں پر کچھ ایسی مخلوق نظر آ رہی ہے جو کہ جنات ہے نہ انسان، ان کے چال ڈھال اور انداز بھی الگ ہی ہیں۔ اس لئے اس کام کے بارے میں وقت مقرر نہ کرو ذرا تسلی سے یہ کام کرنا ہے۔ میں اس کے لئے جاتا ہوں۔ تم ولی چلے جاؤ میں وہیں پر آ جاؤں گا اور تم کو رپورٹ دوں گا۔"

"تم کس مخلوق کی بات کر رہے تھے۔" میں نے پوچھا۔

"رب کائنات نے اس دنیا میں نہ جانے کتنے قسم کی مخلوق پیدا کی ہیں۔ مگر سب کے درمیان ایک فاصلہ بھی رکھا ہے۔ اس فضائے بسیط میں رہنے والی مخلوق اپنے طریقہ پر رہتی ہے۔ انسان اپنے طریقہ پر اور جنات اپنے طریقہ پر ایک دوسرے کا تصادم نہیں ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک خوشبو اپنے اطراف میں محسوس کرتے ہیں یہ صرف چند لمحوں تک ہی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ شدید بدبو محسوس کرتے۔ یہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہوا کی کارروائی [illegible] ہوا کرنے والے نے سب کو برابر پیدا [illegible] ذات برادری ہم نے خود بنائی ہیں اور [illegible] کر سکتے ہیں۔ انسان اپنے اندر سے غرور [illegible] کو دور کر دے تو وہ خالص انسان بن جاتا ہے۔ [illegible] کے اندر کا انسان بیدار ہو گیا ہے وہ تم سے اور [illegible] سے ملنے ضرور آئے گا اور اب کھانے کا [illegible] کرو وہ آئے تو اس کو بھی ساتھ کھلانا ہے یہی اس [illegible] غرور سے چھٹکارا پانے کی کسوٹی بھی ہے۔"

نام ہوتے ہی پتہ چلا کہ زمیندار آ گیا ہے۔ میں نے زمیندار کو کہا جو پایا ہے پیڑ کے نیچے ایک چادر پر رکھ دے۔ اس کے پاکستانی کی پیالیاں اور پتیں تھیں وہی ساتھ لیتے ہوئے زمیندار کو اندر لے آیا۔ ایک لمحاتی لالٹین جل رہی تھی۔ میں دستر خوان پر بیٹھ گیا۔ میرے ساتھ [illegible] بھی آ گئے اور برابر میں زمیندار بھی بیٹھ گیا۔ [illegible] میں دال ڈال دی اور روٹیاں اٹھا کر سب [illegible] ایک ایک روٹی دی اور کہا سب کھاؤ۔ ہم سب کھانے [illegible] زمیندار ایک منٹ تک ساکت رہا اس کے بعد وہ بھی [illegible] روٹی کھانے لگا سب نے مل کر سب روٹیاں [illegible] ہاتھ دھو لئے۔ کھانے کے بعد میں نے کہا۔

"زمیندار تم نے زندگی میں ایسا کھانا کھایا بھی ہے؟"

زمیندار بے ساختہ جلدی سے بولا۔ "[illegible] جو [illegible] کھانے میں آیا ہے اس سے پہلے نہیں آیا۔" [illegible] کی وجہ تمہاری سمجھ میں آئی۔" میں نے پھر [illegible]

"نہیں آئی!" اس نے مختصر جواب دیا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے اندر ایک شیطان [illegible] کا شیطان تھا۔ دولت کا شیطان تھا۔ اپنی [illegible] شیطان تھا۔ اب وہ تمہارے اندر نہیں ہے اور تم ایک [illegible] انسان ہو اب تم ہر کسی کا دکھ محسوس کرو گے اور [illegible] انسانوں والا سلوک کرو گے۔ میں اب [illegible] کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ تمہاری لڑکی آ جائے

RE UNCOVERED
http://pakistanipoint.com

ہے وہی خوشبو اڑا کر لاتی ہے اور وہی بدبو لاتی ہے مگر حقیقت کیا ہے یہ ہم نہیں سمجھ پاتے۔ ہمارا سمجھ جس طرح بنایا گیا ہے اس طرح کا جسم کسی تخلوق کا نہیں ہے یہ سب سے افضل جسم ہے۔ اسی لئے کسی بھی تخلوق کو جسم اپنانے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ انسانی جسم ہی اپناتی ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں قسم کی پراسرار روحیں گردش کرتی رہتی ہیں۔ دن میں ایسا کم ہوتا ہے مگر رات میں روحوں کا سفر زیادہ ہوتا ہے اور جن تخلوقوں سے ہمارا واسطہ نہیں پڑتا وہ بھی رات کو ہی زیادہ فعال ہوتی ہیں۔ مگر حضرت انسان کو ان سب میں افضل اور طاقتور بنایا گیا ہے انسان اپنی عقل کی وجہ سے افضل ترین ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"رولو کا امین چلا گیا اور میں واپس چلی چلا آیا اور ایک مہینہ گزر گیا۔ میں چاہتا تو رولو کا کو بلا سکتا تھا مگر میں نے یہ مناسب خیال نہیں کیا۔ وہ ایک مشکل کام کرنے گیا تھا میں اس کو بلا کر بلاوجہ پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ڈیڑھ مہینہ کے بعد ایک عورت مطب میں آئی اور اس نے مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام سرسبز کور بتایا۔

"تم لدھیانہ شہر کی رہنے والی ہو۔" میں نے پوچھا تو وہ بولی۔

"میں لدھیانہ کے قریب ایک پنڈ جگنی کی رہنے والی ہوں۔"

"میں سمجھ گیا! تم زمیندار نس کھ سنگھ کی بیٹی ہو۔" میں نے کہا۔

"جی ہاں میں وہی ہوں۔" وہ بولی۔

"تم تو سادھو رام لال مصرا کے ساتھ گئی تھیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ درست ہے مگر میں اس کے ساتھ کس طرح گئی یہ بات کسی کو خبر نہیں ہے۔ وہ سادھو ایک بہت بڑا فراڈ تھا۔ اس نے مجھے پنڈ میں کہیں پر دیکھا تھا ــــ اور وہ صرف میرے لئے ہی پنڈ میں جم گیا تھا۔ میں جب جمالہ کی طرف سے مایوس ہو گئی تو ایک رات سادھو نہ جانے کس طرح رات کو میرے پاس آ گیا اور بولا۔ تو ہمارا پاسکی اول تو وہ مسلمان ہے دوسرے وہ بزدل ہے تیرے باپ سے دشمنی مول نہیں لے گا۔ میں تیرا ہوں سدا تیری خدمت کروں گا زندگی بھر اپنے دل کی بنا کر رکھوں گا۔" میں نے اس کی بے ڈھنگی صورت طرف دیکھا اس کے ننگے جسم کو دیکھا اور عمر کا اندازہ لگایا مجھ سے دوگنی عمر کا تھا۔ میں نے نفرت سے اس کو جواب دیا۔" نہ تو میری عمر کا ہے نہ تیری شکل اور عمر ایسی ہے کہ تو میرا پیار تجھے پسند کرے تو کس بھروسے میں منہ اٹھائے پھرتا ہے۔ میں تیرے منہ پر تھوکتی ہوں۔" میری بات سن کر غصے میں نہیں آیا ذرا بھی نہیں چڑا۔ میں اس کی اس حرکت سے اور زیادہ غصہ میں آ گئی اور میں نے واقعی اس کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کے بعد اس کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا اور اس نے نہ جانے کیا کیا کہ میں اس کے قدموں میں گر گئی۔ مجھے احساس تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں مگر میرے کنٹرول میں نہیں تھی۔ میں نے گڑگڑا کر اس سے معافی مانگی اور اس کے آگے سر خم تسلیم کر دیا۔ پھر وہ بولا۔

"تو میری غلام ہے کل سب کچھ جو تیرے پاس ہے لے کر لاری اڈے پر آ جانا۔" اور وہ چلا گیا۔ میرا دماغ کہہ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا میں نے ایسا کیوں کیا۔ میرا دماغ برا ہوا۔ میں نے اپنی عزت برباد کر دی اس کے باوجود میں نے اس کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگی وہ میرے سامنے نہیں تھا۔ مگر مجھے لگتا تھا وہ میرے بہت قریب ہے میری ہر حرکت اس کی نظر میں ہے۔ اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتی۔ میں جو کر رہی تھی اس کو غلط سمجھتی کر رہی تھی۔

دوسرے روز میں لاری اڈے پر موجود تھی وہ آ گیا اور ہم دونوں لدھیانہ آ گئے اس کے بعد جاری رہا اور ہمارا ٹھکانہ امین بنا۔ شاید آپ کو امین تیرتھ کا مقام ہے یہاں پر چشموں کا بہت ہے بہت دور دور سے لوگ یہاں پر تیرتھ کرنے

تاک میں تھے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گی کسی کو میری ضرورت نہیں ہے اور میں خود کسی کے قابل بھی نہیں ہوں پھر یہ زندگی بے کار ہے آؤ ختم کر لیتی ہوں مگر اس سے پہلے ہی

مندر کے دروازے پر مجھے ایک بوڑھا فقیر ملا وہ خود سے میرے قریب آ گیا اور بولا۔ "تیرا نام سرسبز کور ہے۔"

میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔ "ہاں میں وہی بدنصیب ہوں۔"

"تیرے برے دن کٹ گئے جا دلی چلی جا۔ وہاں پر لال کنواں ایک مقام ہے۔ حکیم وقار احمد تھے کو ملے گا وہی تیری پریشانیوں کا حل ہے اور میں نے دیکھا کہ جہاں فقیر کھڑا تھا وہاں پر نہیں تھا اور میں یہاں پر چلی آئی۔ میری آپ بیتی پر آپ کو اعتبار ہو تو آپ میری مدد کر دینا۔ میں اب زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ میرے پاس موت کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

سرسبز کور خاموش ہو گئی۔ وہ واقعی بہت کمزور نظر آتی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ رنگ کے دھبے پڑے ہوئے تھے اور جسم عمر کے اعتبار سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا تھا۔ "تم بیمار ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں بیمار ہوں۔ مگر میری بیماری کو آپ چھوڑیں۔ میں اب کیا کروں اس کا مشورہ دیں۔"

"تم خود کو اب بے آسرا مت خیال کرو۔ یہاں پر تمہارا نہ صرف علاج ہو گا بلکہ تم عزت کے ساتھ رہو گی۔ تم کو جس نے میرے پاس بھیجا ہے اس نے کسی بھروسے پر ہی تو بھیجا ہے۔" اور میں نے اس کی رہائش کا بندوبست اپنے پاس ہی کر دیا اور علاج شروع کر دیا۔ اس پر جو ستم ہوا تھا اس کے نقش مٹانا ضروری تھے۔ وہ آہستہ آہستہ صحت کی طرف واپس آنے لگی اور صرف ایک ماہ بعد وہ ایک بار پھر سے صحت مند نظر آتی تھی اس پر سے میں نے دواؤں کے ذریعہ وہ سارے نقش مٹا دیئے تھے جو اس کو سادھو نے دیئے تھے۔ وہ مجھے بھائی کہا کرتی تھی۔ میں بھی اس کا

اکثر ہم جن کی طرح کرتا تھا ایک دن میں نے اس کو کہا۔

"میں اگر ایک بھائی ہونے کے ناطے تم سے کچھ کہوں تو کیا تم میری بات مان لو گی۔"

"آپ نے مجھے نئی زندگی دی ہے عزت دی ہے میں آپ کی بات کیوں نہ مانوں گی۔" سریندر کور نے جواب دیا۔

"جوان بہنیں بھائیوں پر بوجھ ہوتی ہیں۔ میں نے اس بوجھ کو اتارنا چاہتا ہوں۔ بولو اپنی رائے دو۔" سریندر کور نے گردن جھکا کر خاموشی سے میری بات سنی۔ مگر بولی کچھ نہیں۔

میں نے پھر کہا۔ "دیکھو بہن یہ معاملہ ایسا ہے کہ میں اپنی مرضی تم پر نہیں چلا سکتا۔ اس کا فیصلہ تو تم کو خود ہی کرنا ہے۔" وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"آپ میرے بڑے ہیں جو فیصلہ آپ کریں گے میرے لئے وہی اچھا ہوگا مگر۔"

"آگے بھی بولو اس بات کی فکر نہ کرو کہ تم کیا کہہ رہی ہو دل کی بات ضرور کہو۔" میں نے کہا۔

"اب میں صرف جمالہ سے ہی شادی کروں گی۔" سریندر کور نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری پسند کا خیال رکھوں گا اب تم بے فکر ہو جاؤ آگے کا کام میرا ہے۔"

مجھے روڈوکا کا انتظار تھا اور میں خود سے اس کو بلانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر تین روز کے بعد ہی روڈوکا آ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "خیریت ہے بڑی دیر لگا دی۔"

"معاملہ ہی کچھ ایسا تھا۔" روڈوکا نے جواب دیا۔ "سادھو رام لال مصر انسان نہیں تھا۔ مگر انسانوں کا بہروپ بھرا ہوا تھا۔ دور سے میں بھی اس کو ٹھیک طرح نہیں پہچان سکا تھا۔ وہ ایک زمانے سے اسی روپ میں تھا اور وہی جادوئی کام کر رہا تھا جو دوسرے کرتے ہیں۔" روڈوکا نے کہا۔

"آخر وہ تھا کیا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک بت پرست جن تھا۔ اس لئے اس نے لوگوں کو پریشان کر رہا تھا۔ اس کے پاس بہت طاقت تھی۔ ایک تو وہ خود قوم جن سے، دوسرے شیطانی علوم بھی حاصل کر لئے تھے اس لئے خود کو بہت سمجھا تھا۔ اس نے خود کو اس طرح بنا لیا تھا کہ کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ میں خود بھی ذرا سا چکرا گیا تھا مگر میں نے پتہ چلا ہی لیا کہ وہ کس قبیلے کا جن ہے۔ پھر اس سے براہ راست ٹکراؤ نہیں کیا۔ دور دور سے نظریں رکھتا رہا اور پھر میں اس قبیلہ کے سردار کے پاس گیا۔ اس نے بتایا کہ ہمارا اس سے رابطہ نہیں ہے۔ مگر رابطہ کروں گا اور وہ خود سادھو سے ملا۔ میں نے اس کو کہا کہ سردار کو بتانے۔ وہ سردار بلا وجہ آدم زاد سے جھگڑا کرنے کا قائل نہیں تھا۔ سادھو کو اس نے باندھا وہ اپنا یہ روپ ختم کرے اور واپس چلے وہ اس پر راضی تھا اور سردار سے بھی لڑ پڑا۔ اس کے بعد سردار نے اسے گرفتار کر لیا اور لے گئے اور سریندر کو آزاد کر پھر میں نے اس کو تمہارے پاس بھیج دیا۔" روڈوکا نے ہو گیا۔

"جب وہ آئی تھی بہت سخت بیمار تھی۔ اس نے اس کے اندرونی اعضاء کو بہت نقصان پہنچایا تھا میں نے کہا۔

"ہاں مجھے یہ پتہ تھا اسی لئے میں نے اس کو راستہ بتایا تھا۔" روڈوکا بولا۔

"اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر ایک مسئلہ ہے۔" میں نے کہا۔

"بیمار کا ہی مسئلوں کو حل کرنا ہے۔" روڈوکا نے ہنس کر کہا۔

"وہ جمالہ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کرا دو، میں جمالہ کو پکڑ کر لے آتا ہوں۔" روڈوکا نے کہا۔

"بات کو سمجھنے کی کوشش کرو، جمالہ مسلمان

"دوسرے دن زمیندار رنجیس کھ سنگھ جمالہ اپنے باپ اور گنڈا سنگھ آ گئے۔ میں نے ان کو خوش بندوبست پہلے ہی کر لیا تھا۔ وہ پہنچ کر کھانے پر سب تھے۔ کھانے کے بعد میں نے زمیندار کو کہا۔ "آپ کو خیر نے بتایا ہو کہ سریندر کور یہاں میرے پاس ہے۔"

زمیندار رنجیس کھ سنگھ نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "حکیم صاحب آپ کے پاس یہ کب ہے اور کیوں ہے؟"

"ابھی چند یوم سے ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ ایک آفت ناگہانی میں گرفتار ہو گئی اور اپنی مرضی سے گئی نہیں تھی۔" اور میں نے اس پر گزری پوری کہانی بیان کر دی اور پھر اس کی بازیابی کو روڈوکا کے کردار سے آگاہ کر کے بتا دیا۔ وہ سب لوگ بڑے غور اور حیرت سے سنتے رہے۔ میری بات ختم ہوتے ہی زمیندار اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہائے میری بیٹی پر کتنی بڑی مصیبت آن پڑی اور میں اس کو ہی گناہ گار سمجھتا رہا۔ کہاں ہے وہ میں اس سے معافی مانگ لوں۔" زمیندار نے گلوگیر آواز میں کہا۔ میں نے سریندر کو آواز دی اور وہ کمرے کے اندر آ گئی اور اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ بڑا جذباتی منظر تھا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان بند تھی۔ ایک عرصہ سے رکا ہوا آنسوؤں کا سیلاب بڑی زوروں پر بہہ رہا تھا۔ سب لوگ اکٹ اس جذباتی منظر کو دیکھ رہے تھے آخر آنسوؤں کا دریا اپنی نارمل روانی پر آ گیا۔ سیلابی پانی بہہ گیا تو زمیندار کی آواز سنائی دی۔ "مجھے معاف کر دینا بیٹی میں تیرا گناہ گار ہوں۔"

میں دونوں کے درمیان آ گیا اور بولا۔ "تم دونوں بے گناہ ہو دونوں اپنی اپنی جگہ مجبور تھے اس لئے دونوں کو شرمسار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سریندر کور اپنے باپ کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے کمرے میں دیگر لوگوں پر نظر ڈالی اور وہ جمالے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ وہ زبان سے کچھ

"پھر کیا کرنا ہوگا۔۔۔؟" روڈوکا نے پوچھا۔

"جمالہ کو یا سریندر کو کسی ایک کو اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"تمہارے خیال میں کون یہ قربانی دے گا۔" روڈوکا نے پوچھا۔

"میرے خیال میں جمالہ تو ہرگز اپنا مذہب نہیں چھوڑے گا، یہ قربانی سریندر کو ہی دینا ہوگی۔" میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"اس کی وجہ؟" روڈوکا نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ مسلمان چاہے جتنا گناہ گار ہو اپنے مذہب سے بہت محبت کرتا ہے وہ کسی حالت میں مذہب نہیں چھوڑتا یہ میرا تجربہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے یہ معاملہ ان دونوں پر ہی چھوڑ دینا چاہئے۔" روڈوکا نے کہا۔

"یہی کرنا پڑے گا۔ تم جمالہ کو دلی سے لے آؤ اور اس کے باپ اور گنڈا سنگھ کو بھی ساتھ لے آؤ۔ فیصلہ ہو جائے گا جو بھی ہونا ہے ایک وقت میں ہی ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور روڈوکا روانہ ہو گیا۔ میرے سامنے کئی باتیں تھیں پہلی بات تو مذہب کا درمیان میں ہونا تھا، دوسری بات یہ تھی کہ سریندر کو ساد ھو کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہی۔ مانا کہ اس میں وہ بے قصور تھی مگر بعض مرد اس معاملے میں بڑے جذباتی ہوتے ہیں۔

میاں اور بیوی کے درمیان جھوٹ کی دیوار زیادہ عمر نہیں رہتی ایک نہ ایک دن اس کو گرنا ہوتا۔ میں سریندر کی شادی سے پہلے ہی گرانا چاہتا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ جمالے کو سارے حالات بتا دوں گا۔ تاکہ اس کے دل میں نہ رہے۔ اگر وہ سریندر کور سے شادی کرتا ہے تو اس کی اس خامی کو ضرور نظر انداز کر دے گا اگر اس نے شادی سے انکار کر دیا تو سریندر کور کو بھی پتہ چل جائے گا کہ جمالہ کے دل میں اس کی کتنی عزت و محبت

Free Online Library
www.freeurdumaterial.blogspot.com

"میرے لئے سریندر آج بھی ویسی ہے جیسی میرے دل میں اس کی عزت کم نہیں ہوئی مگر میں مسلمان ہوں۔ جب میں پیدا ہوا تھا مجھے کان میں آواز آئی تھی اس کا اثر زندگی بھر رہتا ہے۔ اور اذان کی تھی میں اس کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔ سریندر کور مجھے پسند کرتی ہے تو میں بھی اس کو بہت ہوں۔ میں اپنا مذہب اپنی پسند پر قربان نہیں کر سکتا۔" ہمالہ خاموش ہو گیا۔

میں نے دل میں اس کی بات جیت کو دیہاتی آدمی اور مذہب کے بارے میں اس خیالات وہ اچھی تعریف کے لائق تھا۔ معاملہ نازک موڑ پر آ گیا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اچانک سریندر کور کی آواز سکوت کو دور کر دی۔

"اگر اجازت دیں تو میں کچھ بولوں" اشارہ والد اپنے باپ کی طرف تھا۔

زمیندار نے فوراً کہا۔ "تیرے ہی فیصلے کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں۔"

"تو پھر میں اپنی مرضی سے مسلمان ہونا ہوں۔ میں نے زندگی میں جو تجربہ اٹھایا ہے جسمانی اذیت برداشت کی ہے..... اس کے بعد مزید کچھ برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔"

سب سے پہلے گنڈا سنگھ نے آگے بڑھ "مبارک ہو تم نے ٹھیک سوچا ہے۔" زمیندار نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ ہمالہ اور اس کے باپ کی ان کے چہروں پر دمک رہی تھی۔ اور اس طرح اس داستان ختم ہو گئی۔ شادی کا سارا بندوبست زمیندار کیا۔ بارات میرے گھر سے گئی اور ہم سب نے شرکت کی۔

میں نے کہیں پڑھا ہے کہ ایک

روڈولا کا گھر میں، تجربے میں اور علم میں مجھ سے بہت آگے تھا۔ مگر اس کا انداز بالکل طالب علموں والا تھا۔ سیکھنا رہت تھا ہر نئی چیز سے وہ کچھ نہ کچھ سبق حاصل کر تھا اور خود کو کبھی مکمل نہیں کرتا تھا۔ وہ اپنا وزن ا سامنے والے کا وزن کرتا تھا پھر کوئی فیصلہ کرتا تھا۔ حالانکہ اس کو ماورائی قوت حاصل تھی مگر وہ اس کا استعمال بڑی مجبوری کی حالت میں کرتا تھا۔ فاصلہ اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا مگر وہ میرے ساتھ سفر کرتا تھا۔ اس کا علم اور مشاہدہ لامحدود تھا مگر وہ خود کو ایک عام آدمی خیال کرتا تھا۔ کبھی اس لامحدود طاقت کو اپنی ذات کے لئے استعمال نہیں کرتا تھا اور اپنے کام خود انجام دیتا تھا۔ یہ تھا روڈولا میرا دوست۔

میں اس لئے تعریفیں نہیں کر رہا ہوں کہ روڈولا میرا دوست ہے۔ بلکہ اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ اس تعریف کے لائق ہے۔ وہ میرے ایک ایک اشارے کو، میرے چہرے کے تاثرات کو سمجھتا ہے۔ میری ہر بات کو وہ بغیر کہے بھی سمجھ جاتا ہے۔

گاڑی امرتسر کی طرح تیزی سے رواں دواں تھی۔ رات کا وقت تھا روڈولا حسب معمول نیچے بیٹھا تھا۔ اس کا طریقہ خیر وہ کا ہی تھا اور میں برتھ پر لیٹا تھا کہ اچانک روڈولا نے مجھے آواز دی۔ "حکیم صاحب!"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"جلدی کرو نیچے اتر آؤ۔" وہ بولا۔

"خیریت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں وقت کم ہے۔" وہ بولا۔

"میں فوراً نیچے کود پڑا۔ میرے کودتے ہی روڈولا میرے اوپر آیا اور بولا۔ "لیٹ جاؤ فوراً" میں حیران تھا مگر لیٹ گیا۔ اس کے بعد ایک بہت زور کا دھماکہ ہوا اور سامان گرنے لگا۔ کان پڑی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ہر طرف شور، چیخ و پکار، رونا، پیٹنا ہو رہا تھا اور خون ہی خون فرش میں بکھرا ہوا تھا۔ میرے اوپر روڈولا تھا اور میں اس کے نیچے بالکل محفوظ تھا۔ سارا ملبہ اور سامان روڈولا کے اوپر

READING SECTION
PAKSOCIETY.COM

گرا تھا۔ مگر وہ ٹھیک تھا۔ ڈبے کے سارے مسافر ہی طرح زخمی تھے یا مر گئے تھے۔ ہمارا ڈبہ کئی قلابازیاں کھانے کے بعد الٹا پڑا تھا۔ ایک شور تھا جو ہر طرف سے اٹھ رہا تھا۔ سینکڑوں مر چکے تھے اور ہزاروں زخمی تھے رات کا وقت، کسی کسی بوگی کی لائٹ جل رہی تھی ہر طرف ایک شور برپا تھا ہر کوئی اپنے پیاروں کو تلاش کر رہا تھا۔ جو زخمی تھے وہ کراہ رہے تھے اور مدد کو پکار رہے تھے مگر اندھیرے میں کسی کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ رولو کا اور میں دونوں ٹھیک تھے۔ ہم دونوں نے زخمیوں کو ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اسی بھاگ دوڑ میں صبح ہو گئی۔ ہم کو نہیں پتہ کہ سرکاری طور پر کیا ہو رہا تھا ہم تو اپنے طور پر جو کر سکتے تھے کر رہے تھے۔ ہم نے ایک قدم خدمت کا بڑھایا تھا۔ کیونکہ ہم صحت مند تھے۔ ہماری ضرورت ان مصیبت زدہ لوگوں کو تھی ہماری مدد کو اور لوگ آ گئے اور اس طرح یہ ایک ٹیم بن گئی۔ شام تک ہم سارے زخمیوں کو ایک مقام پر لا چکے تھے۔

جہاں گاڑی الٹی پڑی تھی وہ جگہ بڑی ہری بھری تھی۔ چاروں طرف کھیت ہی کھیت اور ذرا فاصلے پر ایک نہر بھی بہہ رہی تھی۔ بڑا خوب صورت علاقہ تھا۔ گیارہ بجے ایک دوسری گاڑی مدد لے کر آ گئی۔ اس میں ڈاکٹر تھے اور دوائیں بھی۔ اب ہمارا کام ختم ہو گیا تھا۔ سرکاری ایجنسیاں کام میں لگ گئی تھیں۔

میں نے رولو کا کو اشارہ کیا اور ہم دونوں نہر کی طرف چل دیئے۔ میرا اسٹری بیگ میرے پاس تھا۔ نہر پر پہنچ کر میں نے کہا۔ "ذرا جلدی بتا دیتے تم نے بہت دیر کی بتانے میں۔"

"مجھے پتہ ہوتا تو بتاتا نا۔ مجھے ایک منٹ پہلے ہی پتہ چلا تھا۔" رولو کا نے کہا۔

نہر پر دو دیہاتی بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ "بھائی یہ کون سی جگہ ہے۔"

"یہ سامنے چک گوبندہ ہے جی۔" ان میں سے ایک بولا۔

"امرتسر تو بہت دور ہے جی۔" وہ پھر بولا۔

"ارے بھائی وہی تو پوچھ رہا ہوں کتنی دور ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"تیس کوس تو ہو گا جی۔" وہ بولا۔

"تم یہاں کے رہنے والے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں جی میں چک گوبندہ کا ہی ہوں۔" وہ بولا۔

"یہاں پر کیا کرنے آئے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"کرنا کیا ہے جی، لوکی بتا رہے تھے رات کو زور کی آواز آئی تھی گاڑی الٹ گئی تھی۔ وہی دیکھنے آئے ہیں۔" دوسرا بولا۔

"تماشا دیکھنے آئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اونہی جی یہ بھی شوق تو ہوتا ہے۔" پھر بولا۔

"آپ دونوں بھی اسی گاڑی کے مسافر ہو۔" نے سوال کیا۔

"ہاں ہم بھی اسی میں امرتسر جا رہے تھے۔" نے کہا۔

"آپ دونوں تو ٹھیک ٹھاک ہو کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔" پہلا بولا۔

"ہم لوگ ٹھیک ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"چلو جی اچھا ہے ادھر تو بہت برا حال ہے۔ نہیں کتنے مر گئے ہیں اور کتنے زخمی پڑے ہیں۔ پتہ نہیں برس رہا ہے جی۔ میں تو ایک نظر ڈال کر ادھر آ گیا۔" پہلا بولا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی میرا نام بھجا ہے اور یہ سروج ہے۔" نے جواب دیا۔

"ارے بھائی پورا نام بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"دراصل میں میرا نام فاروق ہے اور یہ سروج ہے۔"

"ہاں اب پتہ چلا نا کہ تم مسلمان ہو اور یہ سکھ

"ہم دونوں دوست ہیں ہر جگہ ساتھ جاتے

مگر یہ کیسا سردار ہے کیس اور داڑھی تو اس کی ہے

میں نے ہنس کر کہا۔

"بس جی یہ میرا دوست ہے میری طرح ہی رہتا اس کی برادری نے بھی اس کو بہت برا بھلا کہا۔ مگر یہ ضد کا پکا ہے میری وجہ سے سب کو چھوڑ بیٹھا ہے۔" نے کہا۔

"واہ بھئی واہ دوستی ہو تو ایسی۔" میں نے تعریف کی۔

سروج میری بات سن کر خوش ہو کر بولا۔ "یہ میری ہے جی۔ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پاویں سب کو

"شاباش ہے بھئی۔" رولو کا نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہارے گاؤں میں مسلمان بھی میں نے پوچھا۔

"ایک تو میں ہی بیٹھا ہوں۔ میرا بھائی ہے ماں باپ نہیں ہے۔ دو گھرانے اور ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"دو چار دن ہم تمہارے گاؤں میں رہنا چاہیں تو رہنے کا بندوبست کر دو گے۔" میں نے فاروق پوچھا۔ "ہاں جی کر دیں گے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔"

"ہم چند دن رہیں گے اپنے کھانے اور رہنے کا بندوبست کریں گے۔" میں نے کہا۔

"ہم لوگ غریب ضرور ہیں مگر کھانے کا بوجھ نہیں آپ ہمارے مہمان ہو کر رہو گے۔" فاروق نے کہا۔

"نہیں فاروق پھر ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں

"بڑی کوشش کے بعد وہ کھانے کے پیسے لینے پر گئے اور ہم دونوں ان کے ساتھ چک گوبندہ آ گئے۔ بڑا تھا۔ فاروق کے علاوہ ایک اس کا چھوٹا بھائی اور بوڑھی والدہ تھی۔ گھر میں وہ سب کچھ تھا جو دیہاتی گھروں میں ہوتا ہے۔ دودھ کے لئے دو بھینسیں اور چ سات گھریاں، چارہ کاٹنے کی مشین اور گھر کے درمیا میں بڑا سا آنگن اس کے درمیان ایک جامن کا درخت فاروق نے بتایا کہ کچھ زمین بھی ہے وہ خود بھی کاشت کر ہے اور کچھ اس نے سروج کو دی ہوئی ہے۔

فاروق کا گھرانہ گاؤں کے کھاتے پیتے گھرانوں میں شامل تھا۔ ابھی شادی نہیں ہوئی۔ سربجت لوگ اس کو اپنی لڑکی دینے کو تیار تھے مگر وہ خود شادی پر تیار نہیں تھا۔ چک گوبندہ اچھا بڑا گاؤں تھا اس کے چاروں طرف زرخیز زمین تھی اور گاؤں کے لوگ بہت محنتی، ہر گھر میں جانور پلے ہوئے تھے۔ یہ ایک خوشحال گاؤں تھا، گاؤں کا زمیندار ایک سکھ تھا۔ اس کا نام زنبیر تھا۔ زنبیر سنگھ شادی شدہ جوان آدمی تھا۔ اولاد کوئی نہیں تھی۔ طبیعت کا نرم اور ہمدرد انسان تھا۔ عام زمیندار والی بات اس میں نہیں تھی۔ فاروق نے بتایا کہ بڑا دکھی آدمی ہے۔ "کیوں؟ دکھی کیوں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"شادی کو پانچ سال گزر چکے ہیں اور اولاد کوئی نہیں ہوئی۔ اور یہی دکھ بہت بڑا دکھ ہے۔ دوسرے اس کی ہمدردی اور انسان دوستی کا فائدہ اس کے رشتہ داروں نے بہت اٹھایا اور بہت سی زمین ہتھیا کر بیٹھے موج کر رہے ہیں اور وہ اپنی دولت کی وجہ سے خاموش ہے۔" فاروق نے بتایا۔

"دولت کی وجہ سے کیوں خاموش ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"جو زمین اس سے لی گئی ہے زبردستی وہ سب بیوی کے رشتہ دار بھائی بند ہی ہیں اور وہ اللہ کا بندہ خاموش تماشائی بنا ہوا ہے۔ بندے کو اتنا بھی شریف نہیں ہونا چاہئے۔"

"کوئی وجہ تو ضرور ہو گی؟" میں نے کہا۔

"خیر نہیں جی کیا وجہ ہے؟" فاروق بولا۔

"اچھا تم ایسا کرو ہماری ملاقات اس سے کرا دو۔"

میں نے کہا۔

"کرادوں گا، شام کو کل چلیں گے....." ہم دونوں دوسرے روز سردار زنبیر سنگھ کی حویلی میں اس کے سامنے بیٹھے تھے۔

زنبیر سنگھ بڑا اکڑیل جوان تھا۔ عمر چالیس کے درمیان ہوگی، مگر اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ اس کے چہرے سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے۔ میں نے اپنا تعارف کرایا۔ "سردار صاحب میں حکمت کرتا ہوں۔ میرا مطب دلی میں ہے اور یہ میرا ملازم خیرو ہے۔ گاڑی الٹ گئی تو ہم لوگ یہاں اتر پڑے۔ امرتسر جارہے تھے۔ آپ کے بارے میں سنا کہ آپ کچھ پریشان ہیں تو آپ کے پاس آگئے۔ دراصل ہم سیالانی آدمی ہیں کسی خاص آدمی یا خاص مقام پر نہیں جارہے تھے۔" میں نے کہا۔

"بہت اچھا کیا جی آپ نے کہ ہمارے گاؤں کو یہ عزت دی۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہم آپ کی خدمت کرکے بہت خوش ہوں گے۔" زمیندار نے اخلاق سے کہا۔

"سردار صاحب! ہم سفر کرتے ہیں اور بلاضرورت کار سفر کرتے ہیں۔ مگر یہ قدرتی بات ہے کہ ہم اکثر ان مقامات پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ہماری ضرورت ہوتی ہے۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ اس گاؤں میں بھی ہماری ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔

"حکیم صاحب آپ کی ضرورت تو ہر جگہ ہے۔ انسان بیمار بھی ہوتا ہے۔ جہاں بیماری وہاں پر آپ کی ضرورت۔" زمیندار نے جواب دیا۔

"بہت مناسب بات آپ نے کی ہے۔ مگر آپ اگر ناراض نہ ہوں تو ایک بات پوچھوں؟" میں نے کہا۔

"ضرور پوچھیں۔" وہ بولا۔

"مجھے آپ صحت مند نظر نہیں آرہے۔ آدمی صحت مند نظر آتا ہے مگر ہوتا نہیں، میری تجربہ کار نگاہیں بتاری ہیں کہ آپ جسمانی طور پر ابھی صحت کے مالک ہیں مگر کوئی نہ کوئی اندرونی بیماری آپ کو لگ گئی ہے۔ علاج وقت پر نہ ہوا تو آگے بہت مشکل ہوجائے۔" میں نے اپنی بات ختم کی۔

"ارے نہیں حکیم صاحب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" زمیندار خوش دلی سے ہنس کر بولا۔

"آپ کی مرضی ہے نہ بتائیں، مگر میرا تجربہ کہہ رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں آپ کے تجربے کو غلط نہیں کہہ سکتا۔" سنگھ نے جواب دیا۔

"اچھا یہ بتائیں آپ کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟" رولو کا نے پہلی بار سوال کیا۔

"پانچ سال گزر چکے ہیں۔" زمیندار نے جواب دیا۔

"آپ کی کتنی اولاد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک بھی نہیں۔" وہ اداسی سے بولا۔

"اس کی وجہ کیا آپ نے اپنا اور اپنی بیوی کا علاج کرایا ہے۔ اولاد کے لئے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے نہیں کرایا اور نہ ہی وہ اس پر تیار ہوئی۔" زمیندار نے جواب دیا۔

"میرا تجربہ کہتا ہے کہ آپ تندرست آدمی ہیں۔" میں نے کہا۔ زمیندار خاموش رہا تو میں نے کہا۔

"معاف کرنا زمیندار صاحب بہت سے معاملات میں انسان بے بس ہوتا ہے۔ یہ کوئی شرم کی بات نہیں۔ انسانی رشتہ سے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ ہے کہ میں کسی کو بھی تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا۔ مناسب خیال کریں تو اپنی پریشانی مجھے بتائیں شاید کچھ کرسکوں۔" میں نے کہا۔

زمیندار بہت اداس ہوگیا۔ بڑی کرب ناک آواز میں بولا۔ "میری بیماری ایسی نہیں ہے کہ کوئی حکیم یا ڈاکٹر علاج کرسکے۔"

"بتاؤ تو شاید کوئی طریقہ میرے پاس ہو۔" میں نے کہا۔

"بہت لمبی کہانی ہے حکیم صاحب۔" وہ کمزور آواز میں بولا۔

"میں اس کہانی کے لئے سننے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"حکیم صاحب آپ پہلے آدمی ہو، جس کو میں اپنا دکھ سنا رہا ہوں۔ میں واقعی بہت دکھی ہوں، دراصل کچھ فیصلے انسان کے نہیں ہوتے۔ انسان ایک فیصلہ کرتا ہے اپنے مطلب کا، مگر قدرت کا فیصلہ کچھ اور ہوتا ہے اور وہی فیصلہ فائنل ہوتا ہے۔ میرے ماموں کی زمینداری لاہور کے نزدیک ہے۔ بہت بڑا زمیندار ہے۔ شکار کا بہت شوقین۔ اس کا بس چلے تو وہ ہمیشہ جنگل میں ہی پڑا رہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہی اس لئے تھا کہ اس کے ساتھ جنگل میں شکار کرسکوں۔

بات سات سال پرانی ہے۔ میں اور میرا ماموں جنگل میں شکار کی تلاش میں بھٹک رہے تھے۔ ہمارے ساتھ دو ملازم بھی تھے۔ شام کا وقت تھا جنگل میں ہونے کا تھا۔ ماموں نے کہا۔ "اب واپس لوٹنے کی کرو۔ یہ علاقہ رات میں بہت خطرناک ہوجاتا ہے۔"

وہ ایک ماہر شکاری تھا دوسرے وہ اس جنگل کے چپے چپے سے واقفیت رکھتا تھا۔ ہم لوگ واپسی کے لئے مڑے ہمارے آگے دونوں ملازم تھے۔ کچھ دور جاکر ملازم ڈر کر پلٹ پڑے۔ ماموں نے پوچھا کیا ہوا۔

ایک بولا سرکار کالا سانپ ہے۔ راستے میں بیٹھا تھا۔ اس لئے اس مقام پر کچھ اندھیرا سا تھا۔ ٹھہرنے سے فوراً تاریخ ٹالی اور ملازم کے اشارے پر روشنی ڈالی۔ وہاں پر واقعی ایک بہت بڑا کالا سانپ اٹھائے کنڈلی مارے بیٹھا جھوم رہا تھا۔ میں نے ملازم کو پچکارا اور کندھے سے بندوق اتار کر اس سے فائر کردیئے سانپ کے پرخچے اڑ گئے ہم آگے بڑھ گئے۔ شکار میں ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں یہ کوئی نئی بات یا انہونی بات نہ تھی جس کو میں یا ماموں یاد رکھتے۔ مگر یہی بیزاری میری مصیبت کے لئے۔ یہیں سے میری پریشانیاں شروع ہوگئیں۔ میں واپس چک گوبندو چلا آیا۔ میرے ماموں کی لڑکی سے میری منگنی ہوچکی تھی اور شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں کہ پتہ چلا کہ میری ہونے والی دلہن کو سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مرگئی۔ وہ میری بچپن کی محبت تھی۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ وہ مرگئی ہے۔ ابھی دو دن نہیں گزرتے تھے کہ چک گوبندو میں میرے باپ کو بھی کسی بہت زہریلے سانپ نے کاٹ لیا اور چند منٹ میں وہ ختم ہوگیا۔ باپ کے بعد سارا بوجھ میرے کاندھوں پر آگیا۔ مجھے اب تک پتہ نہیں تھا کہ دونوں موتیں انتقامی جذبہ سے ہوئی ہیں۔ مگر جلد ہی مجھے پتہ چل گیا۔

ایک بنجاروں کا گروہ گاؤں سے باہر ڈیرہ ڈالے پڑا تھا۔ میری یہ عادت شروع سے رہی ہے کہ میں ہر اس آدمی سے ضرور ملتا ہوں جو میرے گاؤں میں آتا ہے۔ اس اجنبی کی ضرورت پوری کرتا ہوں اور اسی میں مجھے خوشی ملتی ہے۔ میں بنجاروں کے اڈے پر چلا گیا۔ ایک عورت مجھے نظر آئی۔ میں اس کے قریب چلا گیا تو وہ بولی۔ "چل بھاگ اپنا رستہ لے کیوں آیا ہے۔" اس کی آواز میں بڑی نفرت تھی۔ میں حیران رہ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "تم مجھ سے کیوں بیزار ہورہی ہو۔ میں تو تمہاری ضرورت پوچھنے آیا ہوں۔"

"تو کیا ضرورت پوری کرے گا تو خود ہتھیارہ ہے۔ قاتل ہے۔" وہ نفرت آمیز لہجے میں بولی۔

"تم کو شاید کوئی غلط فہمی ہورہی ہے میں اس گاؤں کا زمیندار ہوں۔ تم لوگ میرے گاؤں میں ٹھہرے ہو تو میرا فرض ہے کہ تمہاری خدمت کروں۔ یہی سوچ کر میں تمہارے ڈیرے پر آیا ہوں۔" میں نے محبت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"مگر اس کا غصہ کم نہ ہوا۔ وہ پھر بولی۔ "تو کچھ بھی کرلے تیرے برے دن آگئے ہیں۔" اور نفرت سے اس

READING CORNER
Pakistanipoint.com

نے زمین پر تھوک دیا۔ میں نے اس کی نفرت اور ذلت آمیز رویہ کو برداشت کیا اور خاموشی سے واپس چلا آیا۔ رات کو وہ بخارے چلے گئے۔ میں بھی اس بات کو بھول گیا۔

اس کے بعد گاؤں میں سانپوں کے کاٹنے کی وارداتیں ہونے لگیں۔ حالانکہ ہمارا گاؤں سانپوں سے پاک تھا اور سالوں میں بھی کوئی واردات نہیں ہوتی تھی۔ اب ہر دوسرے تیسرے روز ایسا ہونے لگا۔ سب ہی حیران تھے کہ اچانک یہاں پر سانپ کہاں سے آ گئے۔

میرا فرض تھا کہ میں کچھ کروں۔ میں نے سپیروں کی تلاش شروع کر دی اور ایک سپیروں کے خاندان کو لے آیا۔ ان کو زمین دی اور آباد کر دیا۔ وہ خاندان نسل در نسل سانپ پکڑتا اور اس کا زہر اور سانپ فروخت کرنے کا کام کرتا تھا۔ اس خاندان کا سربراہ ایک بہت بوڑھا سپیرا تھا اور اپنے کام کا ماہر مانا جاتا تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے جو کہ ماہر سپیرے تھے۔ دو تو شادی شدہ تھے ان کے بچے بھی تھے اور وہ بھی کنوارے تھے۔ مگر وہ بھی سانپ پکڑتے تھے۔ ان کے نزدیک سانپ ایک کھیل تھا وہ بڑی مہارت اور بظاہر آسانی سے سانپ پکڑ لیا کرتے تھے۔ میں نے ان کو ہر آسانی دی۔ ان کو وہ زمین جس پر ان کو آباد کیا بلا قیمت ان کے نام کر دی۔ ان کے رہائش پانی کا پورا بندوبست کر دیا۔ کام صرف یہ دیا کہ گاؤں میں ایک بھی سانپ نہ رہے۔ دوسرے ہی روز سے انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور کئی سانپ پکڑ لئے۔ وہ سب بھائی صبح سے ہی اپنا کام شروع کر دیتے تھے۔ آٹھ روز میں بیس سانپ وہ پکڑ چکے تھے۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ جو سانپ بھی وہ پکڑیں۔ اس کو گاؤں میں نہیں رکھیں گے۔ میری اس شرط کی وجہ سے وہ تمام سانپوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس خاندان نے سینکڑوں سانپ پکڑے اور گاؤں سے باہر لے جا کر فروخت کر دیئے۔ ان کے آنے سے دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ وہ سانپ کے کاٹنے کا علاج بھی کر لیا کرتے تھے۔ میں ان کے کام سے بہت خوش تھا۔ ان کو ان کی ضرورت سے زیادہ ہی دیا کرتا تھا۔ وہ خاندان بھی بہت خوش تھا۔

اچانک ایک دن ان کا سردار بوڑھا سپیرا میرے پاس آیا اور اس نے کہا۔

"سرکار اب ہم اس گاؤں میں نہیں رہیں گے۔"

میں نے حیرت سے پوچھا۔ "کیوں تم کو کوئی تکلیف ہے کسی نے کچھ کہا یا تم کو پریشان کیا ہے؟"

"نہیں سرکار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے ہمارا بہت خیال رکھا ہے۔" وہ بولا۔

"پھر کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"بات ایسی ہے کہ میں آپ کو تو بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔" وہ بولا۔

"بتاؤ تو شاید کچھ سمجھ میں آ جائے۔" میں نے کہا۔

"سردار صاحب بات یہ ہے کہ سانپوں کی ایک دنیا ہے۔ ہماری آپ کی طرح، وہاں پر بھی ایک بادشاہ ہے اور اس کی رعایا ہے۔ ہم جو سانپ پکڑتے ہیں وہ سانپ ہوتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی کسی خاص سانپ سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ ہمارا علم جس قدر ہے اگر وہ سانپ سے زیادہ علم کا مالک ہوتا ہے تو ہم بے بس ہو جاتے ہیں اور وہ سانپ ہم پر وار کر جاتا ہے۔

اس کا وار اتنا کاری ہوتا ہے کہ ہمارے سب راستے بند ہو جاتے ہیں۔ جس طرح انسان کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ الگ الگ رنگ اور چہرے الگ الگ رہنے اور کھانے کے ڈھنگ ہیں ان سانپ بھی ہیں۔ میں نے زندگی میں ہزاروں سانپ دیکھے ہیں اور پکڑے ہیں۔ مگر آپ کے گاؤں جس سانپ سے میرا واسطہ پڑا ہے یہ سب سے نرالا ہے۔ میں نے اس کی فوج کے بہت سانپ گاؤں بدر کر دیئے۔ میں نے کسی ایک سانپ کو مارا میں سانپ کو کبھی نہیں مارتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کے سامنے زندہ بیٹھا ہوں۔

وہ سانپ اسی گاؤں میں موجود ہے اور اس کا زہر چکا ہے اور اس کے زہر کو آپ نے مارا ہے اس کا انتقام بہت بھیانک ہوتا ہے۔ اس نے مجھے صاف کہہ دیا ہے کہ میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں ورنہ وہ مجھ سے بھی انتقام لے گی۔ اسی لئے میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔ میرا دل جانے کو نہیں کرتا اپنے خاندان کو بچانے کی خاطر مجھے جانا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ ناگن بہت بڑی بلا ہے۔ میں تو کیا میرے سپیرے بھی اسے قابو نہیں کر سکتے۔ میں آپ کے حق میں صرف دعا کر سکتا ہوں اور آپ نے جو کچھ ہمارے لئے کیا میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

اور سپیروں کا وہ خاندان بڑی خاموشی سے چلا گیا۔ اس خاندان کے چلے جانے کے بعد گاؤں میں کسی کو سانپ نے نہیں کاٹا اور لوگ سکون سے رہنے لگے۔ میں بھی سکون محسوس کرنے لگا۔ ماموں کی لڑکی تو مر چکی تھی مگر دوسری شادی کی بڑی فکر تھی۔ انہوں نے ایک رشتہ بھیجا اور مجھے ساتھ لے کر گئے۔ لڑکی والوں نے پسند کر لیا اور شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ مگر پھر کہانی دہرائی گئی اور شادی سے ایک ہفتہ پہلے میری ہونے والی دلہن چھت سے گر کر مر گئی۔ اس کی ماں نے بتایا کہ وہ کی تیز سے ڈر کر بھاگی تھی اور گر گئی۔

تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا اور چوتھی بار کے بعد میں نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی بے گناہ لڑکی کی سزا کسی بے گناہ کو ملے۔ مجھے سپیرے کی بات پر یقین آ گیا تھا کہ وہ ناگن گاؤں میں ہے۔ اس کو میں نے مارا ہے۔ میں نے صرف ایک ہی ناگ کو مارا مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہی ناگ اس ناگن کا ناگ بھی مجھ سے بدلہ لے رہی تھی۔ ابھی تک تو صرف وہ شادی میں رکاوٹ ڈال رہی تھی آگے نہ جانے اور کیا کر سکتی۔

میں ڈرپوک آدمی نہیں ہوں۔ مگر جو انوکھے سے میرے ساتھ ہو رہے تھے اگر دشمن کوئی انسان ہوتا تو اس کا پورا مقابلہ کرتا۔ مگر میرا دشمن تو کسی بل میں تھا اور وار پر وار کر رہا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کو میرے بارے میں سب کچھ پتہ تھا اور میں اس سے بے خبر تھا۔ میں اس سے کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ وہ اپنے دشمن کی ہر حرکت سے واقف تھی اور میں اندھیرے میں تھا۔ وار پوری طرح مجھ پر پڑ رہا تھا اور میں اپنے بچاؤ میں کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔ کتنا بے بس و لاچار تھا میں۔ میں نے ایسے لوگوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا جو سانپوں کے بارے میں جانتے ہوں۔ ایک دو ایسے ملے بھی مگر انہوں نے گاؤں میں رہنا بھی پسند نہیں کیا اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ بھائی بہت بھاری پتھر ہے۔ ہم نہیں اٹھا سکتے۔ اسی سال گزر گیا۔ میں اپنی شادی کی طرف سے مایوس ہو گیا تھا میں اور بہت سے زمینداروں کی طرح نہیں۔ گاؤں کی لڑکیاں میری بہن کی طرح تھیں۔ میں نے کبھی کسی لڑکی عورت پر بری نظر نہیں ڈالی۔ سارا گاؤں مجھ سے واقف تھا۔

ایک سال کے بعد ایک رشتہ گاؤں سے آیا۔ چند کو ایک بیوہ عورت گاؤں میں رہتی تھی۔ اس کی بیٹی امرتسر میں رہتی تھی وہ مر گئی تو اس کی لڑکی اس کے پاس آ گئی اور اسی کے لئے ہر چند نے میرے لئے بات چلائی۔ کیونکہ میرے بارے میں وہ اور سب گاؤں والے جانتے تھے کہ میں چھوٹے بڑے پر یقین نہیں رکھتا۔ میں سب کو برابری کا درجہ دیتا ہوں۔ ماموں کو بلایا گیا اور ماموں نے بات پکی کر دی۔ لڑکی کے بارے میں ماموں نے بتایا کہ پتر تیرے گھر چاند اتر آئے گا۔ اتنی سوہنی کڑی میں نے پوری چند میں نہیں دیکھی۔ تو بڑا نصیب والا ہے کہ یہ کڑی خود بخود تیرے پاس آ گئی اور نہ جانے انہوں نے کتنی تعریفیں کر ڈالیں۔

ان کے علاوہ بھی پورے گاؤں نے اس کے حسن کے طور باندھ دیئے۔ میں بھی خود کو بڑا خوش نصیب خیال کرنے لگا۔ اس شادی میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی اور وہ میری دلہن بن کر آ گئی۔ میں بہت خوش تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تو میں حیران رہ

گیا۔ وہ میرے خیال سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ میں انسان تھا، میرا اس سے متاثر ہونا لازمیت تھا۔ جو لوگ حسن سے متاثر نہیں ہوتے میرے خیال میں وہ غیر انسانی صفات کے مالک ہوتے ہیں۔ میں اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ وہ مسکراتی رہی۔ ایک دلفریب مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیلتی رہی۔ ہر عورت مسکراتی ہے مگر مسکرانا بھی ایک آرٹ ہے۔ ہر کسی کی مسکراہٹ ایسی نہیں ہوتی کہ آدمی اس پر جان نچھاور کردے۔ مگر پریت کور کی مسکراہٹ ایسی تھی کہ انسان زندگی بھر دیکھتا رہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ خود چل کر میرے پاس آ گئی۔ اس کے چلنے کا ایک خاص انداز تھا۔ وہ بڑی نزاکت سے لہرا کر چل رہی تھی۔ مسکراہٹ اب بھی اس کے لبوں پر کھیل رہی تھی۔ وہ جتنی حسین تھی اگر بات بھی ویسی ہی کرتی تو میری جان بھی اس کے لئے حاضر تھی۔ اس کی آواز اور الفاظ اس کے سراپے سے میل نہیں کھاتے تھے۔

"دیکھ لے زنبیر سنگھ اچھی طرح دیکھ لے۔ میں وہی ہوں جس کو تو نے بیوہ کیا تھا۔ میں تیری حویلی تک آ گئی ہوں۔ میں چاہتی تو تجھے مار ڈالتی مگر میرا انتقام ذرا دوسری قسم کا ہے۔ میں تجھے ماروں گی نہیں، تڑپاؤں گی، تو روز مجھے دیکھ کر ترسے گا۔ یہی میرا انتقام ہے۔" میں سمجھ چکا تھا وہ کون ہے مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے جسم کی قوتیں اپاہج ختم ہوگئی ہیں۔ پاؤں جہاں تھے وہیں پر جمے رہے پتہ نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔ بس ایسا لگ رہا تھا کہ میں اپنی مرضی سے ہل نہیں سکتا۔ میری دہشت زدہ نگاہیں اس کو دیکھ رہی تھیں اور اس کی قاتل مسکراہٹ میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ وہی مسکراہٹ جو کچھ دیر پہلے مجھے انتہائی حسین لگ رہی تھی اب مجھے زہر میں بجھی معلوم ہوتی تھی۔ انسانی احساسات کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ پریت کور کا حسن میری جان مانگتا تو بھی شاید منع نہ کرتا۔ مگر اب وہی پریت کور مجھے نہایت بدصورت ناگن نظر آ رہی تھی۔ حالانکہ اس کا روپ اپنی جگہ وہی تھا۔ وہی انداز سے کھڑی تھی اور اس کے لبوں پر وہی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ میں نے سوچا کاش وہ اپنے بارے میں نہ بتاتی۔ کاش مجھے اصلیت پتہ نہ چلتی۔ مگر یہ کاش ہی تو سارے کام ہے۔ میری بدنصیبی کا آغاز تو بہت پہلے ہو چکا تھا اس مقام پر آ چکا تھا جہاں پر میرا دشمن مجھ پر غالب تر

"خوب سوچ لے زنبیر سنگھ میں تیری بیوی میں کون ہوں کیا ہوں یہ صرف تجھ کو پتہ ہونا چاہئے۔ راز میں کوئی شریک نہیں ہونا چاہئے۔ تو میری طاقت واقف نہیں ہے۔ یہ سمجھ لے کہ تیری یہ بستی کھنڈر بن جائے گی تو جس کو راز میں شریک کرے گا اس کی بھی سات پشتیں میرا انتقام بھگتیں گی۔ تو نے میرے ناگ کو اس وقت تھا جب وہ اپنی تپسیا پوری کرنے والا تھا۔ تو نے بہت ظلم کیا ہے۔ جیسا کہوں وہ کرتا جا۔ مجھے غصہ نہ دلا مجھے میرا جوڑا یاد نہ کرانا۔ میں آگے کیا کروں گی یہ نہیں ہے۔" "میں بت بنا ہوا تھا اور صحیح سمت سے

اب ہر رات میری حاضری اس کے ہوتی ہے۔ وہ ہزاروں میں ایک بن کر میرے سامنے ہے اور میں صرف اس کا دیدار کرتا ہوں۔ میں اس تنگ آ گیا ہوں مگر کیا کروں ڈیوٹی پوری کرنا پڑتی میں نے تم کو سب کچھ بتا دیا۔ اب پتہ نہیں میرا کیا ہوگا۔ اس کو میری سب بات پتہ چل جاتی ہے۔ یہ کیسی چل جائے گی۔ مجھے افسوس یہ ہے کہ میرے اس کے انتقام کا نشانہ بن جاؤ گے۔ میں نے کو اس راز میں شریک اس لئے بھی نہیں کیا تھا۔

اور زنبیر سنگھ خاموش ہوگیا۔ اس کے ہوتے ہی روپو کا آ گیا اور بولا۔ "زنبیر سنگھ اس میں بھی شریک ہوں۔ میں نے بھی تمہاری سن لی ہیں اور تم کو سن کر تعجب نہیں ہوگا کہ تمہارے بھی سب کچھ سن لیا ہے۔ وہ بھی یہیں پر ہے اور سارے فوج بھی گاؤں بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ مگر بیکار ہوگئی ہے۔ تمہارا دشمن طاقت کے نشے میں دولت اور طاقت کا نشہ جس پر چڑھ جاتا ہے وہ خود کی پجاری کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ پجاری اس کی

چھوڑتی ہے۔"

اور پھر روپو کا نے ایک غیر متوقع عمل کیا۔ بجلی کی سی تیزی سے اس نے چھلانگ لگائی اور ایک بڑی سی تصویر کے فریم کے پیچھے ہاتھ ڈال کر ایک سانپ پکڑ لیا اور بولا۔ "تو کیا سمجھتی تھی، تو میری نظروں سے بچ جائے گی۔ میں تجھ سے پوشیدہ تھا مگر تو مجھ سے پوشیدہ نہیں تھی۔ میں انسان ہوں اور تو ایک کیڑا ہے اگر کیڑے انسانوں پر حکم چلانے لگیں گے تو دنیا کا نظام الٹ جائے گا۔ اور وہ تیری فوج جس کو لے کر تو آئی ہے وہ سب چلے گئے۔ اب گاؤں میں تیری برادری کا کوئی نہیں۔ میں نے سب کو واپس روانہ کر دیا۔ اب تو بول تیری کیا مرضی ہے۔" اور روپو کا نے اس کو زمین پر چھوڑ دیا۔ وہ ناگن چند منٹ اسی حالت میں پڑی رہی پھر اس نے جون بدلی اور جون کے روپ میں آ گئی۔ مگر اب اس میں حسن نہیں تھا وہ ایک بڑی بڑی عورت معلوم ہوتی تھی وہ خاموش کھڑی تھی۔

روپو کا نے کہا۔ "کہاں گئی تیری طاقت، کچھ کھیل تماشہ دکھا تو نے تو چندن اور صندل کے درختوں پر لٹک کر سہسال تپسیا کی ہے۔ اپنی جون بدلنے کی طاقت حاصل کی ہے مگر تیرا خیال تھا تو انسانوں پر حکومت کرے گی۔ تجھے پتہ نہیں تھا کہ حضرت انسان سب مخلوق میں افضل ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تو بھی جون بدل کر عورت بن گئی کیوں نہ بنی۔ تو پھر بھی نہ بھی اور معمولی سی طاقت نے تجھے کنڈھا کر دیا تو ایک بے گناہ شخص کے پیچھے پڑ گئی۔

"یہ بے گناہ نہیں ہے اس نے میرا جوڑا مارا ہے۔" وہ بات کاٹ کر بولی۔

"وہ اس کے راستے پر آ گیا تھا وہ بھی طاقت کے نشے میں دھت تھا۔ موذی کو مارنا جرم نہیں ہے۔ اگر یہ نہ مارتا تو وہ ان کو مار دیتا جس کو موقع ملا اس نے وار کر دیا۔"

"مگر یہ قاتل ہے۔ میں اس کا انتقام لوں گی۔" وہ نفرت سے بولی۔

"یہ تیری بھول ہے۔" روپو کا نے کہا۔

"میری طاقت کا اندازہ تجھ کو بھی نہیں ہے۔ میرے ایک اشارے پر ہزاروں سانپ گے۔" وہ غصہ سے بولی۔

"تو پھر تو کیوں باتیں کرنے لگی ہے ہے کہ تیرے سب عاشق تو بہ کر کے جا چکے نے جواب دیا۔

"تو جھوٹ کہتا ہے وہ میرے اشار ہیں۔" وہ پھر غصہ میں بولی۔

"تو پھر دے آواز۔ بلا لے اپنی سار تجھے آزادی ہے۔" روپو کا نے جواب دیا۔

وہ ناگن فوراً زمین پر بیٹھ گئی اور پھر اختیار کر لیا اور اسی روپ میں جھومتی رہی لہرا چکر لگاتی رہی۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹہ تک جاری ہوا۔ ایک بھی سانپ اس کے قریب نہ آیا۔ رو بہت قریب کھڑا تھا اور اس کی ہر حرکت پر ہاتھوں کو ہوا میں لہراتا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد کے روپ میں آ گئی۔ اس کے بال بکھرے ہو وہ بہت تھکی تھکی اور نڈھال تھی اور بری طرح تھی۔ چہرے پر اپنی ناکامی کے پورے آثا خاموش ہانپ رہی تھی۔

روپو کا کی نظریں اس کی ہر حرکت پر تھیں۔ طرح چوکس تھا۔ "تو نے میری اتنی خاطر تو کو بھگا دیا مجھے یہ تو بتا دے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"بڑی آسانی سے، تیری فوج سانپ ہیں فوج نچوا لے ہیں۔ میں نے اپنی فوج کو بلا لیا اور تیرے ڈر کے مارے بھاگ گئی۔" روپو کا نے جواب دیا۔

"تو وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے۔ میں سمجھ نہیں میری بھول تھی۔" وہ بولی۔

"تیری سمجھ میں نہیں آیا یہ اچھا ہے۔ تیری مرضی کیا ہے۔ اب بھی انتقام لے گی یا میں بندوبست کر دوں۔" روپو کا نے کہا۔

"میرا جوڑا ٹوٹا ہے۔ میں انتقام تو ضرور لوں اس سے نہ لے سکی تو کیا اس کی آنے والی نسل سے

گی۔ ہمارا قانون ہے کہ جو قسم کھائی جاتی ہے اس کو توڑا نہیں جاتا۔ ہمارا قانون تمہاری دنیا کے قانون سے زیادہ سخت ہے۔ قسم کا پالن نہ کرنے والا سخت عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ میں اپنی قسم کا پالن کروں گی چاہے مجھے انتظار کرنا پڑے۔" ناگن نے جواب دیا۔

"تو نے پھر انسانی حافت کا اندازہ غلط لگایا ہے۔" روڈوکا نے کہا۔

"میں مرنے کو تیار ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے۔" وہ بولی۔

"نہیں میں تجھے نہیں مارون گا۔ مگر ایسی سزا دوں گا کہ تو خود مرنے کی دعائیں مانگے گی۔ اب تک تو اپنی مرضی سے اپنی جون بدلتی رہی ہے مگر اس وقفہ میں تیری جون بدلوں گا پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔" اس کے بعد روڈوکا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ سکڑنا شروع ہو گئی اور چند لمحوں میں سکڑتے سکڑتے ایک چوہیا بن گئی۔ بڑی نرم و نازک سی چوہیا۔ روڈوکا نے اس کو دم سے اٹھا کر اپنی آنکھوں کے قریب کیا اور کہا۔

"اب تو اسی جون میں زندہ رہے گی۔ تو کبھی اپنی اصلی شکل میں واپس نہیں ہو گی۔۔۔ تیری ساری تپسیا اور سارا علم، تیری ضد اور انتقامی جذبے نے ختم کر دیا۔ تو صرف ایک چوہیا ہے جا تو آزاد ہے۔" اور اس کو زمین پر چھوڑ دیا اور چوہیا پھدکتی کودتی دروازے سے باہر نکل گئی۔ سردار زنبیر سنگھ حیرت سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ حیرت تو مجھے بھی تھی مگر میں ان تماشوں کا عادی ہو گیا تھا۔ مگر زنبیر سنگھ کی حالت عجیب تھی۔ اس کو سکتہ سا ہو گیا تھا۔ مارے حیرت کے اس کا منہ کھلا تھا مگر آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔ "کہاں ہو سردار صاحب!"

"واہگورو۔۔۔ ایسی حیرت ناک کہانی آنکھوں کے سامنے گزر گئی۔ میں کس بلا کے حصے لگ گیا تھا۔ یہ تو واہگورو کی کرپا تھی کہ آپ دونوں آ گئے۔" وہ حیرت سے بولا۔

"دیکھ لو زنبیر سنگھ یہ قدرت کے کھیل ہیں۔ کالی الٹ گئی اس وجہ سے ہم تمہارے پاس آ گئے اور تمہارا مسئلہ حل ہو گیا۔" میں نے کہا۔

"ایک بات بتا ئیں اگر آپ کو برا لگے تو معاف کر دینا۔" وہ بولا۔

"پوچھو جو پوچھنا ہے ضرور پوچھو۔" میں نے کہا۔

"یہ بھائی آپ کے ملازم ہی ہیں؟" وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

"دنیا کی نظر میں ایسا ہی ہے مگر اس کی اصلیت کیا ہے یہ نہ پوچھنا۔ کچھ باتیں صرف دلوں میں رہتی ہیں۔ کیونکہ وہی بہترین جگہ ہے۔" میں نے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں آپ لوگ میرے کام آئے ہیں، آپ کا شکریہ ادا کس طرح کروں۔" وہ بولا۔

"شکریہ کی ضرورت نہیں ہے ہم کسی ستائش یا شکریہ کے لئے کچھ نہیں کرتے۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر میں کچھ دن آپ کی خدمت تو ضرور کروں گا ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔" زنبیر سنگھ بولا۔

"تمہاری یہ فرمائش ہم پوری کریں گے۔" میں نے کہا۔

☆۔۔۔☆۔۔۔☆

ہمارا ارادہ دو چار دن ہی رکنے کا تھا۔ مگر دو دن کے بعد ہی سردار زنبیر سنگھ کے ماموں آ گئے۔ عمر تو ان کی ستر کے قریب تھی مگر ابھی صحت کے مالک تھے۔ شاید اس کی وجہ ان کی زندہ دلی تھی۔ ان کا نام سردار گورکھ سنگھ تھا۔ زنبیر سنگھ نے سارا احوال ان کو بتا دیا تھا۔ وہ سن کر بہت حیران ہوئے اور پھر خوش ہو کر بولے۔ "لو جی تماشا ہی ہو گیا اور میں اس کڑی کو نہیں پہچان سکا حد ہو گئی کی سٹھیا لگدی ہی۔"

"یہ دنیا ہے سردار صاحب۔ یہاں پر آنکھیں بھی جھوٹ بولتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں جی اب تو ماننا ہی پڑے گا۔" وہ بولے۔

"آپ کا پنڈ لاہور کے قریب ہے۔" وہ بولے۔

ہیں وہ بھی ٹھیک ہے۔" زنبیر سنگھ نے کہا۔

"ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم ہاروں کی آئے ہیں وہ بے ٹھیک قریب آ گئی ہے گھر ہماری بہت امیر ہے۔ کیونکہ اس کے پاس بھلوں کی دو محبت کا خزانہ ہے۔ اگر تماں کو چھوڑ کر آپ کے تو یہ بڑی انسانی ہو گی اور اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔

"واہ حکیم صاحب۔ کتی بڈھیا گل کیتی۔ وی ہوندا ہے جس میں انسانیت ہے واہ۔۔۔ واہ۔" گورکھ سنگھ بولے۔

ایک ہفتے کے بعد ہم لوگ سردار گورکھ سنگھ لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ سردار کے پنڈ میں ہمارا اچھا استقبال ہوا۔ شام کو چوپال میں سب لوگ جمع کر ایک بہت گھبرایا ہوا آدمی آیا اور آتے ہی بولا۔ صاحب وہ پھر آ گیا ہے۔" بڑا اچنبھا ہو گیا۔

"ہوئے چندن لال کی بکواس کر رہا ہے آ گیا۔۔۔ پتنگی طرح پتا!"

"وہی سرکار وہی چند بھار کا منڈا۔ پر بڑا اگ پریشان لگتا ہے۔" چندن لال نے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر اس کو میرے پاس بلا کر لا۔" سنگھ نے کہا۔

اور نندن لال اس کو بلانے روانہ ہو گیا۔ اس جانے کے بعد میں نے پوچھا۔ "کیا معاملہ ہے؟"

"کیا بتاؤں وہی عورت کا چکر ہے۔ یہ منڈا سنارے کی لڑکی پر مرمٹا ہے۔ اس سے بیاہ کرنا چاہتا سنارہ ہے کہ کسی حالت میں راضی نہیں ہے۔ گل یہ وہ ہے اونچی ذات کا اور یہ ہے ذات کا بھار۔ سب دوسرے کو خاندان اور خاندان سے جانتے ہیں۔ پھر بھ کیوں اپنی کڑی ایک بھار کے گھر دے گا۔ اس منڈ نے سب جتن کر لئے کہ وہ راضی ہو جائے مگر وہ نہ راضی تو اس پاگل نے جادو کا چکر چلا دیا۔ مرگٹ میں جا اور پھر ایک دن پاگلوں کی طرح مرگٹ سے بھاگتا چیخوں میں غائب ہو گیا۔ بہت ڈھونڈا پر نہ ملا۔ اب

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

تین مہینے کے بعد نمودار ہو گیا ہے۔ وا ہو رہ گیا ہے۔"

اتنے میں چندن لال نظر آتا آیا۔ اس کے ساتھ ایک آدمی اور تھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے پر دھول اڑ رہی تھی اور آنکھیں ویران ویران لگتی تھیں۔

"بڑی مشکلوں سے آیا ہے جی — بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔" چندن لال نے کہا۔

رولوکا نے بڑی گہری نظر سے اس کو دیکھا اور پوچھا۔

"تیرا کیا نام ہے جوان!" مگر وہ خاموش رہا ایسا لگتا تھا وہ ذہنی طور پر حاضر نہیں ہے۔

"اس کا نام پورن ہے جی۔" چندن لال نے جواب دیا۔

"میں نے جس سے پوچھا ہے اس کو بولنے دے۔" رولوکا نے کہا۔

مگر وہ خالی خالی نگاہوں سے رولوکا کو دیکھتا رہا بولا۔ کچھ نہیں۔ "میں نے تمہارا نام پوچھا ہے جوان۔" رولوکا نے پھر کہا۔

پورن چونک کر رولوکا کو دیکھتا رہا۔ ایک دو منٹ خاموش رہا پھر بولا۔ "پورن ہے میرا نام۔"

"اچھا پورن یہ تمہارے سامنے کون ہے؟" رولوکا نے سردار کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ ہمارا رہنما ہے۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"اب تم یہ بتاؤ تم کیوں پریشان ہو؟" رولوکا نے پوچھا۔

"مجھے جانے دو وہ آتا ہی ہوگا۔" وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔" پورن ڈری ڈری آواز میں بولا۔

"وہ کون ہے اور تم اس سے کیوں ڈرتے ہو؟" رولوکا نے پوچھا۔

"وہ بھوت ہے جی بہت خطرناک بھوت۔ وہ مجھے مار ڈالے گا — نہیں چھوڑے گا۔" وہ بولا۔

"وہ بھوت تمہارے پیچھے کیوں پڑا ہے تم نے اس

"نہ جی میں بھوت کا کیا نقصان کر سکتا ہوں۔ وہ میرے پیچھے لگ گیا ہے۔" وہ بولا۔

"ہر آدمی اپنے بچاؤ کے لئے یہی کہتا ہے وہ کہ اپنی غلطی مانتا ہے اور سارا قصور دوسروں پر ڈالتا ہے اور خود کو بے گناہ اور معصوم بتاتا ہے۔ تم پوری بات بتاؤ تو پتہ چلے کہ معاملہ کیا ہے۔"

"میری بات کا آپ یقین کریں جی کہ میں نے اس بھوت کا کچھ نہیں بگاڑا۔" وہ روہانسی آواز میں بولا۔

"پھر پوری بات کیوں نہیں بتاتے۔" رولوکا نے کہا۔

"بتاؤں گا جی ساری بات بتاؤں گا۔ مگر وہ آ گیا تو میں مارا جاؤں گا۔" وہ بولا۔

"وہ یہاں پر نہیں آئے گا تم بے خوف ہو جاؤ۔" رولوکا نے کہا۔

"وہ دن میں نہیں آتا۔ رات کو مجھے دو رات ہے۔ اب رات ہونے کو ہے وہ ضرور آئے گا اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ مجھے جانے دو — میں مارا جاؤں گا۔" وہ ڈر سے کانپ رہا تھا۔

"ایک بات بتاؤ تم کب سے اس سے بھاگتے رہو گے۔ ایک نہ ایک دن وہ تم کو چھاپ لے گا پھر کیا کرو گے۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ یہاں پر نہیں آئے گا تم آرام سے بیٹھو اور بتاؤ کیا قصہ ہے وہ کیوں تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے؟" رولوکا نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جی جو میرے نصیب میں ہوگا وہ تو ہو گا ہی۔" اور وہ زمین پر بیٹھ گیا۔

"بہت پرانی کہانی ہے جی — میں اس کو روز دیکھتا تھا اور وہ مجھے۔ ہم دونوں کھیتوں میں گھنٹوں بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔ نہ ایک پل وہ مجھ سے جدا ہونا چاہتی تھی اور نہ میں اس سے دور ہونا چاہتا تھا۔ انسان محبت میں کس قدر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہم دونوں مجبور تھے دونوں اندھے تھے۔ روپا اس کا نام تھا۔ وہ صرف نام کی روپا تھی

مگر مجھے اس کے ملنے کی امید ہی بہت کم ہے۔ اس کا حسن میرے دماغ میں بس گیا ہے۔ وہ میرے لئے ایک ضد بن گئی ہے ایک چیلنج بن گئی ہے۔ میں اس کو محبت میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس دولت ہے کہ وہ طاقت استعمال کر لیتا۔ نہ اتنا بڑا پہلوان کہ سارے پنڈ سے لڑ سکوں۔ میں سوداگی ہوں۔ اپنی محبت کو قائم تو رکھوں گا۔ اس لئے میں نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ بہت سی باتیں عقل سے سمجھ میں نہیں آتیں دل سے سمجھ میں آتی ہیں۔ شراب عقل چھین لیتی ہے مگر غم کو حوصلہ دیتی ہے۔ مجھے اسی نے حوصلہ دیا اور میں یہاں پر پہنچ گیا جہاں کوئی جانا پسند نہیں کرتا۔ مگر مرنے کے لئے تو یہاں پر جانا ہی پڑتا ہے۔

شہر سے باہر دریا کے کنارے ایک مرگھٹ ہے۔ ویرانی ویرانی اور شمشان ہے کہ آدمی دن میں بھی اس طرف نہیں آتا۔ جو لوگ مردہ جلانے آتے ہیں۔ وہ بہت جلانے کا سوچتے ہیں۔ کیا آنے کے بارے میں کسی نے سوچا۔ میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں دیوانہ تھا۔ میں اس طرف رات میں گیا۔ مگر میں بہت ڈرا ہوا اور اضطراب میں مبتلا تھا۔ میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ میں اس کی دھڑکن محسوس کر رہا تھا۔ آتو میں گیا مگر مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں کہاں جاؤں۔ میں پناہ کی تلاش میں تھا۔ سنا تھا کہ وہ جگہیں پر ہیں۔ مگر اس قدر ویران اور وحشت زدہ جگہ پر رہنے کا حوصلہ نہیں کر رہا تھا۔ مجھے یہاں پر نہیں آنا یہاں کون رہ سکتا ہے۔ وہ وہم انسان کو انسان کا وجود بھی نہیں تھا۔ دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا اس ویرانے سے خوف زدہ ہو بھی خاموش بہت ناک جگہ سے جلد از جلد دور ہونا چاہتا ہو۔ نہ جانے کون سا پتا تھا پتہ نہیں چاند کا آسمان پر

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

ہرا سانی کی سے بجھا دی ہے۔ دکھ کے بعد سکھ ملتا ہے، بول تیری کیا مرضی ہے — بول!"

میری آواز نہ نکلی تو وہ بولا۔ "ڈرمت تو میری شرن میں ہے بول۔"

"تم جو کہو گے وہی کروں گا۔" میں نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔

"کچھ کام کرنا پڑیں گے وہ کرے گا۔ سوچ لے اگر وعدہ کر کے نہ کیے تو بہت برا ہوگا۔"

"میں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"آج کے بعد تو میری شرن میں ہے۔ تجھے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا ہے جو تیری ذات کا ہو اور اس کی عمر سو سال کے لگ بھگ ہو زیادہ ہو تو بھی ٹھیک ہے اور جب وہ مر جائے تو اسی شمشان گھاٹ پر اس کو لانا ہے۔ کس طرح لانا ہے اس کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو صرف مجھے بتا دینا میں خود بندوبست کرلوں گا۔ اب تیرا کام ختم میں اس پر منتر پڑھوں گا اس کو زندہ کر کے اس کی آتما کو پھر شریر میں ڈالوں گا اور پھر وہ تیرا کام کرے گا تیرے راستے کے سارے کانٹے وہ اٹھائے گا اور سندری تیری ہو جائے گی۔"

یہ سن کر روبا میری ہو جائے گی میں خوشی سے جھومنے لگا۔ یہ میرا پاگل پن ہی تو تھا۔ میں مول چند کی باتوں میں آ گیا اور بے فکر ہو کر چلا آیا۔ جو کام اس نے بتایا تھا وہ اتنا زیادہ مشکل نہ تھا۔ میں گاؤں گاؤں پھرتا رہا اور اپنی برادری کے گھروں پر جاتا رہا۔ میں بوڑھوں سے ملتا رہا۔ مگر اب تک سو سالہ بوڑھا نظر نہیں آیا تھا اور پھر اکیس سو سال کے لگ بھگ بوڑھا نظر آ گیا۔ وہ بہت کمزور تھا۔ آنکھوں سے اندھا تھا۔ گھاٹ پر پڑا رہتا تھا۔ کسی نے دے دیا تو ٹھیک نہیں تو بھوکا پڑا رہتا تھا۔ اس کے بیٹے بہو بھی اس کے مرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے فوراً مول چند کو اطلاع کر دی کہ بڈھا مرنے والا ہے بندوبست کر لے۔ تین دن کے بعد وہ بڈھا مر گیا۔ مگر

مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے آ گیا۔ اس کے ساتھ دھوئی پوش اور تھے۔ آتے ہی اس نے یہ کیا کہ شروع کر دیا۔ وہ پورے لباس میں آیا تھا۔ سفید دھو سفید کرتا اس کے تن پر تھا اور چہرہ غم کی تصویر سب کو اس نے بتایا کہ مرنے والا اس کا بہت گہرا تھا اور اس کی تمنا تھی کہ اس کا کریا کرم وہاں ہو جہاں دوست کہے اور سارا کرچا بھی اس کا دوست چنی کرے — آخری بات سب کو بہت پسند آئی نے اس کی لاش لے جانے پر اعتراض نہیں کیا آسانی سے مول چند بڈھے کی لاش لے کر گھاٹ آ گیا۔

دریا کے کنارے ایک چار دیواری بنی ہوئی دیواریں زیادہ اونچی نہ تھیں۔ فی زیادہ سے زیادہ فٹ ہوں گی۔ دیواروں کے درمیان میں ایک گڑھا تھا اور زمین میں گڑا تھا۔ اس میں آگ جل رہی اس چار دیواری کی ساری دیواروں کے ساتھ طرف انسانی کھوپڑیاں رکھی تھیں۔ مول چند اس ترا اسی چار دیواری میں رہتا تھا۔ اس طرف مردہ والے اور لانے والے بھی نہیں آتے تھے۔ یہ جگہ ڈراؤنا تھا۔ میں نے چار دیواری کے اندر دیکھا کہ یہ ساری کھوپڑیاں مجھے دیکھ رہی ہیں میرا مذاق ہیں۔ مول چند نے کہا۔ "ڈرمت یہ سب تیرا کریں گے یہ سب میری غلام ہیں۔" اس نے لاش کو دیوار کے سہارے بٹھا دیا۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ سات اس نے اٹھا کر دیوار کے اوپر رکھ دیں اور ایک ایک چراغ رکھ دیا۔ چراغ میں نہ جانے کیا تیل تھا۔ ایک چراغ بڈھے کے سر پر بھی رکھ دیا۔

"آج کی رات تیری ضرورت نہیں ہے تین رات پڑھوں گا۔ تو اب جا — صبح سورج نکلتے ہی آ جانا اور یہ لوٹا لے، اس میں دریا سے پانی بھر

"اپنی جوتی اتار۔" میں نے جوتی اتار دی نے دونوں جوتیاں لاش کے سامنے رکھ دیں اور ہاتھ آگے کر۔" میں نے ویسے ہی ہاتھ آگے کیا کی سی تیزی سے ایک چاقو میری ہتھیلی پر مار دیا۔ خون پینے لگا۔ اس نے وہ خون میری جوتیوں میں بولے۔

"چل بھاگ! آگ میں سے گرم گرم بھر لے زخم پر — ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں دوڑ کر وہی گیا جو کہا تھا۔ راکھ بھرتے ہی تکلیف ختم ہو گئی۔ مول چند دوبارہ گیان دھیان میں گیا۔ ٹھیک رات بارہ بجے اس نے مجھے آواز دی۔ اس کے پاس گیا تو اس نے ایک دھاگے کی ریل پکڑا دی۔ دھاگے کا ایک سرا اس نے بکرے کی ٹا سے باندھ دیا اور بولا۔ "تو اس ریل کو لے کر نکل جا، لمبا یہ دھاگہ ہے تو اتنی دور چلا جا۔ جہاں دھاگہ ختم وہیں پر بیٹھ اور انتظار کر۔" میں نے ریل لی اور چل جہاں دھاگہ ختم ہوا وہاں پر ایک جھاڑی اگی ہوئی تھی میں نے دھاگے کا سرا اس جھاڑی کی جڑ میں باندھ دیا خود واپس آ کر اندھیرے میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں مول چند اور لاش دونوں کو دیکھ سکتا تھا۔ سارے چراغ جل رہے تھے۔ فضا میں عجیب عجیب آوازیں ابھر رہی تھیں۔ زنانی آوازیں مردانہ آوازیں، مگر سمجھ میں نہیں آ تھا کہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اب میرے دل سے ذرہ خوف نکل گیا تھا۔ میں اطمینان سے بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا لاش رکھا چراغ جل اٹھا۔

مول چند خوش ہو کر بولا۔ "بول کیا چاہیے؟"

بوڑھے کے لب ہلے اور آواز آئی۔ "میری بھینٹ —"

مول چند میرے جوتے جو خون سے بھرے ہوئے تھے آگے کر دیئے۔ "یہ لے تیرے لئے ہے۔"

"میری عزت یہ ہے جوتے میں بھینٹ!" بڈھ

"تو نے زندگی بھر جوتے بنائے ہیں یا جوتے کھائے ہیں۔ تیری عزت ہی جوتا ہے تیری ذات سے جوتا کس طرح الگ ہوگا؟" مول چند نے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے لالہ۔" اور لاش نے جوتا منہ کو لگا کر سارا خون پی لیا۔ دوسرا بھی جوتا صاف کر دیا اور بولا۔ "تو نے زندہ بھینٹ کا بولا تھا۔ وہ لا — بہت بھوکا ہوں۔"

مول چند نے بگڑے کی طرف اشارہ کر دیا۔ "یہ رہی۔"

"تو نے اس کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ خون بہت مزے دار تھا وہ کہاں ہے؟"

مول چند نے کہا۔ "اس بگڑے کی ٹانگ سے جو دھاگا بندھا ہے اس کے آخری سرے پر وہ تجھے مل جائے گا۔ جا اپنی بھینٹ لے لے اور پھر لوٹ کر میرے پاس آجا۔"

میں مول چند کی چالاکی سمجھ چکا تھا۔ وہ میری بھینٹ دینا چاہتا تھا۔ وہ لاش چار دیواری سے نکلی اور دھاگا پکڑ کر اندھیرے میں چلی گئی۔ مول چند چار دیواری کے اندر تھا۔ میں ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا اور جب سے اب تک بھاگ رہا ہوں۔ وہ میرے خون کی خوشبو سے مجھے ہر جگہ تلاش کر لیتا ہے۔ وہ ایک مردہ ہے مگر اس کو مول چند نے پھر سے زندہ کر دیا ہے اور وہ ایک بھوت بن گیا ہے۔ میری کہانی ایسی ہے کہ کوئی اس پر یقین نہیں کرتا مگر میں نے آپ کو جو کہا ہے سچ ہے کہا ہے۔ آپ لوگ میری بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔"

"پورن تمہاری بات کا سب کو یقین ہے۔" زمیندار نے کہا۔

"ہاں تم بہت بڑی پریشانی میں پڑ گئے ہو مگر فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"تم یہ بتاؤ تمہارے بھاگنے کے بعد اس کا تم سے سامنا ہوا ہے؟" رولو کا نے پوچھا۔

"نہیں سامنا تو نہیں ہوا۔" پورن نے جواب

"تو پھر تم کس طرح کہہ رہے ہو کہ وہ تمہارا کر رہا ہے؟" رولو کا نے کہا۔

"وہ لاش میرے ساتھ تین چار دن رہی تھی۔ لاش میں ایک عجیب قسم کی بدبو بسی ہوئی تھی میں کیا بتاؤں وہ بدبو کیسی تھی مگر تھی بہت ناگوار قسم کی۔ مجھے جب بھی بدبو آتی ہے میں سمجھ جاتا ہوں کہ وہ میرے قریب آ گیا ہے اور میں بھاگ کھڑا ہوتا ہوں۔" پورن نے بتایا۔

"کیا اس وقت وہ بدبو آ رہی ہے؟" رولو کا نے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک نہیں آ رہی۔" پورن نے جواب دیا۔

"تم اپنے گھر نہیں جاؤ گے۔ اسی چوپال میں رہو گے۔" رولو کا نے کہا۔

"سرکار وہ مجھے مار ڈالے گا میں نہیں رہوں گا۔" پورن ڈر کر بولا۔

"تم اکیلے نہیں رہو گے میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔" رولو کا نے کہا۔

"تم کیا کرو گے بھیا وہ تو ایک مرا ہوا بڈھا ہے۔ اس کے اندر شیطان بیٹھا ہے۔ مرے کو کون مارے گا۔ وہ ہم دونوں کو مار ڈالے گا۔" پورن بہت ڈرا ہوا تھا۔

"نہیں پورن یہ بات نہیں ہے زندہ انسان بہت طاقتور ہوتا ہے۔ وہ تو مردہ ہے۔ یہ تم نے ٹھیک کہا کہ اس کے اندر شیطان ہے اور اس شیطان کو اس جادوگر نے اپنے کسی مطلب کے لئے بٹھایا ہے۔ وہ جادوگر اس بڈھے کی آتما سے ضرور کوئی کام لینا چاہتا ہے اس نے اس کو چارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ مردہ بڈھا تمہارا خون پینے کے بعد واپس اسی جادوگر کے پاس جائے گا پھر وہ جادوگر اس سے اپنے کام کروائے گا۔" رولو کا نے کہا۔

"یہ تو بڑی خطرناک گیم ہو گئی ہے۔" زمیندار نے کہا۔

چوپال سے سب چلے آئے رہ گیا اور پورن دونوں رک گئے گاؤں کی زندگی میں سات آٹھ بجے ہی گھپ اندھیرا ہو جاتا ہے۔ بارہ بجے تو کسی جانور تک کے بولنے کی آواز نہیں آتی۔ لوگ جلدی سوتے ہیں اور جلدی جاگتے ہیں۔

☆—☆—☆

میں نے پورن کو کہہ دیا تھا کہ جب اس کو بدبو آئے تو مجھے اشارہ کر لے۔ زبان سے کچھ نہ کہے۔ میں اس سے چند قدم کے فاصلے پر زمین پر ہی بیٹھا تھا۔ میں نے کسی قسم کی روشنی اپنے پاس نہیں رکھی تھی۔ رات بارہ کے بعد پورن نے مجھے اشارہ دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھوت آ گیا ہے۔ میں نے اطراف میں نظریں دوڑائیں ہوا بند تھی۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ ایک تیز بدبو کا جھونکا آیا۔ واقعی بڑی ناگوار بدبو تھی۔ اس کے بعد ایک بیولا سامنے کھڑا تھا وہ مار ڈالو بربریہ تھا اور اس کے سر پر ایک چراغ جل رہا تھا۔ اس کے حلق سے گھر گھر کی آواز آ رہی تھی۔ وہ سیدھا پورن کی طرف آیا۔ مگر اس تک نہیں پہنچ سکا۔

میں درمیان میں آ گیا اور بہت تیزی اور ہوشیاری سے اس کے سر پر جو چراغ جل رہا تھا اس کو اتار لیا۔ وہ جہاں تک پہنچا تھا وہیں پر جم گیا۔ اس کے سر سے چراغ کیا اترا کہ سینکڑوں بلیوں کے رونے اور شور کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ آوازیں کسی ایک طرف سے نہیں آ رہی تھیں۔ دس پندرہ منٹ یہ شور ہوا۔ وہ بوڑھی لاش ہاتھ بڑھا کر چراغ لینے کی کوشش کرتی رہی اور پھر بوڑھی لاش بولی۔

"ارے پاپی دے دے۔ میرا چراغ میری جوت۔" وہ ملتجی رہا۔ خوشامد کرتا رہا اور جب وہ تھک گیا تو میں نے کہا۔

"تجھے یہ چراغ کس نے جلایا ہے؟"

"میرا گرو مول چند ہے۔ اس کی کرپا سے میں پھر چل پھر رہا ہوں۔" بوڑھی لاش نے جواب دیا۔

گا۔" میں نے کہا۔

"پہلے میرا چراغ دے پھر بلاؤں گا۔" وہ لالچ بولی۔

"زیادہ ہوشیار مت بن۔ زیادہ ہوشیار بنے گا تو چراغ بجھادوں گا۔" میں نے کہا۔

"اس چراغ کو گرو نے جلایا ہے کوئی نہیں بجھا سکتا۔" وہ بولا۔

"مجھے پتہ ہے یہ پانی کا چراغ ہے اور پانی سے بجھتا ہے بول کیا بجھادوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں ایسا نہ کرنا سورکھ میں جانا ہوں۔ تو یہیں رکنا۔" اور بھوت ایک منٹ میں غائب ہوگیا۔ وہ چراغ میرے ہاتھ میں تھا میں نے ایک کونے میں اس کو رکھ دیا اور اس کی حفاظت کے لئے باز کو بٹھادیا۔ یہ کوئی عام باز نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مول چند کو لے کر ضرور آئے گا ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ مول چند آ گیا۔

مول چند شکل و شباہت اور حلیے سے ہی نہایت چالاک و مکار لگتا تھا۔ اس کے جسم سے بھی نہایت ناگوار بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں گول گول اور بلی کی طرح رنگ بدل رہی تھیں۔ پیشانی تنگ تھی اور کان بڑے بڑے تھے۔ کانوں پر بہت زیادہ بال تھے۔ اس کے پتلے پتلے اور بھینچے ہوئے کالے ہونٹ جن پر ایک کریہہ مسکراہٹ تھی جیسے وہ میری ناتوانی پر ہنس رہا ہو۔ مذاق اڑا رہا ہو، وہ اپنی طاقت کے زعم میں تھا۔ میں جانتا تھا وہ آ کر کیا کرے گا۔ کیونکہ وہ طاقت کے نشے میں مست تھا۔ اس کی خود اعتمادی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی ایسے وقت میں بہت زیادہ طاقتور بھی دھوکا کھا جاتا ہے۔ حد سے زیادہ خود اعتمادی اکثر شکست کا باعث بن جاتی ہے۔ یا یوں سمجھ لو کہ وہ توقع نہیں کر پا رہا تھا کہ اس کا مقابلہ ہوگا۔ وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوا اور اپنی گھمبی ہوئی ڈراؤنی آواز میں بولا۔

"کون ہے رے تو — دیپ میں نے جلایا اور تو

طرف بڑھا۔ مگر باز نے ٹھیک اس کی آنکھ سیکنڈ سے بھی کم وقت میں ایک آنکھ اس کی حملہ مول چند کے لئے حیرت کا باعث تھا۔ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا۔ اس کی طرف تھی۔ وہ درد اور تکلیف سے تڑپ رہا تھا بلیوں کے رونے کی آوازیں بہت تیزی سے اور مول چند بہت جلد سنبھل گیا اور پھر اس نے قہقہہ لگایا اور زور سے بولا۔ "کر گیا وار۔ وار کرے گا میں بھی دیکھتا ہوں۔" اس نے جھپٹا لپٹا اور چراغ کی طرف بڑھا مگر چراغ اس اوپر چلا گیا۔ وہ ہوا میں ہاتھ لہراتا رہا۔ چراغ رہا۔ آخر تھک کر وہ بولا۔

"تو کون ہے رے؟"

"میں تو اپنی جگہ پر ہی بیٹھا ہوں، تو ناچ رکھا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اچھی سی شکتی پے اترا مت، میری ایک ہے۔ دونوں بھی چلی جائیں تو کیا ہوا۔ مجھے ان ضرورت نہیں ہے۔ تو کیا سمجھتا ہے مجھے الادھا کام کرے گا۔" مول چند غصے سے بولا۔

"زیادہ باتیں نہ بنا اپنا کام کر۔ تیرا اٹھا سکتا ہے تو اٹھالے۔" میں نے کہا۔

اس دفعہ اس نے جلدی نہیں کی چند کچھ بدبدا تا رہا اور پھر دایاں ہاتھ اٹھا کر کسی مگر چراغ اپنی جگہ پر ہی رہا۔ اس نے پھر نہ ہوا۔

"ارے کیا مر گیا ہے تو، خوب بھینٹ پڑا تو مر گیا پانی۔" مول چند غصے میں بلکتا رہا اور پھر خاموش ہو کر من ہی من میں رہا اور بڑی گرجدار آواز میں بولا۔ "سو جا یہ جو سامنے بیٹھا ہے کر دے اس کا کام۔" کریہہ شکل بوڑھی عورت جس کے بال بکھر

ہوا اور بہت ہی گندے دانت نظر آ رہے تھے ایک بھیانک چیخ ماری اور میری طرف چلی۔ مگر کی کیونکہ درمیان میں سفید رنگ کے بہت چھوٹے بچھو آ گئے۔ وہ اس قدر زیادہ تھے کہ جیسے چھا جائے۔ اس خوفناک بڑھیا کا منہ کھلا ہوا پھر میں ہزاروں بچھو اس کے منہ کے اندر چلے گئے اس کے ننگے بدن سے لپٹ گئے۔ یہ عمل سے ہوا کہ بڑھیا میدان کی طرف بھاگ کھڑی بچھو اس کا تعاقب کرنے لگے — مول چند ان نظروں سے یہ نظارہ کرتا رہا۔ مگر خاموش تھا۔

"اور کچھ ہے تیرے پاس وہ بھی نکال لے۔" میں

"کون ہے رے تو — اور یہ تیرے بیر کیسے شکتی ہے تیری — بول تو ذرا۔" اب اس کی گرجدار نہیں تھی۔

"تو مردہ خور لگتا ہے۔ تیری سمجھ میں نہیں آئے بات کا جواب دینا میں ضروری نہیں سمجھتا۔ تو آواز دے لے۔ کچھ نہیں ہوگا کیونکہ تیرے کی آتمائیں ہیں۔ وہ بھی مجبوری سے تیرے تیری وفادار وہ بھی نہیں ہیں۔ ان سب کو جانتے راستہ دے دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیری اٹھ آ جائے گا۔ تو نے دیکھ لیا تیری ساری تیرا ساتھ چھوڑ گئی ہیں۔ ایک منٹ میں فیصلہ ہے۔"

"میں تیری ساری بات مان لوں گا۔ تو میری ایک لے۔" وہ بولا۔

"میں تیری کسی بات کے ماننے کا پابند نہیں نے کہا۔

"تیری مرضی ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"وعدہ نہیں کرتا بول کیا کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"صرف یہ بتادے کہ تو کون ہے؟" مول چند

"میں ایک انسان ہوں تیرے سامنے ہوں۔ تیرے سوال کا جواب میں نے دے دیا اور تیرا وقت بھی پورا ہوا۔ اب تو بول ساری آتمائیں آزاد ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں سب آزاد ہیں۔" اور چراغ خود بخود بجھ گیا اور بوڑھی لاش میں اچانک سخت بدبو آنے لگی۔ بلیوں کی آوازیں ایک دم زور سے آئیں اور پھر وہ آوازیں دور چلی گئیں۔ باز نے پھر ایک اڑان بھری اور مول چند کی دوسری آنکھ بھی اس کے پیٹ میں چلی گئی۔ مول چند زمین پر پڑا تڑپتا رہا اور باز نے اس کے جسم کا سارا گوشت نوچ ڈالا۔ مول چند کے مرتے ہی ایک شدید بدبو سارے گاؤں میں پھیل گئی مگر صرف چند منٹ یہ کیفیت رہی اور پھر کچھ نہ رہا۔ پون ایک طرف ڈرا ڈرا سا بیٹھا رہا۔ یہ سارا کھیل اس کے سامنے ہوا۔ اس کی زبان مارے حیرت کے گنگ ہوگئی۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"تماشہ ختم ہوگیا پون۔ اب تو آزاد ہے۔ مگر جو کچھ تو نے دیکھا ہے اس کو بھول جا۔ اس کا ذکر کبھی کسی سے مت کرنا۔ اگر کرے تو تیرا نقصان ہو جائے گا۔" آخری جملہ میں نے صرف اس کو ڈرانے کو کہا تھا۔

"یہ بھوت پھر مر گیا ہے۔" وہ غیر یقینی انداز میں بولا۔

"ہاں بھوت بھی مر گیا اور مول چند بھی۔ اب تیرا کوئی دشمن نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تم نے میری زندگی واپس کر دی ہے۔ میں تو مرنے کو تیار بیٹھا تھا۔ میں تمہارا یہ احسان کس طرح اتاروں گا۔" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔

"اس کا طریقہ میں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں بھائی ضرور بتاؤ۔" وہ جلدی سے بولا۔

"تم اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ انسانوں والا سلوک کرو۔ ان کے کام آؤ ان پر احسان کرو اور اس احسان کا بدلہ لینے کی کوشش نہ کر۔ احسان کرو اور بھول

جاؤ تم اگر ان باتوں پر چلو گے تو کبھی دکھی نہیں ہو گے۔"

☆...☆...☆

"یہ سول چند آخر تھا کیا؟" میں نے رولو کا کی پوری بات سننے کے بعد کہا۔

"وہ نہایت گندہ آدمی تھا۔ وہ مردہ خور اور مردہ پرست تھا وہ صرف بھٹکتی روح کو غلام بنانے کا علم رکھتا تھا اور ان روحوں سے کام لیا کرتا تھا۔

"آپ کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سردار گورمکھ سنگھ کے ساتھ لاہور چلیں گے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

چار دن کے بعد ہم سردار کے ساتھ لاہور جا رہے تھے۔ میں نے جیسا پہلے بتایا ہے کہ گورمکھ سنگھ بہت زندہ دل اور سوجھ بوجھ کے آدمی ہیں۔ خود بھی خوش رہتے ہیں اور اپنے ساتھ والوں کو بھی خوش رکھتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔

"آپ کی رہائش تو گاؤں میں ہی رہتی ہوگی۔"

"ہاں جی زیادہ تو پنڈ میں ہی رہتا ہوں۔" مگر لاہور میں بھی ایک حویلی ہے مگر وہاں پر کوئی نہیں رہتا۔" وہ بولے۔

"وہاں پر نہ رہنے کی وجہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ حویلی ایک تو بہت پرانی ہے دوسرے بڑی ویران سی جگہ پر ہے۔ دور دور آبادی نہیں ہے اس کے چاروں طرف صرف کھیت ہیں۔ شالیمار سے قریب ہی ہے، اب سے قریب محلہ بھگوان پورہ ہے۔ پتہ نہیں جی یہ حویلی آبادی سے اتنی دور کیوں بنائی گئی تھی اور میرے پرکھوں نے اس کو کیوں خرید لیا تھا۔ اس کے بارے میں بڑی عجیب عجیب کہانیاں مشہور ہیں۔ ہم لوگ تو لاہور جاتے بھی ہیں تو اس میں قیام نہیں کرتے۔" سردار صاحب نے جواب دیا۔

"کیا ڈر لگتا ہے۔" میں نے مذاق کیا۔

"جھوٹ کیوں بولوں یہ بات بھی ہے دوسرے وہ آبادی سے ہٹ کر ہے۔ اس کے قریب [illegible] بھگوان پورے کی چھوٹی سی آبادی باقی [illegible] ہیں۔ میں ایسے ویرانے میں رہنے کا عادی نہیں لئے شہر میں رہتا ہوں۔" سردار صاحب نے [illegible]

"اس دفعہ ایسا کرتے ہیں اسی حو[illegible] کرتے ہیں۔" رولو کا نے کہا۔

"میں منع کروں گا تو آپ لوگ مجھے [illegible] کریں گے مگر میں پھر بھی یہ کہوں گا کہ وہ جگہ [illegible] قابل نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نامعلوم کس [illegible] کی دیکھ بھال نہیں ہوتی ہے۔ صاف صفائی نہیں [illegible] کسی انسان کا گزر نہیں ہوا ہے۔ ضرورت زندگی کی [illegible] وہاں پر نہیں ہے ان حالات میں بندہ کس طرح [illegible] ہے؟" سردار صاحب نے وضاحت کی۔

"آپ کی بات تو ٹھیک ہے۔" میں [illegible] دیا۔

"اچھا تو پھر ایسا کرتے ہیں دن میں کسی [illegible] کا چکر لگا لیں گے اور حویلی کی سیر کریں گے۔" [illegible] کہا۔

"ہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔" [illegible] نے کہا۔

"آپ نے وہاں پر دیکھ بھال کو کوئی [illegible] نہیں کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ایک بندہ مقرر تو ہے مگر وہ رہتا [illegible] میں ہے۔ وہ کیا دیکھ بھال کرتا ہے کیا پتہ۔ [illegible] نہیں۔ اس سے پوچھ گچھ کرنے والا کون ہے۔" صاحب بولے۔

"آپ جہاں قیام کرتے ہیں وہاں سے [illegible] دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں انارکلی بازار میں قیام کرتا ہوں [illegible] زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ تانگے آتے ہیں۔" [illegible] نے جواب دیا۔

انارکلی بازار ابھی رونق والا علاقہ تھا

رحمان سردار صاحب کے بہت قدیم دوست تھے۔ رحمان سردار صاحب کو دیکھ کر نہال ہو گئے۔ لپٹ گئے [illegible] بولے۔ "ہوئے بے وفا اتنے دن کے بعد دل دکھا رہا ہے؟" سردار صاحب نے تھپکی ڈالی اور پیار سے بولے۔

"تیری لاناں ٹوٹ گئی ہیں تو خود کیوں نہ آیا۔" [illegible] کے گلے شکوے ختم ہوئے تو وہ ہماری طرف مخاطب ہوئے۔ "یہ میرے خاص مہمان ہیں، بڑی خوبیوں کے مالک ہیں، ان کی خاطر کرنی ہے، میری لاج رکھ دے۔" سردار صاحب نے کہا۔

رحمان صاحب میری طرف بڑھے تو میں نے اپنا اور رولو کا کا تعارف کرایا۔ سردار صاحب فوراً بولے۔ "ہوئے تو نے ایسا آگا اور ایسا ملازم نہیں دیکھا۔ دونوں ہی [illegible] ہیں۔" اور زور سے ہنس پڑے۔

"یہ تو بڑی چنگی گل ہے۔" رحمان صاحب [illegible]

"اور جن کام یہ ایسا کرتے ہیں کہ بندہ حیران رہ [illegible] ہے۔" سردار صاحب بولے جا رہے تھے۔

میں نے کہا۔ "سردار صاحب کی بڑائی ہے کہ [illegible] کر رہے ہیں۔ ہم کو گھر تو خدمت کا ہیں۔"

"لو جی گل ہی مک گئی۔" رحمان صاحب نے کہا۔

"اب ہم کو اور زیادہ شرمندہ نہ کریں۔" میں نے [illegible]

"اچھا جی نہیں کرتے۔ تسی خوش رہو۔" سردار [illegible] کر بولے۔

رحمان صاحب نے رہائش کا بہت اچھا انتظام کیا تھا۔ دوسرے دن رحمان صاحب ہم کو لاہور کی سیر [illegible] لے گئے۔

دو موری پل کراس کرنے کے بعد ہم شالیمار کی [illegible] روانہ ہوئے۔ کچھ کچھ آبادی یہاں نظر آتی تھی۔ مگر [illegible] دور چلے تھے کہ آبادی ختم ہو گئی اور کھیت شروع [illegible] دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹا سا قبرستان نظر آیا۔ اس [illegible] طرف کچھ جھگیاں پڑی تھیں باقی دور دور تک

کھیت تھے۔ بائیں طرف آبادی نظر آ رہی تھی مگر [illegible] تھی۔ سڑک پر وہ چار تانگے اور بائیسکل نظر آ رہے [illegible] شالیمار باغ کا دروازہ دور سے نظر آتا تھا۔ آخر ہم [illegible] کے گیٹ پر تانگے سے اتر گئے اور اندر چلے گئے۔ [illegible] میں پکا راستہ تھا جو کہ بارہ دری تک جاتا تھا۔ مگر یہ [illegible] بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ اس کے دونوں طرف [illegible] دیواری کے اندر سیکڑوں آم کے درخت کھڑے [illegible] بارہ دری اور در و دیوار دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ [illegible] بوسیدہ ہو رہے تھے۔ باغ اجڑ آ ہوا تھا، گھاس بڑی [illegible] تھی اور باغ پر ویرانی چھائی ہوئی تھی۔

اس باغ کو جس خوب صورت انداز سے بنایا [illegible] تھا وہ ختم ہو رہا تھا۔ حوضوں میں پانی جگہ جگہ کیچڑ اور کائی [illegible] ہوئی تھی۔ فوارے بند تھے اور پورے باغ میں ایک [illegible] باغ کا رکھوالا یا مالی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ وہ باغ تھا [illegible] پورے ہندوستان میں مشہور تھا اور اپنی خوب صورتی کی [illegible] سے ہی مشہور تھا۔

اس کے باوجود آثار بتا رہے تھے کہ یہ ایک [illegible] باغ تھا۔ واپسی میں شام ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "سردار صاحب آپ کی حویلی کس طرف ہے۔"

سردار صاحب مسکرا کر بولے۔ "ابھی حویلی کو نہیں بھولے۔"

"آپ نے وعدہ کیا تھا یاد ہے کہ آپ کو؟" [illegible] نے کہا۔

"خوب یاد ہے باؤ شاہو۔ ابھی تو رات پڑنے [illegible] ہے دور سے بتا دوں گا۔ کل کسی بندے کو بھیج کر رکھوا لے [illegible] بلا لوں گا پھر جانے کا پروگرام بنائیں گے۔"

واپسی میں تانگہ شالیمار سے ایک فرلانگ [illegible] آگے گیا تو سردار صاحب نے اشارے سے بتایا وہ جو [illegible] بڑی سی عمارت نظر آ رہی ہے وہی حویلی ہے۔ میں نے [illegible] دیکھا جو راستہ حویلی تک جاتا تھا وہ بھی کچا راستہ تھا اور اس پر [illegible] جھاڑیاں اگ رہی تھیں کہ تانگہ چل ہی نہیں سکتا

Rehan Offline Library
http://rehanmemkhan.blogspot.com/

اس کا مطلب تھا میں روڈ سے حویلی تک پیدل سفر کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تانگہ پھر موڑ لیا اور ہم واپس آ گئے۔

دوسرے روز میں نے اور رولو کا نے اکیلے حویلی جانے کا پروگرام بنالیا اور خاموشی سے تانگے لے کر شالیمار تک آ گئے۔ شالیمار کے دروازے پر رولو کا نے مجھ سے کہا۔ "حکیم صاحب آپ یہاں پر سیر کریں میں حویلی ہو کر آتا ہوں۔"

"مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں حالات کیا ہیں کچھ اندازہ نہیں ہے۔ میری بات دوسری ہے آپ کا جانا ابھی مناسب نہیں ہوگا۔"

"کتنی دیر میں آؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا انتظار آپ دو پہر تک کریں اس سے زیادہ دیر ہوگئی۔ تو میں شام کو ملوں گا۔" میں باغ کے اندر چلا گیا اور رولو کا پیدل ہی سڑک پر آگے چل دیا۔ شام کو رولو کا نے بتایا۔

"یہ تو مجھے معلوم تھا کہ حویلی تک جانے والا راستہ بند ہو چکا ہے اس لئے میں اس راستے پر نہیں گیا اور کھیتوں سے جانا مناسب جانا۔ اس طرح زیادہ چلنا پڑا اور میں حویلی کے سامنے کے رخ کے بجائے پچھواڑے کی طرف آ گیا۔ حویلی کے چاروں طرف خودرو درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر کائی جمی ہوئی تھی اور دیوار تک جانا بھی مشکل نظر آتا تھا۔ دنیا جہان کے حشرات الارض دیوار کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے۔ حویلی بہت اونچی سیڑھی پر بنی ہوئی اور کہیں سے ٹوٹی پھوٹی نظر نہیں آتی تھی۔ سوائے اس کے کہ دیواریں چونا سفیدی نہ ہونے کی وجہ سے بے رونق اور ویران نظر آتی تھیں اور وہ جگہ شاید پہلے کوئی باغ ہوگا ایک جنگل کا منظر پیش کر رہی تھی۔

میں چکر کاٹ کر حویلی کے سامنے کی طرف آ گیا۔ اس طرف بھی باغ وہی جنگل کا منظر پیش کر رہا تھا۔ دروازہ بہت بڑا اور بہت اونچا لگا ہوا تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ دروازہ بھی ٹوٹا پھوٹا نہیں تھا۔ نہ معلوم کون سی [illegible] تھا۔ رنگ اس کا البتہ میلا ہو گیا۔

دروازے کے عین سامنے دو ستون بنے ہوئے تھے جن کی اونچائی بارہ تیرہ فٹ اور موٹائی تین چار فٹ رہی ہوگی۔ ان ستونوں اور دروازے کے درمیان سرخ پتھر کا فرش تھا اور یہ جگہ نہایت صاف نظر آتی تھی۔ یہاں پر کوئی جھاڑی وغیرہ بھی نہیں تھی۔ میں ان ہی ستونوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دروازہ بند تھا اور ہر طرف خاموشی تھی۔ چند منٹ کے بعد ایک ستون سے ایک سانپ اترتا نظر آیا۔ وہ بہت موٹا اور کوبرا سانپ تھا میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ پوری طرح زمین پر آ گیا اور پورا پھن اٹھا کر بڑی زور کی پھنکار ماری۔ وہ شاید مجھے بھگانا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اس سے دوستی کر لی اور کہا۔ "میں دشمن نہیں ہوں۔ میں دوست ہوں۔" وہ حیرت سے بولا۔

"تو میرے اندر سے بول رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں اور تو بھی وہ نہیں ہے بھیس میں نظر آ رہا ہے۔ اپنی اصلی شکل میں آ کر مل۔"

"تو نے کس طرح جانا۔" وہ بولا۔

"یہ بات تیرے سمجھنے کی نہیں ہے تو کسی سے میری ملاقات کرا دے اس کو بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو اسی جگہ رہنا آگے آنے کی کوشش مت [illegible] اور وہ رینگ کر دروازے کی طرف چلا۔ دروازہ [illegible] کھل گیا اور فوراً ہی بند بھی ہو گیا

چند منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور ایک [illegible] کے درمیان کھڑا نظر آیا۔ پہلی نظر میں مجھے وہ کوئی مجسمہ نظر آیا جس کو کسی بہت ماہر کاریگر نے بنا کر کھڑا کر دیا ہو۔ وہ ایک حسین شخصیت تھی۔ اس کے بال، کرنجی آنکھیں اور خدوخال ایرانی تھے۔ اس نے چوڑا تھا کسی یونانی کی طرح اور اس کا قد سرو جیسا

طرح تھا۔ سرخ و سفید رنگ۔ زلفوں کے رنگ کو مات [illegible] وہ بڑے سکون سے کھڑا تھا اور گہری نظروں [illegible] طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے ہونٹ نہیں ہلے مگر اس کی شیریں آواز [illegible] کانوں تک آ گئی۔ "آپ کون ہیں جناب اور کیسے [illegible] فرمائی۔"

میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ "دنیا [illegible] شوقین ہوں — اسی شوق کی خاطر آ نکلا ہوں۔"

"بہت خوب انسانوں کی بھیڑ میں تم شاید پہلے [illegible] ہو جو میری زبان جانتے ہو۔ میں تمہارا استقبال کرتا [illegible] تم اندر آ سکتے ہو۔" اور وہ راستہ چھوڑ کر ایک طرف [illegible] ہو گیا۔ میں دونوں ستونوں کے درمیان سے گزر کر [illegible] میاں چڑھ کر دروازے تک طرف بڑھا۔ اس [illegible] نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔ اس کا ہاتھ اتنا گرم تھا [illegible] آدمی اس کی گرمی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بھی [illegible] ایک امتحان تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ [illegible] دیکھنے میں انوکھے ہیں اسی طرح آپ کے [illegible] بھی ہیں۔" اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی رلب [illegible] نے کہا۔ "وزن کرنا پڑتا ہے۔"

"ہم دونوں کتنی دیر گفتگو کریں گے مگر اب تک [illegible] ہوا۔" میں نے کہا۔

"میرا تعارف تو صرف یہ ہے کہ میں اس مکان کا [illegible] ہوں۔ میرا نام کپوش ہے۔ یہ تو بتانے کی ضرورت [illegible] اور میرا خاندان کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ [illegible] نے بڑی آسانی سے یہ بتا دیا ہے۔ اس کی وجہ [illegible] سے آپ کا وزن کر لیا ہے۔ آپ بلا وجہ منہ اٹھا [illegible] گئے ہیں اور بے وزن نہیں ہیں۔ آپ نے میری [illegible] مجھ سے اسی طرح رابطہ کیا ہے جس طرح ہم [illegible] ہیں۔ بے شک آپ ہم میں سے نہیں مگر ہماری [illegible] اور زبان جانتے ہیں آپ فوراً دروازے پر [illegible] وہی طریقہ اختیار کیا جو ہماری قوم کے مہمان [illegible] ہیں۔ یہ بات بہت اچھی لگی اور اپنے آپ

سے معلوم ہوئے اب آپ اپنا تعارف کرائیں۔"

میں نے کہا۔ "میں رولو کا ہوں۔ افریقہ سے ہوں۔ سیکھنے کا شوقین ہوں ہر علم سیکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی سیکھنا باقی ہے کچھ سیکھ بھی گیا ہوں۔"

"آپ نے اپنے بارے میں بہت کم بتایا۔" مسکرا کر بولا۔

"اپنی تعریف کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ میں بہت معمولی آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کی بڑائی سمجھ گیا ہوں۔ جہاں تک [illegible] علم مجھے بتاتا ہے آپ بہت اونچی کرسی پر ہیں۔ میں آپ کے سامنے کچھ نہیں ہوں۔ آپ سے موقعہ ملا تو کچھ ضرور سیکھوں گا۔" کپوش نے کہا۔

"آپ میری عزت بڑھا رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"آیئے اندر آیئے۔" اور ہم دونوں حویلی کے اندر آ گئے۔ اندر سے حویلی نہایت صاف ستھری تھی۔ کمرے نہایت صاف تھے۔ دور دور پھول دار پودے بھی نظر آ رہے تھے۔ اندر آنے کے بعد باہر کا منظر یاد نہیں رہتا۔ یہ حویلی اندر سے ایسی ہوگی میں گمان ہی نہیں کر سکتا تھا اندر آنے کے بعد ہم دونوں کے سوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک نہایت آرام دہ کمرے میں دونوں بیٹھ گئے۔ کمرے میں قرمزی نشست تھی۔ ایک موٹے سے قالین پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی اور دیوار کے کنارے بڑے بڑے گاؤ تکیے رکھے تھے اور ان پر بڑے نفیس کڑھائی کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ کمرے میں بھینی بھینی خوشبو بسی ہوئی تھی۔

کپوش نے بیٹھنے کے بعد کہا۔ "فرمائیں کیا پینا پسند کریں گے۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت ضروری ہے ہم خاندان لوگ ہیں۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔" کپوش نے کہا۔ "تو پھر مہمان پر بھی فرض ہے کہ میزبان جو پسند

RFAN Collection
www.pakistanipoint.com

کرے وہ بھی اس کو پسند کرے۔" میں نے کہا۔

"بہت خوب آپ اچھی باتیں کرتے ہیں۔"

کمپوش خوش ہو کر بولا۔

اس نے تالی بجائی تو ایک خادم نما آدمی فوراً حاضر ہو گیا۔ کمپوش نے اس کو اشارہ کیا اور وہ چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ خادم پھر حاضر ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی اور اس میں دودھ جیسے مشروب کے تین گلاس رکھے تھے۔ خادم وہ ٹرے ہمارے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ کمپوش نے مجھے اشارہ کیا اور بولا۔ "شوق فرمائیں!" مگر میں نے ٹرے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ کمپوش مسکرایا اور بولا۔ "آپ سوچ رہے ہیں کہ دو ہیں اور گلاس تین کیوں آئے ہیں۔"

"ہاں یہ قدرتی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ سو سال کے بعد پہلے انسان ہیں جو اس حویلی میں آئے ہیں۔ سو سال پہلے بھی ایک سر پھرا آ گیا تھا۔"

"اس کو بھی یہی مشروب اسی طرح پیش کیا تھا اور اس نے ایک گلاس اٹھا لیا تھا اور اس کے پیتے ہی دو منٹ کے ہزارویں حصہ میں مر گیا تھا۔" میں نے کمپوش کی بات کاٹ کر کہا۔

"کمپوش زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ "واقعی یہی ہوا تھا۔"

"مگر میں جانتا ہوں کہ یہ مشروب کس چیز سے بنایا گیا ہے؟" میں نے کہا۔

"آپ کو کس طرح پتہ چلا۔" کمپوش بولا۔

"کچھ زہر ایسے ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔ ان کا رنگ پانی کی طرح ہوتا ہے مگر ہر زہر میں ایک خوشبو ہوتی ہے۔ اس میں خوشبو کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا۔ وہ زہر صرف ایک گلاس میں موجود ہے۔ مگر وہ گلاس میں شہد کا بنایا ہوا مشروب ہے۔ وہ نادان زہر والا گلاس پی گیا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"آپ کا علم مکمل ہے آپ نے درست کہا ہے۔"

کمپوش نے کہا۔

"مگر آپ نے ایسا کیوں کیا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں آپ کو بتاؤں گا آپ مشروب سے شغل کریں۔" اور اس نے ایک گلاس خود اٹھا لیا۔ میں نے گلاسوں کو دیکھا اور دوسرا گلاس میں نے اٹھا لیا اور دونوں مشروب پینے لگے۔

میں نے وہ شربت پورا ختم کیا۔ نہایت لذیذ شربت تھا۔ کمپوش نے بھی پورا گلاس پی لیا اور گلاس میز میں رکھ دیا۔ اور بولا۔ "ترقدی امتحان کا نام ہے تم میرے سامنے زندہ موجود ہو کیونکہ تم امتحان کی تیاری کر کے ہو تم نے ہر سوال کا جواب ٹھیک ٹھیک دیا ہے۔"

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ میں تیاری کر کے نہیں آیا ہوں۔ میں ہر وقت تیار ہی ہوں۔ تم نے بتایا نہیں کہ وہ سو سال پہلے آنے والا کون تھا۔" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک بہت طاقتور شخص تھا اس کی طاقت کا باعث بھی اس کی طاقت ہی بنی۔ انسان خود کو جب زیادہ طاقتور تصور کرنے لگتا ہے تو وہیں سے اس کا شروع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات وہ اس حد تک ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا نام بھنڈاری ایک ماہر جادوگر تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ ایک ماہر علم نجوم بھی تھا۔ آنے والے وقت کا حساب لگا لیتا تھا۔ مگر اپنی موت کا حساب نہ لگا سکا اور اس کا بدن پانی بن کر بہہ گیا اور وہ اپنا پیالہ

کمپوش بولا۔

"تم نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیوں

میں نے پوچھا۔

"ہاں یہ سوال تم نے ٹھیک کیا۔ میں

اس میں دو خرابیاں بہت بڑی تھیں۔ ایک تو وہ

سامنے کچھ نہیں سمجھتا تھا اس کو اپنی طاقت پر بہت

ہوگئی۔ اس جادوگر کی بندش اتنی سخت تھی کہ ہم حویلی باہر جا ہی نہیں سکتے تھے۔ تین ماہ کے بعد وہ خود بڑے تکبر سے اس نے دوسرے پر ہمارا نام لے کر

دی۔

میں نے بڑے ادب سے اس کا استقبال کیا۔ ایک فاتح کی طرح حویلی کے اندر آ گیا اور بولا۔ "لوگ کیا سمجھتے ہو یہ حویلی تمہاری ہے۔ بولو کب خا کر رہے ہو۔ ایک وقت دو۔"

میں نے ڈر کر کہا۔ "آپ جو حکم کرو گے ہم وہ کریں گے چلے جائیں گے۔ ہم تم سے نہیں لڑ سکتے تمہاری شکتی کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے۔" میں بالکل موم گولا بنا ہوا تھا۔

بھنڈاری میری کمزوری اور اپنی تعریف سے خوش ہوا بولا۔ "میں تم کو چالیس دن دیتا ہوں۔ بولو خالی کرو گے۔"

میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "اس سے بھی پہلے ہم چلے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں دیکھنے آیا تھا۔ ڈیڑھ سو سال میں تمہارے کتنے بل ہیں۔ اب تمہارے سارے بل کھل گئے ہیں اس لئے جاتا ہوں چالیس دن کے بعد آؤں گا۔" بھنڈاری تکبر سے بولا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کے پیر پکڑ لئے اور بولا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا آج پہلی بار ایسی مہان ہستی اس حویلی میں آئی ہے میری خاندانی روایت کے مطابق بغیر خاطر کے آپ کو نہیں جانے دوں گا۔" اس نے میری طرف غرور سے دیکھا میرا رویہ اور کمزوری اس کے سامنے تھی میں نے خود کو بالکل گرا دیا تھا۔ وقت کی یہی ضرورت تھی وہ کچھ نرم ہوا اور بولا۔ "اچھا ٹھیک ہے۔" اور میں اس کو لے کر اسی کمرے میں آ گیا اور اسی طرح اس کو بھی شربت پیش کیا گیا اور وہ طاقت کے نشے میں پی گیا اور اس کا کھیل ختم ہو گیا۔ میں نے اپنی سطح سے گر کر یہ کام کیا اس کا مجھے بے حد دکھ تھا اور اب تک ہے۔"

کپوش نے اپنی بات ختم کی تو میں نے کہا۔ ”تم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حویلی کیوں بنی۔ آج اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی یہ حویلی اس ویران جگہ پر ہے تو جس وقت یہ بنائی گئی ہوگی اس وقت تو اور زیادہ ویران ہوگی وہ کون تھا جو اس ویران جگہ رہنا چاہتا تھا۔“ میں نے پوچھا۔

”میرے والد نے جو مجھے بتایا ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔“ کپوش نے کہا۔

”شالیمار باغ جب بننا شروع ہوا اس وقت اس کے اطراف میں کچھ آبادی ہونے لگی تھی۔ شالیمار میں مزدوری کرنے والے اور کاریگر قریب ہی آباد ہو گئے تھے۔ شالیمار کی تعمیر کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ بادشاہ کی طرف سے کچھ لوگ کام کی نگرانی کرنے کو مقرر تھے۔ مگر صرف ایک شخص ایسا تھا جو دہلی سے آیا تھا باقی سب لوگ مقامی تھے۔ اس کو یہاں کی آب و ہوا اور لوگ اس قدر پسند آئے کہ وہ یہاں پر آباد ہونے پر راضی ہو گیا۔ اور اس نے شاہی چوری شروع کر دی۔

جو تعمیراتی سامان شالیمار کے لئے آتا وہ اس میں سے کچھ یہاں پر اس حویلی میں لگوا دیتا اور مزدور بھی وہی کام کرتے جو شالیمار میں کام کرتے تھے۔ شالیمار بن کر تیار ہوا ادھر یہ حویلی بھی تیار ہو گئی جس وقت یہ حویلی تیار ہوئی اس وقت اس کی شان شالیمار سے کم نہیں تھی۔ یہ عمارت سرخ پتھر سے بنائی گئی ہے۔ دور سے بہت حسین لگتی تھی اور قریب سے تو اس کا باغ شالیمار باغ کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ اندر کے محلات کی اپنی الگ شان تھی۔ آپ آج بھی اس کو دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔

شالیمار کا کام ختم ہو گیا بادشاہ خود لاہور رہا اور شالیمار باغ دیکھنے گیا۔ اس وقت کسی نے بادشاہ کو شاہی کارندے کے بارے میں بتا دیا کہ اس نے باغ کے تعمیراتی سامان میں سے چوری کی ہے اور ایک بہت بڑی حویلی تعمیر کرائی ہے بادشاہ اس کی تصدیق کرنے خود حویلی گیا اور بات درست پائی۔

یہ بات بادشاہ کو بہت ناگوار گزری اور اس نے اس کارندے کو سولی پر چڑھوا دیا اور واپس چلا گیا۔ ہمارا خاندان اس میں قیام کرنے کو تیار تھا اور حویلی بننے کا ہی منتظر تھا وہ فوراً حویلی میں آباد ہو گیا۔ اور باپ نے حالات ایسے بنا دیئے کہ لوگ ادھر سے گزرتے بھی نہیں۔“ کپوش نے اپنی بات مکمل کی۔

”آپ نے اس بھنڈاری جادوگر کے ساتھ جو وہ آپ کی مجبوری تھا۔ مگر میرے ساتھ آپ کو کیا مجبوری تھی میرے ساتھ وہی سلوک کیوں کیا۔“ میں نے پوچھا۔

”یہ سوال کرنے کا حق آپ کو ہے۔ میرا سنئے۔ میں نے جادوگر کے ساتھ جو کیا وہ میری مجبوری میری ناتجربہ کاری بھی اور ضروری بھی۔ میں نے پہلی قدم ابتدائی قدم سے پہلے اٹھایا یہ میری بہت بڑی تھی اگر وہ آپ کی طرح غصے ول دماغ کا مالک ہوتا تو ہم سب کو ختم کر دیتا۔ مگر اس کا وقت خراب تھا کیونکہ وہ غرور اور تکبر کی آخری سیڑھی پر کھڑا تھا سے گرنے والا سیدھا حماقت کے منہ میں جاتا ہے۔ میں ناتجربہ کار نہیں ہوں میں نے وقت سے پہلے میں ابتدائی قدم نہیں اٹھایا صرف ابتدائی قدم سے کر لیتا ہوں آپ جیسے لوگوں سے کچھ حاصل کرنے کوشش کرتا ہوں۔ شربت میں زہر نہیں ملایا گیا تھا اس کے پیندے میں سلائی لگائی گئی تھی۔ اس مرتا نہیں مگر اس کی طاقت کا اندازہ ضرور ہو جاتا نے پہچان لیا اور اس گلاس کو چھوڑ دیا۔ میں آپ اندیشی اور پرکھنے کا قائل ہو گیا۔“ کپوش نے کہا۔

”اچھا یہ بتائیں۔ یہ زہر آپ کو کہاں سے ہوا۔“ میں نے پوچھا۔

”یہ زہر ہمارے پاس میرے دادا کے زمانے چلا آ رہا ہے۔“ کپوش نے جواب دیا۔

”آپ کو پتہ ہے یہ زہر کہاں سے حاصل ہے؟“ میں نے پھر پوچھا۔

”میرے والد نے بتایا تھا کہ یہ کسی سانپ ہے۔“ کپوش نے کہا۔

”یہ بات درست ہے کہ یہ سانپ کا زہر ہے مگر کس کا یہ کسی کو پتہ ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”نہیں یہ بات والد صاحب کو بھی پتہ نہیں تھی۔“ کپوش نے کہا۔

”آپ کی معلومات کے لئے میں بتاتا ہوں کہ یہ کس سانپ کا ہے اور اس کو کس طرح حاصل کیا گیا ہے۔“ میں نے کہا۔

”بڑی نوازش ہوگی ضرور بتائیں۔“

”اور آپ سب بھی سن لیں۔“ میں نے کہا۔ میرا جملہ سن کر کپوش اچھل کر کھڑا ہو گیا اور حیرت سے دیکھنے لگا۔ میں نے پھر کہا۔ ”پریشان نہ ہو میرے دوست نے اپنے علم سے یہ اندازہ تو کر لیا ہے کہ میں کسی ایسے سے نہیں آیا ہوں جو تم لوگوں کے لئے باعث نقصان ہو۔ پھر بھی تم نے میرا خوب وزن کیا ہے۔“

کپوش اور میں جس وقت کمرے میں آئے تھے اس وقت بھی لوگ یہاں پر موجود تھے۔ کپوش کا یہ بھی لوگوں کو شاید ایک طریقہ تھا۔ میں اس پر کیوں اعتراض کرتا۔ میں کسی کو شرمندہ کرنے کو پسند نہیں کرتا رہا میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ میں وزن میں پورا اوں کہ نہیں کسی اور پر گھٹتا ہے تو بھی میں حاضر ہوں۔“ میں نے کہا۔

کپوش نے آگے بڑھ کر میرے قدم پکڑ لیے اور معاف کر دیں۔ دودھ کا جلا ہوا تھا اس لئے غلطی

میں نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ”یہ زہر شیش ناگ کا ہے شیش ناگ جو چھپکلی کے درجت پر لٹک کر ریاضت ہے اور ایک سو سال تک کرتا ہے اس کا بدن کم ہوتا ہے آخری دنوں میں صرف دودھ نما غذا قبول کرتا ہے ان کے آخری دنوں میں حاصل کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ یہ ہے کہ اس کو دودھ پلایا جاتا ہے ناگ دودھ پی پاتا۔ کچھ دودھ برتن کے اندر جاتا ہے اس دودھ کو جمع کرنا پڑتا ہے اور پھر زہر کو الگ کرنا پڑتا ہے یہ وہی زہر ہے۔ اس کو

حاصل کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ شیش ناگ پھنکارے ہی آدمی مر جاتا ہے اور وہ شیش ناگ جو سو پورے کر رہا ہو تو اس کے زہر کا کیا عالم ہوگا۔ اس جس نے بھی حاصل کیا ہے وہ بہت بہادر تھا۔ میں نے بات ختم کی۔

”آج پہلی بار پتہ چلا کہ یہ زہر کس کا ہے اور کس طرح حاصل کیا جاتا ہے۔ آپ نے ہم سب کی معلومات میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔“ کپوش نے کہا۔

”میں نے تم کو دوست کہا ہے تو دوستانہ مشورہ دینا چاہوں تو آپ مانیں گے۔“ میں نے کہا۔

”آپ مشورہ نہیں حکم دیں۔“ کپوش نے کہا۔

”نہیں صرف مشورہ۔“ میں نے کہا۔

”فرمایئے۔“ کپوش کے ساتھ اور بھی آوازیں آئیں۔

”اس حویلی کی عمر ختم ہونے والی ہے ہو سکتا ہے سال میں ختم ہو یا اس سے زیادہ لگ جائیں اور پچاس سال میں بھی یہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ مقام ایک گنجان آباد ہونے والا ہے۔ میں پیش گوئی کبھی نہیں کرتا بلکہ پیش گوئی کرنے والے کو بے وقوف سمجھتا ہوں۔ آپ اس کو پیش گوئی نہ جانیں۔ یہ میرے تجربے اور اندازے ہیں۔ یہاں پر انسانوں کی اس قدر بھیڑ ہو جائے گی کہ آپ لوگوں کا گزارہ نہیں ہو سکے گا۔ یہ میرا فرض تھا اس کا عرصہ میں نہیں بتا سکتا۔“ میں نے بات ختم کی۔

”آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم لوگ اب یہاں پر نہیں رہ سکیں گے۔“ کپوش نے کہا۔

”وقت سے پہلے آپ کو پتہ چل گیا ہے اس لئے آپ بندوبست کر کے چھوڑ دیں۔“ میں نے کہا۔

”وہ کون لوگ ہیں جو یہ جگہ طلب کریں گے۔“ کپوش نے پوچھا۔

”ظاہر ہے وہ انسان ہی ہوں گے۔“ میں نے کہا۔

”آپ میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوں۔ میں نے بھی

کچھ تیاریاں کر رکھی ہیں۔" کپوش نے کہا۔

"میرا کام تم کو بتانا تھا حالات کچھ اس طرح تبدیل ہوں گے کہ تم خود ہی کچھ فیصلے کرو گے۔" میں نے کہا۔

"ایک فیصلہ وقت کا یہ تھا کہ ہشنداری جادوگر تمہارے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسی طرح وقت کا کچھ بھی فیصلہ کسی کے بھی خلاف ہو سکتا ہے۔ دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ہی کچھ کر لیا جائے، یہ بات یاد رکھنا اس میں میرا ذاتی فائدہ ہے نہ نقصان، میں تمہارے اخلاق کی وجہ سے جو اندازے لگا سکا ہوں تم بتا دیے۔" میں نے کہا۔

"آپ کی نوازش ہے۔" کپوش نے کہا اور اس کے بعد میں نے اجازت چاہی اور واپس چلا آیا۔" رولو کا نے اپنی بات ختم کی۔

"تو اس کا مطلب ہے اب تو بلی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"سردار صاحب کو آپ کسی بھی طرح بتا دیتا۔" رولو کا نے کہا۔

اور میں نے سردار صاحب کو بتا دیا کہ" وہ جگہ بہت خطرناک ہے وہاں پر انسانوں کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔" اور سردار صاحب نے کانوں پر ہاتھ لگا کر کہا۔

"اوئے مٹی ڈالو سانوں کی ضرورت ہے۔" اور بات آئی گئی ہو گئی۔

لاہور شہر ہمیشہ سے ہی بڑا پر رونق شہر رہا ہے ایک ہفتہ ہم سیر کرتے رہے اور پھر آگے چل پڑے۔ دو چار روز ملتان میں رکے اور پھر کراچی روانہ ہو گئے۔ کراچی ایک بندرگاہ ہے زیادہ بڑا شہر نہیں۔ صاف ستھرا شہر ہے آبادی ملی جلی ہے بڑا کاروبار پارسیوں اور ہندوؤں کے پاس ہے مسلمان ہیں تو مگر غریب ہیں بندرگاہ پر مزدوری کرنے اور چھوٹے موٹے کام کرنے والے مسلمان ہی ہیں۔ بندر روڈ جو کہ کیماڑی سے شروع ہوتا اور KCA پر ختم ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑا کاروبار روڈ ہے اس پر ٹرامیں چلتی ہیں۔ سیر و تفریح کرنے والے فیشنی بھی میں شام کو بندر روڈ پر نکلتے ہیں۔

فیشن جس کو ہوا بندر بھی کہا جاتا تھا کہ [illegible] جا چکے تھے۔ شام کا وقت تھا اور ہم کلفٹن کے پل کے تھے وہ ہم کو وہیں ملا۔ اس کے کپڑے صاف ستھرے اور اس کے گھونگریالے بال تھے مگر چہرہ بتا رہا تھا سخت پریشان ہے۔ رولو کا اس کے قریب آ گیا اور نے پوچھا۔

"تم کون ہو بھائی کچھ پریشان لگتے ہو۔"

اس نے ویران نظروں سے رولو کا کو دیکھا اور

"ہاں ڈے ہم بہت پریشان ہے۔"

"کیوں پریشان ہو کچھ بتاؤ تو۔" رولو کا نے پوچھا۔

"اڑے آٹھ دن ہوا ہمارا بیٹا گم ہو گیا ہے اڑے ہم پریشان ہوں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" رولو کا نے پوچھا۔

"ہمارا نام واجہ ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"تو واجہ بھائی پوری بات بتاؤ شاید ہم تمہاری مدد کر سکیں۔" میں نے پوچھا۔

"اڑے یہ بہت لمبا کہانی ہے تم سنیں گے۔" بولا۔

"ضرور سنیں گے۔" میں نے پھر کہا۔

"دو سال پہلے یہ کہانی شروع ہوا [illegible] آدمی ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہوں۔ گدھا گاڑی ہوں ابھی نہیں چلاتا دو سال پہلے کا بات کرتا ہوں۔ روزی ادھر سٹی اسٹیشن کا گودی اور کیماڑی میں [illegible] ادھر جاتا تھا۔ دو چار روپیہ بن جاتا تھا مگر ہمارا گھر دن کا بیماری سے مر گیا۔ اڑے ہمارا تو حالت [illegible] ہو گیا۔ ابی کیا کرے گا دوسرا گدھا کدھر سے لائے گا۔ کماتا تھا بیوی کو دیتا تھا ہمارا پاس تو دو روپیہ نہیں تھا۔ تمیں روپے کا گدھا کدھر سے لائے گا۔ خراب ہو گیا بیوی بولا۔" واجہ ابھی تم کیا کرے گا۔ بولا۔" کیا بتائے کیا کرے گا دھکے پر جائے گا۔

گے۔" بیوی بولا۔" واجہ ابھی تم اتنا جوان نہیں ہے کہ ے پر مزدوری کرے گا تم گدھا گاڑی چلا سکتا ہے ں۔" میں بولا۔

"تیرا بات ٹھیک ہے پن گدھا گاڑی تو گدھے ے چلتا ہے گدھا کدھر ہے۔" وہ بولا۔" ہمارا پاس نہیں ہے تم جاؤ دوسرا گدھا خریدو اور اپنا کام شروع کرو۔" ے ہم تو خوش ہو گیا۔ دوسرا دن بیوی سے تمیں روپیہ ے کر گیا اور دوسرا گدھا لے کر آ گیا۔ آتے آتے شام یں تھا بیوی نے گدھا دیکھا اور بولا۔" اچھا ہے کتنے کا ہم نے بتایا۔" اڑے چالیس بولتا تھا تھیس کا لیا ہے۔" وہ بولی۔" ٹھیک کل سے پھر اپنا کام شروع کرو۔" ں خوشی خوشی سو گئے صبح میں جلدی اٹھ گیا۔ اور گدھے کے پاس پہنچا ابھی سورج پوری طرح نہیں تھوڑا اندھیرا تھا۔ ہم چارہ گدھا کو دیا ایک ڈول پانی کے پاس رکھا اور گھر میں آ گیا۔ بیوی نے ہم کو چائے بات کا روٹی دیا ہم بھی ناشتہ کر لیا اور گھر سے سیدھا میں گدھے کے پاس گیا اب سورج نکل آیا تھا اور نکل گیا تھا۔

"اڑے یہ کیا یہ گدھی ہے۔" ہم حیران گیا۔ ہم سارا زندگی گدھا گاڑی چلایا پھر بھی کھا گیا۔ گدھا سمجھ کر لے آیا۔ اڑے یہ کیا بھول ہوا۔ ابی اسے اس گدھی کو کیا کرے۔ واجہ بیٹا تمہارا قسمت ہے اڑے سیدھا کام بھی الٹا ہو رہا ہے، بیوی کو کیا ے گا۔ ہمارا برادری کا لوگ مذاق الگ اڑائے یہ گدھی بچہ دینے والی لگتی ہے کسی کام کا ہے۔ ابھی ہم ادھر ہی تھا کہ بیوی بھی آ گئی اس نے ی کو دیکھ لیا اور اس کے پیٹ کو دیکھ کر بولا۔

"واجہ تم اپنا آنکھ میں سرمہ ڈالو تم یہ کیا خریدا لایا اڑے ہم خود حیران ہے ایسا کیسا ہوا۔ ابھی ہم سب ہم کو سب طرف سے مارا گیا۔"

اس کو ایک دو روز میں بچہ ہونے والا ہے۔ ابھی

میں بولا۔" ٹھیک ہے تم اس کو دیکھنا میں [illegible] پر جاتا ہوں۔" اور میں سٹی اسٹیشن چلا گیا۔

تعجب کی بات یہ تھی کہ کام بھی بہت آسان مزدوری بھی اچھا مل گیا اور میں روزانہ مزدوری پر رہا۔ خوب مزدوری ہوتا۔ ایک ہفتہ کے بعد میں شام آیا تو دیکھا گدھی کے ساتھ ایک بڑا خوبصورت بچہ موجود تھا۔ وہ تھا تو گدھے کا بچہ مگر مجھے بہت پیارا لگا نے بڑھ کر اس کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کیا اور اس کو کھلایا۔ میں نے اس کا نام کاسور کھ دیا۔

میں روز اس کے لئے کچھ نہ کچھ کھانے کو لے کاسو کے ساتھ اس کی ماں کو بھی کھلاتا۔ وہ مجھے خوب جا تھا میری آواز پر آتا تھا میرے اشارے سمجھتا تھا۔ اس سے ایسی محبت ہو گئی تھی جیسے ایک باپ کو ہوتی۔ اڑے وہ ہمارا بیٹا تھا۔ ہم لوگ اس کو کبھی نہیں باندھا۔ سارا دن آزاد رہتا تھا اب وہ بڑا ہو گیا تھا مگر شام سے پہلے گھر آ جایا کرتا تھا۔ سارا دن وہ چاہے اڑے، مسان رو گھومتا اس کو بہت لوگ پکڑنے کی کوشش کیا مگر وہ ہرن کی مانگ دوڑتا تھا۔ کوئی اس کا بدن پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ سب لوگ بولتا تھا اڑے یہ گدھا کدھر ہے یہ تو کچھ دوسرا ی چیز ہے۔ شام کو میں اس کو پیار کرتا تو وہ میرے بدن سے لگ کر کھڑا رہتا اور کان پھڑ پھڑا تا رہتا۔

وہ جوان ہوا اور اس کا ماں مر گیا۔ صبح ہم دیکھا وہ مری پڑی تھی اور کاسو اس اس کے قریب بیٹھا تھا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ میں اس کے قریب گیا اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔" اڑے کاسو تم مرد بچہ ہے کیوں فکر کرتا ہے ہم ہے نا تمہارا باپ ابھی تک فکر مت کرو۔" وہ چار بات اور کیا کہ ہمارا بیوی آ گیا۔" واجہ اس کو کھانے کو لایا وہ تو مر گیا۔" میں کچھ بولنے والا تھا مگر میری زبان سے نکلا۔" اس کا قبر ادھر ہی بنائے گا اس کو باہر نہیں

پھینکے گا۔"

"کیا بات کرتا ہے واجد۔" بیوی حیرت سے بولا۔

"میری بات غور سے سنو کسی کو پتہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ لوگ مذاق کریں گے مگر میں وہی کروں گا جو میں نے کہا ہے۔" اور میں نے اسی جگہ جہاں وہ پڑی تھی ایک گہری قبر بنائی اور اس کو اس میں ڈال کر مٹی ڈال دیا۔ کاموسیرے سب کام دیکھتا رہا۔ میں نے اس سے کہا۔ "صبر کر بیٹا یہ زندگی ایک نہ ایک دن ختم ہونا ضرور ہے۔ اور آخری انجام یہی ہے۔"

"پہلے ہم ایک دو روپے کا مزدوری کرتا تھا گدھا گاڑی میں بھی زیادہ نہیں ملتا تھا۔ وہ گدھی جب سے ہمارا گھر میں آیا ہمارا مزدوری بڑھ گیا۔ گدھی مر گیا اس کا بچہ آ گیا تو بھی ہمارا مزدوری کم نہیں ہوا۔ کاموسارا دن گھر سے باہر پھرتا تھا وہ اب پورا جوان تھا اس کا رنگ سفید تھا اور منہ پر کالے رنگ کی دھاریاں تھیں جسم اس کا فربہ نہیں تھا بڑا چاک چوبند اور ہوشیار رہتا تھا۔ شام کو میرے پاس مجو آ گیا اور بولا۔

"اڑے واجد تم کیسا ہے ٹھیک تو ہے نی۔"

میں نے کہا۔ "سکر ہے۔ تم بولو کیسا آیا ہے۔"

"یہ تمہارا کاموے نی گولی کی مالک بھاگتا ہے اڑے تم اس کو رئیس میں ڈالو نی خدا قسم سب کو مارے گا یہ بہت بڑا انعام تم کو ملے گا۔"

"کاموبہت تیز دوڑتا ہے مجھے پتہ ہے پن گاڑی کے ساتھ ہم اس کو کبھی نہیں لگایا۔ کیا پتہ دوڑے گا کہ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اڑے فکر مت کرو ہم تم کو ایک دم فسٹ کلاس گاڑی دیں گا رئیس والا۔ تم اس کو ایک دو چکر گاڑی کا لگاؤ پتہ پڑ جائیں گا۔" مجو نے کہا۔

"ابھی میرے پاس گاڑی کا پیسہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اڑے کون کافر تم سے پیسہ مانگتا ہے۔ تمہارا گدھا اور ہمارا گاڑی جیت گیا تو دونوں کا برابر کا حصہ ہوں گا یولو کیسا بولتا ہے۔" مجو نے کہا۔

"اور انعام کتنے کا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اڑے پانچ سو روپیہ پہلا نمبر کو ملے گا دوسرا چار سو ملے گا۔" مجو نے بتایا۔

"تم پورا پتہ کر کے آیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اڑے کاموکو جب سے دیکھا ہے بس یہ بار بار تم بولو کیا بولتا ہے۔" مجو نے کہا۔

"تم گاڑی کل لے کر آ جاؤ میں کاموکو تیار کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

مجو تو تیار ہی تھا۔ دوسرے روز شام کو گاڑی لے آ گیا۔ میرے گھر آنے سے پہلے ہی کاموآ گیا تھا۔ میں نے کاموکو گاڑی کے پاس ہی کھڑا کر دیا تھا۔

"اڑے کاموتم مرد بچہ ہے مرد کا طرح دوڑنا۔ ابھی تم جوان ہے تھوڑا کام کرو گاڑی کا پیچھے لگتا ہے۔ گاڑی بہت ہلکی پھلکی تھی سائیکل کے وہیل تھے۔ ایک آدمی کے پیچھے بیٹھنے کی جگہ تھی یہ گاڑی خاص دوڑ میں مقابلے کے لئے بنائی گئی تھی۔ کاموکا پاس اطمینان سے کھڑا رہا جیسے اپنی رضامندی کا اظہار کر رہا ہو۔ میں نے اس کو گاڑی میں جوڑا تو کاموکو پریشان نہیں ہوا میں اندر گیا بیوی کو بتایا وہ دوڑ بہت خوش ہوئی۔ میں نے کہا اس کو گرو تھکاوے آج بار یہ کوئی کام کر رہا ہے۔ وہ مسکرا کر بولی "تم فکر نہ کرو واجد۔"

کاموسے گڑ کھلایا پانی بھی پی لیا میں گاڑی لے گیا۔ "اچھا کاموآداب چلو بیٹا۔"

اور ہم لی مارکیٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کاموبہت اچھی چال چل رہا تھا۔ اسی چال سے ہم یہاں آ گئے یہاں پر بہت چوڑا روڈ ہے زیادہ ورش نہیں تھی۔ تک کاموکی چال وہی رہی نہ زیادہ تیز نہ کم تھا۔ روڈ سنسان پڑا تھا میں نے کہا۔ "کاموآداب دیکھوں تو کیسا جوان ہے۔" پل گزرتے ہی کاموا اور چند منٹ میں گاڑی کے چوراہے سے گھوم

گاڑیاں لائن میں موجود تھیں۔

سڑک کا ایک طرف کا ٹریفک بھی دوسری طرف کر دیا گیا تھا۔ اتوار ہونے کی وجہ سے ٹریفک ویسے بھی بہت کم تھا ایک بہت بڑا اجتماع پھر ریس کا آغاز ہوا اور سب گاڑیاں دوڑنے لگی۔ کاموپہلی تک سب کے ساتھ چلتا رہا۔ ٹاور آتے ہی میں نے آواز دی۔ "کاموآپ کو بولتا ہے۔"

اور کاموہوا میں بگلی دوڑ گئی۔ اور وہ آگے جاتی کار سے بھی آگے نکل گیا۔ کار کے اندر جو لوگ تھے انہوں نے حیرت سے دیکھا اور ہاتھ لہرایا۔ اور ہم گارڈن کے چوراہے پر پہنچ گئے ہمارے بعد کار آئی اور اس کے بعد گاڑیاں آنے لگیں کاموئے اتنی آسانی سے اور فاصلے سے یہ ریس جیت لی کہ سب حیران رہ گئے۔ اس دن کی دوسری ریس بھی کاموئے جیت لی۔ میری جیب میں پانچ سو روپے آ گئے مجو بھی بہت خوش تھا۔ وہ پھولوں کے ہار خرید لایا اور کاموکو پھولوں سے لاد دیا۔

پانچ سو روپے ہم ایک ساتھ زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ شام خوش خوش گھر آیا۔ بیوی کو بتایا۔ اس کو سب روپیہ دیا وہ اتنا روپیہ دیکھ کر پریشان ہو گیا بولا۔ "اتنا روپیہ اڑے اس کا کیا کریں گا۔"

مجھے فوراً ہی خیال آ گیا بولا۔ "اڑے مجو کو گاڑی ہے آدھا روپیہ وہ لے گیا ہے ابھی ہم لوگ اپنا گاڑی بنائیں گا۔" اور میں نے سو روپے میں بہت اچھا گاڑی بنوایا۔ ہم ہر ہفتہ ریس میں کاموکو دوڑاتا رہا اور کاموکبھی نہیں ہارا بہت سے چیمپئن گدھے اس سے ہار گئے۔ کاموکی موجودگی میں دوسرے گاڑی والے ریس سے اپنی گاڑیاں الگ کرایا کرتے تھے میں نے یہ حالت دیکھی تو صرف ایک ریس میں حصہ لیتا تھا۔ دوسری ریس میں دوسروں کو چانس دیتا تھا ہزاروں روپے کی آفر میرے پاس آئی۔ کاموکو بیچ دو۔ اڑے تم سوچو کوئی اپنا بیٹا بیچتا ہے۔

کاموا اب بھی آزاد تھا اب وہ بہت مشہور ہو گیا

میری امید سے زیادہ تیزی کاموئے دکھائی۔

"ہاں واجد کیسا چلا تیرا کاموئے۔"

میں نے خوشی سے بتایا۔ "اڑے گولی ہے گولی۔"

"میں بولتا تھا تیرا کاموریس جیتے گا۔" مجو نے کہا۔

"تم ٹھیک بولا تھا۔ اب ہم کو بھی امید ہے۔ تم بھی یہ تاؤ ریس کب ہوں گا۔"

"بس ایک ہفتہ ہے میں تیرا نام بھی لکھا دیتا ہوں۔" مجو بولا۔

"اچھا یہ ریس کدھر ہوں گا۔" میں نے پوچھا۔

"یہ گاڑی سے گارڈن کے چوراہے پر ختم ہوں گا ہر کو ہوں گا ایک سائڈ کا ٹریفک پچیس گا دوسری طرف ہی والا گاڑی چلیں گا۔" مجو نے بتایا۔

"ٹھیک ہے تم ہمارا نام ڈالو۔ ہم لوگ بھی تیاری پکڑتا ہوں۔" میں نے کہا۔

اور ایک ہفتہ گزر گیا مجو صبح ہی میرے پاس آ گیا۔ گاڑی کو اس نے چیک کیا ہوا ڈالی، تیل وغیرہ ڈالا۔ سب تیاری کے بعد بولا۔

"اڑے واجد اپنی ہمارا تیاری پورا ہو تم کاموکو تیار کرو۔ ٹھیک دس بجے گاڑی چوراہے پر پہنچنا ہے۔"

"اڑے ہمارا کاموتو ہر وقت تیار ہے بس تھوڑا گھاس کھاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اڑے مذاق کرتا ہے ہر دفعہ پیٹرول ڈری کدھر ڈالے گا۔" مجو حیرت سے بولا۔

"میری ہنسی نکل گئی اڑے کاموکا پیٹرول گز ہے تم کو پتہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

مجو بھی ہنس پڑا۔ "اڑے واہ اچھا پیٹرول ہے۔"

ہم لوگ ٹھیک دس بجے گاڑی چوراہے پر پہنچ گئے کئی گاڑیاں ریس میں حصہ لے رہی تھیں۔ ایک کار گاڑیوں کے آگے تھی اور ایک کار پیچھے کھڑی تھی۔ سب

تھا۔ وہ بہت ہوشیار تھا میں نے اس کو منع کیا تھا کہ وہ صرف گھر پر کھائے گا کدھر بھی کچھ ملے نہیں کھائے گا۔ میرا گھرانہ خوشحال ہو گیا تھا۔ میں نے گھر بھی بنا لیا تھا۔

لیاری میں ایک بہت اچھا ہوٹل بھی چالو کر دیا تھا۔ اس ہوٹل کا نام کاموہوٹل تھا۔ وہی اس کا مالک تھا۔ اڑے ہم تو صرف اس کا دیکھ بھال کرتا تھا۔ اب میں مزدوری نہیں کرتا تھا۔

ابھی ہم لوگ کابرواری میں اور علاقے میں بہت عزت ہے یہ سب کاموکی وجہ سے ہوا۔ اڑے ہم کیا ہے ہم وجیہ گدھا گاڑی والا تھا ابھی ہم برادری کا بڑا مانا جاتا ہے کاموئے ہم کو عزت دلایا پیسہ سے روزی دلایا ہم کو بھی کچھ دنیا کا پتہ چلا کہ لیاری کے آگے بھی کراچی ہے۔ دنیا بہت بڑا ہے۔

ابھی آٹھ دن ہوا ہمارا کاموگم ہو گیا۔ رات کو ہم اس کو کھانا کھلایا تھا صبح کو وہ نہیں تھا۔

ہم پاگل ہو گیا اکھا کراچی دیکھ لیا۔ لیاری کا ایک ایک کونہ ہم تلاش کیا۔ ہر اس آدمی کے پاس گیا جو کاموکو جانتا تھا مگر کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔ ابھی ہم کیا کرے وہ ہمارا اپنا تھا۔ خدا قسم ابھی ہم کو روپے کا کوئی فکر نہیں ہے ہم کو اب ضرورت نہیں ہے بس وہ ہم کو مل جائے۔ ہم اس کو ریس میں نہیں ڈالے گا ہم سب کو یہ بولا ہے مگر سب بولتا ہے کاموکو ہم نے نہیں دیکھا۔"

اور وجیہ خاموش ہو گیا اور اس کے آنسو بہتے رہے۔ "محبت اس کو کہتے ہیں" میں نے رولوکا کو کہا۔ "یہ ایک جانور کی محبت میں دیوانہ ہو رہا ہے۔"

"محبت جذبہ ہی ایسا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس کے لئے کچھ ہو سکتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

رولوکا نے مجھے جواب دینے کی بجائے وجیہ سے پوچھا۔ "تم مجھے وہ جگہ دکھا سکتے ہو جہاں پر کاموکو رکھا جاتا تھا۔"

"کیوں نہیں دکھائیں گے چلو ہمارا ساتھ۔" اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم نے برج کے پاس سے گم ہو چاکیواڑہ روانہ ہو گئے۔

وجیہ کا مکان دیگر بہت سے مکانوں سے اور بڑا تھا۔ ایک باڑہ بھی اندر تھا وہ ہم کو اس باڑ لے گیا اور بولا۔ "ادھر ہمارا کاموربتا تھا ادھر وہ ادھر کھاتا تھا۔"

وہ اتنے محبت سے کاموکا ذکر کر رہا تھا کہ ترس آتا تھا۔ رولوکا اور میرے علاوہ بھی ایک پرند کے ساتھ تھا اس کو میں نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی وجیہ تھا اس پرندے نے کاموکی خوشبو کو سونگ لیا تھا۔ گیا تھا۔

یہ بات مجھے رولوکا نے بتائی۔ اور پھر وجیہ سے "دیکھو وجیہ ہم لوگ کینٹ اسٹیشن پر مہران ہوٹل نمبر 6 میں رہتے ہیں تم کل صبح کسی وقت ہمارے آجانا تم کو پتہ چل جائے گا کہ کاموکہاں۔ اور اس کس طرح حاصل کیا جائے گا۔" اور ہم لوگ چلے آئے۔

رات کو میں سو گیا مگر رولوکا جاگتا رہا مجھے وہ کیوں جاگ رہا ہے میں سو گیا۔ صبح دس بجے کے وجیہ آ گیا۔ رولوکا نے اس کو کمرے میں ہی بلا لیا۔ بتایا۔ "کاموزندہ ہے مگر کراچی میں نہیں ہے یہ کراچی مشرق کی طرف ہے کتنی دور ہے اندازہ نہیں گاڑی کا بندوبست کر سکتے ہو ہم لوگ کو جانا پڑے

"اڑے یہ تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ کیا چاہئے۔" وجیہ نے کہا۔

"جیپ ٹائپ کی، چھت کھلی گاڑی ہو تو بہتر ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"ٹھیک ہے ہم ابھی گاڑی لاتا ہے۔" گیا اور بارہ بجے ایک جیپ کرائے پر لے کر آ لوگ فوراً ہی کمرے سے نکل آئے۔

رولوکا نے آسمان کی طرف دیکھا اور "مشرق کی طرف جو سڑک جاتی ہے اس پر چلو۔"

اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور بولا۔ "مشرق کی طرف چلتا ہے۔"

"وہ مشرق میں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں ادھر ہی ہے۔" وہ بولا۔

"تو چلو یہ بتاؤ تمہاری گاڑی لمبا سفر بھی کر سکتی ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"کیا لانڈھی سے آگے جانا ہے۔" ڈرائیور بولا۔

"ہو سکتا ہے کچھ دور جانا پڑ جائے۔" رولوکا نے

"گاڑی ایک دم فسٹ کلاس ہے خالی پیٹرول اور پڑے گا۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"اب جو پیٹرول پمپ آئے پوری ٹنکی بھروالو فکر ہم کو پورا کرایہ ادا کریں گا۔" وجیہ نے کہا۔

گاڑی اب ڈرگ روڈ سے گزر رہی تھی۔ رولوکا آسمان کی طرف دیکھا اور مجھ سے کہا ہم لوگ ٹھیک جا رہے ہیں۔ ملیر گزر گیا لانڈھی گزر گیا گاڑی چلتی رہی بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا دھابے جی بھی گزر گیا۔ گاڑی اب بھی سیدھی حیدر آباد کی طرف چلتی رہی اسی طرح 6,5 میل اور گاڑی چلی تھی کہ رولوکا نے ڈرائیور کو رکنے کا کہا اور آسمان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"دائیں ہاتھ کو گاڑی موڑ دو۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "ادھر تو کچا ہے۔"

"ادھر ہی جانا ہے تم فکر نہ کرو جہاں تک گاڑی جا سکے چلاؤ۔" ڈرائیور نے گاڑی موڑ دی اور گاڑی جھاڑیوں سے آگے بڑھنے لگی۔

تین چار میل چلنے کے بعد سامنے کچھ پہاڑیاں نیچے اونچے ٹیلے نظر آنے لگے۔ گاڑی ان کی طرف گئی اور اس مقام پر پہنچ گئی کہ آگے چڑھائی تھی اور جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ بڑے بڑے گڑھے اور ناہموار زمین تھی۔ رولوکا نے ہاتھ کے اشارے سے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا کہا اور گاڑی سے اتر آیا۔ دور دور تک کسی ذی روح کا وجود نظر نہیں آتا تھا۔ دھوپ ہر سو

ٹھہر کر کھڑا ہو گیا۔ بھیڑیا کا موڈ پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ عقاب نے غوطہ لگایا اور بھیڑیا پر حملہ کیا۔ اس کے لئے بھیڑیا تیار نہیں تھا۔ یا عقاب ان کی نظروں سے اوجھل تھا بھیڑیا نے منہ آسمان کی طرف کیا ہی تھا کہ عقاب نے اس کی ایک آنکھ نکال دی بھیڑیا درد سے پریشان ہوا اور ایک طرف دوڑا مگر عقاب برابر اس پر حملے کرتا رہا اور اس کو اندھا کر دیا۔ کا موڈ پھر ایک طرف چلا میں پہاڑی کے سائے میں تماشہ دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس دوسرا ہتھیار بھی تھا مگر عقاب ہی اب تک بھاری تھا۔ بھیڑیا ایک طرف بھاگ گیا اور دن کی پٹائی دھوپ میں ایک بڑی ڈراؤنی بھیانک آواز دیر تک آتی رہی۔

اور پھر سناٹا چھا گیا۔ مگر یہ خاموشی زیادہ دیر نہیں رہی۔ سمندر کی طرف سے ایک آدمی آتا نظر آیا۔ اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی تھی۔ جسم کا رنگ۔ تانبے کی طرح اور سر چمک رہا تھا وہ کسی بدمست ہاتھی کی طرح چل رہا تھا۔ چند منٹ میں وہ میرے سامنے کھڑا تھا۔

وہ جس راستے سے آیا تھا اس پر چلنا ہی دشوار تھا دوسرے وہ اتنی جلدی اس سے گزر کر آ گیا تھا میں اس کو غور سے دیکھا اور کہا۔ "اچھا تو تو ہے چور۔"

اس نے انتہائی حقارت سے میری طرف دیکھا اور کہا۔ "چور تو تو بھی ہے۔"

"چور کو سب چور نظر آتے ہیں۔ تو نے کبھی آئینہ دیکھا ہے اگر نہیں دیکھا تو کبھی دیکھنا بھی نہیں دیکھ کر ڈر جائے گا۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"آئینہ کبھی سچ نہیں بولتا مورکھ تجھے اتنی سی بات پتہ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ اب بھی حقارت آمیز تھا۔

"اور میں کہتا ہوں آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" میں نے کہا۔

"بہت باتیں بنا رہا ہے خوب بول رہا ہے۔ کبھی موت کو دیکھا جو نہیں اب دیکھ لے تیرے سامنے کھڑی ہے۔" وہ نفرت سے بولا۔

"اچھا مجھے پتہ نہیں تھا ذرا تو اپنا نام تو بتا مجھے بھی تو

پتہ چلے کہ میری موت کا کیا نام ہے۔ میں نے پوچھا

"چند منٹ کے لئے کیا پتہ کرے گا کس دیالو سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ بتا ہوں۔ میرا نام دھیان چند جوگی ہے بول تیری اچھا ہو گئی۔"

"نہیں ابھی نہیں یہ بتا تیرے گورو کا کیا نام ہے کیونکہ تیرا تو نام ہی پورے بھارت میں کہیں کسی نے نہیں سنا۔" میں نے کہا۔

"میرے گورو کا نام سنے گا تو غصہ ٹھنڈا ہو جائے مورکھ۔" وہ بولا۔

"بتا نہیں چاہتا تو نہ بتا تیری آتما بتانے کی میں نے کہا۔

"بہت آگے کی بول رہا ہے۔ سن میرے گورو نام۔ کلیان سوامی مہاراج ہے۔ سن لیا۔" وہ نفرت سے بولا

"اچھا تو اس بھگوڑے کا چیلا ہے تو جو اپنے بھگا ہوا ہے۔ کبھی تلاش کر رہا ہے۔" میں نے کہا۔

دھیان چند جوگی چونک پڑا اور جلدی سے بولا

"تو کون ہے رے۔"

"میں وہی ہوں جس کو تیرا گورو تلاش کر رہا ہے۔ اور تلاش کرتا کرتا مر جائے گا۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"ارے میں تیرا نام پوچھوں ہوں۔" وہ غرایا

"تیرے لئے موت اور تیرے گورو کے لئے موت۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں میرے دو بیر کیوں بھاگ کے۔ اب کے میں آیا۔" وہ بولا۔

"تو بہت کچا ہے ارے دن میں تیرے بیر گنے پتے ہیں۔ تجھے پتہ نہیں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر تو دن میں کیوں آیا۔" وہ بولا۔

"میرے بیر دن اور رات سب کام کرتے ہیں یہ فرق ہے تجھ میں اور مجھ میں تو صرف بدکام کرتا ہے گندی جگہ رہتا ہے۔ انسانوں کا تو دشمن ہے۔

نہیں کر سکتا ہوں۔ تیری کمزوری مجھے پتہ ہے میرے بارے میں تو کچھ نہیں جانتا اور پھر بات کرتا ہے مقابلے کی۔" میں نے کہا۔

دھیان چند جوگی کچھ دیر خاموش رہا۔ مگر اکڑ پھر بھی نہ گئی بولا۔ "میں موت کے کاغذ پر انگوٹھا لگا کر اس منڈی میں آیا ہوں۔ تجھے پتہ ہے۔"

"اچھا کیا کہ بتا دیا۔ تیری موت کی ذمہ داری تجھ پر ہی رہے گی۔ مگر مرنے سے پہلے یہ ضرور بتلانے کرتو اس غریب کا گدھا کیوں چرا کر لایا تھا۔

"وہ صرف گدھا نہیں ہے۔" دھیان چند جوگی بولا۔

"تو پھر کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ تین جنمی گدھا ہے ایسا جانور بڑی مشکل سے ملتا ہے۔" وہ بولا۔

"تین جنمی یہ کس طرح تھا۔" میں نے پوچھا۔

"جنگل میں کوئی گھوڑی (زیبروں) کے غول میں پھنس جائے تو وہ حمل سے ہو جاتی ہے اس کا بچہ جوان ہو کر کسی گدھے سے ملتا ہے اور پھر تین جنمی پیدا ہوتا ہے۔ ایسا جانور بڑی خوبیوں کا مالک ہوتا ہے۔ دوڑ میں گھوڑا، طاقت میں زیبر اور محبت میں گدھا ہوتا ہے وہ مالک کے لئے جان دے دیتا ہے۔" دھیان چند نے جواب دیا۔

"اس کا خون گوشت اور ہڈیاں تک ہمارے کام کی چیز ہے۔" وہ بولا۔

"مگر اب تو وہ چلا گیا۔" میں نے کہا

"وہ کہیں نہیں جا سکتا۔ میں نے اس کو باندھ دیا ہے۔" وہ بولا۔

"مگر وہ رسیاں تو توڑ کر چلا گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو بکواس کرتا ہے۔" اس نے یہ کہا اور زمین پر پیر مارا ایک مینڈک نما کیڑا برآمد ہوا اور انسانی آواز میں بولا۔

"وہ تین جنمی چلیا گیا گورو۔"

"تو کیا مر گیا تھا۔" دھیان چند جوگی غصہ سے

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

بولا۔

"میرے سر پر باز بیٹھ گیا تھا گورو۔"

"تو اس کو اڑا نہیں سکتا تھا۔" دھیان چند بولا۔

"وہ بہت بھاری تھا۔ گورو میں کیا کرتا۔"

"کیوں اس پر غصہ کرتے ہو تیرے سارے تیر بیکار ہیں ایک باز سب کو کھا جائے گا یہ سب مچھر کے برابر ہیں۔" میں نے کہا۔

"رات ہونے دے پھر بتاؤں گا۔" وہ غصے سے بولا۔

"رات آنے تک تو سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"کھیل تو میں ختم کروں گا تیرے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں میں نے۔" وہ بولا۔

"اور ان دروازوں پر مچھروں کا پہرہ لگا دیا ہے ارے مچھر تو ہوا کے جھونکے سے ہی اڑ جاتے ہیں ذرا مضبوط انتظام کرنا۔" میں نے کہا۔

"بہت بڑھیا انتظام کروں گا۔" وہ بولا۔

"تو بہت نادان ہے تم نے ان بھٹکتی آتماؤں کو قید کر کے سمجھ لیا کہ بہت بڑا کام تم نے کیا ہے اور یہ سمجھ رہے ہو یہ سب تمہاری وفادار ہیں۔ قید میں بری سے بری آتما بھی رہنا نہیں چاہتی تم خود کیا ہو ذرا اس پر غور کرو۔" میں نے کہا۔

"آتمائیں میری شکتی ہیں مورکھ۔ یہاں پر سیکڑوں آتمائیں میرے حکم پر چلتی ہیں۔" وہ بولا۔

"تو پھر ان سب کو بلاؤ اور حکم دو کہ مجھ پر حملہ کر دیں۔" میں نے کہا۔

"تھوڑا سے کا انتظار کر رات سر پر کھڑی ہے پھر دیکھنا تماشا۔" وہ بولا۔

اور وقت گزر گیا سورج اپنا سفر ختم کر کے چلا گیا۔ اندھیرا اپنی کالی چادر اوڑھے آ موجود ہوا میں چاہتا تو وہاں سے نکل سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں ایک وقت میں اس کی ساری طاقت اور زمین کے اس خطے کو پاک کرنا چاہتا تھا۔ ہر طرف گہرا اندھیرا تھا۔ رات میں دھیان جوگی کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ ایک ٹک کچھ پڑھ رہا تھا اور آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا تھا۔ وہ بادل زمین سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میرے طرف عقاب اور بائیں طرف سوتا تو موجود تھا حکم دینے کی ضرورت نہیں تھی وہ خود حالات کے کام کرتے تھے۔ ان کو صرف میں دیکھ سکتا تھا۔

ٹھیک بارہ بجے جوگی نے دونوں ہیر زمین لیے۔ اور بولا۔ "تو بھاگا نہیں۔" اور ہنس کر بولا۔ "کا کیسے تیری آتما میں جو بیکار کر دی تھیں۔"

"خوش مت ہو زیادہ خوشی کسی کو راس ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نے سب احوال گرو کو بتا دیا ہے کہ تو ہونے کا انتظار اس لئے کیا ہے کہ تیری ساری فوج سامنے آ جائے اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر پیچھے سے ایک کیڑا نکل رہا ہے اور صف بندی کر رہا ہے حکم دے کہ وہ حملہ کریں اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو فوج حملہ کرے گی۔" میں نے کہا۔

"خوب ارے تیری فوج دیو ہیکل ہے پر کون اندر آئے گا تو خود اندر بند ہے۔" بولا جوگی زور سے ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے نہیں مانتا تو پھر دیکھ۔" آسمان کی طرف دیکھا میرے ساتھ جوگی نے دیکھا اور ہائے رام کہہ کر زمین پر بیٹھ گیا۔

"اب رام کو یاد کرتا ہے۔ تو نے اب تک رام کے حکم کے مطابق کیے ہیں۔"

جوگی خاموش رہا۔ اور بادل لمحوں میں آیا۔ وہ بادل بڑی بڑی ٹڈیوں کا بادل تھا۔ اس پر جو تھا کھانا شروع کر دیا۔ کیڑے مکوڑے بیٹھ ایک شور تھا ہاہا کار تھی۔ کوئی رو رہا تھا کوئی ہنس رہا

تھا ہر طرف ٹڈیوں کے دل موجود تھے مگر جوگی محفوظ تھا درمیان میں اس کا رہ والی میں صرف ہوئے۔ سارے منتر بھاگ گئے۔ اکیلا جوگی رہ گیا۔ بادل جس طرح آیا اسی طرح اوپر چلا گیا۔ جوگی زمین پر پڑا حیران نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا اس کی زبان بند تھی۔

"تو نے دیکھا جوگی تیری ساری آتمائیں چلی گئیں تیرا ساتھ کسی نے نہیں دیا تیرے تیر مچھر کی طرح گر گئے۔ تو چند شعبدے سیکھ کر خود کو بہت بڑا جادوگر سمجھ رہا تھا یہ دیا ہے۔ تو کس طرح بچ گیا ذرا سوچ اگر نہیں سوچتا ہے تیرا استاد آنے والا ہے اس کے سامنے تیرا اور اس کا ہو گا۔ تیرا نصیب اچھا ہوا تو بچ جائے گا اور اس کا اچھا تو وہ بچ جائے گا۔ اسی جگہ پڑا رہ اور غور کر آسمان سے آ گئی اور ابھی گئی نہیں پھر آئے گی۔" جوگی کی بند تھی۔ وہ بولنا چاہتا تھا مگر اس کے ہونٹ چپک گئے وہ بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اسی حالت میں ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ ایک ف آواز رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی ابھری۔ وہ کی انسان کی نہیں معلوم ہوتی تھی مگر تھی ایک انسان سمندر سے ایک بڑا الیا چوڑا سایہ ابھر رہا تھا اور سے بھیانک آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس کے جگہ ساکت تھے مگر پھر بھی تیزی سے وہ میری آ رہا تھا میں نے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں

"یہ تیری تجوری سے آیا اور میرے سامنے آ کر کھڑا وہاں وہ کلیان سوبھراج ہی تھا مگر میں نے جس کلیان کو دیکھا تھا یہ وہ نہیں تھا اب یہ بہت خوفناک شکل اختیار کر گیا تھا۔

"دیکھ لے سوبھراج اچھی طرح دیکھ لے تیری تمنا تھی مجھے دیکھنے کی۔ تو مجھے تلاش نہیں کر سکتا میں نے تجھے بلا لیا۔" میں نے کہا۔

"تو کون ہے رے ذرا یہ تو بتا۔"

"تیری شکتی کیا کہتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تو اندھیرے میں ہے نظر نہیں آتا۔" وہ بولا

"تو پھر تیری شکتی کس کام کی ہے تو نے مجھے دھوکہ دیا۔" میں نے پوچھا۔

وہ خاموش رہا تو نے پھر کہا۔ "مردہ آتماؤں کرتا ان پر حکم چلاتا کیا یہ بہت بڑی شکتی ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "زیادہ مت بول۔ تو مانتا نہ مان ہماری شکتی۔ مگر میں تیری آتما کو بھی کسی کے شریر میں قید کر دوں گا اور تو ساری عمر کتا بنا رہے گا کسی بھول میں مت رہنا میں بے کار نہیں پھرتا رہا ہوں سیوا کی ہے میں نے دیوی دیوتاؤں کی۔"

"مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ راستہ اب بھی ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھ یہ تیرا چیلا ہے۔"

میں نے جوگی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ تیرے راستے پر چل رہا تھا تیرے سامنے موجود ہے سے پوچھ اس کی خیریت پتہ کر دیکھ یہ کیا جواب دیتا ہے۔"

کلیان نے بھرپور نظر جوگی پر ڈالی اور بہت جلد لیا۔ وہ کچھ بدبدا تا رہا اور زور سے حاکمانہ انداز میں بولا "بول کیا بات ہے۔ جلدی بتا۔"

مگر جوگی خاموش رہا۔ اس کے ہونٹ چپکے رہے کلیان سوبھراج نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا بولا۔ "میں تیرا گرو ہوں جواب دے۔"

جوگی نے بڑی کوشش کی کہ ہونٹ کھل جائیں اس کوشش میں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں پھیل گئیں اور وہ بے حال ہو گیا۔ منہ سے عجیب عجیب کھڑکھڑاتی آوازیں آتی رہیں مگر ایک بھی جملہ فقط اس کے منہ سے نہیں نکلا۔ اب کلیان نے پیشتر ابدا اور بولا۔

"منہ بند کر دیا ہے تو نے اور کہتا ہے پوچھ لوں۔ اس کا منہ تو کھول۔"

"دروازہ بند میں نے کیا ہے تو اس دروازے کو کھول لے میں نے منع تو نہیں کیا۔" میں نے کہا۔

"جو بند کرتا ہے وہی کھولتا ہے مجھے کیا پتہ چابی کون سی ہے۔" وہ بولا۔

"تیری شکتی تیری چابی ہے۔ تو مان لے کہ تیری شکتی تجھے کچھ نہیں دے سکتی۔ مداریوں والے کھیل تماشے تجھے آتے ہیں۔ وہی تو کر کسی سڑک کے کنارے کھڑا ہو جا اور روٹی کما۔ کیوں بڑے کاموں میں ٹانگ ڈالتا ہے۔"

میں نے مذاق اڑانے کو کہا۔

"بہت بول رہا ہے۔ مجھے یہ بتا دے تو کون ہے اور تیری شکتی کا کیا نام ہے۔ کہاں سے تو آیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں ہار مان لوں گا۔"

"یہ تھا تیرا ادب سامنے آیا ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں میں جو کہہ رہا ہوں کروں گا۔" وہ جلدی سے بولا۔

"تیرا علم تیری شکتی کی بنیاد جھوٹ، مکاری اور فریب پر ہے میں کسی جھوٹے پر اعتبار نہیں کرتا۔ تو اپنی شکتی کو آواز دے۔" میں نے کہا۔

"تو اس طرح مانے گا نہیں۔" وہ طیش میں آ کر بولا۔

"ہرگز نہیں مانوں گا۔" میں نے کہا۔

اس نے کھڑے کھڑے انگلی کے اشارے سے گول کنڈل اپنے چاروں طرف بنایا اور وہیں پر بیٹھ گیا۔ اور ایک انگلی اٹھا کر اس پر کوئی منتر پڑھتا رہا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک بہت بڑا بندر نمودار ہو گیا۔ اس بندر کا جسم انسانی تھا مگر شکل بندروں والی تھی اور ایک بہت موٹی دم بھی لٹک رہی تھی۔

وہ سوبھراج کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ سوتا الو اور عقاب دونوں ہوشیار تھے۔ سوبھراج نے دائیں سے بائیں ہاتھ گھمایا اور میری طرف اشارہ کیا۔

بندر کے کاندھے پر بہت موٹا ڈنڈا رکھا ہوا تھا۔ سوبھراج کا اشارہ پاتے ہی وہ پلٹا اور اچھل کر ہوا میں معلق ہو گیا اور چاروں طرف اپنا ڈنڈا گھمانا شروع کر دیا وہ اتنی تیزی سے اس موٹے ڈنڈے کو چکر دے رہا تھا کہ شرر شرر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی ساری توجہ میری طرف تھی۔ عقاب اس کے کی پہنچ سے دور اڑ رہا تھا۔ اور الو زمین پر موقعہ کی منتظر تھا۔ اندھیری رات میں یہ کھیل اور بھیانک کر دار اس کھیل کے تھے ان کو سب کچھ خوب نظر آ رہا تھا۔ بندر آہستہ آہستہ مبارات کے ساتھ میرے قریب آ رہا تھا اور آسمان سے ایک بادل بھی زمین کی طرف اتر رہا تھا۔ اس کی طرف سوبھراج کا دھیان نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ سے اب تک نہیں ہٹا تھا۔ سوبھراج حیرانی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ سامنے بندر موت بن کر آ رہا ہے اور میں ستون کی طرح اپنی جگہ کھڑا ہوں۔

کچھ پابندیاں مجھ پر بھی تھیں میں اپنی جگہ کھڑا رہنے پر بھی مجبور تھی۔ میں حلقے کے پیچھے کی زمین نہیں چھو سکتا تھا اس سے میرے کارندے کمزور ہو جاتے اور جو کہ جادو کا بہت قوی پیر تھا۔ سوبھراج نے اپنی بہادری سب سے قوی مہرہ کی چال چلی تھی۔ وہ اب تک اپنی میں کامیاب بھی تھا۔ میرے کارندے اس کی موت سے دور تھے۔ بندر بڑی تیزی سے بھاری اور موٹے ڈنڈے کی چوٹ گھما رہا تھا اور میرے قریب سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

وہ میرے بہت قریب آ گیا اگر میں یہ کہوں اس ڈنڈے کی لمبائی سے دو چار انچ ہی دور تھا تو مبالغہ ہو گا۔ بندر کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ اپنی چوٹ روک کر میری طرف دیکھا اس کا دہانہ بھاڑ سا منہ کھل گیا اور خوفناک دانت چمکنے لگے۔ یہ لمحوں کا کھیل تھا۔ بندر نے ہاتھ روک کر مجھے دیکھا یہی وہ لمحہ تھا جس کی تلاش میں عقاب اور الو دونوں تھے اسی ایک لمحے میں دونوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ دونوں آنکھیں بیکار کر گیا اور الو نے اس کے کشادہ میں روشن دان بنا دیا۔ اندھا ہونے کے بعد وہ ایک طرف دوڑ گیا اس کا موٹا ڈنڈا ابھی پڑا رہ گیا۔ اپنے بندر کو بیکار ہوتا دیکھ کر سوبھراج اس کو آوازیں دینے لگا اور غصہ غلط جذبات میں کر بیٹھا یعنی کنڈل سے باہر آ گیا۔

باہر آتے ہی بندروں نے ایک منٹ میں اس کا صفایا کر دیا۔

یہ سارا کھیل بڑی جلدی ختم ہو گیا اور سارا تماشہ بھی کے سامنے ہوا۔ اس کا منہ کھلا تھا۔ اور آنکھوں میں حیرانی کیفیت تھی۔ اس کا مہا شکتی کا مالک گورو ایک منٹ میں بندروں کا نوالہ بن گیا اور اتنا بڑا بیر بندر اندھا ہو کر بھاگ گیا۔ میں اس کے قریب گیا اور بولا۔ "اور کوئی ہے تیرا دوست مترا اس کو بھی آواز دے لے میں تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

"نہیں میں کسی کو نہیں بلاؤں گا۔" وہ بولا مگر بول کر خود حیران ہوا کہ اس کی آواز کھل گئی ہے۔

"کیوں نہیں بلائے گا۔" میں نے پوچھا۔

"دیکھ لیا سب دھوکے ہیں۔ میری آنکھوں پر پردے پڑے تھے۔ آج وہ پردے تم نے ہٹا دیے۔"

"تو نے ایک دفعہ اپنے پیدا کرنے والے کا نام لیا تھا انسان کسی مذہب کا ہو اس کو کچھ نہ کچھ دین دار ہونا چاہیے۔ تو نے کچھ سمجھا کہ نہیں۔" میں نے پوچھا۔

"خوب کچھ کیا مجھے معاف کر دو۔ مجھے دوبارہ نظر آ جاؤ جس کو میں چھوڑ بیٹھا تھا۔" جوگی نے جواب دیا۔

"اگر میں معاف نہ کرتا تو؟" بھی نڈی دل کے چور میں ہوتا۔ تیزی زبان کا ایک لفظ تجھے بچا گیا۔ صرف یہ نکتہ ہی اصل حیات ہے بڑے بڑے درویش اور قلندر اپنے آپ کو تیاگ کر بہت کچھ حاصل کرتے ہیں آپ کی شکتی کے آگے سر نہیں جھکاتے۔ اپنی خواہشات کا جو غلام بن جاتا ہے جس راستے پر جانے کو منع کیا ہے اس پر جاتا ہے ایک حد مقرر ہے اس حد سے آگے نہیں جایا جاتا جو جاتا ہے اس کا حشر تیرے سامنے ہے اور اب تو اندھا ہو گیا ہے۔" اور میں مڑ گیا۔ اس نگری سے نکل کر وہاں آیا جہاں تم کو چھوڑا تھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔"

"درست کہا تم نے۔" میں نے رولو کا پوری بات سننے کے بعد کہا۔

"تمہارے جانے کے بعد ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ کاموا ایک طرف سے بھاگتا ہوا قبیلے سے نکل نظریں جمائے ہی بیتاب دیکھا تھا۔ کاموکو دیکھ کر سے اس کی طرف دوڑا کاموبھی اس کو دیکھ چکا تھا طرف نہیں گیا سیدھا واجبہ کی طرف ہی آیا۔ واجبہ اس لپٹ گیا کاموکی گردن سے لپٹ گیا کیسا الوکھا منظر انسان گدھے سے ایسی محبت کر رہا تھا کہ دیکھ کر رشک تھا اور دونوں کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ واجبہ اس باتیں بھی کر رہا تھا۔

"اڑے کاموتم کدھر آ گیا اڑے۔ تم کو ہم لے خیال نہیں تھا ہم تو ڈری مر گیا تھا اپنی تم کو کیا بولے چلو ٹھیک ہے ابھی تم مل گیا ہے اپنی سب ٹھیک ہے۔ ا ادھر سے گھر بہت دور ہے ہم تم کو گاڑی پر لے کر جا تم فکر مت کرو تم بھوکا ہوں گا۔ اڑے تم کتنا کمزور ہے فکر مت کرو، واجبہ ابھی زندہ ہے تم واپس مگڑا ہو گا۔" اور نہ معلوم کتنی جذباتی باتیں واجبہ کاموسے کرتا کاموخاموش کھڑا سنتا رہا ایسا لگتا تھا کہ کاموواجبہ کی سمجھ رہا تھا پھر واجبہ کاموکو لے کر گاڑی کے قریب آ ڈرائیور سے بولا۔

"اڑے ڈرائیور یہ ہمارا کاموہے ہم اس واسطے ہی ادھر آیا ہوں۔ ابھی یہ مل گیا ہے یہ بہت ہے۔ اس کو بھی گاڑی میں لے کر جانے کا ہے۔"

ڈرائیور نے یہ فرمائش سن کر کہا۔ "یہ بہت ہے واجبہ اس کو اوپر کون چڑھائیں گا۔"

"اڑے ہم چڑھا تم فکر مت کرو۔" واجبہ نے

"تم ایسا کرو ٹیلا سیلا دیکھو گاڑی اس کا ساتھ لگاؤ ہم سے اس کو گاڑی پر لائیں گا۔" واجبہ نے کہا۔

قریب ہی اس کو ایک ٹیلا بھی نظر آ گیا اور واجبہ بڑی آسانی سے کاموکو جیپ کی پچھلی طرف سوار کرا لیا آگے ہی تھا واجبہ کاموکو پکڑ کر پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ اور گا واپس روانہ ہو گئی۔ واجبہ تو بھول گیا تھا کہ کاموکو لینے کو فقط اس کا مقصد حاصل ہو گیا تھا یہی دنیا کا دستور ہے شخص اپنی طرف دیکھتا ہے واجبہ نے دنیا سے نرالی بات کہی

کی تھی۔ مگر مجھے تمہاری فکر ضرور تھی نہ معلوم کیا حالات پیش آئے تم ان کو کس طرح سنبھالا کرو گے مجھے امید تھی تم جلدی واپس میرے پاس آ جاؤ گے۔"

واجبہ نے مجھے کینٹ اسٹیشن کے ہوٹل پر اتار دیا اور کاموکو کے گھر لاہاری چلا گیا۔ میں نے اپنی بات ختم کی تو رولوکا نے کہا۔

"واجبہ آنے کا کہہ گیا ہے۔"

"ہاں وہ کل آئے گا۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے روز واجبہ ہار پھول لے کر ہوٹل آ گیا۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔

وہ آتے ہی بولا۔ "اپنی ہم کیا بولے اڑے تم نے ہمارا بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہم لوگ بہت بڑا جشن کریں گا تم لوگ ہمارا بڑا مہمان ہوں گا اپنی تم منع مت کرنا ہم لوگ کا دل ٹوٹ جائیں گا۔"

میں نے کہا۔ "اس کی ضرورت کیا ہے واجبہ بے کار خرچا کرے گا۔"

"نہیں مائی باپ یہ ہمارا خوشی ہے ہمارا کاموواپس ہم کو ملا ہے اس سے بڑا خوشی اور کیا ہوں گا۔" واجبہ نے کہا۔

"میری بات مانو گے واجبہ۔" رولوکا نے پوچھا۔

"اڑے تمہارے واسطے جان بھی حاضر ہے کیوں نہیں مانیں گا۔" واجبہ نے جواب دیا۔

"تم اس خوشی کے جشن پر کتنا روپیہ خرچ کرو گے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"اڑے سب کاموکا ہے دو چار ہزار بھی خرچ ہوں گا تو کروں گا۔" وہ بولا۔

"تم دو ہزار روپے کسی غریب آدمی کو دے دو اس کا زندگی بدل جائے گا۔ اس کا روزی روٹی کا بندوبست ہو جائے گا یہ کام خاموشی سے کرو کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ تم نے اس کا مدد کیا ہے پھر دیکھو تم کو کتنا خوشی ملتا ہے یہ میرا تم کو مشورہ ہے تم مانتے ہو تو ٹھیک ہے نہیں مانتے تو تمہاری مرضی میں تمہارے جشن میں نہیں آؤں گا۔"

"اڑے واہ تمہارے واسطے جشن تھا تم نہیں تو جشن نہیں۔ تم جو بولا ہے وہ ہم کو بھی اچھا لگا ہے اڑے غریب دھرم کرنے والا آدمی ہے مشکل ہم لوگ سے دور رہے بولا تو اچھا ہے ہم وہی کریں گا جو تم لوگ کا مرضی ہے۔"

واجبہ نے اور بھی خدمت کرنے کی کوشش کی مگر رولوکا نے انکار کر دیا اور واجبہ چلا گیا۔ واجبہ کے جانے کے بعد رولوکا نے کہا۔ "تم نے انسان کی کسی جانور سے ایسی محبت دیکھی ہے کبھی۔"

"حکیم صاحب۔" رولوکا نے کہا۔ "محبت بذات خود ایک عجیب و غریب جذبہ ہے۔ یہ کسی سے کبھی بھی اور کہیں سامنے آ جاتا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک مرغی کے چوزوں کے ساتھ والہانہ لگاؤ ہو رہا ہے۔ حیرت کی بات تو تھی مگر پتہ چلا کہ کسی طرح بلاؤ کا انڈا مرغی کے انڈوں میں شامل ہو گیا اور مرغی نے اس کی پرورش کی۔ وہ مرغی کو ہی اپنی ماں خیال کرتا تھا اور دوسرے چوزوں کے ساتھ سکون سے رہتا تھا اور ماں کے ساتھ ساتھ گھومتا تھا۔ اس کو مرغی سے اپنی ماں جتنی محبت تھی۔ اس کی اصلیت اور اڑنے کی صلاحیت تک وہ بھول گیا تھا۔ مرغی نے اس کو اتنا پیار دیا تھا۔ یہ محبت کا کارنامہ ہے۔ واجبہ تو پھر ایک انسان ہے اور بے اولاد ہے۔ کاموکو اس کو فائدہ دیا ہے وہ کیوں نا اس سے محبت کرے گا۔"

"ٹھیک کہا تم نے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے کہیں پڑھا ہے کہ دنیا کی ہر چیز ٹوٹ سکتی ہے اور ٹوٹ کر آدمی ہو سکتی ہے لیکن محبت کبھی نہیں ٹوٹتی کبھی نہیں مرتی اور نہ کبھی شیر پانی کی طرح تھوڑی تھوڑی تقسیم ہوتی ہے۔ جب بھی تقسیم ہوتی ہے تو پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ اس کو توڑا تو جا ہی نہیں سکتا اگر ٹوٹ گئی تو پھر یہ محبت نہیں آپ نے درست پڑھا ہے۔ مگر میرے خیال میں محبت کئی قسمیں ہیں۔ ایک محبت وہ ہے جو آدمی کسی بھی سے کرتا ہے اور اس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ایک محبت وہ جو ایک عورت اپنی اولاد سے کرتی ہے۔ سے افضل اور سچی محبت یہی ہے کیونکہ وہ کسی بھی لالچ بغیر اولاد کی پرورش کرتی ہے یہی جذبہ جانوروں میں

ہر بھی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے ماں باپ کی محبت اولاد کے لئے ہے جو ہے وہی سچی محبت ہے کیونکہ اس میں کچھ پانے کی آرزو نہیں ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ یہ بتاؤ اب کیا ارادہ ہے کراچی کے آگے تو سمندر ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تو کیا ہوا سمندر سے سفر کریں گے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو صاف بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔

"ارے بھئی کسی جہاز کے ذریعہ بمبئی کا سفر کریں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ٹرین میں تو بہت سفر کر لیا سمندر میں بھی سفر کر کے دیکھ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر کل بندرگاہ چلتے ہیں اور پتہ کرتے ہیں کوئی بمبئی کے لئے کب ملے گا۔"

دوسرے روز کراچی جا کر پتہ کیا تو پتہ چلا کہ ایک بندرگاہ پر موجود ہے اور وہ تین روز کے بعد جائے گا ٹکٹ خرید لائے اور واپس آ گئے۔

* * *

زندگی میں پہلی دفعہ میں سمندر کا سفر کر رہا تھا اور بھی بہت بڑے جہاز میں۔ یہ جہاز کیا تھا ایک چھوٹا موٹا شہر تھا۔ جہاز کا نچلا منزل پر تھا اور اوپر والا حصہ تفریحی حصہ یہاں پر کھانے پینے کی دکانیں موجود تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ اس جہاز میں موجود تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ہوٹل اس میں موجود تھا۔ رات کو ایک جادوئی شو بھی ہوا تھا۔ ایک سیاہ فام جادوگر اپنے کمالات دکھایا کرتا مجھے نہیں پتہ تھا کہ اس جگہ کیا ہوتا ہے۔ بس اتفاق سے میں اور رولوکا اس جگہ پہنچ گئے۔ بڑی بڑی میزیں لگی تھیں۔ لوگ بیٹھے تھے کچھ شراب پی رہے تھے کچھ کھانا کھا رہے تھے۔ بیرے دوڑ دوڑ کر کام کر رہے تھے ابھی شو نہیں ہوا تھا ہم دونوں بھی ایک میز پر بیٹھ گئے۔

ہمارے بیٹھتے ہی اس جادوگر نے کہا کہ کچھ لوگ یہاں ہم نے دو لیمن جوس کا آرڈر دے دیا۔

کچھ دیر کے بعد شو شروع ہو گیا پہلے کچھ لڑکیاں آئیں اور انہوں نے ایک عجیب قسم کا ناچ کیا۔ میں نے رولوکا سے پوچھا۔ "یہ کون سا ڈانس ہے۔"

رولوکا نے مسکرا کر کہا۔ "یہ ڈانس امیزون علاقے کا ہے۔ یہاں پر انہوں نے صرف یہ تبدیلی کی کہ کچھ کپڑے جسم پر پہن لئے ہیں۔"

لڑکیوں کے جانے کے بعد ایک بڑا لمبا چوڑا آ گیا اس کا رنگ تانبے جیسا تھا بڑا بھاری گون رنگ کا لال تھا پہن رکھا تھا۔ پہلے اس نے اپنا تعارف کر "میرا نام پروفیسر گونا ماریو ہے اور میں امیزون کا والا ہوں۔ میرا جادو امیزون کا جادو ہے اس کی کاٹ پو دنیا میں نہیں ہے میں روز یہ اعلان کرتا ہوں یہاں پر لوگ حاضر ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ آپ کسی ایسی چیز فرمائش کریں جو جہاز پر نہ ملتی ہو میں آپ کو حاضر کر گا۔" اس کے بعد وہ اپنے شعبدے دکھانے لگا۔ رولوکا میں خاموش بیٹھے اس کا تماشہ دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا۔ "ہے کوئی میرا دوست جو کچھ طلب کرے۔"

رولوکا اچانک کھڑا ہو گیا۔ پروفیسر نے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ "ہاں نوجوان بول تجھے کس چیز ضرورت ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "امیزون تیرا دیس ہے تجھے پتہ ہے اس کے جنگلات میں ایک بہت اونچا درخت ہوتا ہے اس درخت کا نام برازیل نٹ ہے اس درخت میں ایک پھل لگتا ہے جو بہت وزنی ہوتا ہے مجھے وہ پھل درکا ہے۔"

پروفیسر نے بڑے غور سے رولوکا کی بات سنی اور سر ہلا کر بولا۔ "نوجوان تجھے اس پھل کی ضرورت اس جہاز پر کیا پڑ گئی۔"

رولوکا نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "اس سے

تجھے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے مجھے ضرورت ہے تو نے بار بار پوچھا تو میں نے بتا دیا نہیں لا سکتا تو بتا دے میں اپنا مطالبہ واپس لے لوں گا۔"

"نہ لانے کی بات نہیں ہے مگر تیرا مطالبہ اتنی جلدی پورا نہیں ہو سکتا۔ کچھ وقت دینا ہوگا۔" پروفیسر نے کہا۔

"تجھے کتنا وقت درکار ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"آج کی رات۔ کل شو ہوگا تو تیرا مطالبہ پورا کر دوں گا۔" پروفیسر نے کہا۔

"ٹھیک ہے پروفیسر مجھے منظور ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

اور ہم دونوں اٹھ کر اپنے کیبن میں آ گئے۔ کیبن میں آ کر میں نے رولوکا سے پوچھا۔ "یہ ایسا کیا تم کو فرمائش کرنے کی کیا سوجھی۔"

"وہ بار بار پوچھ رہا تھا۔ اپنا رعب عوام پر ڈال رہا تھا۔ تم کو پتہ نہیں ہے وہ امیزون کا نہیں ہے اس نے امیزون کا نام سنا ہے شاید دیکھا بھی نہ ہو۔"

"تم نے کس طرح اس کو پہچان لیا۔" میں نے پوچھا۔

"دریائے امیزون کے کنارے بہت گھنے اور خطرناک جنگلات ہیں۔ یہ وہی دریا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ سونا اس میں بہہ کر آتا ہے۔ یہ دریا بھی دریائے نیل کی طرح ہے جس کے منبع کا پتہ نہیں ہے۔ بہت کوشش کی گئی ہے مگر پتہ نہیں چلتا کہ یہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کن کن راستوں سے بہہ کر آ رہا ہے۔ اس کے اطراف میں جنگلات ہیں اور نہ صرف عجیب عجیب جانور یہاں پر ہیں بلکہ حیرت انگیز درخت بھی یہاں پر ہیں ان ہی درختوں میں ایک درخت برازیل نٹ کے نام سے مشہور ہے یہ درخت بہت اونچا ہوتا ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ یہ سب درختوں سے زیادہ قد آور ہوتا ہے۔ اور سیدھا چلتا ہے اس کا تنا موٹا ہوتا رہتا ہے اور اتنا موٹا ہو جاتا ہے کہ کئی آدمی بھی مل کر اس کو اپنے ہاتھوں کے حلقے میں نہیں لے سکتے۔ یہ پھلتی نما بنتا چلا جاتا ہے یہ اتنا اونچا ہو جاتا ہے کہ اس پر جانور بھی چڑھتے ہوئے ڈرتے ہیں اور وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس پر ایک بہت بھاری پھل لگتا ہے یہ پھل بہت سخت اور ٹھوس ہوتا ہے وزن بھی بہت ہوتا ہے اور خود بخود ٹوٹ کر گرتا رہتا ہے اتنی اونچائی سے جب وزنی پھل گرتا ہے تو توپ کے گولے کی مانند گرتا ہے اس پر گرتا ہے اس کا تو حشر نشر ہو جاتا ہے۔ اگر یہ جاندار پھل کو لے آیا تو سمجھ لو یہ واقعی علم والا ہے۔" رولوکا نے بات ختم کی۔

"میں پوچھ رہا تھا تم نے کس طرح اس کو پہچانا کہ وہ امیزون کا نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ انگریزی میں بات کر رہا تھا۔ مگر اس کا وہاں کے باشندوں والا نہیں تھا۔ وہ لوگ صاف انگریزی بولتے ہیں کیونکہ امریکن اثرات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر کل وہ پھل یا کوئی پھل لے آیا اور اس نے کہا یہی برازیل نٹ کا پھل ہے تو گیا کرو گے۔" میں نے پھر پوچھا۔

"میں نے اس پھل کو دیکھا ہے انہی علاقوں میں اس کی پہچان رکھتا ہوں۔ وہ پھل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے صرف آری سے اس کو کاٹ سکتے ہیں۔ چاقو میں صرف چوہا ہی اس کو کاٹتا ہے اور اس چوہے کا گوشت کھاتے ہیں کسی بھی جانور کے لئے یہ پھل بے کار ہوتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

دوسرے دن ہم نے کیبن میں ہی کھانا کھایا۔ شو شروع ہونے سے پہلے ہی ہال میں آ گئے آج بھی میزوں پر لوگ موجود تھے۔ کل کے انداز میں شو ہوا۔ اور پروفیسر گوناریو اپنے بھاری گون میں آیا ہوا۔ کل جو وعدہ اس نے کیا تھا وہ پورے ہال کے سامنے کیا تھا ہر کوئی منتظر تھا کہ پروفیسر اپنا وعدہ پورا کرتا ہے یا نہیں اس نے دو چار شعبدے دکھائے وہ رولوکا نے دیکھ چکا تھا۔

اچانک وہ ہماری طرف آیا اور رولوکا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "نوجوان تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے

رولوکا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "میں کیا کرتا ہوں کیا ہوں اس سے تمہاری ذات پر کیا فرق پڑتا ہے تم اپنا کام کرو۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" وہ ادب سے بولا۔

"تم صرف یہ بتاؤ تم میرا مطالبہ پورا کر سکتے ہو کہ نہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"محترم دوست میں شرمندہ ہوں۔ میرا علم ناکام ہوا ہے۔ مگر میں یہ ضرور جان گیا ہوں کہ آپ کی حیثیت کیا ہے۔ مجھ سے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ گردن جھکا کر بولا۔

"تم ایک شعبدے باز ہو خود کو اسی حد تک محدود رکھو۔ کھو بہت زیادہ اونچائی کی باتیں مت کرو اور خود کو یزدان کا مت کہو کیونکہ تم نے امیزون دیکھا بھی نہیں ہے۔ میں کون ہوں کیا نظر آتا ہوں اس چکر میں مت پڑو پڑو گے تو نقصان اٹھاؤ گے جاؤ اپنا کام کرو زیادہ جستجو ان کو بھی بہت بڑے نقصان سے دوچار کرواتی ہے۔"

رولوکا نے میری طرف اشارہ کیا اور ہم دونوں ہال سے نکل آئے۔ پروفیسر جھکا کے اپنی جگہ چلا گیا اور پورا ہال حیرت سے رولوکا اور مجھے دیکھتا رہا۔ ہم دونوں کیبن میں آ گئے۔ چند ہی منٹ گزرے تھے کہ جہاز کی انتظامیہ کے کچھ لوگ ہمارے کیبن میں آ گئے۔ ان میں سے ایک انتظامیہ کا چیف نظر آتا تھا۔

"محترم ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ آپ جیسی ہستی کے ساتھ سفر کر رہی ہے اگر بھولے سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو ہم کو معاف کر دیں۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "آپ فکر مند نہ ہوں ہم سے مسافر ہیں کوئی خاص بات ہم میں نہیں ہے آپ خوامخواہ ہی پریشان ہو رہے ہیں۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے پروفیسر ایک حیرت انگیز چیزوں کا مالک انسان ہے اس نے آپ کو تسلیم کر لیا کہ آپ بہت بڑی ہستی ہیں تو ہم کیا چیز ہیں۔" آفیسر نے کہا۔

"پروفیسر اچھا آدمی ہے انسان کی سب سے اچھائی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتا ہو اور اس چھپانے کی بجائے تسلیم کرتا ہو۔ پروفیسر نے اپنی کمزوری کو تسلیم کر لیا ہے۔ میری نظر میں وہ اچھا آدمی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"حکم کریں ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔" آفیسر نے پوچھا۔

"آپ کا عملہ بہت اچھا ہے اچھی سروس ہے ہم کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو بتائیں گے۔" اور آفیسر چلا گیا۔

مگر یہ سلسلہ رکا نہیں جو لوگ پروفیسر کے پروگرام میں موجود تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ پروفیسر نے رولوکا کے سامنے اپنی شکست تسلیم کی ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کیونکہ پروفیسر ایک مانی ہوئی ہستی تھا سارے جہاز کا عملہ اور مسافر اس کو جانتے تھے اس نے بہت حیرت انگیز کام بھی دکھائے تھے وہ کیپٹن کا بہت گہرا دوست تھا سفر کے دوران کیپٹن کو وقت سے پہلے ہی بہت کچھ بتا دیا کرتا تھا اور وہ اکثر ٹھیک ہی ہوتا تھا کیپٹن اس کو بہت مانتا تھا ایسا آدمی سب کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا۔ سب کے سامنے وہ رولوکا کو بڑا تسلیم کر رہا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی لوگوں کا رولوکا کی طرف متوجہ ہونا حیرت کی بات نہیں تھی۔

آفیسر کے جانے کے بعد پروفیسر خود آ گیا۔ اس کا لباس کافی ہیٹ اور سفید قمیض تھی۔ اس نے آتے ہی جھک کر رولوکا کو تعظیم دی اور کھڑا رہا۔

"آؤ پروفیسر بیٹھو۔" رولوکا نے کہا۔

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"کہیے آنا ہوا پروفیسر کچھ تو بولو۔" رولوکا نے کہا۔

پروفیسر نے گردن اٹھا کر رولوکا کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا اور بولا۔ "یہ صاحب کون ہیں اور ان کا تعارف نہیں ہوا۔"

حاصل کرلیا ہے کہیں سے۔"

پروفیسر کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ پھر بولا۔

"آپ کے بارے میں کچھ اندازے میں نے لگائے ہیں مگر ان کے بارے میں تو کچھ پتہ ہی نہیں۔"

"تم نے میرے بارے میں کیا اندازے لگائے ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"صرف یہ کہ آپ میری لائن کے ہی آدمی ہیں۔" وہ بولا۔

"تم نے بالکل غلط اندازہ لگایا ہے میں تمہاری لائن کا آدمی ہرگز نہیں ہوں۔ میں جادو کی کھیل دکھا کر روزی نہیں کماتا اور یہ صاحب جو میرے ساتھ ہیں معالج ہیں اور اپنے فن کے ماہر ہیں۔ ہم کسی سونے چاندی کے لئے کام نہیں کرتے تم امیزون جارہے ہو صرف سونا تلاش کرنے مگر یاد رکھو تم کو وہاں پر سونا نہیں ملے گا۔ اگر عقل مند ہوتے تو میرا پہلا اشارہ ہی سمجھ جاتے۔ میں نے امیزون کے جنگلات کا ایک پھل مانگا تھا اور تم وہ حاصل نہ کرسکے حالانکہ وہ بے قیمت بے کار ہے مگر تم امیزون ہی نہ جاسکے دنیا میں صرف سونا ہی نہیں ہے اور بھی بہت کچھ ہے۔ تم ہو میں ہوں اور انسان ہیں۔ اور حسین خوبصورت چیزیں ہیں انسانوں کے مسکراتے چہرے ہیں۔ سونا چاندی کو انسان کھا نہیں سکتا۔ خوشی حاصل نہیں کرسکتا تم کس بھول میں ہو۔ اپنا ملک اپنا گھر چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے ہو سونا جمع کرنے صرف اس امید پر کہ تمہارے پاس کچھ علم ہے اس سے تم سونا بناؤ گے اس علم سے تم انسانوں کی خدمت کرو تم کو بہت زیادہ خوشی حاصل ہوگی اتنی خوشی تم کو سونا حاصل کرکے نہیں ہوگی۔ میری باتیں بڑی کڑوی ہیں تم کو پہلی بار اچھی نہیں لگیں گی مگر ذرا ان پر غور کرنا پھر شاید تمہاری سمجھ میں آجائیں۔ تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے نہ جان سکتے ہو مگر میں سب کچھ جانتا ہوں۔ تم سری لنکا کے رہنے والے ہو یہ دوسری بات ہے کہ نسل سے تم افریقہ کے ہو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے

کوکائی ہے۔ میرے بارے میں سوال مت کرو۔"

جہاز بمبئی کی بندرگاہ پر کھڑا ہوگیا۔ ہم بھی کی تیاریاں کرنے لگے۔ کیپٹن اور اس کے ساتھ آدمی آگئے۔ کیپٹن نے آتے ہی کہا

"محترم دوست آپ کو ہمارے ساتھ سفر کرنے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

میں نے جواب دیا۔ "آپ خوش اخلاق ہیں آپ کا عملہ بھی اچھا ہے۔"

کیپٹن رولوکا سے مخاطب ہوا۔ "جناب آپ ہمارے ساتھ مزید سفر کریں تو آپ کو کوئی کرایہ وغیرہ نہیں دینا ہوگا اور تمام وی آئی پی سہولتیں آپ کو ملیں گی۔ ہمارا جہاز یورپ کی طرف جارہا ہے وہاں سے ہم جس جگہ کے اس کے بعد ہمارا آخری ٹھکانہ نیویارک ہے آپ جہاں تک بھی سفر کریں مفت سفر کریں ہم یہ رعایت جیسے لوگوں کو دیتے ہیں۔"

"مگر کیوں میرے ساتھ یہ رعایت کیوں کرتے ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہم نے پروفیسر کو بھی یہ رعایت دی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کو ہم شوکرنے کا معاوضہ بھی دیتے ہیں مگر اس نے اب شوکرنے سے انکار کردیا ہے اس کا خیال ہے آپ کے سامنے وہ کیا دکھائے اس کا خیال ہے آپ سے بہتر کھیل جانتے ہیں اور بہتر کام کرسکتے ہیں۔" آگے کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ رولوکا نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا اور کہا۔

"میں روڈ پر تماشے دکھانے والا مداری نہیں ہوں۔ پروفیسر کو کہنا وہی یہ کام کرے، میری منزل آگے ہے میں نے بمبئی کا ٹکٹ خریدا تھا۔"

"آپ ناراض نہ ہوں میری بھی یہ خواہش ہے کہ آپ آگے ہمارے ساتھ سفر کریں۔"

کیپٹن نے خوش آمدانہ انداز میں کہا۔ "میں جس کام سے بمبئی آیا ہوں وہ کون کرے گا۔ آپ

RELIGIOUS COMPANY
www.paksociety.com

ہے۔ مگر میں ایک انسان ہوں میری ضرورت جہاں ہوتی ہے جاتا ہوں میں پروفیسر نہیں کہ سونے کی چمک سے اپنی طرف راغب کرسکے۔ آپ پروفیسر کو کہہ دینا کہ وہ امیزون ضرور جائے۔"

رولوکا خاموش ہوا تو کیپٹن نے حیرت سے چونک کر پوچھا۔ "پروفیسر امیزون جارہا ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "ہاں اس کی آخری منزل وہی ہے۔"

"مگر اس نے مجھ سے تو کہا ہے کہ نیویارک میں اس کو پیش کش ہوئی ہے۔" کیپٹن نے کہا۔

"اس نے تم سے کچھ بھی کہا ہو مگر حقیقت وہی ہے جو میں نے کہا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ پروفیسر مجھے بھی کراس کررہا ہے۔" کیپٹن بولا۔

"وہ سب کو کراس کرے گا اور آخر میں خود کو بھی کراس کرجائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"مگر کیوں؟ وہ ایسا کیوں کرے گا؟ کیپٹن بولا۔

"تم نے کبھی ہیرا دیکھا ہے کیپٹن؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں بہت دیکھا ہے۔" کیپٹن بولا۔

"وہ کانوں پر سجا ہوا پتھروں کے جسموں پر سجا ہوا ہے اور یہ تاؤ زمین پر بکھرا ہوا پتھروں کی طرح زمین پر ہوا دیکھا ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"نہیں کیا ایسا سونا ہے اور اگر ہے تو کہاں مجھے" کیپٹن جلدی سے بولا

"تمہاری آنکھوں میں بھی لالچ کی چمک پیدا ہوئی تم میں اور پروفیسر میں ذرا فرق نہیں ہے میں اگر تمہیں تو بھی تم لوگ اس مقام تک نہیں جاپاؤ گے، سونا کی بھی تم لوگ اس مقام تک نہیں جاپاؤ گے، سونا بہت بھی سخت ترین دھات ہے مگر ایک مقام اسی دنیا میں ایسا ہے جہاں پر اس کی کوئی قیمت نہیں ہے تم جیسے لوگ ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہے ہیں مگر اس مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ تم دونوں بھی کوشش کرو گے میں جانتا ہوں پھر بھی اچھا نہیں لگتا۔" میں نے کہا۔

"تم کو جو روپ پسند ہو وہ بتا دو حکیم صاحب۔"
رولو کا مسکرا کر بولا۔
"میں حکیم اور تم بھی حکیم دونوں برابر رہیں گے۔"
میں نے ہنس کر کہا۔
"میں کون سا حکیم ہوں۔" رولو کا بولا۔
"تم حکیم کامل خاں ہو۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا نام پہلے سے سوچا ہوا تھا۔" رولو کا نے پوچھا۔
"نہیں سوچا نہیں تھا تمہاری شخصیت کے اعتبار سے ذہن میں بھی آ گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔
"اب تو کچھ عرصہ بمبئی میں رکنا پڑے گا ایسا لگتا ہے۔" رولو کا نے کہا۔
"وہ تو ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"تم نے بمبئی شہر دیکھا ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔
"میں پہلی دفعہ آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں اس شہر میں داخل ہو گئے۔ بمبئی سینٹرل اسٹیشن کے قریب ہی ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا، کمرے میں آتے ہی رولو کا نے کہا۔ "میں ایک کام کر کے آتا ہوں تم آرام کرو۔" اور وہ چلا گیا۔
دو گھنٹہ کے بعد واپس آ گیا اور بولا۔ "ایک مہینہ کے لئے تو جہاز بک ہو گیا۔"
"ہوا کیا ہے صاف صاف بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔
"انجن کی کرین شافٹ کریک ہو گئی ہے اس کو نکالنا اور پھر دوبارہ لگانا ایک ماہ تو لگے گا۔" رولو کا نے جواب دیا۔
"تم اتنی جلدی یہ کام کر آئے۔" میں نے کہا۔
"دنیا میں رب کائنات نے جتنی دھاتیں بنائی ہیں ان سب کا توڑ بھی بنایا ہے۔ ایک دھات دوسری دھات سے مل کر کیا بن جاتی ہے اور ایک نئی دھات کی شکل میں ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ اسی طرح ہر دھات کی کچھ کمزوریاں بھی ہیں سخت لوہا بھی نرم ہو جاتا ہے۔ اور کمزور بھی پڑ جاتا ہے اور ذرا سے زور لگانے پر آسانی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ میرے سبق میں یہ بھی شامل تھا۔ کبھی

آزمایا نہیں تھا موقعہ ملا تو آزما لیا اور اس کو تقویت بزرگوں کی باتوں کو یاد رکھنا کتنا مفید ہے تم خود اں کر سکتے ہو۔"
انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کا رشتہ انسانوں جڑ جاتا ہے سب سے معتبر اور قریبی رشتہ اس کا اس کی سے ہوتا ہے اس کے بعد باپ کا نمبر آتا ہے اور پھر لوگ اس مالا میں پروئے ہوئے سامنے آتے ہیں رتبہ اور احترام بھی اس کو بتایا جاتا ہے مگر ایک قریبی رشتہ ایسا بھی ہوتا ہے جس کے بارے میں کوئی کو نہیں بتاتا اور وہ خود بھی اس پر غور نہیں کرتا مگر وہ قدر پائیدار ہوتا ہے کہ مرتے دم تک اس سے قائم رہتا اور وہ رشتہ ہوتا ہے مٹی کا رشتہ۔ انسان دنیا کے حسین حسین مقام پر چلا جائے مگر وہ اپنی جنم بھومی نہیں بھولتا پلٹ کر پھر اسی مقام آنا چاہتا ہے جب تک وہ اپنی جنم بھومی میں رہتا ہے اس وقت تک اس کو احساس نہیں مگر جب وہ اس سے دور ہو جاتا ہے تو پھر اس کو یاد کرتا ایسا کیوں ہے اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب آج تک نہیں دے سکا اور شاید آئندہ بھی اس کا جواب کوئی نہیں دے گا۔
رولو کا اگر اخلاق کو یاد کرتا تھا تو یہ قدرتی بات تھی میں سہارنپور کو یاد کرتا ہوں تو یہ میرا فطری عمل ہے دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں ہماری یہ محبت قدرتی غیر ارادی ہے اسی طرح انسان کے ساتھ حادثات پیش آتے ہیں وہ اچانک سامنے آتے ہیں سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے اس کو تقدیر کا لکھا سمجھ برداشت کرتا ہے اور مقابلہ کرتا ہے۔ ہمارا بمبئی میں صرف اس لئے تھا کہ جہاز کو رد کنا تھا مگر اس کے ساتھ کام بھی نکل آئے۔ ہم جس ہوٹل میں رہتے تھے ہوٹل تھا ہم وہاں پر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ بمبئی ایک شہر ہے بڑی تعداد میں مسلمان بھی ہیں اور ان کے بھی ہیں۔ بہرام نگر میں دو تین مسلمانوں کے ہیں ہم وہیں پر کھانا کھایا کرتے تھے اچھا بڑا ہوٹل

READING Section
http://readingsection.blogspot.com

تھا مگر کافی عرصہ سے بمبئی میں تھا اور ہوٹل چلا رہا کی عمر کا آدمی تھا مگر لگتا نہیں تھا اس کی وجہ شاید یہ بھی وش رہتا تھا ہنستا رہتا تھا اور دوسروں کو بھی ہنساتا مگر ایک دن میں نے دیکھا وہ بڑا اداس بیٹھا تھا۔ میز پر بیٹھ جاتے تھے تو وہ کاؤنٹر سے اتر کر ہمارے جاتا اور خیر خیریت دریافت کرتا تھا۔
مگر آج ایسا نہ ہوا میں نے دیکھا اس کا چہرہ کسی کرب سے مرجھایا ہوا تھا اور وہ مشینی انداز میں اپنا رہا تھا اس کی شوخی اور ظرافت کا دور دور پتہ نہیں تھا۔ نے رولو کا کو اشارہ کیا تو وہ بولا۔
"میں نے دیکھا لیا ہے سخت پریشان ہے۔"
"پہلے کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد پتہ کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔
کھانے کے بعد میں اس کے پاس گیا اور کہا۔ بات ہے بیٹھ آج باغ میں کوئل نہیں بول رہی بڑا ہونگ رہا ہے۔" اس نے اداس نظروں سے میری دیکھا قہ کے بادل اس کے چہرے پر امڈ آئے۔ بڑے ضرور مگر آواز نہ نکلی میں نے اندازہ کر لیا کہ زخم گہرا ہے۔
میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔ میں دکھ تکلیف انسانی زندگی کے ساتھ ہیں انسان مسئلہ کرتا ہے گھبرا کر ناامید ہو کر بیٹھ نہیں جاتا تم پریشانی ہے مجھے بتاؤ میں حکیم ہوں۔ دلی میں مطلب شاید تمہارے زخم کا علاج کر سکوں۔"
"سب سے بڑا پریشانی یہی ہے کہ ہم اپنا پریشانی نہیں سکتا اگر بتائے گا تو بڑا نقصان ہو جائے گا ہو ہم کیا کرے۔"
"تم فکر نہ کرو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا تم اپنا نام اف کراؤ اللہ بہتر کرے گا۔" میں نے کہا۔
"ہمارا نام عبدالشکور ہے سب لوگ ہم کو شکور بھائی

بولتے ہیں۔"
"اب بتاؤ شکور بھائی کہ تم کیوں پریشان ہو؟"
"ہم کیا بتائے وہ ہم کو بولا ہے کہ کسی کو مت بتانا بتایا تو مر جائے گا۔" وہ خوف زدہ آواز میں بولا۔
"تم کو کسی نے ڈرایا ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا کچھ نہیں ہوگا تم ہمت کرو اور پوری بات بتاؤ میرے ساتھ جو میرا دوست ہے اس کے سامنے سب بتاؤ۔ یہاں پر کسی کو چھوڑو اور کسی سکون کی جگہ بیٹھ کر بتاؤ میں اپنے دوست کو بلاتا ہوں۔" میں نے رولو کا کو اشارہ کیا۔ وہ بھی کاؤنٹر کے پاس آ کھڑا ہوا۔ شکور بھائی نے رولو کا کی طرف دیکھا تو کاؤنٹر سے اتر آیا ایک آدمی کو اشارہ کیا وہ کاؤنٹر پر بیٹھ گیا شکور بھائی نے کہا۔ آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔ مین گیٹ کے برابر ہی ایک زینہ اوپر جاتا تھا وہ اس پر چڑھنے لگا۔ ہم دونوں بھی اس کے ساتھ چڑھتے گئے پہلی منزل پر ہی دروازے کا اس نے تالا کھولا اور بولا۔
"آؤ بھائی اندر آ جاؤ۔" اور اس نے کمرے کی بتیاں روشن کر دیں۔
"یہ اپنا آرام کرنے کا کمرہ ہے ادھر ہوٹل میں دیر ہو جاتی ہے تو ادھر ہی سو جاتا ہوں۔ کمرے میں ایک پلنگ پڑا تھا اور ایک آرام دہ صوفہ پڑا تھا۔ ہم لوگ صوفے پر بیٹھ گئے وہ پلنگ پر پیر لٹکا کر بیٹھ گیا تو میں نے کہا۔
"اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہے؟"
"دیکھو بھائی ہم کو وہ حرامی جادوگر بولا ہے کہ کسی کو کچھ بھی بتائے گا تو چھو کر امر جائے گا۔ اب تم بولو میں کیسا کچھ بتا سکتا ہوں بولوں تو مصیبت نہ بولوں تو مصیبت اب بولو میں کیا کروں شکور بھائی ڈرتے ڈرتے بولا۔
"اچھا تم کچھ نہ بتاؤ۔ ہم خود پتہ کرتے ہیں۔" رولو کا نے کہا۔
"ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔" وہ اطمینان سے بولا۔ "تم اپنے گھر کا پتہ نوٹ کر سکتے ہو یا مجھے ساتھ لے جا سکتے ہو۔" رولو کا نے کہا۔

سہارا لڑکا وہیں پر ہے۔"

"ہاں وہیں پر ہے۔ جے جے اسپتال میں رکھا تھا ان لوگوں نے جواب دیا ہے۔"

"تو پھر جلدی کرو۔" رولوکا نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

ہم تینوں سڑک پر آ گئے اور ٹیکسی پکڑ کر محمد علی روڈ کی طرف روانہ ہوئے جہاں پر شکور کا گھر تھا کچھ ہی دیر میں ہم ایک بلڈنگ کے سامنے کھڑے تھے۔ دوسری منزل پر شکور بھائی کا فلیٹ تھا اس نے آواز دی تو ایک عورت نے دروازہ کھولا۔

"تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔" ایک منٹ کے بعد ہی وہ بولا۔ "آیئے حکیم صاحب بچہ اسی کمرے میں ہے۔" یہ ایک کشادہ کمرہ تھا ایک طرف ایک پلنگ پر ایک نوجوان لڑکا لیٹا تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں مگر وہ کسی سمت نہیں دیکھ رہا تھا۔ بس خلاؤں میں کسی چیز کو دیکھے جا رہا تھا۔ رولوکا اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی نبض پر انگلیاں ٹکا دیں نبض ٹھیک تھی دل کی حالت کا جائزہ لیا وہ بھی ٹھیک تھی۔ رولوکا نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس سے دور ہو گیا شکور بھائی بھی دور ہو گیا۔ پورے دس منٹ رولوکا اس کے سرہانے خاموش کھڑا رہا اس کے بعد بولا۔

"اب بہت ہوا باہر آ جانہیں آئے گا تو پکڑ کر نکال دوں گا۔"

مگر کچھ نہ ہوا رولوکا پھر بولا۔ "آ جا پھر کہتا ہوں سزا نہیں دوں گا ضد کرے گا تو مارا جائے گا۔" چند منٹ گزرے تھے کہ لڑکے کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور اس نے کروٹ بدلی اور اس کے نتھنوں سے ایک سفید رنگ کا دھواں خارج ہونے لگا۔ رولوکا نے اپنا ایک ہاتھ اوپر اٹھایا اور دھواں ایک کونے میں جمع ہو گیا۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ گزرے تھے کہ دھواں اچانک بند ہو گیا اور لڑکا اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیران نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اشارے سے اس کو خاموش رہنے کا کہا۔ وہ سارا

رولوکا کی آواز کمرے میں گونجی۔ "تیرا گورو کون ہے۔" دھواں کا پیکر خاموش تھا میں باتوں کا رولوکا کے ساتھ رہ کر عادی ہو گیا تھا مگر اور اس کا لڑکا حیرت کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ بار بار پوچھتا ہوں نہیں بتائے گا تو قید کر دوں گا نے گرج کر کہا۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں۔" دھواں سے کھرکھراتی آواز آئی۔

"جلدی کر میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا نے کہا۔

"ہم وہ ہیں جن کو پانے کی خاطر آدمی گیارہ آدمیوں کا خون کرتا ہے۔ زمین سے آسمانوں ہمارا دھیان کرتا ہے اور ان گیارہ کا خون ہے، ہمارا کوئی شریر نہیں ہمارا کوئی رشتہ ناطہ کسی پورن ماشی پر ہمیں تازہ خون چاہئے جو یہ سب کا ہم سب کام کریں گے۔" وہ خاموش ہوا تو پھر پوچھا۔

"تیرا نام کیا ہے اور تو کہاں رہتا ہے۔"

"ہمارا نام تو نرگٹ ہے مگر ہمارا نام کوئی کیونکہ جس نے ہمارا نام لیا ہم اس کے جاتے ہیں اور بغیر بھینٹ لئے واپس نہیں بھیروں کے بیر ہیں اس کے ایک سوا کہتر ہمارا نمبر دوسرا ہے یاد رکھ تو ہم سے کمرے کا توبہ بوئی بھی ہمارے حصہ میں نہیں آئے گی اور تیری قید کر لیا جائے گا۔ مجھے جانے دے میں باہر آ مگر میری شکتی تو میرے پاس ہے۔" اس کی آ ہو رہی تھی اور آواز کے صوتی اثرات نہایت ناگوار

"زیادہ لمبی کہانی مت سنا یہ بتا اگر تیرے پاس نہیں تھی تو باہر کیوں نکل آیا۔ اپنی شکتی اندر ہی رہتا۔ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا تھا۔"

"یہ نہیں کہتا کہ جوتے مار کر نکالا گیا ہے اب بھی ...ل رہا ہے۔" رولوکا نے مسکرا کر کہا۔

"میں جا رہا ہوں پھر آؤں گا اور اس چھوکرے کو ...ی جاؤں گا۔" وہ بولا۔

"اگر جا سکتا ہے تو چلا جا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

دھواں نے دروازے کا رخ کر لیا مگر پھر واپس ...ی کی طرف چلا اور پھر پورے کمرے میں گردش کرتا ...ی کونے میں جم گیا۔

"کر لی کوشش تو اپنی مرضی سے یا تیرے گورو کی ...ے آیا تھا۔ مگر جائے گا میری مرضی سے میں اگر ...ے تجھ کو قید بھی کر سکتا ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا ...یرے قید ہوتے ہی تیرا گورو ہوشیار ہو جائے گا اور ...ر بھاگ جائے گا اور تیری طرح ہوا تو مارا ...ے۔ تیری کوئی شکتی اس کمرے میں کام نہیں آئے گی ...رے میں قید رہے اور یہی کونا تیرا ٹھکانا ہے تو ...ایک دھواں ہے اور دھواں بھی اپنے کا دھواں۔ یہ ...رولوکا نے مجھے اشارہ کیا شکور بھائی اور اس کے ...اشارہ کیا اور ہم سب کمرے سے باہر نکل آئے۔ ...نے دروازہ بند کر دیا اور کہا اس میں تالا ڈال دو۔ ...طرف جو دروازہ ہے اس پر بھی تالا ڈال دو۔ شکور ...رے دروازے سے اندر گئے اور دو تالے لے

رولوکا نے کہا۔ "شکور بھائی لگا دو تالا۔" شکور بھائی ...ے پر تالا لگا دیا اور دور ہٹ گئے۔ رولوکا نے ...ہاتھ رکھ دیا اور اپنی زبان میں چند الفاظ ادا کئے جو ...ی سمجھ میں نہیں آئے۔ اس کے بعد رولوکا نے

"دوسرے دروازے پر تالا ڈال دو۔" وہاں ...ولوکا نے پہلا والا عمل دہرایا اور سب لوگ دوسرے ...سے گھر کے اندر چلے گئے۔ اتنی کارروائی ہوئی

http://readingpk.com

کرنے آتے ہیں۔ میرا لڑکا بھی شوقین ہے مگر صرف گانے کی حد تک اور اتنا برا گاتا بھی نہیں ایک دو گانے کسی فلم میں دے چکا ہے اور وہ گانے مشہور بھی ہوئے ہیں۔ ایک بڑے میوزک ڈائریکٹر نے تو سنگل کے بعد اس کو دوسرا نمبر دیا تھا اور اپنی اگلی فلم میں سب گانے رشید کے لکھنے والا تھا۔ اس کے بعد اوروں کو بھی خیال آ گیا اور رشید کی مصروفیات بڑھ گئیں۔

ہم بھی خوش تھے کہ چلو اس کا شوق تو پورا ہوا۔ ہم کو اس کی کمائی کی کوئی فکر نہیں تھی صرف اس کی خوشی کی خاطر اس شوق کو برداشت کر رہے تھے۔ مگر رشید آہستہ آہستہ اوپر آ رہا تھا۔ آپ کو شاید پتہ نہ ہو کہ فلمی دنیا دنیا کی عجیب دنیا ہے یہاں پر جو دوست ہے وہی دشمن ہے۔ پیشہ ورانہ جلن اور رقابت بہت زیادہ ہے۔ اگر کوئی اپنی محنت سے اور قدرتی قابلیت سے نام کماتا ہے تو اس کے سو دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنا اور گرانا شروع کر دیتے ہیں اور پھر بھی اگر کوئی نہیں گرتا تو وہ اوچھی حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔

رشید کی حالت آٹھ دس روز پہلے سے گر رہی تھی۔ میں نے اور میری گھر والی نے ان آٹھ دنوں میں بھی کا کوئی بڑا ڈاکٹر نہیں چھوڑا سب کہتے تھے اس کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ دو دن پہلے میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔

"روک لے نہیں تو مارا جائے گا۔"

میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو پوچھا۔ "بھائی تم کس کی بات کر رہے ہو۔"

"اس کی جو تان سین بنا ہوا ہے۔ اب اس کی آواز کوئی نہیں سنے گا۔" وہ غصوت سے بولا۔

"ٹھیک ہے میں منع کر دوں گا۔ پھر تو ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں تیر چل چکا ہے اب واپس نہیں آئے گا۔ ہاں جان بچ جائے گی۔" وہ بولا۔

"مطلب کیا ہوا میری سمجھ میں نہیں آیا۔" میں نے کہا۔

"ارے سور کھ مطلب یہ کہ زندہ رہے گا ہو جائے گا۔ اور ہاں غور سے سن لے اگر زیادہ کرے اور میرے بارے میں کسی کو بتائے گا مر جائے گا تالا دیا ہے۔" اور پھر وہ چلا گیا۔

آپ میری پریشانیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ای اولاد ہے مجھ سے زیادہ خراب حالت میری گھر ہوگئی۔ اب ہم کیا کریں۔ علاج کراتے کراتے گئے۔ کسی نے علاج تو کیا مرض تک نہ بتایا کے قدم میرے گھر کے اندر گئے اور کچھ ہی دیر کرم ہوگیا۔ میں آپ دونوں کا کس طرح کروں۔ کیا خدمت کروں میری کچھ میں نہیں آ

شکور بھائی بہت جذباتی ہو رہا تھا کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دی اور رشید بولا "تم بہت خاموش ہو کچھ تو بولو کیا محسوس کر اس نے زبان نکالی اور اشارہ کیا کہ ہے۔ رولوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ "بچہ تم ہے تیری آواز کو جو روکے ہوئے تھا وہ اس ہے۔ اب تیری آواز کو کون روک سکتا ہے۔ تو ہے بول بھی سکتا ہے۔"

رشید نے اچانک بڑی پتلی آواز میں "میں بول سکتا ہوں۔"

اور وہ فوری اپنی آواز سن کر حیران اور مارے دوڑتا ہوا اپنی ماں کے پاس چلا گیا خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ اس کی سمجھ تو وہ جذبات کے مارے رولوکا کے ہاتھ کو لگا چومنے لگا۔

رولوکا نے اس کو روکا اور کہا۔ میں ایک طرح کا معصوم انسان ہوں مجھے گناہ گار مت خدمت کا کام میرے سپرد ہے وہ میں کرتا ہوں تم نے احسان کیا ہے نہ اس کا بدلہ میں تم سے کام ختم نہیں ہوا مجرم قید ہے اور اس کا سر غنہ

اس کمرے کو بند ہی رکھنا۔" رولوکا نے کہا۔

میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے اگر کچھ عرصہ کے مکان کو بھی تالا لگا دو اور دوسری جگہ شفٹ ہو جاؤ تو ہے۔"

"حکیم صاحب کا خیال درست ہے وہ اس کی یہ اس کا گروہ اس طرف ضرور آئے گا اس کو اب تک کے شر پتہ نہیں ہے جب اس طرف سے خاموشی ضرور پتہ کرنے آئے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ جو کہیں گے میں کرنے کو تیار آپ فرمائیں تو میں شہر ہی بدل لیتا ہوں۔" شکور نے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ضرورت تو ہے کی بھی نہیں تھی مگر آپ کی تسلی اور سکون کی کیا جا رہا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

اور شکور بھائی نے حسب ضروری سامان لیا اور گھر کو یا۔ ہم لوگ بھی اپنے ہوٹل آ گئے۔

دوسرے دن ناشتہ پر شکور بھائی سے ملاقات میں نے پوچھا۔ حال یہ ہے کہ میری گھر والی مر کر گئی ہے۔ اور رشید اس قدر خوش ہے کہ بیان سے وقت اپنی ماں سے باتیں کرتا رہتا ہے اب اس کو گیا ہے کہ وہ گونگا نہیں۔ ایک دن میں ہی اس کے ہوئی آ گئی ہے میری تو حالت یہ ہے کہ دل کرتا کو اٹھا کر خوشی سے ناچتا پھروں۔ ایک بتی حکیم صاحب اگر اجازت ہو۔" اس نے عاجزی

میں اور رولوکا دونوں ہنس پڑے۔ میں نے کہا۔ بھائی ہمیں شرمندہ تو نہ کرو تم جو کہنا چاہتے ہو بے

"آپ اس ہوٹل کے آپ گاہک نہیں مالک ہو جو سکتے ہیں۔" شکور بھائی نے کہا۔

"وہ تو ہم اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔" میں نے

"میرا مطلب یہ ہے کہ پہلے گاہک کی طرح کھاتے تھے اب مالک کی طرح کھائیں گے کوئی کمی نہیں ہے گا۔ دیکھو حکیم صاحب منع مت کرنا یہ میری دلی تمنا ہے میں کچھ تو خدمت کروں۔ میرا ضمیر مجھے کہتا ہے۔ مجھے میرے ضمیر کے سامنے شرمندہ نہ کریں۔"

اس نے کچھ انداز سے یہ سب کہا کہ ہم دونوں ہی متاثر ہو گئے۔ رولوکا نے کہا۔ "ہمارے اصول کے خلاف یہ بات ہے۔ مگر تمہارے خلوص و محبت کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے اس لئے تمہاری بات مان لیتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی شکور بھائی خوشی سے اچھل پڑا اور بولا۔ "شکریہ حکیم صاحبان بہت شکریہ۔"

تین دن گزر گئے سنام کو ہم کھانا کھانے گئے تو شکور بھائی نے بتایا وہی شخص پھر آیا تھا۔ "کیا کہتا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"کہتا تھا گھر کھول اور بتا تیرا لڑکا کہاں گیا۔" شکور بھائی نے کہا۔

"تم نے کیا جواب دیا۔" رولوکا نے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "لڑکا اپنی ماں کے ساتھ دلی چلا گیا اور اپنے پیروں پر چل کر گیا ہے اب وہ بیمار نہیں ہے اور تو اپنی شکل دوبارہ کبھی مت دکھانا ورنہ تجھ سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔"

وہ ایک دم غصہ میں آ گیا اور بولا۔ "اب تیرا میں وہ حشر کروں گا کہ دنیا دیکھے گی۔ تو دلی تو کیا بھارت کے کسی کونے میں اس کو بھیج دے میں تلاش کر لوں گا۔" اور وہ پھن پھناتا ہوا چلا گیا۔

"اور واپس بھی پھن پھناتا آئے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ بھی گھنیا فطرت کا آدمی ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ کچھ حفاظت کر لی جائے۔ میں نے رولوکا سے مشورہ کیا۔

"ہمارے حکیم صاحب آپ فکر ہی نہ کریں میں بے فکر نہیں ہوں میں نے سب بندوبست کر لیا ہے۔ وہ لاکھ کوشش کر لے رشید اور اس کی ماں کو تلاش نہیں کر سکتا۔ میں

http://readingcorner.blogspot.com

نے صرف ایک راستہ کھلا چھوڑا ہے اور وہ ہے شکور بھائی کا مگر یہاں پر وہ اگر کچھ کرنا چاہے گا تو بھی نہیں کر سکے گا۔ یہ نرسنا اصل میں ایک جال ہے یہاں پر آ کر ہی اس کو پھنسنا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"مگر وہ تو آ کر چلا بھی گیا۔" میں نے کہا۔

"مجھے اندازہ کرنا ہے کہ وہ کتنے پانی ہے اگر دوبارہ آ گیا تو سمجھ لو لونڈی ہے اور بھیس چھوڑ کر بھاگ گیا تو سمجھ لو ہوشیار ہے وہ جہاں بھی جائے مجھے اس کی اطلاع آ جائے گی زیادہ دور اس کو جانے نہیں دیا جائے۔ مزا تو جب آئے جب اس کا پیر ہی اس کو واپس لائے گا۔ رولوکا نے جواب دیا۔"

"تم نے اس کو اسی لئے زندہ رکھا تھا۔" میں نے کہا۔

"اس کی ایک وجہ اور بھی تھی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"وہ کیا وجہ تھی۔" میں نے سوال کیا۔

☠☠☠

وجہ یہ تھی کہ نرگٹ پراسرار دنیا کا ایک بہت بڑا پیر ہے، وہ اکیلا نہیں ہے، ایک پوری جین ہے، اس کو ختم کرنے کا مطلب ہے پوری جین کو ختم کرنا ہوگا، کسی نے مشکل جاپ کر کے نرگٹ کو قابو کر لیا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ پوری جین اس کے قابو میں آ گئی ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ وہ صرف نرگٹ سے کام لے سکتا ہے مگر نرگٹ اگر ختم ہوتا ہے تو وہ جین حرکت میں ضرور آئے گی۔ ان سے لڑنا میرے لئے مشکل نہیں ہے مگر پھر ہم سبھی میں بند ہو جائیں گے۔ یہ معلوم کتنا عرصہ لگ جائے میں اس لئے اس بلا یعنی کی لڑائی سے بچنا چاہتا ہوں اور صرف اس کو سزا دوں گا جو نرگٹ کو استعمال کر رہا ہے۔ رولوکا نے وضاحت کی۔

"ان معاملات کو تم ہی سمجھ سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

دو دن کے بعد رولوکا نے بتایا کہ وہ بار بار شکو بھائی کے گھر جا رہا ہے۔ اس نے اندازہ کر لیا ہے کہ اس کا پیر گرفتار ہو چکا ہے اور گھر والے فرار ہو چکے ہیں۔" وہ ہے کون۔" میں نے پوچھا۔

"اندھیری میں ایک کالی کا مندر ہے وہ اس میں رہتا ہے۔ اس کا نام سوکا کولی ہے۔"

"یہ سوکا کولی کیا نام ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"وہ بہت کمزور اور ہلکا پھلکا نظر آتا ہے۔ کالی دیوی کولی ہے مگر لوگ کہتے ہیں ہاکا کرو ہے۔ کالی دیوی پر بڑی مہربان ہے۔"

"تو انتظار کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں اصل مجرم کی تلاش میں ہوں۔ سوکا کولی رشید سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے اس کو ضرور کسی نے کسی کورائے سے ہٹانے کو کہا ہوگا ابھی تک وہ سامنے نہیں اس کے سامنے آتے ہی میں اس کو چھاپ لوں گا اس کے بعد کولی کا نمبر آئے گا اور نرگٹ کو آزمودی دیکھ کروں گا۔ یہ ہے میرا پروگرام۔" سوکا کولی کے باوجود مکان کے اندر جا سکتا۔ آخر ایک روز میں شکو بھائی کے ہوٹل پہنچ گیا۔

آتے ہی بولا۔ "یہ بتا تیرے سر پر کس کا ہاتھ ہے۔ میرے سر پر کسی کا ہاتھ نہیں ہے۔" دیکھ نے جواب دیا۔

"میں سمجھ گیا تو جو نظر آتا ہے وہ نہیں ہے۔" غصہ سے بولا۔

"تو پھر کیا ہوں تو ہی بتا دے۔" شکو بھائی نے پوچھا۔

"کہتا ہے کسی کا ہاتھ نہیں ہے، ارے تو ایسا کیا ہے کہ ذرا سی سائد نہیں ملتی اندر دیکھ لے شاید میرے دل میں تیرے لئے کچھ دیا آ جائے سمجھ لے کہ موت ماتھے نہیں ملے گی۔ میرا برباد کر دیتا ہے۔" کولی نفرت اور غرور سے بولا۔

"مجھے کچھ پتہ ہی نہیں ہے تو کیا بتاؤں۔" کہا۔

"تجھے اور پتہ نہ ہو، مجھے پتہ ہے پاپی، اب تک تجھ پر وار نہیں کیا۔ مگر اب میں تیرا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھنے لگا اچانک اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور زبان بند ہو گئی

"تو کیا سمجھتا ہے، شکو اکیلا ہے، تیری آنکھیں ہیں، تیرے سامنے میں ہوں اور تو شکو سے تیرے سر پر کس کا ہاتھ ہے۔ بس یہی ہے تیری پکار لے اپنی کالی کو۔ میں چاہتا تو یہ تھا کہ تیرا قچے گرفتار کر کے لائے مگر تو خود ہی آ گیا اور وار بھی ا۔ ارے پاگل یہ بھی نہ سوچا کہ جو نرگٹ کو گرفتار ہے وہ کون ہوگا، تو اپنی کالی کے بھروسے آ گیا۔ پاس نرگٹ سے بڑا پیر نہیں ہے اور کالی کے میں جانتا ہوں۔ اب تو سیدھا شکو بھائی کے جائے گا، دروازہ کھلا ملے گا، تو اس کے اندر چلا کر جانے سے پہلے تجھے خود یہ بتانا ہوگا کہ تو کس م کر رہا تھا۔" رولوکا کی آواز بند ہو گئی۔

ہوا کچھ نہ بولا تو پھر رولوکا کی آواز آئی۔ "آخری ہوں اس کے بعد میں خود پتہ کر لوں گا۔"

"اگر نہ بتاؤں تو۔" پھر سوکا بولا۔

"تو دونوں مارے جاؤ گے۔" "تیرے کا دعوے ہے، تجھے پتہ ہے یہ قچے ذرا نہیں ملنے دے گا نہ ہو تو کوشش کر کے دیکھ لے تیری ساری شکتی میں ناک کے راستے بہا دیگا اور تیری کالی بھی ی کرتی رہے۔ یہ اندھیرے کا تیر ہے اور بہت ہے۔

میں شکو کے گھر کیوں جاؤں میرا وہاں کیا کام کولی نے کہا۔

تیرا ستیاناس اور وہاں پر قچے ہے جس کی خاطر تو نے جانوں پر جاب کئے، دن رات محنت کی اور سے بے وفائی کر رہا ہے اس کو آزاد نہیں کرائے گا۔" کہا۔

مجھے پتہ نہیں تھا۔ مجھے معاف کر دے، تو اگر شکتی بھی لے لے، میں تیرے مقابلے کا نہیں کون سی ہے مجھے اندازہ بھی نہیں ہے پھر بھلا مقابلہ کروں گا۔ میں اب شکو کے پاس نہیں آؤں گا یہ میرا وعدہ ہے۔" سوکا گڑگڑا کر بولا۔ "تیرے کوئی نئی چال ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"نہیں جتنی ہے یہ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ تم جو بھی ہو بہت بڑے کرو ہو۔" شکو نے جواب دیا۔ "کالی کے پجاریوں پر میں اعتبار نہیں کرتا کیوں کہ کالی اور اس کے پجاری یہی کرتے ہیں جب ہر طرف سے گھر جاتے ہیں تو مکاری اور خوشامد سے کام لیتے ہیں۔ میں تیری کسی بات کو نہیں مانوں گا تجھ کو شکو کے گھر جانا ہے، وہاں پر نرگٹ تیرا انتظار کر رہا ہے۔ میں جانتا ہوں تیرے دل میں کھوٹ ہے کیونکہ تو نے اب تک نہیں بتایا کہ تو کس کے لئے کام کر رہا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اچھا میں بتلائے دیتا ہوں پھر تو مجھے جانے دیگا۔" سوکا بولا۔

"نہیں پھر بھی تو نہیں جائے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو پھر میرا بتانا ہی بیکار ہوگا، میں اس کو بھی کیوں پریشانی میں ڈالوں۔" سوکا بولا۔ "تو اس کا وفادار رہ، میں بتلائے دیتا ہوں۔ غور سے سن، وہ کرلا میں رہتا ہے گانے گاتا ہے خوب بڑے دام کا مالک ہے دولت بھی بہت ہے اس کے پاس اور عیاش بھی اونچے درجے کا ہے مگر دن رات کی عیاشی نے اس کی مارکیٹ گرا دی ہے، اس کی جگہ رشید لے رہا ہے۔ جو قلمیں اس کے پاس تھیں وہ رشید کے پاس آ رہی ہیں۔ اس کی مارکیٹ گھٹ رہی ہے اور رشید کی بڑھ رہی ہے، اس نے اس کا علاج یہ سوچا کہ رشید کو ہی ختم کر دیا جائے ہوا تو یہ چاہتے تھا کہ وہ خود پر غور کرتا، تجربہ کار تھا پرانا گانے والا تھا اپنے فن سے اپنی آواز سے رشید کا مقابلہ کرتا، جو لوگ دوسروں کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیتے وہ خود بھی کسی رحم کے مستحق نہیں ہوتے۔ تو جس کے نام کو پرزے میں رکھے ہوئے تھا اس کے بارے میں بہت پہلے ہی جان گیا تھا اور تجھ سے پہلے ہی اس کو سزا بھی مل چکی ہے وہ اسپتال میں پڑا ہے اور اس کی آواز بند ہو گئی، وہ اب زندگی بھر نہیں گا سکتا۔ تیری سزا یہ ہے کہ تو

نرگٹ کے پاس جانہیں پائے گا۔ جو تیرے کاندھے پر سوار ہے وہ تجھے لے جائیگا اور تو گھوڑے کی طرح دوڑتا ہوا جائے گا۔" اور واقعی ہم نے دیکھا کہ سوکا نے ایک چھلانگ لگائی اور ایک طرف دوڑ گیا۔

اس کے جاتے ہی رولو کا نمودار ہو گیا، تو میں نے پوچھا۔ "یہ نرگٹ کے پاس گیا ہے۔" اور کہاں جائے گا۔ سوتا الو اس کو کہیں نہیں جانے دے گا۔

"نرگٹ اس سے باقی ہے وجہ یہ ہے کہ اس نے اب تک اس کے لئے کچھ نہیں کیا دوسرے دو سوتے الو کی کرامات دیکھ چکا ہے کہ آزاد ہو کر بھی وہ اپنا کونا نہیں چھوڑ سکا۔" رولو کا نے کہا۔ "اس کا مطلب ہوا کہ تمہارا الو دو جگہ کام کر رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"وہ ایک وقت میں کئی جگہوں پر کام کرتا ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

شکو بھائی حیرت کی تصویر بنا دیکھ رہا تھا۔ اس نے زندگی میں ایسی پراسرار چیزیں کب دیکھی تھیں۔ میں نے شکو بھائی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک پڑا۔ میں نے کہا۔ "شکو بھائی دنیا میں ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ یہ بھی ایک ایسی ہی حقیقت ہے۔"

وہ اتنی دیر سے کشمکش میں مبتلا تھا۔ بہت سے سوالات اس کے منہ سے باہر آنے کو مچل رہے تھے۔ وہ میرے دو جملوں سے بھلا کب مطمئن ہوتا۔ اس نے واقعی خود کو سنبھالا ہوا تھا۔ مگر اب وہ کچھ جواب چاہتا تھا، سنبھالے رکھنے کی ساری کوششیں دم توڑ گئی تھیں۔ میں اس کی کیفیت دیکھ رہا تھا اور رولو کا بھی سب کچھ محسوس کر رہا تھا۔

رولو کا نے آگے بڑھ کر شکو بھائی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آؤ تسلی سے بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" بیٹھنے کے بعد رولو کا نے کہا۔

"کبھی کبھی انسان کی اپنی کیفیت بڑی عجیب ہو جاتی ہے اس کا ذہن سوالات پر سوال کرتا ہے مگر اس کے پاس چونکہ جواب نہیں ہوتا، اس لئے مزید پریشان ہوتا ہے۔ تم اس وقت اسی کیفیت سے گزر رہے ہو۔ میں تمہارے سوالات کے جواب تم کو دوں گا کہ تمہارے سوالات کے جواب تم کو مل جائیں گے۔ دیکھو اس دنیا میں اسرار و رموز کے اتنے ایسے ہوئے ہیں کہ انسانی عقل سے بہت اوپر ہیں، انسانی عقل کام نہیں کرتی۔ اس کائنات میں اسرار کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ ہر کہانی اپنی جگہ ہر کہانی کی ایک وجہ ہے۔ میں تو کہتا ہوں ہر وجود ہے۔ انسانی عقل اس قدر محدود ہے کہ حقیقت نہیں سمجھ پاتا۔ بلکہ سمجھ ہی نہیں سکتا کیونکہ پابند کیا گیا ہے۔ کہاں تک جانا ہے، حد مقرر ہے۔ ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر مصروف عمل رہتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ وہ بہت کچھ جان گیا ہے مگر ایسا نہیں انسان اپنی حد میں رہ کر خوش رہتا ہے۔ جو لوگ سے آگے جاتے ہیں وہ منتخب ہوتے ہیں۔ ان کو رعایت دی جاتی ہے، کچھ دیا جاتا ہے پابندی بھی لگائی جاتی ہے بے لگام کوئی نہیں ہوتا۔ دل میں ہم دونوں کے لئے بھی کچھ سوالات ہیں۔ کا بھی جواب دیتا ہوں۔

ہم دونوں تمہاری طرح ہی انسان ہیں۔ مافوق البشر مت سمجھنا۔ ہمارا علم بھی اعلیٰ انسانی نہیں ہے۔ رب کائنات نے ہمارے سپرد ہیں اور کرنے کی طاقت بھی دی ہے، وہی اسی رب کائنات نے کچھ ذرائع بھی عطا کر میں خوبیاں اور خامیاں دونوں ہوتی ہیں۔ ہوتا ہے جو اپنی خامیوں کو خوبیوں میں بدل دونوں تمہاری طرح زندگی بسر کرتے ہیں، اور غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے متعلق فہمی میں مبتلا مت ہونا، ضرورت کے تحت رب بدلنا پڑتا ہے جیسا مریض ہوتا ہے اس کو ویسی ہے۔ اگر یقین ضروری ہوا تو وہ بھی کرنا پڑتا ہے بھی آخر انسان ہی ہوتا ہے۔ بات صرف اتنی اور سزا دینے کا اختیار تو کسی کو نہیں ہے جو جیسا

REEMA PAKSOCIETY.BLOGSPOT.COM

ی سزا، رب کائنات دیتا ہے، تم اپنے ذہن کو ں کر لو۔ رشید اب بالکل ٹھیک ہے اور تم بھی اپنا جائزہ یا کرو۔"

"وہ کولی پھر پلٹ کر تو نہیں آئے۔" شکو نے

"کولی اب کبھی نہیں آئے گا اس کے پیر نے ہی سزا دے دی ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔ "آج تیسرے دن کے بعد خوش ہوں۔" شکو بھائی نے کہا۔

"تم دوسروں کی خوشی کا خیال کرو گے تو تمہاری یاں تم سے دور نہیں ہوں گی۔ زندگی کے سفر کو مشکل اور خود انسان بناتا ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اب میں اطمینان سے آپ لوگوں کی خدمت وں گا۔" شکو بھائی خوشی سے بولے۔ "ہم جس کام کے لئے میں رکے تھے وہ ابھی باقی ہے۔" میں نے کہا۔

"اچھا کام کیا ہے، میں شاید کچھ مدد کر سکوں۔" نے پوچھا۔

میں نے ہنس کر کہا۔ "ایک شب بندرگاہ پر کھڑا یں کو لا کر چوپائی پر کھڑا کرنا ہے۔" رولو کا ہنس پڑا ساتھ ساتھ شکو بھائی بھی ہنس کر بولے۔ "حکم صاحب رہے ہو۔" رولو کا نے جواب دیا۔ "ان کی عادت ی بھی مذاق کرتے ہیں۔"

بھی جانے کا ارادہ نہیں ہے، جب ارادہ ہوگا تو ے۔" میں نے کہا۔

"اس تو پھر ٹھیک ہے، اب آپ ہوٹل میں نہیں گے۔ محمد علی روڈ والا مکان خالی ہی پڑا ہے وہیں آپ گے۔" شکو بھائی بولے۔

"ہم بڑے آرام سے ہیں اس کی ضرورت نہیں شکو بھائی۔" میں نے کہا۔

"مجھے کچھ تو خدمت کرنے کا موقع دیں۔ یہ آپ سان کا بدل تو نہیں ہے مگر میرا دل بھی خوش ہو جائے شکو بھائی کی آواز جذبات سے بھاری ہو گئی اور ل تھرا رہا تھا۔ میں نے رولو کا کی طرف دیکھا تو اس نے مسکرا کر کہا۔ "حکیم صاحب بعض اوقات، انسان جانتے ہوئے، وہ کرتا ہے جو اس سے کروایا جاتا ہے۔ مرحلہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ شکو بھائی نے خلوص سے پیش کش کی ہے، اور ہم اس کو ٹھکرا نہیں سکتے اور ہم لوگ ہوٹل سے شکو بھائی کے گھر آ گئے۔"

☆☆☆

کسی جہاز کے ہائجن کی کرین شافٹ تبدیل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ سب حیران تھے کہ کرین شافٹ کریک کس طرح ہوئی، جب یہ فیصلہ ہو گیا کہ کرین شافٹ بدلنا ہی پڑے گی تو پھر بھینی کی بندرگاہ پر کھڑے جہاز کا انجن کھولا گیا۔ یہ کام بھی آسان نہیں تھا اور جب انجن کھولا گیا تو اور کام بھی نکلتے چلے گئے اور دو ماہ تک جہاز کھڑا رہا۔ دو ماہ کی محنت کے بعد انجن اس قابل ہوا کہ اس کو دوبارہ اسٹارٹ کیا جا سکے۔ رولو کا کو سب پتہ تھا۔ ہر پل کی اس کو خبر تھی۔ وہ کیپٹن اور پروفیسر پر بھی نظریں گاڑے ہوئے تھا۔

"جہاز مرمت ہو گیا ہے۔" رولو کا نے بتایا۔

"تو پھر عنقریب روانہ بھی ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"روانہ کروں گا تو روانہ ہوگا۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"کیوں ابھی کچھ باقی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ابھی تک کیپٹن اور پروفیسر کے ارادے وہی ہیں ان کی روز میٹنگیں ہو رہی ہیں اور پروگرام بن رہے ہیں جہاز میں نئے لوگ بھرتی کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ کوئی نیک نامی نہیں ہیں اور جہاز پر کام کرنے کو نہیں رکھے گئے ہیں ان کا کام منزل پر پہنچ کر شروع ہوگا اور وہ کام سوائے ظلم اور بربریت کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ کیپٹن اور پروفیسر دونوں وقت برباد کے کام کرتے رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ کیپٹن اور پروفیسر دونوں وقت برباد کے کام کرتے رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر انجن اسٹارٹ بھی کر پائیں گے تم یہ دیکھنا۔"

روڈولکا نے کہا۔

"مرمت کا کام ختم ہو گیا۔ اسٹارٹ کیوں نہیں ہو گا۔" میں نے پوچھا۔

"اگر ان کے ارادے خراب نہ ہوئے تو جہاز بگڑتا ہی کیوں؟ مگر چونکہ ان کے ارادے بد ہیں اس لئے اب بھی جہاز چلے گا نہیں۔" روڈولکا نے جواب دیا۔

"لگتا ہے آپ نے پھر کوئی کارروائی کر دی ہے۔" میں نے کہا۔

"سلیم صاحب جب تک پروفیسر اس جہاز پر ہے جہاز نہیں چلے گا اور اب تو مجھے کپتان پر بھی اعتبار نہیں ہے کیوں کہ اس کے دل میں بھی لالچ آ گیا ہے۔" روڈولکا نے جواب دیا۔

بمبئی کے بندرگاہ کے انجینئر اور جہاز کے انجینئر نے انجن درست ہونے کا اعلان کر دیا۔ ایک ایک چیز کو چیک کر لیا گیا اور انجن اسٹارٹ کرنے کے انتظامات کر لئے گئے مگر انجن میں ایک زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور خاموش ہو گیا، اس کے لاکھ جتن کر لئے گئے مگر انجن میں جان نہیں پڑی۔ انجینئر اور سارا عملہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اب کیا ہوا؟ انجینئر کا کہنا تھا کہ اتنا اچھا انجن ہاندھا گیا، ضروری پارٹس بھی بدل دیئے گئے مگر بات نہیں بنی۔ اب کیا کیا جائے؟ کپتان نے سوچا۔ مزید اخراجات وہ کہاں سے لائے۔ لازمی تھا کہ وہ مالکان کو اطلاع کرے اور جس کمپنی کا جہاز ہے وہی اب مرمت کرائے۔ اور یہی بات کپتان اور پروفیسر کے پروگرام کے خلاف جاتی تھی کیونکہ اخراجات آ گھر بند کر کے تو کمپنی ادا نہیں کرے گی اس کا کوئی نمائندہ آئے اور مرمت کرائے گا اور پھر جہاز اپنے روٹ پر ہی جائے گا کیونکہ نمائندہ جہاز کے ساتھ جہاز کی کنڈیشن چیک کرنے کو چلے گا۔

"مجھے لگتا ہے اب ہم اپنے پروگرام پر عمل نہیں کر سکیں گے۔" کپتان نے پروفیسر سے کہا۔

"ایک دفعہ کوشش اور کرو۔" پروفیسر بولا۔

گروی والے بغیر پیسہ لئے کام نہیں کرتے

"میرے پاس جو تھا میں خرچ کر چکا ہوں۔"

"کسی سے ادھار لے لو۔ کچھ میرے پاس ہیں وہ جہاز خود مرمت کراؤ کمپنی کو اطلاع دینے کا مت سوچو۔" پروفیسر فکرمندی سے بولا۔

"میں بھی نہیں چاہتا مگر یہ مجبوری ہے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ ہمارا پروگرام تو ختم کچھ کرو کپتان۔" پروفیسر ہاتھ ملتے ہوئے بولا

جہاز کی مرمت ہے، پروفیسر کوئی موٹر سائیکل کی مرمت نہیں ہے اس پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں اب سے کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ میں کمپنی کو اطلاع کرنے سے پہلے ان سب کو جہاز سے اتاروں گا تنخواہیں نے بھرتی کروایا تھا کیونکہ اب ان کی ضرورت نہیں دوسرے کمپنی نمائندہ بھی ان پر اعتراض کر سکتا ہے۔" کپتان نے کہا۔

"کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ نہیں۔" پروفیسر تم بھی کوئی اور ہتھوڑا اٹھانے والا کام تلاش کر لو یا پھر بمبئی شہر بہت بڑا ہے کسی ہوٹل میں کام کر لو اب میں کسی بھی فالتو آدمی کو جہاز پر نہیں رکھوں گا، پوزیشن خراب ہو رہی ہے۔ تم فوراً اپنا انتظام کر لو میں تک جہاز چھوڑ دو۔" اور کپتان اٹھ کر چلا گیا۔

پروفیسر حیران تھا کہ اچانک کپتان کو کیا ہو گیا اور شام کو پروفیسر بندرگاہ سے باہر آ رہا تھا۔ کے پاس صرف ایک سوٹ کیس تھا۔ اسے کسی ایسے کی تلاش تھی۔ اس نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات وہ اس کو انڈس ہوٹل میں لے گیا اس کو وہاں پر کمرہ دلوا

انڈس ہوٹل بمبئی کا ایک مشہور ہوٹل تھا۔ پوری رات کلب سے ڈانس اور شو ہوا کرتے تھے۔ بمبئی کے من چلے رات بھر یہاں پر عیاشی کرتے پروفیسر کو ایسی ہی جگہ چاہئے تھی اس نے ڈرائیور کو شاباشی دی اور منیجر کے پاس گیا اور اپنا تعارف کرایا ایک دو ملاقات شو کرنے کی پیشکش کی۔ ظاہر ہے منیجر کو

اعتراض ہوتا۔ پروفیسر مشہور آدمی تھا اس سے اس کو ہی ہو رہا تھا۔ اگر شو کامیاب ہوتا ہے تو پھر بات بڑھے گی۔ پروفیسر کے نام کے بورڈ لگا دیئے گئے تک خوب پبلسٹی کی گئی اور ایک بڑے ہال میں گرام رکھ دیا گیا۔ اخبارات نے بڑے بڑے فوٹو چھاپے اور بہت مہنگا ٹکٹ رکھ دیا گیا۔ یہ ٹکٹ شہر میں بھی ات ہوئے۔ اور شوقینوں نے ہاتھوں ہاتھ خریدے۔

☆☆☆

پروفیسر کے جہاز سے اترتے ہی کپتان کے ساتھ یب واقعہ ہوا۔ اس کو ایسا لگا کہ کوئی اس کو بلا رہا ہے ت کا وقت تھا، جہاز پر سناٹا تھا۔ وہ اپنے روم سے ڈیک گیا یہاں پر ایک آدمی کھڑا تھا وہ ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں ٹی کم تھی۔ اس نے اشارے سے کپتان کو اپنے قریب اور صاف انگریزی زبان میں کہا۔ "سونا انسان سے ہے، انسان کی قدرت کرو، سونے کو بھول جاؤ، کرو تو بھی انسان ہے، شیطان بھلا گیا تو بھی اپنے سفر میری ڈیوٹی بھی ختم ہوئی، میں بھی جاتا ہوں اور پھر وہ برے میں غائب ہو گیا۔ کپتان حیرت سے اس کو دیکھتا پہلے تو اس کو خیال آیا کہ شاید وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ نے اپنی انگلی دانتوں سے کاٹی وہ خواب نہیں تھا وہ پ کھڑا تھا اور دور بمبئی شہر کی روشنیاں اس کو نظر آ رہی وہ حیران پریشان اس شخص کے جملوں پر غور کرتا ہوا بمبئی میں آ گیا۔ "شیطان بھلا گیا تو بھی جا۔" وہ بار بار غور کرتا رہا۔ شیطان! کیا پروفیسر کو شیطان کہا ہے؟ وہی تو گیا ہے، کیا اس کی وجہ سے میں پریشانیوں گیا تھا، ہاں ایسا ہی ہوا ہو گا۔" وہ خود سے بولا۔ ایسا ہی تھا۔"

اس نے انسانوں کو مارنے کا پروگرام بنایا تھا اور کتنا برا بخت تھا کہ اس کی چکنی چپڑی باتوں میں تھا۔ میں بھی اس کی ہاں میں ہاں کر رہا تھا، اسی لئے آفت آئی۔ اچھا ہوا میری آنکھیں کھل گئیں اور میں شیطان کو اتار دیا۔

صبح ہوتے ہی کپتان نے انجینئر کو بلایا اور کہا۔

سب بندوبست کر دو شام تک یہ کام کر لو۔ ایندھن پورا بھر لو اور انجن اسٹارٹ کرنے کا بندوبست کرو۔

"مگر سر دو تین دفعہ کوشش کر چکے ہیں۔ انجن میں ذرا حرکت نہیں ہوتی۔" وہ بولا۔

"تم اپنے ٹیکنیکی کام پورے کرو اور پھر کوشش کرو۔" کپتان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر اگر یہ کام شام تک نہیں ہو گا کیونکہ ایندھن کے ٹینک بھی بھروانے ہیں کل صبح تک سب کام ہو جائیں گے۔" انجینئر نے جواب دیا۔

اور ایک بار پھر انجن روم میں زور شور سے کام شروع ہو گیا۔ ازسرنو صفائیاں ہونے لگیں اور ہر پارٹ کو چیک کیا جانے لگا بوائیلر گرم ہو گئے کپتان کو انجن اسٹارٹ ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ اس نے روانگی کی اطلاع تک دے دی تھی۔

اور صبح دس بجے انجن ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اسٹارٹ ہو گیا اور پھر چمنیوں سے دھواں خارج ہونے لگا۔ انجن کی آواز اپنی اصلی جگہ آ گئی اور جہاز میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور جہاز سائرن دینے لگا یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ روانگی کو تیار ہے اور جہاز روانہ ہو گیا۔ پروفیسر بمبئی میں رہ گیا یہی روڈولکا کا پلان تھا۔

☆☆☆

خدا نے انسان کو سب مخلوق سے افضل بنا کر پیدا کیا اس کی افضل ترین اس کی عقل ہے۔ خدا نے انسان کو عقل اس لئے عطا فرمائی ہے کہ وہ انسانیت کے ضابطہ اخلاق کی حفاظت کرے گا، برائی اور بھلائی، نیکی اور بدی میں تمیز کرے گا جو لوگ عقل کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ان میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا بلکہ جانور تو پھر تھوڑی بہت عقل سے کام لیتا ہے مگر انسان جب گرنے پر آتا ہے تو جانور سے بھی کئی درجے نیچے چلا جاتا ہے۔

حرص و ہوس انسان کے دشمن ہیں۔ عورت ایک خوبصورت دھوکا ہے۔ انسان کو کاٹنے میں بھانسنے کا چارہ

ہے اور جو اس چارے کے لالچ میں آتا ہے وہ ایک ایسے جال میں پھنس جاتا جو اس کی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔ انسان جب گناہ کرتا ہے۔ اگر اس وقت وہ احساس کرے کہ اس کو اس گناہ کی سزا ملے گی تو وہ گناہ نہ کرے مگر دولت کا لالچ اقتدار کا لالچ اس کو اندھا کر دیتا ہے وہ ہر جائز ناجائز طریقہ پر اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنی راہ کے سارے کانٹے روندتا ہوا چلتا جاتا ہے وہ پلٹ کر نہیں دیکھتا کہ کتنے بے گناہ مارے گئے، کتنوں کی حق تلفی ہوئی، اس کو صرف اپنی ہی پڑی رہتی ہے۔ ایسا ہی مسافر پروفیسر بھی تھا وہ ہر جتن کر کے امیزون کا سونا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا عارضی پڑاؤ اتلانٹس ہوٹل تھا جہاں پر آج رات اس کا شو ہو رہا تھا۔ مگر اس کو پتہ نہیں تھا کہ اس کو روکنے والا رولوکا بھی وہیں پر موجود ہے۔ مگر رولوکا کو پہچاننا پروفیسر کیلئے آسان نہیں تھا۔

کیونکہ اب خیر الدین نہیں تھا وہ تھیں شیروانی اور علی گڑھ کٹ پاجامے اور دو پلی ٹوپی میں تھا اور چہرہ اور قد بھی پہلے والا نہیں تھا۔

ساری میزیں بھر چکی تھیں مگر لوگ تھے آتے ہی جا رہے تھے ہالیں ہلکی موسیقی کا ریکارڈ لگا ہوا تھا۔ رات ٹھیک بارہ بجے میوزک بند ہو گیا اور اناؤنسر نے شو کو شروع ہونے کا اعلان کیا۔ پروفیسر کالا کوٹ اور کالا ہیٹ لگائے اسٹیج پر نمودار ہو گیا۔ اور آتے ہی اس نے کہا۔ "لوگو تم نے بہت شو اور کھیل تماشے دیکھے ہوں گے، جادو کے کمالات بھی ضرور دیکھے ہوں گے اور ہاتھ کی صفائی اور نظر بندی بھی ضرور دیکھی ہو گی، میں بھی ان سب سے اپنے شو کو سجاتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ نئی چیز پیش کر سکوں۔" اس کے بعد اس نے ایک جگ منگوایا اور سب کے سامنے چھوٹی میز پر رکھ دیا، الٹ کر دکھا دیا کہ خالی ہے۔

اب وہ وہی پرانے تماشے کا اور رومال کے کرتب کرتا رہا اس کے بعد وہ جگ کی طرف گیا، جگ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے جگ اٹھایا اور گلاس میں پانی ڈالا اور پی لیا اور سامنے جو لوگ قریب تھے ان کو یہ پانی پلایا اور بولا

"یہ پانی ہمالیہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی سے برف لیکر بنایا گیا تھا آپ فرمائش کریں۔ ہندوستان کے کس دریا کا پانی آپ کو چاہئے، وہی اس جگ میں آ جائے گا۔ اور پھر کام کرنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد جگ بھرا ہوا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ یہ پانی وہاں سے حاصل کیا گیا ہے جہاں سے دریائے گنگا شروع ہوتا ہے۔

اس کا شو کامیاب تھا کیونکہ اس نے وہی چیز پیش کیں جو اس علاقے کے لوگ پسند کرتے ہیں۔ سارا آرام سے بیٹھا شو دیکھتا رہا اور صبح کے وقت واپس آیا۔

ناشتہ پر اس نے رات کی روداد سنائی تو میں نے کہا۔

"تم کو مزا آیا شو دیکھ کر۔"

"میں شو دیکھنے نہیں گیا تھا پروفیسر کا پتہ لگانے گیا تھا۔"

"بولنا کیا اس کا قد بھی گھٹ گیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اس کے سامنے بیٹھا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ مگر پھر بھی پہچانا نہیں شعبدے بازی اور ہاتھ کی صفائی کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہے، تو پھر میں اس سے بولتا نہ کہوں تو پھر کیا کہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"اپنی اسی شعبدہ گری سے پیٹ تو بھر لیتا ہے۔ کیا نقصان ہے کرنے دو۔" میں نے کہا۔ "میں تو حیران ہوں کہ اس نے امیزون کے جنگلات میں جانے کی ہمت کیسے کی۔" رولوکا بولا۔ "انسان کو جس چیز کا جنون ہو جاتا ہے پھر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا نہ کہ وہ اپنی کمزوریوں پر نظر ڈالتا ہے نہ لوگوں کے نقصان کی پروا کرتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے اچھی طرح پرکھ لیا۔ پروفیسر کتنے پانی میں ہے وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے کوئی ڈر خوف ہو وہ صرف ہوٹلوں میں دھندہ کر سکتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"مگر پھر اس کے دماغ کا کیڑا کھڑا ہو گیا اور پھر

وہ جھگڑے ضرور دور دور گا تا کہ وہ اپنی حد میں رہے اور بستی چھوڑنے کا نہ سوچے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"پھر کیا پروگرام ہے۔" میں نے پوچھا۔

"آج شام تم بھی میرے ساتھ اٹلس ہوٹل شو دیکھنے چلو گے۔" رولوکا نے کہا۔

"مجھے تو وہ ٹور ا پہچان جائے گا۔" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں پہچانتا ہے تو پہچان لے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم بھی دیکھ لیں گے اس کا تماشہ۔"

ہفتہ کا دن تھا ہال پورا بھرا ہوا تھا۔ اور خاص پروگرام تھا۔ اسٹیج سے بہت دور ایک کونے کی میز پر میں اور رولوکا بیٹھے تھے۔ رولوکا نوابی لباس میں تھا اس کی شیروانی کالی تھی اور علی گڑھ کٹ پاجامہ سفید اور سفید پی کیپ شوز ہاؤں میں تھے اور سر پر دو پلی سفید نوابی دھری تھی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک افریقہ کا آدمی، لباس تو میرا بھی وہی تھا کیونکہ یہ بھی رولوکا کا انتخاب تھا۔

اعلان ہوا اور پروفیسر اپنی پوری سج دھج کے ساتھ اسٹیج پر نمودار ہو گیا۔ آتے ہی اس نے ایک رومال جیب سے نکالا اور اس کو ہوا میں اڑا دیا۔ وہ رومال پتنگ کی طرح ہوا میں اڑتا ہوا حال سے غائب ہو گیا۔

اس کے بعد اس نے خالی جگ منگوایا اور درمیان میں رکھ دیا اور دوسرے کام میں لگ گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ جگ کے پاس گیا، جگ اٹھا کر دیکھا مگر حیران رہ گیا، جگ جیسا رکھا تھا ویسا ہی خالی رکھا تھا، اس نے پھر دوسرا کام پکڑ لیا، اس نے ہر کام کے بعد جگ کو دیکھا مگر جگ خالی ہی رہا۔

ہال سے آواز آئی۔ "پروفیسر پیاس لگی ہے تھوڑا سا پانی پلاؤ۔"

پروفیسر نے جواب دیا۔ "پلاؤں گا ضرور پلاؤں گا۔"

رولوکا نے کہا۔

اسٹیج پر آخری آئٹم کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ پروفیسر کا آخری آئٹم یہ تھا کہ ایک صندوق پانچ فٹ کا ایک میز پر رکھ دیا جاتا تھا اس صندوق میں آر پار سوراخ تھے۔ ایک لڑکی اس صندوق میں لیٹ جاتی تھی اور صندوق میں تالا لگا دیا جاتا تھا۔ اور سوراخوں سے لوہے کی سلاخیں آر پار کر دی جاتی تھیں سلاخیں اتنی ہوتی تھیں کہ کسی جاندار کا صندوق کے اندر زندہ رہنا ناممکن تھا۔ وہ صندوق میز سے چھت کی طرف اس چبوترے پر اٹھ جاتا تھا اور سلاخیں لگی رہتی تھیں لوگوں کی سانسیں اس آئٹم کو دیکھ کر رکنے لگی تھیں۔ کیونکہ یہ زندگی اور موت کا کھیل تھا۔ ایک نوجوان لڑکی اس صندوق میں پروئی سلاخیں اس کے جسم کے اندر سے گزر کر دوسری طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اور صندوق ہوا میں معلق ہے۔ ہر شخص پریشان ہے عورتوں کے چہرے اترے ہوئے ہیں۔ پھر صندوق میز پر واپس آ جاتا ہے۔ پروفیسر ایک ایک کر کے ساری سلاخیں نکال لیتا ہے۔ سلاخوں پر کوئی داغ دھبہ نہیں ہے۔

پھر صندوق کو کھڑا کر دیا جاتا ہے اب صندوق کھلنے والا ہے اور لڑکی صندوق سے کود کر باہر آ جائے گی اور عوام کو جھک کر سلام کرے گی۔

صندوق کا دروازہ پروفیسر نے کھول دیا۔

مگر یہ کیا ہوا، صندوق تو خالی ہے پورے ہال کی چیخ نکل گئی۔

پروفیسر کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ مارے صدمے کے بیٹھ گیا۔ اور پورا ہال شور کرنے لگا۔ "لڑکی کہاں ہے پروفیسر لڑکی کہاں ہے۔"

ہوٹل کی انتظامیہ کو مداخلت کرنا پڑی۔ لوگ باہر جانے لگے۔ مگر پروفیسر وہیں زمین پر بیٹھا رہا اس کے دونوں طرف انتظامیہ کے آدمی کھڑے تھے۔ پورا ہال خالی ہو گیا میں اور رولوکا بھی گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ گھر تک میں نے کوئی سوال نہیں کیا اور رولوکا بھی خاموش رہا۔

"ہاں یہ ضروری تھا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"لڑکی کا کیا ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"پروفیسر بڑا خود غرض انسان ہے اس نے روپے کی کسی غریب سے خریدی تھی کیونکہ یہ کام اس نوعیت کا تھا کہ لڑکی کی جان جا سکتی تھی اس صورت میں انتظامیہ پروفیسر دونوں پھنس جاتے لڑکی کا کوئی وارث ذمہ داری ہوتا تو لوگ اپنا بچاؤ آسانی سے کر سکتے تھے عوام میں تو یہ مشہور کر لڑکی پروفیسر کی ہی ہے اس نے اپنے بچاؤ کا یہ راستہ نکال رکھا تھا۔ مگر لڑکی صندوق سے ہی غائب ہو جائے گی یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اب پولیس نے پروفیسر کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ لڑکی کا پتہ کر رہے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اور لڑکی کہاں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ اپنے گھر! میرا مطلب ہے اپنے باپ کے گھر بنگال روانہ ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ میرا ایک محافظ اس کو گھر تک پہنچائے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"دو بنگالی تو نہیں لگتی تھی۔" میں نے کہا۔

"یہ سب میک اپ کا کمال تھا۔ دوسرے اس کا لباس بھی مغربی طرز کا تھا۔" رولوکا نے کہا۔ "اب پروفیسر کا کیا ہے گا۔" میں نے کہا۔

جیل جائے گا کیونکہ وہ خود بھی اس لڑکی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا، لڑکی صرف بنگالی بولتی تھی اور پروفیسر بنگالی نہیں جانتا۔ وہ لڑکی کہاں کی تھی یہ اس کو بھی پتہ نہیں ہے۔ "وہ اپنے علم سے پتہ کرے گا۔" میں نے کہا۔

"وہ ڈوبے ہے، اگر اس ڈبے میں کچھ ہوتا تو وہ سٹیج کے خالی رہنے پر ہی سمجھ جاتا اور دوسرا خطرناک کھیل نہ کرتا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ہاں یہ پانی جگ میں کیوں نہیں آ رہا تھا اور بچے نے پانی بھر لیا یہ کیا ہوا تھا۔" میں نے کہا۔

"پروفیسر کے وائرلیشن کٹ گئے تھے کوئی اس کو پانی نہیں دے رہا تھا۔"

"یہ پانی کس طرح آتا تھا میں بھی حیران ہوں۔" میں نے کہا۔

اس کا ایک موکل ہے وہ یہ کام کرتا ہے۔ دوسرا کیل اس کے پاس صندوق اٹھانے والا تھا وہی لڑکی کو سلاخوں سے بچاتا تھا اور لڑکی صندوق سے زندہ نکل آتی تھی۔ لڑکی کو جب صندوق میں لٹا دیا گیا تو میں نے اس کو بیہوش کیا اور میرا کارندہ اس کو لے کر روانہ ہو گیا، جب اس نے صندوق سے باہر آنے کا وقت ہوا، اس وقت وہ بمبئی پہنچ چکا تھا۔ اب اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے وہ لڑکی تلاش کر سکے اس کے کسی بیان پر پولیس اعتبار کرے گی، نہیں لڑکی اس کی نہیں، یہ بھی پولیس پتہ چلا لے گی، پھر وہ لڑکی پروفیسر کے پاس کہاں سے آئی، لڑکی ملتی جائے گی اور پروفیسر کے گرد جال بنتا جائے گا اور پروفیسر کا مسافر بمبئی میں آرام کرے گا۔

☆—☆—☆

اب ذرا کوئی کام بمبئی شہر میں نہیں تھا۔ اس لئے نے شکو بھائی سے کہا۔ "بہت دن بمبئی میں آرام کر لیا ہم کو اجازت دو۔"

"یہ گھر آپ کا ہے حکیم صاحب، میں ہر وقت آپ کی خدمت کو تیار ہوں جب بھی آپ چاہیں ہے آپ میرے گھر آ سکتے ہیں۔ انشاء اللہ میں آپ کی خدمت کروں گا۔"

"تو پھر ایسا کریں دو برتھ الہ آباد کا، کسی اچھی میل سے کرا دیں۔" اور میں نے روپے نکال کر شکو کو دیئے تو وہ آبدیدہ ہو گیا۔ گلوگیر آواز میں بولا۔

"حکیم صاحب میں بہت چھوٹا آدمی ہوں مگر آپ لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں مجھے اس سے نہ روکیں آپ کی برتھ اور سیٹ ہو جائیں گی۔" شکو بھائی کی آنکھیں خلوص چمک رہا تھا اس لئے میں کچھ نہ کہہ سکا خاموش ہی رہا اور پھر ہم بمبئی سے الہ آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔

سفر رات کا تھا اور مجھے رات کا سفر پسند بھی ہے اس لئے کہ ٹرین میں مجھے خوب نیند آتی ہے ہم دونوں کی برتھیں آمنے سامنے تھیں زیادہ بڑا کمپارٹمنٹ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی بیس برتھیں تو ہوں گی اور جو لوگ بیٹھ کر سفر کر رہے تھے وہ الگ تھے۔ گاڑی مناسب رفتار سے سفر کر رہی تھی۔ لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے ہوٹل والے بھی چکر لگا رہے تھے۔

میں نے رولوکا سے پوچھا۔

"بھوک نہیں لگ رہی کیا۔"

"حکیم صاحب آپ کو تو پتہ ہے میں سفر میں بہت کم کھانا کھاتا ہوں اور سوتا بھی نہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔ "مجھے سب پتہ ہے مگر رات کا کھانا ضرور کھانا چاہئے اس لئے میں ہمیشہ تم سے پوچھتا ہوں۔" "آپ تو ہیں حکیم کوئی چورن کھائیں گے اور کھانا ہضم ہو جائے گا میں کیا کروں گا۔" "وہی چورن تم بھی استعمال کر لینا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اچھا یہ الہ آباد کا پروگرام آپ کے ذہن میں پہلے سے تھا۔" رولوکا نے پوچھا۔

"نہیں پہلے سے نہیں تھا۔ میرے ذہن میں اچانک ہی اور میں نے چلنے کا فیصلہ کر لیا اتنی سی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"الہ آباد شہری میں کوئی خاص بات ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"دیکھا میں نے بھی نہیں ہے مگر یہ شہر تہذیب یافتہ ہے اسکول اور کالجوں کا شہر ہے۔ گنگا جمنی تہذیب ہے، ہر مذہب کے لوگ بڑے سکون سے رہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اچھا آپ آرام کریں میں ذرا ٹہل کر آتا ہوں اور رولوکا نیچے اتر گیا۔

میں نے ٹفن اٹھایا اور کباب پراٹھے کھانے لگا۔ شکو بھائی نے بڑا اہتمام کر دیا تھا۔ ابلے انڈے، کباب، بھنا ہوا قیمہ اور نہ جانے کیا کیا رکھا تھا اور اتنا تھا کہ چار

روڈوکا واپس آ گیا اور بولا۔

"ایک واردات اس کمپارٹمنٹ میں ہونے والی ہے۔"

"پتہ چل گیا۔" میں نے کہا۔

"یہ جو کالی پگڑی اور کالی مونچھ والا بیٹھا ہے اس کی جیب میں پستول ہے اور ایک خنجر اس کی پنڈلی سے بندھا ہوا ہے۔ یہ اکیلا نہیں اس کے اور بھی ساتھی ہیں۔ جن سے یہ اشاروں میں بات کرتا ہے ان کا پروگرام رات دو بجے کے بعد شروع ہوگا۔ یہ لوگ ریل گاڑیوں کے رہزن ہیں اور سینکڑوں کا میاب وارداتیں کر چکے ہیں۔ میں سو رہا ہوں صبح اٹھوں گا پھر پوری روداد سنوں گا کیونکہ تم تو سو گے نہیں اور ان رہزنوں کو اگر پتہ ہو کہ روڈو کا ان کو کامیاب ہونے نہیں دیگا، اس لئے میں سوتا ہوں۔"

رات دو بجے کے بعد ٹرین میں سفر کرنے والا ہر مسافر۔۔۔ کے غلبے میں ہوتا ہے۔ اور وہی وقت رہزنوں کے کام کا ہوتا ہے۔ روڈو کا اپنی برتھ پر لیٹا تھا بظاہر وہ سوتا نظر آ رہا تھا مگر جاگ رہا تھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ کالی پگڑی والا کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے دو آدمی اور تھے جن کے چہرے رومالوں میں چھپے ہوئے تھے۔ کالی پگڑی والے نے پگڑی کا ایک کونا چہرے پر ڈالا کہ اس کا بھی چہرہ چھپ گیا۔ تینوں چاک و چوبند تھے۔ کالی پگڑی والے نے ایک رومال نکالا اور دوسرے سے ایک بوتل لی اس نے رومال پر دوا ڈالی اور رومال کو کھڑکی کے سامنے کر دیا اور رومال ہوا میں اڑنے لگا اور نہایت ناگوار قسم کی بو پورے کمپارٹمنٹ میں پھیل گئی۔ روڈو کا نے سانس روک لی اور رومال منہ پر رکھ لیا۔ اب پورے کمپارٹمنٹ کے لوگ گہری نیند میں تھے اور ڈاکو اپنا کام کر رہے تھے۔ انہوں نے جوان کے مطلب کا سامان تھا جمع کر کے ایک چادر میں باندھ لیا لوگوں کی جیبوں سے نقد رقم اور گھڑیاں، عورتوں

نے بڑا زوردار چانٹا مارا دیا اور بولا سردار اس گھڑی نہ لگانا یہ میری ہے۔

"کیا ہوا چوبے ناتھ! سب کا حصہ ہے تو مجھے مارا کیوں تھا، میں تمہارا سردار ہوں، یہی تو نہیں تھا۔" کالی پگڑی والے نے کہا۔

چوبے ناتھ بولا ۔۔۔ "وہ گاڑی سے باہر کی تھیں گاڑی میں جو جس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کیوں رگھوناتھ میں ٹھیک کہوں ہوں۔"

رگھوناتھ بولا ۔۔۔ "یہ بات تھی تو پہلے میرے پاس تم دونوں سے بہت مال ہے میں اب کیوں مانوں، مجھ سے تو کہا گیا تھا چل برابر اب خود بڑا حصہ ہڑپ کرنے لگے ہو۔"

چوبے ناتھ بگڑ کر بولا ۔۔۔ "ابے تو جانتا چیز ہوں مسافروں سے یہی دھندا کرتے آ رہا زیادہ میرا تجربہ ہے، مال بھی اسی حساب سے نہیں۔" کالی پگڑی والا دانت پیس رہا تھا غصہ سے

"ابے حلق کے ناخن لے سارا دھندہ سکھایا اور مجھے ہی آنکھ دکھا رہا ہے، رام قسم ایک نہیں لگانا تا اگر تیری جگہ کوئی اور ہوتا۔"

چوبے ناتھ کی حلق کو تو کوئی ہی آگے بڑھ کر بولا۔

"تو جو کر سکتا ہے کر لے مال تو میں نہیں

کالی پگڑی والا بولا۔ "دیکھ میں آخری ہوں یہ تینوں کا حصہ ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔" چوبے ناتھ اکڑ کر بولا۔

کالی پگڑی والے کا چہرہ غصے سے بگڑ گیا پھڑ پھڑانے لگے، آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں بجلی کے انداز میں جھک کر پنڈلی سے خنجر ماہرانہ انداز میں چوبے ناتھ کی ناف میں اتار

READING Section
http://readingsection.blogspot.com/

تیسرا ساتھی رگھوناتھ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

کالی پگڑی والا بولا ۔۔۔ "کیا دیکھ رہا ہے رگھو، جلدی کر، سامان سمیٹ اور اترنے کو تیار ہو جا۔ دوا کا اثر بھی دو گھنٹہ اور رہے گا۔"

پورے کمپارٹمنٹ میں سناٹا تھا سب مسافر گہری نیند میں تھے اور روڈو کا اوپر سے ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایک قتل ہو چکا تھا۔ تین رہزن آئے تھے ایک خود بخود کم ہو گیا تھا۔ ایک ختم ہونے والا تھا۔ اب رگھوناتھ کے دماغ میں سارا مال ہضم کرنے کا خیال آ گیا اور وہ کھڑکی کے نزدیک آ گیا۔

"اتنی جلدی مت کر رگھوناتھ، آدھا گھنٹہ کے بعد گاڑی رکے گی وہی جگہ ہمارے اترنے کو مناسب ہے چھوٹا سا اسٹیشن ہے وہاں سے صبح ہی کہیں اور نکل جائیں گے۔" کالی پگڑی والا بولا۔ "اور اس چھوٹی جگہ مجھے بھی تو ٹھکانے لگا دیا اور مال لیکر فوٹ چکر ہو جاتا تو نے چوبے ناتھ کو مار دیا مجھے بھی مار دیگا۔" رگھوناتھ بولا۔

"تو نے دیکھ نہیں کہ چوبے سارے مال پر قبضہ کر رہا تھا۔" کالی پگڑی والا بولا۔

"اور تو نے فوراً اس کو مار دیا، تو بڑا ظالم ہے، تو مجھے بھی مار دیگا۔" رگھو بولا۔

"نہیں ماروں گا میرا وعدہ ہے اور برابر حصہ بھی ملے گا۔" کالی پگڑی والا بولا۔

"مجھے تجھ پر اعتبار نہیں رہا۔ تو کچھ بھی بول میں نہیں مانوں گا۔" رگھوناتھ بولا۔

"تو پھر یہ بتا کیا کریں تو کس طرح مانے گا۔" کالی پگڑی والے نے پوچھا۔

"حصہ یہاں پر ہی الگ الگ ہوگا۔" رگھوناتھ نے کہا۔

ارے تیرا دماغ خراب ہوا ہے ابھی دوا کا اثر ختم

ہے مگر اس ملاقے پر اس کے اثرات اب بھی موجود ہیں۔

الہ آباد بھی نوابی دور میں لکھنو کے نوابوں کا شہر رہا ہے اس کا علم و ادب شعر و شاعری لوگوں کے ذہنوں میں اب بھی ہے۔ مشاعرے، ادبی محفلیں ہوتی ہیں اور لوگ بڑے شوق سے ان میں شامل ہوتے ہیں۔ اس شہر کا مزاج کچھ کچھ لکھنو سے ملتا ہے اور عمرے کی بات یہ ہے کہ ہر قوم کے لوگ ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔

مسافر خانے آج بھی ہیں حالانکہ اسٹیشن کے قریب ہوٹل بھی بن چکے ہیں۔ مسافر خانوں کا ماحول وہی پرانا ہے میں نے بھی ایک مسافر خانہ کو پسند کیا۔ وہ اسٹیشن سے زیادہ دور نہیں تھا۔ بورڈ پر لکھا تھا۔ "بندے علی مسافر خانہ۔" ظاہر ہے بندے مسلمان ہی ہوگا۔

دروازے کے سامنے ہی ایک سائبان کے نیچے ایک چبوترا بنا ہوا تھا اس پر گاؤ تکیہ لگائے ایک صاحب بیٹھے تھے اور حقہ پی رہے تھے۔ ہم دونوں کو دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور چبوترے سے اتر آئے۔ "آیئے! آیئے۔" اور ہاتھ پکڑ کر چبوترے پر بٹھا دیا اور بولے۔ "فرمایئے کہاں سے آنا ہوا۔"

میں نے کہا۔ "اس وقت تو بمبئی سے آرہے ہیں مگر ہیں ہم دلی کے۔"

"بہت خوب الہ آباد میں کوئی کام ہوگا اس لئے رک گئے ہیں۔" وہ بولا۔

"جی ہاں ہمارے لئے کام ہی کام ہیں۔" میں نے کہا۔

"تعارف کرادیں تو بات آگے چلے۔" وہ بولے۔

میں نے کہا۔ "میں حکیم ہوں میرا نام حکیم وقار احمد ہے اور یہ میرے دوست حکیم کامل خان ہیں۔"

میں نے رولکا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بہت خوب بھئی، اللہ نے میری کتنی جلدی سن لی۔" وہ زور سے بولے آواز کچھ زور کی نکل گئی یہ بے ساختہ ہوا مگر اندر سے ایک آدمی ہاتھ پونچھتا ہوا باہر نکل آیا اور بولا۔

"اماں خیریت تو ہے، بندے علی بھائی کیا"

"آؤ جلو بھائی، اللہ! جب سنتا ہے تو بڑی جلدی سنتا ہے۔" بندے علی بولے۔

"پر ہوا کیا ہے پتہ بھی چلے۔" جلو نے کہا۔

"یہ دیکھ رہے ہو ان دونوں کو کس نے بھیجا ہے" اور پھر خود ہی جواب دیا۔ "اللہ نے مہربانی کی ہے۔"

"پتہ نہیں کہاں کی اڑا رہے ہو، میری تو کچھ میں نہیں آرہا۔" جلو الجھ کر بولا۔

مگر بندے علی نے اس کی بات کو جواب نہ دیا بلکہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

"معاف کرنا حکیم صاحب میں خوشی میں سب بھول گیا۔" اور پھر جلو سے بولے۔ "جلدی کرو دو چائے بنالا، باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔"

"اب فرمایئے حکیم صاحب مجھ سے کوئی خدمت ہوگی ہو تو میں آدمی ذرا حیلہ باز ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تم سے غلطی تو کوئی نہیں ہوئی مگر نے یہ نہیں بتایا کہ ہم یہاں پر ٹھہر سکتے ہیں کہ نہیں اور اس کے بدلے ہم کو ادا کرنا ہوگا۔"

"ہم آپ سے کاروباری بات نہیں کریں گے۔" بندے علی نے جواب دیا۔

"کیوں یہ تو آپ کا کاروبار ہے۔" میں نے

"بات یہ ہے کہ آپ دونوں صاحبان کی ضرورت تھی اور اللہ نے آپ کو ہمارے پاس بھیج دیا کیا چاہے گا دو آنکھیں، پھر بھلا اللہ کے مہمانوں سے کاروباری بات ہم کیا کریں گے۔" بندے علی نے جواب دیا۔

"آپ نے یہ منطق خوب نکالی، ارے بھائی آپ کے مسافر خانے میں ٹھہرنے آئے ہیں۔" میں نے کہا۔ "آپ ضرور بھیجیں پر رہیں گے، ہمارے مہمان آپ، ہم آپ سے بخدا کچھ کرایہ نہیں لیں گے، اندر سے کہہ رہا ہے۔" بندے علی بولے۔

کہ ابھی ڈنر کچھ کام ہیں اور وہ ہم کو کرنا ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

شام سات بجے جلو ہمارے پاس آگیا اور آتے ہی بولا۔

"کھانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، آپ کیا کھانا پسند کریں گے اور کس وقت تناول فرمائیں گے۔" "ہم لوگ رات تو بچے کھانا کھاتے ہیں اور نہایت سادہ غذا کھاتے ہیں صرف ہمارے لئے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہے جو بچے گا کھالیں گے۔" میں نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے قبلہ میں بندے علی کو بہلائے دیتا ہوں۔" اور جلو چلا گیا۔

اور ٹھیک تو بچے کھانا تیار ہونے کی اطلاع لیکر جلو حاضر ہوا۔ اور ہم کھانے کے کمرے میں آگئے یہاں پر بندے علی اپنے چہرے پر مسکراہٹ کی جھالر سجائے موجود تھے۔ بولے "آپ کھانے میں تکلیف مت کیجیے، حکیم صاحب، جو کھانا چاہیں حکم کردیں وہی پک جائے گا۔" ارے میاں بندے علی" ہم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم لکھنو میں تو نہیں آگئے۔" میں نے کہا۔ "کیوں میاں صاحب ایسا خیال آپ کے دل میں کیسے آیا۔" بندے علی بولے۔

"آپ کی میزبانی دیکھ کر تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کی دو وجوہات ہیں، ایک تو یہ کہ آپ ہمارے مسافر خانے کے مہمان ہیں، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا آپ سے کچھ کام ہے، ہم صاف گو آدمی ہیں، اس لئے بتا رہے ہیں کہ اگر ہم آپ کی خدمت کریں گے تو ہی آپ ہمارے کام آئیں گے۔ حکیم صاحب کیا بتائیں ہم اوپر سے جتنے پرسکون نظر آتے ہیں اندر سے ایسے نہیں ہیں، ہمارے اندر دکھ ہی دکھ ہیں۔" وہ مایوسی کے لہجے میں بولے۔ "اگر تم ہم کو اپنے دکھ دکھاؤ گے تو انشاء اللہ ہم اس کا علاج بھی کریں گے۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کو ضرور بتاؤں گا مگر ابھی نہیں آپ کے کھانا کھانے کا وقت ہو رہا ہے، میں بعد میں آپ کے

"یہ کیا آپ نے فرمادیا، اچھا ٹھیک ہے قیام کی مد اور دے اور طعام کی مد میں دوروپے ادا کردیں، آپ یہاں پر بھی ہم سے رعایت کی ہے۔" میں نے کہا۔

اب مجھے اور زیادہ شرمندہ نہ کریں حکیم صاحب، دل بہت کمزور ہے۔ بہت دکھی ہے۔" بندے علی نے جلو چائے لے آیا تھا وہ جلو سے بولے۔

"دو کمرے اچھی طرح صاف کردے، نئے بستر

میں نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔ "کمرہ تو ایک ہی ہے البتہ دو پلنگ ہونے چاہئیں۔"

"بہت بہتر، جلو جیسا کہا ہے وہی کرنا۔" بندے نے کہا۔ جب جلو چلا گیا تو بولے۔ اس کا نام جمال ب جلو کہتے ہیں۔ اس مسافر خانے کا یہ واحد ملازم کھانے پکانے کو ایک عورت رکھی ہوئی ہے، سامان خرید تا ہوں۔"

تھوڑی دیر میں جلو نے اطلاع دی کہ۔ "کمرہ ہو گیا ہے اور پلنگ بھی ڈال دیا ہے۔"

"اچھا حکیم صاحب، میں نے آپ کا بہت وقت لے آئے ہیں آرام کریں، شام کو ملاقات ہوگی۔" جلو کے ساتھ کمرے میں آگئے کمرہ بہت کشادہ تھا ن بھی بچھا تھا اور بستر بھی صاف بچھے ہوئے تھے۔ کے اندر آتے ہی رولکا نے کہا۔

"ڈیوٹی شروع ہوگئی۔"

"ہاں میرا خیال بھی ایسا ہی ہے۔ بندے علی بھی دار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ کتنے مزے کی بات ہے کہ ہم خود کسی کردار تلاش نہیں کرتے، بلکہ کردار خود بخود ہمارے پاس تے ہیں۔ یا ہم خود چل کر ان کے پاس چلے جاتے رولکا نے جواب دیا۔

"اس کا تو صرف ایک ہی مطلب سمجھ میں آتا ہے

REFUNC.COM
http://forum.pakistanipoint.com

پاس آؤں گا، ابھی آپ کھانا کھائیں۔" اور بندے علی باورچی خانے میں چلے گئے۔

بندے علی اپنے وعدے کے مطابق آ گئے بولے۔ "اگر آپ لوگ کو نیند نہیں آ رہی تو میں بیٹھ جاؤں۔"

میں نے کہا۔ "تم آرام سے بیٹھو اور بتاؤ تمہاری کیا پریشانی ہے۔"

"بات ذرا لمبی ہے آپ لوگوں کی نیند خراب نہ ہو مجھے یہ ڈر ہے۔" وہ بولے۔

"جیسی بھی ہے تم بتاؤ ہم سن رہے ہیں۔"

"الہ آباد کے قریب ہی ایک قصبہ ہے اس کا نام منڈارو ہے۔ ہم وہاں کے رہنے والے ہیں۔ وہاں پر ہمارے دادا پردادا کے زمانے کی بہت زمینیں ہیں۔ میرے باپ کے چار بھائی تھے، ہماری دادی اچھے خاندان کی عورت نہیں تھی سنا ہے دادا ان کی شکل صورت پر مرمٹے تھے اور اپنے باپ سے بغاوت کر کے شادی کی تھی۔ اکلوتی اولاد ہے اس لئے دادا ہی باپ کی پوری جائیداد کے وارث ہوئے دادی بڑی کینہ پرور عورت تھی اس نے اپنے خسر کو کہہ دیا تھا کہ تم نے مجھے قبول نہیں کیا میں اس کا بدلہ تمہاری آنے والی نسلوں سے لوں گی اور اس نے یہ بدلہ اس طرح لیا کہ ان کے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ انہوں نے بچوں کی تربیت اس طرح کی کہ یہ آپس میں لڑتے رہیں ایک بھائی دوسرے کا دشمن بھی ایک کی طرف اس کو دوسرے کے خلاف کر دیا کبھی دوسرے کو خلاف کر دیا، اسی طرح لڑکیاں بھی بھائیوں کو اور باپ کو دشمن خیال کرتی تھیں۔ دادا سے کسی بیٹے کو محبت نہیں تھی چاروں بیٹے باپ کے خلاف تھے ان کو خلاف کرنے میں دادی کا کمال تھا۔ لڑکیوں کی تو دادا نے شادیاں کر دیں اور ان کا جو حق بنتا تھا ان کو پورا پورا ادا کر دیا۔ لڑکے اس بات پر بھی ان کے خلاف تھے۔ دادی کی مرضی یہی تھی اور وہ لڑکوں کو بھڑکا رہی تھی۔ ان کی آپس کی لڑائیاں اس قدر زیادہ ہو گئیں کہ دادا بغیر بتائے گھر

چھوڑ کر چلے گئے اور اس کے بعد واپس نہیں آئے۔ ان کے جانے کے بعد دادی نے دوسرے نمبر پر تھا۔ ان سے دو بھائی بہت کالیاں تھے اس کے بیٹے بڑے میرا باپ خاموش طبیعت اور سنجیدہ مزاج اپنے بھائیوں سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتا تھا ادب بھی کرتا تھا مگر جو وہ کر رہی تھی وہ اس کے خلاف تھا آخر اس نے بھی فیصلہ کیا کہ قصبہ میں ایک مکان کرائے پر لیکر رہنے لگا اور بھائیوں اور شریف لڑکی سے خاموشی سے شادی کر لی نے شریک نہیں کیا۔ کئی سال گزر گئے، ہمارا کا زمینوں میں حصہ ہے وہ بھی آدھی بعد ایک میری بہن بھی پیدا ہو گئی۔ ساتھ ملنا جلنا نہیں تھا وہ تو خوش تھے چلا گیا اب تین میں ہوتا رہ گیا۔

پھر بننے میں آیا، سب سے چھوٹا کاٹنے سے مارا گیا۔ میرا باپ سن کر خاموش نہیں ایک سال کے بعد ایک اور اسی طرح صرف بڑا بھائی اور اس کی بیوی رہ گئے کی تھی، سنا ہے لوگ کہتے تھے نہیں، دادا کا انتقام جاری تھا۔ کا نسیر تھا اور اس کے بعد ہمارا نمبر آیا بیکاری تھا۔ میرے باپ سے ہی ایک بھائی اور پیدا ہو گیا تھا۔

دس سال تک میرا باپ قصبہ میں دونوں بھائی مر گئے وہ نہیں گیا اور نہ کوئی آیا۔ مگر ایک روز اچانک اس کا ہمارے گھر آ گئے آتے ہی اس نے بہن کو بہت پیار کیا۔ میری ماں کو کہہ کر گلے لگا لیا۔ میری ماں کو کر گلے لگا لیا۔ وہ بڑے واہ رہی تھی میری دادی تھی مگر مجھے

وہ اس وقت تو چلے گئے مگر اس کے بعد ان کے بیماریاں اور دھمکیاں آتی رہیں۔ ابا نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔ چھ سات سال اور گزر گئے اور پھر ہمارے گھرانے پر آفت ٹوٹ پڑی۔ اماں اچانک بیمار پڑ گئیں اور اچانک ہی مر گئیں۔ گھر کا شیرازہ بکھر گیا کیونکہ وہی تھیں جو ابا کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ ابا نے اس کے بعد بہت جلدی کی، بہن کی شادی کر دی اور اس کو الہ آباد سے دور کر دیا، چھوٹے بھائی کو، اور مجھے دلی اپنے ایک دوست کے پاس بھیج دیا، ابا کو بہت کچھ معلوم تھا مگر ان کی زبان بند تھی۔ انہوں نے کسی کو اپنے خاندان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ ہم دونوں بھائیوں کو بھی تاکید کر دی تھی کہ "کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم دلی میں ہو، زیادہ کسی سے میل جول مت رکھنا، صرف اپنی تعلیم کی طرف دھیان دینا۔"

ہمارے جانے کے بعد اچانک ایک دن دادی منڈارے سے اکیلی ابا کے پاس آ گئی، گھر میں صرف ابا ہی تھے سوتا دیکھ کر بولیں۔

"اوے تو کتنا ظالم باپ ہے کہ بچوں کو خود سے دور کر دیا اور خود اکیلا موج اڑا رہا ہے۔"

"بیوی کے مرتے ہی تیرا آنکھیں بدل گئیں۔"

"میں نے تو بیوی کے مرنے کی اطلاع منڈارے نہیں دی تھی، پھر آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ میری بیوی مر گئی ہے۔" ابا نے پوچھا۔

"تو ہی بتلائے گا تو پتہ چلے گا میرے پاس بہت ذرائع ہیں۔" وہ بولیں۔

"اور تمہارے ذرائع کیا ہیں وہ بھی مجھے پتہ ہیں۔" ابا نے کہا۔

"زیادہ اونچی آواز میں بات مت کر، میں تیری ماں ہوں، شرم میں رہ کر ادب لحاظ سب بھول گیا۔" دادی غصے سے بولی۔

"اگر تم میری ماں ہوتیں تو میں ضرور ادب کرتا تم میری ماں نہیں ہو۔" ابا نے کہا۔

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے، شرم نہیں آتی تجھے۔"

دادی کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"میں جو کچھ اس کر رہا ہوں وہ مجھے ابا نے جاتے وقت بتائی تھی۔ انہوں نے کہا تھا یہ عورت جو میری بیوی بنی ہوئی ہے بیوی نہیں ہے یہ ایک بلا ہے۔" ان کو بھی فوراً ہی اس کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی کافی عرصہ حسین چہرے کے پھیر میں پڑے رہے تھے۔

"ہوں تو وہ کمینہ جاتے جاتے بھی میرا راز کھول گیا۔ میرا راز جب تجھے پتہ چل ہی گیا ہے تو سن تو اور تیرے سارے بھائی، بہن میری اولاد نہیں ہیں۔ میں نے تیرے دادا سے انتقام لینے کی خاطر شادی کر لی تھی کیونکہ اس نے میری چوٹی کاٹ کر غائب کر دی تھی۔ میں اس کی تلاش میں آ گئی تھی، کہیں جا نہیں سکتی تھی۔ پھر میں نے اس کو اجھانا شروع کر دیا اور ایک حسین عورت کا روپ اختیار کر لیا اور اس کو مجبور کیا کہ وہ شادی کر لے، میں نے اس کو یقین دلایا کہ میں اس کی اولاد پیدا کروں گی حالانکہ یہ نہیں ہو سکتا تھا، وہ میری باتوں میں آ گیا مگر شادی پھر بھی نہیں کی۔ پھر میں نے اس کی شادی ایک بہت حسین عورت سے کروا دی مگر اس عورت پر میرا حکم چلتا تھا۔ وہ میری زبان بولتی تھی میرے کہنے پر ہر کام کرتی تھی، یوں سمجھ لو کہ اس کے اندر میں ہی تھی وہ صرف ایک مشین تھی۔ تیرے دادا کا باپ نہایت کائیاں آدمی تھا اس کو مجھ پر پہلے ہی شک تھا وہ ایک منٹ اپنے گھر میں مجھے رکھنے پر راضی نہیں تھا مگر بیٹے کی وجہ سے مجبور تھا۔ میں تو باپ اور بیٹے دونوں کی دشمن تھی۔ صرف موقع کی تلاش میں تھی۔ تیرے دادا نے میری چوٹی کہاں رکھی تھی یہ مجھے اب تک پتہ نہیں چلا۔ باپ کے مرنے کے بعد تیرے دادا بھی چلا گیا میں نے بہت کوشش کی کہ میری چیز مجھے مل جائے اور میں بھی اپنی راہ جاؤں، مجھے اس نے اس چوکھٹ سے باندھ دیا ہے میں اس گھرانے کے کسی فرد کو نہیں چھوڑوں گی، سب سے پہلے تیری ماں کو میں نے ختم کیا اور اس کا بہروپ بنایا تا کہ اس کے مرنے کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ اب آہستہ آہستہ سب مریں گے۔ تو کچھ بھی کر لے اپنی اولاد کو چاہے جہاں بھیج دے چھوڑوں گی کسی کو نہیں اور اگر تو اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی چاہتا ہے تو مجھے بتا دے کہ میری چیز تیرے دادا نے کہاں چھپائی ہے۔

ابا نے پوری کہانی سننے کے بعد کہا۔

"تو نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں ابا جاتے وقت مجھے بہت کچھ بتا دیا تھا مگر اس کو راز رکھنے کی تاکید بھی کی تھی۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تیری چوٹی کہاں رکھی ہے مگر میں تجھ کو بتاؤں گا نہیں۔"

ابا نے جواب دیا۔

"تجھے اپنے بچے پیارے نہیں ہیں، ان کی زندگی بچا لے تیرے ساتھ ساتھ وہ بھی مارے جائیں گے۔" دادی نے کہا۔

"تو کچھ بھی کر لے، میں تجھے بتاؤں گا نہیں کہ پتہ ہے کہ، تو اب میرے بچوں تک نہیں پہنچ سکتی تیرے قریب جو تھے ان کو تو نے کھانے لگا دیا میں جانتا ہوں کہ تو کسی حالت میں بھی اپنا انتقام پورا کئے بغیر نہیں رہے گی۔ تیری چوٹی مل گئی تو بھی اور نہ ملی تو بھی۔ میں مر جاؤں گا مگر یہ راز میرے سینے سے زبان پر کبھی نہیں آئے گا۔ تو کچھ بھی کر سکتی ہے ضرور کر لینا۔ یہ سب باتیں ابا نے لکھ کر خط کے ذریعہ بھیج دیں تھیں اور تاکید کی تھی کہ میں مر بھی جاؤں تو بھی الہ آباد نہ آنا اور نہ ہی کسی کو بتانا۔ اس کے بعد زیادہ عرصہ زندگی نہیں رہے دیا۔ اس کے بعد میری باری تھی کیونکہ ہمارا خاندان ہم دو بھائیوں سے آگے چل سکتا تھا۔

میں نے سوچا ہم دونوں بھائیوں کو شادی کر چاہئے تا کہ ہماری نسل آگے چلے۔ میں نے فائزہ بھائی کی بھی کر دی۔ دونوں کی اولاد بھی ہو گئی پرانی ہو گئی تھی اور اس کی اہمیت گھٹ گئی تھی آ گیا مگر یہاں پر پھر سے نئی کہانی شروع ہو جوان بھائی مارا گیا، اس کو کسی نے رات میں کر دیا۔ وہ اکیلا ہی الہ آباد آیا تھا۔ مجھے سب بات ابھی تم نہیں ہوئی تھی۔ ہمارے خاندان

نہیں ہوئی تھی دشمن تاک میں تھا مگر میں اللہ آباد آنا تھا اور ڈرتا بھی تھا۔ میں نے دلی میں ایک دوست کو روداد سنائی تو وہ مجھے ایک مزار پر لے گئے اور وہاں پر نے مجھے ایک فقیر سے ملوایا۔ اس نے مجھے ایک نقش دیا کہ اس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا تیرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ ۔ میں الہ آباد آ گیا اور یہ مسافر خانہ بنایا۔ اب یہ پریشانی ہو رہی ہے کہ دلی میں میری بیوی سخت بیمار ہے اور ڈاکٹرز نے اس کو لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ دو دے پڑتے ہیں مگر ایک قدم دلی میں اور ایک آلہ آباد رہتا ہے۔ سخت پریشان ہوں۔" بندے علی خاموش ۔"" دلی میں تمہاری بیوی بیمار ہے اور تم الہ آباد میں کر رہے ہو میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم الہ آباد میں کیوں ہو۔" میں نے پوچھا۔

"یہ سوال آپ کریں گے، مجھے اندازہ تھا، تو عرض ہے کہ میں بھی موقعہ کی تلاش میں ہوں میرے اندر بھی م کی آگ جل رہی ہے، میرے خاندان کا شیرازہ نے والی وہ ناپاک چڑیل میرے اعصاب پر سوار میں مندارہ چکر لگاتا رہتا ہوں، زمین ویران پڑی ولی ان زمینوں پر کاشت نہیں کرتا، میرا آدھا نیم پاگل ویلی نما مکان ویران پڑا ہے اور وہ چڑیل اس ان میں اکیلی منڈلاتی رہتی ہے، مجھ پر اس کا بس نہیں وہ مجھے بھی کب کا ٹھکانے لگا چکی ہوتی۔"

"تو پھر تم ایسا کرو کہ سب سے پہلے اپنی بیوی کا کروا اس کے بعد اس چڑیل کو دیکھیں گے۔"

میں نے رائے دی۔

"آپ جو مناسب فرمائیں وہ کریں۔ میں نے تو آپ کے ہاتھ میں دے دی ہے۔"

بندے علی بولے۔

"تمہارا کیا خیال ہے حکیم صاحب۔" میں نے سے پوچھا۔

"آپ کا خیال درست ہے۔ پہلے مریض کو دیکھنا ضروری ہے۔"

اور ہم تینوں اسی وقت دلی روانہ ہو گئے۔ بندے علی کا مکان پرانی دلی میں چتلی قبر کی آبادی میں تھا۔ یہ ایک بہت قدیم حویلی تھی۔ ہم لوگ سیدھے بندے علی کے مکان پر پہنچے۔ رولوکا نے دروازے پر کھڑے ہو کر اطراف کا جائزہ لیا اور کہا۔

"حکیم صاحب آپ اپنے گھر جائیں، میں شام تک آپ کے پاس آ جاؤں گا۔"

میں نے بندے علی کو کہا۔ "اچھا مجھے اجازت دو یہ حکیم صاحب تمہاری بیوی کا علاج کریں گے۔" اور میں نے تانگا پکڑا اور اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ میرے روانہ ہوتے ہی رولوکا تیزی کے ساتھ گھر کے اندر چلا گیا۔ گھر میں سناٹا تھا۔ بندے علی خان نے اپنے چھوٹے بھائی کو آواز دی تو وہ ایک کمرے سے نکل کر اور بھائی جان کہہ کر لپٹ گیا۔ بندے علی نے کہا۔ "تمہاری بھابی کس کمرے میں ہے یہ بتاؤ۔" اس کا بھائی بولا۔ "میں ان کے پاس ہی تو تھا۔ اسی کمرے میں ہیں حالت بہت خراب ہے میں آپ کو ہی یاد کر رہا تھا۔"

"آیئے حکیم صاحب۔" اور بندے علی کے ساتھ رولوکا بھی کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں جاتے ہی رولوکا نے کہا۔ "بندے علی کمرے کی اور دروازے بند کر دو۔"

اور خود مریضہ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ کے بعد اس نے کہا۔

"آپ باہر آ جا! بہت دن امدگزار لئے مگر کچھ نہ ہوا۔"

رولوکا نے پھر اپنے الفاظ دہرائے مگر جواب نہیں آیا۔ تو پھر رولوکا نے کہا۔

"یہ آخری بار کہہ رہا ہوں۔" تو اس کی بیوی کے منہ سے آواز آئی۔

"منڈلانے والی کہے گی تو باہر آؤں گی۔ جا اس کے پاس جا۔"

"اس کے پاس بھی جاؤں گا مگر تو باہر آ۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں آؤں گی۔" وہ پھر بولی۔

"تو ہے کون یہ تو بتا۔" رولو کا نے پوچھا۔

"میں کالی کی داسی رکھنی ہوں، میں جس کے اندر جاتی ہوں اس کے پران لیکر نکلتی ہوں۔" وہ غرور سے بولی۔

"اچھا تو پھر دیکھ۔" اور رولو کا نے فوراً اس کا دائیں ہاتھ کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ اور اس کو دبایا اس نے چھڑانے کی کوشش کی مگر رولو کا کی پکڑ بڑی سخت تھی۔ اس انگوٹھے سے ایک بیس دار دھاگا رولو کا نے نکال لیا اور اسکو اپنی انگلی پر لپیٹنا شروع کر دیا جیسے جیسے وہ دھاگا لپٹتا گیا بندے علی کی بیوی کی حالت سدھرتی گئی۔

کچھ ہی دیر میں وہ دھاگا ختم ہو گیا۔ اور بندے علی کی بیوی اٹھ کر بیٹھ گئی اور حیران نظروں سے سب کو دیکھنے لگی۔ رولو کا نے بندے علی کو اشارہ کیا اور باہر آ گیا۔

"تو میاں بندے علی تمہاری، بیوی کا تو علاج ہو گیا اب تم ایسا کرو جلدی سے اپنے کی آگ کا بندوبست کرو تا کہ اس بیماری کو بھی ختم کر دیا جائے۔"

بندے علی فوراً اندر گیا اور کچھ ہی دیر میں ایک بڑے برتن میں آگ لے آیا۔

رولو کا نے وہ دھاگا انگلی سے اتار کر آگ میں ڈال دیا۔ آگ میں جاتے ہی آواز آئی۔ "مائی پچھاؤ۔ ہتھیارے نے جلا دیا مار دیا۔" رولو کا نے کہا۔ "کالی کو بلالے خوب زور دے بلا، میں کھڑا ہوں مگر پھر کوئی آواز نہیں آئی اور کچھ ہی دیر میں آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی تو رولو کا نے کہا۔ ایک کپڑے کی تھیلی لاؤ۔" اور اس نے خود اس راکھ کو اس میں بھر دیا۔

اور کہا۔ "اب تم خود اس کو لے جا کر جمنا کے اندر ڈال آؤ۔ اور مجھے اجازت دو۔"

"ارے نہیں حکیم صاحب، ایسے کس طرح ہو سکتا ہے میں نے تو آپ کی کوئی خدمت ہی نہیں کی۔"

بندے علی نے کہا۔

"تم نے حکیم وقار کا دوا خانہ دیکھا ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"لال کنوئیں پر ہے، پتہ چل جائیگا۔" بندے علی بولے۔

"شام کو وہیں پر آ جانا پھر باتیں کریں گے۔ راکھ احتیاط سے جمنا میں ڈال آؤ۔" اور رولو کا روانہ ہو گیا۔

میں نے پوری روداد سننے کے بعد کہا۔

"تو یہ بھی جادو کا کھیل تھا، یہ کس نے کیا ہے۔ کچھ اندازہ ہے۔"

"لگتا تو ایسا ہے کہ وہی چڑیل یہ کر رہی ہے اس کی شاید کوئی ایسا گروپ بن گیا ہے جو اس کو طاقت دے رہا ہے پھیلا رہی ہے مگر ابھی تک اتنی طاقت ور نہیں ہوئی کہ گمشدہ چیز کا پتہ چلا سکے یا پھر وہ چیز ایسی جگہ ہے جہاں وہ جا نہیں سکتی۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"یا تین دنوں سمجھ میں آنے والی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

شام کو بندے علی خوش خوش مٹھائی کا ٹوکرا لے آ گیا۔

رولو کا نے پوچھا۔ "اب کیا حال ہے تمہاری بیوی کا سنا؟"

"ارے حکیم صاحب وہ تو پتہ ہی نہیں چلا کہ بیمار تھی اور اس سے اس کی بیماری کا ذکر کرو تو ایسے ہے جیسے کسی اور کی بیماری کا ذکر ہو رہا ہو، وہ خود تھی ہے اپنی بیماری سے۔" بندے علی نے جواب دیا۔

"یہ اس لئے ہے کہ وہ بیمار تھی ہی نہیں اس پر کیا گیا اور ایک سخت پیر اندر داخل کیا گیا تھا صرف تا لگانے کی تھی۔ وہ نکل گیا۔ بیماری ختم۔" رولو کا نے "میں نے دلی میں بہت ایسے کام کرنے والوں مشورہ کیا تھا ان کو دکھایا تھا۔ ایک دو نے کوشش بھی ایک کی تو خود حالت خراب ہو گئی تھی اس کے بعد اس کے قریب جانے کی کوشش نہیں کی۔" بندے علی

"اب ٹھیک ہو گئیں آگے کی سوچو۔" میں نے کہا۔

"اب مجھے کیا سوچنا ہے۔ میں نے تو آپ کا پکڑ لیا ہے، جو کچھ کریں گے آپ ہی کریں گے اور میرا کامل خان کا علاج تو حیرت انگیز ہے۔" بندے بولا۔

"تم نے راکھ جمنا میں ڈال دی تھی۔" رولو کا نے

"بالکل درمیان میں ڈالی تھی، ایک کشتی لیکر دریا گیا تھا۔" بندے علی نے جواب دیا۔

"جو گھر میں ضروری کام کاج ہو ان سے نمٹ جاؤ سے، پھر چلتے ہیں منڈارے اور تمہاری والدہ محترمہ بات دریافت کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے کچھ بھی کام یہاں پر نہیں، گھر پر میرا بھائی کام کر لیتا ہے اور اب بچے بھی اس قابل ہو گئے ہیں کی دیکھ بھال کر لیتے ہیں۔" بندے علی نے لیکن آپ دونوں مصروف ہیں۔"

"ہم دونوں کی مصروفیت کبھی ختم نہیں ہوتی، ہم فطرتی طبیعت کے مالک ہیں اور ہمارے حکیم کامل خان سے بھی دو قدم آگے ہیں اس لئے ہر ایک جگہ رکتا تمہارا کاروبار الحمد اللہ آباد میں متاثر ہو رہا ہو گا۔" نے کہا۔

"تو پھر کب چلنے کا ارادہ ہے۔" بندے علی نے

رولو کا نے جواب دیا۔

"اب زیادہ دیر نہیں کر سکتے، جنگ کا آغاز ہو چکا ایک مہرہ پٹ چکا اس کو پتہ چل گیا ہو گا وہ بھی از سر نو جائزہ لے رہی ہو گی اور اندازے لگا رہی ہو گی، پالیسی ترتیب دے رہی ہو گی، تم نے بھی شطرنج ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"نہیں حکیم صاحب ایسا موقع ہی نہیں ملا۔" نے کہا۔

"یہ کھیل ایسا ہے کہ ایک مہرہ کھلاڑی کا پٹ گئے۔

جائے تو نفسیاتی طور پر وہ سمجھتا ہے کہ میری بازی کمزور ہو گئی ہے مگر اچھا کھلاڑی اپنی چالوں سے بازی کو بیلنس کرتا ہے۔"

رولو کا نے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہوا کہ وہ پوری تیاری سے وہاں ہو گی۔" بندے علی نے کہا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے کسی مددگار کو بھی بلا رکھا ہو۔ مگر تم اس کی فکر نہ کرو، کل چلنے کی تیاری کرو، رات کی گاڑی سے نکل جائیں۔ سویرے سویرے الہ آباد پہنچ جائیں گے اور اسی پروگرام سے ہم لوگ الہ آباد پہنچ گئے۔ جلو وڈ کر ہمارے پاس آ گیا۔ سلام دعا کے بندے علی نے پوچھا۔ "دھندہ کیسا ہے۔"

"ٹھیک ہے چھ سات مسافر آ کر چلے گئے ہیں، چار پانچ موجود ہیں۔"

"حکیم صاحب کا کمرہ صاف ہے۔"

"روزانہ صاف کرتا رہا ہوں جی۔" جلو نے جواب دیا۔

"اچھا حکیم صاحب آپ آرام کریں۔" بندے علی نے کہا۔

"میاں میں تو ساری رات سوتا رہا ہوں، حکیم کامل خان اگر آرام کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔" میں نے مسکرا کر رولو کا کی طرف دیکھا۔

"اور میں ٹرین میں سوتا نہیں ہوں یہ بات آپ کو پتہ ہے دن میں مجھے نیند نہیں آتی اس لئے آج کا دن بیکار نہیں جانے دیں اور آج سے کام کا آغاز کر دیں۔" رولو کا نے کہا۔

"میں نے تو آپ لوگوں کے آرام کے خیال سے کہا تھا۔" بندے علی نے کہا۔

"اب تم فوراً ناشتہ کراؤ اور منڈارے کی طرف روانگی کا پروگرام بناؤ۔" میں نے کہا۔

یہ سنتے ہی بندے علی باورچی خانے کی طرف دوڑ

READING Section
http://readingsection.blogspot.com/

لاری سے ایک گھنٹہ منڈارہ جانے میں لگتا ہے۔ دس بجے والی لاری ہم کو ملی گی۔

منڈارہ لاری اڈے پر اترتے ہی ایک آدمی ہماری طرف آیا اور بندے علی سے بولا۔

"اماں، تمہارا انتظار کر رہی ہیں تانگا لایا ہوں اور تمہارے مہمان بھی آ جائیں۔"

بندے علی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ "میں نے تو آنے کی اطلاع ان کو نہیں دی پھر ان کو کیسے پتہ چلا کہ میں آ رہا ہوں۔"

"ہم کا جانے سرکار، ہم تو نوکر آدمی ہیں جیسا کہا ویسا آپ تک پہنچا دیا۔" وہ بولا۔

میں نے رولوکا سے کہا۔ "لگتی چال ترتیب پا گئی ہے۔"

"لگتا تو ایسی ہی ہے میں ذرا اس آدمی کو ٹھیک کر لوں۔" اور رولوکا نے آتے ہی اس بھولے بھالے دیہاتی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہاتھ رکھتے ہی وہ اچھل پڑا جیسے اس کو بجلی کا کرنٹ لگ گیا ہو اور رولوکا سے دو رکھڑا ہو گیا۔

رولوکا نے اس کے قریب ہو کر کہا۔ "ڈرو نہیں تم سے ہمارا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شرارت کرنے کی کوشش کرو گے تو سب سے پہلے ہی مارے جاؤ گے۔" رولوکا نے کہا۔

میں رولوکا کے قریب گیا اور کہا۔

"زیادہ آگے بڑھایا ہے اس پر کس کا زور ہے یہ دیکھنا ضروری ہے۔"

"میں نے اس زور کو بھی دیکھ لیا تھا وہ زور تانگے کے گرد منڈلا رہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ بندوبست پورا کیا گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ اس کو بھی دیکھ لیں۔" رولوکا نے کہا۔

اور میں نے بندے علی کو اشارہ کر دیا۔ ہم سب اس دیہاتی کے ساتھ تانگے کی طرف روانہ ہوئے۔ تانگہ ایک درخت کے نیچے کھڑا اور اس کے قریب ہی دیہاتی لباس میں کھڑا تھا اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور کافی لمبا چوڑا آدمی تھا اس کا چہرہ لمبوترا تھا۔ اس کی شباہت ایسی تھی کہ وہ بہت چالاک و مکار آدمی نظر آتا تھا۔ چہرہ جتنا لمبا تھا پیشانی اسی قدر تنگ تھی آنکھیں بھی چہرے کی لمبائی کے اعتبار سے بہت چھوٹی چھوٹی اور گول تھیں۔ اس کو دیکھ کر خوف کا احساس ہوتا تھا۔

ہمارے تانگے کے قریب پہنچتے ہی وہ آگے بڑھ کر ہمارے قریب آ گیا اور بولا۔

"میں سرکار ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

اس کی آواز کھردری تھی جیسے گلے میں کچھ اٹکا ہوگئی ہو۔

میں نے رولوکا کی طرف دیکھا تو رولوکا اس کے اور قریب چلا گیا اور اس سے بولا۔

"تمہارا کیا نام ہے اور تم کیا کرتے ہو۔"

"ہمرا نام پوچھ کے کا کرو گے۔" وہ نوسست سے بولا۔

"اچھا تو پھر کیا کرتے ہو وہی بتا دو۔" رولوکا نے پھر پوچھا۔

"کام تو ہمارا تم دیکھ لو گے اور پکا یار کرو گے ہم بتلائے دیت ہیں۔"

"ہمرا نام جیوانی ڈنڈوت ہے اور ہم ہوئی [illegible] سیوک ہیں۔ آ آپ زیادہ کریدنہ کرو بیٹھ جاؤ تانگے میں۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"ٹھیک ہے تم کہتے ہو تو بیٹھ جاتے ہیں۔" [illegible] نے مجھے اور بندے علی کو اشارہ کیا اور ہم تانگے میں [illegible] گئے جب رولوکا بھی آگے بیٹھ گیا تو جیوانی بولا۔

"آگے ناکینڈے پر، نہ آتے تو ہمارا [illegible] ہے بڑے بڑے سورما پانی بھرت ہیں ہمارے سامنے بات اچھی طریوں یاد رکھیو۔"

رولو کا اس کے قریب ہی بیٹھا تھا جب [illegible] لگام پکڑی تو۔

اور لگام پکڑتے ہی چھوڑ دی۔ اور تانگے سے کود نے کی تیاری میں کھڑا ہو گیا۔

رولوکا نے اس کا کاندھا پکڑ کر اپنی جگہ بٹھا دیا اور کہا۔ "جیوانی ڈنڈوت مہاراج چلاؤ تانگا۔"

"ارے کا چلائیں گھوڑا سرا کہاں ہے آگے تو بھینسا جتی ہے اوکی جگہ وہ گھبرا کر بولا۔" رولوکا نے مسکرا کر کہا۔

"تم گھوڑے کی جگہ بھینس ہی جوت لائے ہو گے۔"

ارے نہیں! ہو گو بروھن گھوڑا رہا کہ بھینس سسری کہاں سے آ گئی تانگے میں۔ سا گو بروھن جو ہم کو ساتھ لایا تھا نیچے ہی کھڑا تھا بولا۔

"مہاراج کا بات کرے ہو گھوڑی بنتا ہے تانگے میں باندھو اور چلو۔"

"ارے تیری آنکھ میں کا موتیا اتر آیا ہے گھوڑا اور بھینسا میں اتر پھیر نہ چل رہا۔" ہم کا تو گھوڑا ہی دکھے ہے گو بروھن نے جواب دیا۔

ان دونوں کی نوک جھونک ہو رہی تھی اور رولوکا مسکرا رہا تھا۔ ہم سب کو بھی یہ تھا کہ تانگے میں گھوڑا ہی جتا خاکر جیوانی ڈنڈوت کو وہ بھینس نظر آ رہا تھا۔

آخر وہ کود کر نیچے اتر آیا اور غور سے گھوڑے کو دیکھنے لگا اور حیرت سے بولا۔

"ارے یہ تو گھوڑا ہے سسرا، ہم کا اوپر بیٹھ کر [illegible] یاد نہ رہا۔"

وہ پھر اوپر آ گیا اور لگام پکڑی اور پھر چونک پڑا "ای کا بات ہے اوپر آوت ہیں تو بھینس نیچے جاوت تیے تو گھوڑا۔" اس نے خود سے سوال کیا۔

رولوکا نے کہا۔ "میں بتلاؤں۔"

وہ جلدی سے بولا۔ "ہاں بتلاؤ۔"

"یہ بھینس ہے نہ گھوڑا یہ تو گدھا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

جیوانی غور سے دیکھا اور پھر بولا۔

"لاگت تو گدھا ہی ہے اسی بات کا ہے سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" اب وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

رولوکا پھر بولا۔

"تم ہی بتاؤ کا بات ہے۔"

"یہ سب بڑی بہو کا کام ہیں وہی تم کو ڈال رہی ہے اور تم ہو کے پڑ گئے چکر میں۔"

رولوکا کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ کاٹ کر بولا۔

بڑی بہو کی بات مت کرنا ذرا بھی الٹی سیدھی کری تو کاٹ ڈالوں گا۔ سن لیو غور سے اور ہیشہ سے کرت ہیں ہم تیرا بندوبست اور اس نے زور سے کھینچ کر ایک زوردار چابک پھٹکارا اور تانگا چل پڑا۔

منڈارہ اتنی بڑی جگہ نہیں ہے زیادہ سے دو کے سفر کے بعد حویلی میں پہنچ جانا چاہئے تھا مگر تانگا تھا۔ اور گھر دور تھا۔

آدھے گھنٹہ چلنے کے بعد جیوانی نے تانگا اور چاروں طرف نظریں دوڑائیں وہ قصبے سے باہر کی ایک کچی سڑک پر کھڑا اور حیرانی سے چاروں دیکھ رہا تھا۔ اور پھر خود سے بولا۔ "لاگت ہے آ کھو پڑیا الٹ گئی ہے لو بھلا ہم جا کدھر رہے ہیں۔ تو رہ کیا پیچھے۔"

"میں بتاؤ۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں تم ہی بتاؤ۔" وہ بولا۔

"جب تک تمہارے من میں کھوٹ ہے ہو گا تم کو کوئی چیز سمجھ نہیں آئے گی۔" رولوکا نے کہا۔

"ہم نوکر ہیں بڑی بہو کے اوکا حکم مانا ہمارا ہے وہ جو حکم کرے گی ہم چار گھوٹ مانیں گے یہ بات نوغور سے اب کے بڑی بہو کی بات مت کریو۔ بول ہیں۔"

جیوانی غصے سے بولا۔

"تم بہت پکے آدم ہو اس طرح نہیں مانو گے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہم کسی طرح نہیں مانیں گے بیٹھے رہو۔"

http://t.me/Tehqiqat

رولوکا نے اس کی طرف دیکھا اور کہا، اتر جا اور یہیں پر کھڑے رہنا جب تک حکم نہ ہو، جیوانی نے رولوکا کی آنکھوں سے نہ جانے کیا دیکھا کہ وہ بکری کی طرف اتر گیا اور کھڑا ہو گیا۔

رولوکا نے تانگا موڑا اور بندے علی سے کہا۔ "تم سامنے آ جاؤ اور گھر چلو۔"

بندے علی چلتے تانگے میں سامنے آ گیا اور لگام پکڑلی اور چند منٹ میں ہی ہم دروازے پر کھڑے تھے۔ دروازہ ایک اونچی چوکی پر بنا ہوا تھا اور بہت اونچا تھا کسی مضبوط لکڑی کے کواڑ تھے اور ان پر جگہ جگہ گول گول لوہے کے کڑے پڑے ہوئے۔

قدم آدم مقام پر ایک بڑا کڑا پڑا تھا۔ دروازے کی دونوں دو چوکیاں بنیں تھیں یہ غالباً چوکیداروں کے کھڑے ہونے کو بنائی گئی ہوں گی مگر اس وقت دروازے پر کوئی نہیں تھا۔

یہ مکان آبادی سے کچھ ہٹ کر تھا اس کے تین طرف کھیت تھے جس طرح آبادی تھی ادھر بھی دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ سب سے پہلے رولوکا تانگے سے اترا اس نے اشارہ کیا تو ہم لوگ بھی اتر پڑے۔ ہمارے اترتے ہی گھوڑا خود بخود چل پڑا اور سڑک پر جا کر کھڑا ہو۔ بندے علی نے بڑے کڑے کو ہلایا تو بڑے زور کی کھٹ کھٹ کی آواز ہونے لگی چند ہی منٹ کے بعد اندر سے آواز آئی۔ آواز مردانہ تھی۔

"کون ہے رے کا ہے آواز کرے ہے۔"

بندے علی نے کہا۔ "ہم ہیں بندے علی الہ آباد سے آئے ہیں۔"

"کا کام ہے کیوں آئے ہو۔" پھر پوچھا گیا۔

"ارے تم دروازہ تو کھولو پھر بتائیں گے۔" بندے علی نے کہا۔

اچھا کھولت ہیں اور اسی بڑے دروازہ میں سے ایک چھوٹا دروازہ برآمد ہو گیا۔

بڑے دروازے میں سے چھوٹا دروازہ کچھ اس طرح بنایا گیا تھا کہ اس کا اندازہ نہیں ہوتا تھا دروازہ کھولتے ہی بندے علی نے اندر قدم رکھ دیا تو دروازہ کھولنے والا بولا ارے اتنی پھرتی نہ دکھاؤ تنک ذرا صبر کرو ہم بہو جی کے خبر کر دیں تو اندر جاؤ۔

بندے علی تاؤ ہی کھا گئے ایک دھکا دیکر بولے اب پھر جاؤ، جلدی سر کر خبر کر دے۔

ہم بندے علی آئے ہیں۔

دروازہ کھولنے والا ڈر گیا۔ بولا غصہ نہ کرو جاتے ہیں۔

تو پھر کھڑا کیا ہے جا۔ بندے علی پھر بولے۔

"ارے بھیا کا، صبر کے کھیت بانہ اوے کہ" اور جلدی سے اندر چلا گیا۔"

اور فوراً ہی واپس آ کر بولا۔ جاؤ سامنے ہی بیٹھی ہیں۔

"ان سے کہو ہمارے دو آدمی اور ہیں پوچھ لیں۔" بندے علی بولے۔

"ارے تو کا ہوا وہ تو نہ ہی کرت ہیں۔" وہ بولا۔ بے فکری سے ہم کہت ہیں۔" وہ بولا۔

سب سے آگے بندے علی اور اس کے بعد ہم دونوں اندر چلے ڈیوڑھی پار کرتے ہی ہم ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے تھے اس کے چاروں طرف مہر اب دار بنا ہوا تھا اور درمیان میں ایک بہت بڑا جامن کا درخت کھڑا تھا والان کے اندر بھی دروازے نظر آتے تھے حویلی نما مکان باہر سے جتنا شستہ نظر آتا تھا اندر سے نہیں تھا۔

پیڑ کے سائے میں ایک بہت لمبا چوڑا تخت بچھا تخت اتنا اونچا تھا کہ اس پر کوایک سیڑھی لگی ہوئی تھی تخت کے موٹے موٹے پایوں پر پالش کی گئی تھی۔

تخت کے اوپر ایک چھپر کھٹ تنا ہوا تھا اس کا رنگ سفید تھا اور اس کے چاروں طرف جھالر لٹک رہی تھی دوسرا رنگ کی تھی تخت کے اوپر ایک موٹا گدا بچھا ہوا تھا پر مخمل یا اسی قسم کے کپڑے کا غلاف چڑھا ہوا۔ اس

کھی اور اس کے کاندھے ایک جوان عورت ٹیک رہی تھی۔

میں نے اور رولوکا نے غور سے اس کی طرف دیکھا میرے اندازے کے مطابق تو اس کو اور زیادہ بوڑھا ہونا چاہیے تھا۔ رولوکا نے میری طرف دیکھا اور مسکرا تا رہا۔

اس عورت نے ہم تینوں کو دیکھا اور بولی۔

"آ گئے بندے علی مجھے خبر تھی تم ضرور آؤ گے۔"

"آنا تو تھا تم نے، مجھے بلانے کا انتظام کر لیا تو اچھا کیا۔" بندے علی بولے۔

"تمہاری جورو کا کیا حال ہے، دماغ کچھ ٹھکانے پر آیا کہ نہیں۔" وہ بولی۔

"خوب ٹھکانے پر آ گیا۔ بھلی چنگی ہے تم کو یاد کرتی ہے۔" بندے علی بولے۔

عورت اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "پھر کہ کیا کہہ رہے تھے۔" بولی۔

"دماغ کے ساتھ ساتھ تمہارے کان جواب دے رہے ہیں۔" بندے علی بولے۔

"تیرے بات کر بندے علی، میں نے بہت دن صبر کر لیا اب نہیں کروں گی۔"

"تو نہ کر صبر چلی جا۔" بندے علی بولے۔

"جاؤں گی اور ضرور جاؤں گی۔ اس قید خانے سے ضرور جاؤں گی۔ مگر اپنا انتظام پورا کر کے جاؤں گی۔ [illegible] کی طرف سے جواب آنے دے اس کے بعد تیرا [illegible] آ گیا۔" وہ غرور سے بولی۔

"تیری چھوکری کی طرف سے اب بھی جواب نہیں آئے گا۔ سن لے غرور سے۔" بندے علی بولے۔

"آئیگا، تو اس کو نہیں جانتا وہ بڑی ظالم چیز ہے۔" وہ بولی۔

"اور میں اس ظالم کی راکھ بنا کر ہوا میں اڑا آیا ہوں۔" بندے علی نے جواب دیا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے تو وہ غصے میں تخت پر کھڑی

FREE DVC CorelDRAW
http://freedvc.blogspot.com

میں رہنے نہیں دوں گی۔" وہ غرور سے بولی۔

"اور تو صرف تخت سے اتر کر دکھا دے۔" رولوکا نے کہا۔

"تو نے میرا راستہ بند کر دیا ہے۔" وہ بولی۔

"اور تو راستہ کھول لے۔" رولوکا نے کہا۔

"کھولوں گی ضرور کھولوں گی اور تیرا بھی انتظام کروں گی۔" وہ نفرت سے بولی۔

"میں زیادہ وقت نہیں دیا کرتا، جلدی سے اپنے گرو کو بلا لے تاکہ میں بھی ملاقات کر لوں اس سے۔" رولوکا نے کہا۔

اس نے رولوکا کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں نفرت و عداوت بھری ہوئی تھی۔

اور پھر ایک زوردار آواز اس کے منہ سے نکلی وہ آواز انسانی آواز تو لگتی ہی نہیں تھی۔ "گرو دیو بچاؤ جلدی آؤ، باندھ دیا ہے پاکھنڈی نے۔"

پورے گھر میں سناٹا تھا کوئی آواز کسی طرف سے نہیں آ رہی تھی، پھر یوں ہوا کہ ہر طرف سے عجیب و غریب سرسراہٹیں ابھرنے لگیں۔ درودیوار آسیب زدہ سے نظر آنے لگے۔ رولوکا اطمینان سے کھڑا تھا، میں اور بندے علی بھی خاموش کھڑے۔ دن کا وقت تھا مگر ماحول پر دہشت طاری تھی۔ جو عورت کاندھے دبا رہی تھی اس کا بھی چہرہ بدل رہا تھا اور اب وہ عمر رسیدہ ڈائن نظر آنے لگی تھی مگر اپنی جگہ خاموشی سے خوف زدہ بیٹھی تھی پھر اچانک میری نظر تخت کے کنارے پر پڑی کوئی پانچ قدم کے فاصلے پر کالے اور ڈھیلے ڈھالے لبادے میں ملبوس ایک وجود سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا اس کا چہرہ لبادے میں چھپا ہوا تھا مگر جب وہ کھڑا ہوا تو اس کا چہرہ نظر آنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لئے اور رولوکا کو غور سے دیکھا اور بولا۔

"کون ہے تو اور کیوں اتنی زوروری دکھا رہی ہے، جانتا نہیں یہ کون ہے۔" وہ بولا۔

"سب جانتا ہوں البتہ تجھے نہیں جانتا تو کون ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تیرا وقت اچھا ہے ورنہ گمنامی میں ہی پرلوک سدھار جاؤ گے۔" رولوکا نے کہا۔

"پرلوک تو تم جاؤ گا ایک منٹ میں اور اس نے پیر زمین پر مارا وہیں سے ایک اژدھا برآمد ہوا مگر یہ کیا، اژدھا وہیں پر پتھر کا ہو گیا۔"

"اچھا تو یہ بات ہے ہمارا نام بھی کالی چرن ہے۔" اس نے دوسرا پیر زمین پر مارا پھر ایک اژدھا برآمد ہوا مگر یہ کیا ہوا وہ اژدھا کالی چرن کے پیروں کو لپٹ گیا۔ کالی چرن نے پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھا مگر اژدھا پوری زور لگا رہا تھا اور کالی چرن درد و تکلیف سے چیخ پڑا۔ "ارے کیا ہوا کالی چرن جی تمہارا پیر تمہارا ہی ہو گیا۔ یہ کیا ہوا۔" رولوکا بولا۔

"دیکھ! روک لے اس کو، میں درد سے مر رہا ہوں۔" وہ بولا۔

"یہ تو تمہارا حکم مانے گا تمہارا ہی پیر ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں بنتی کرتا ہوں روک لے، میں تجھ سے مقابلہ نہیں کروں گا۔" وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

"جب ہاتھی پاگل ہو جائے تو اس کا علاج صرف موت ہے۔" رولوکا نے۔

"تو ختم کر دے اس پیر کو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ٹھیک ہے مار دیتے ہیں مگر اس کے ساتھ تو بھی نکیان ہو جائے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میرا وعدہ ہے میں تیرا دشمن نہیں ستر برس تک۔" وہ بولا۔

"میں ستر نہیں دشمن بناتا ہوں اب تمہارا وقت ختم ہوا۔" رولوکا نے ایک ہاتھ کا اشارہ کیا اور کالی چرن ہوا میں معلق ہو گیا۔ اس کے منہ سے بڑی بھیانک چیخیں نکل رہی تھیں۔

چند منٹ کے بعد خاموشی چھا گئی اس کا لبادہ

پر پڑا اور راکھ ہوا میں اڑ گئی۔

تخت پر دونوں چڑیلیں حیران بیٹھی تھیں۔

رولوکا نے بندے علی سے کہا۔ "بندے علی اس کو پتا ہے اس کی چوٹی کہاں پر ہے۔"

"اس کو بھی حسرت ندامت ہے کہ اس کو پتہ نہ چلا۔"

"ابا نے بتایا تھا کہ اس کی چوٹی اس نے بھیجی جا کر [illegible] باندھ کر سمندر میں ڈال دی تھی وہاں سے لا سکتی ہے [illegible] لے آئے۔" بندے علی غرایا۔

"سن لیا تو نے اب تیرا وجود بیکار ہے کیونکہ تو [illegible] طرف سے گئی۔ نہ تو چڑیلوں میں نہ زندہ انسانوں میں، تیرا یہ بہروپ اب ختم ہونا ضروری ہے تو جس پر [illegible] تھی اس کو بھی تو نے دیکھ لیا۔" رولوکا نے کہا۔

"مجھے جانے دے، میں پھر کبھی واپس نہیں آؤں گی۔" وہ روہانسی آواز میں بولی۔

"تیرا وقت پورا ہوا۔" اور یکایک تخت میں آگ [illegible] لگی۔

اور دونوں چڑیلیں اس تخت کے ساتھ ہی جل گئیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ آگ ذرا ادھر ادھر نہیں پھیلی اور تخت کے ختم ہوتے ہی خود بخود بجھ بھی گئی۔

رولوکا نے آواز دی۔ "آ جا اب تو بھی جا۔"

دیکھا تو سامنے وہی بھیانک صورت آدمی کھڑا تھا [illegible] کے راستے پر رولوکا نے کھڑا کیا تھا۔

"حکم کریں سرکار۔" وہ آتے ہی بولا۔

رولوکا نے کہا۔ "اس جلتے تخت پر چڑھ جا۔"

"رحم کریں میں تو حکم کا غلام ہوں آپ کا کام [illegible] کا خدمت کروں گا۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں [illegible] نہیں رکھتا چڑھ جا۔" مگر وہ کھڑا رہا مگر کتنی دیر ایسا لگا [illegible] کی لے اٹھا کر اس جلتے تخت پر اس کو ڈال دیا اور ایک [illegible] کر وہ تخت بھک بھک جلنے لگا اور پھر آگ ٹھنڈی [illegible]

رولوکا نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی تو بہت سی [illegible] کمرے سے نکل کر اڑ گئیں۔ رولوکا نے آواز

RE-UPLOADED BY
www.paksociety.com

رہتا تھا اور تم سے تم مخاطب کرتا تھا۔ صرف میں تھا جو اس سے مذاق بھی کرلیا کرتا تھا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی، اس کی مسکراہٹ سے مجھے ہمیشہ لگتا جیسے اندھیری رات میں اچانک چاند نکل آیا ہو، کہتے ہیں بہت حسین سے چہروں کو مسکرانا نہیں آتا اور بہت سے چہرے حسین نہ ہوتے ہوئے بھی مسکرا کر چاندنی بکھیر دیتے ہیں۔

بہت ہی چھوٹا سا کمپارٹمنٹ تھا صرف آٹھ برتھیں تھیں اور سب پر مسافر سونے کی تیاریاں کررہے تھے۔ رات کے ساڑھے نو بجے ہم الہ آباد سے رات کا کھانا کھا کر گاڑی میں سوار ہوئے تھے۔ رولوکا اوپر کی برتھ پسند نہیں کرتا اور مجھے اوپر نیند آتی ہے۔ میں نے جھانک کر نیچے دیکھا رولوکا اپنی برتھ پر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمایاں تھی مجھے ذرا حیرت ہوئی ایک تو اس بات پر کہ رولوکا گاڑی میں سوتا نہیں دوسرے مسکراہٹ پر۔ میں نے آواز دی۔ "خلاف ورزی اور کی ہے، آپ کو پتہ چل گیا۔" رولوکا نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"پورے ڈبے میں چاندنی پھیلی ہوئی ہے اس سے پتہ چلا۔" میں نے کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہورہی ہے۔ حکیم صاحب بلب جلا رہا ہے یہ چاندنی نہیں ہے۔" رولوکا مسکرا کر بولا۔

"بات یہ ہے کہ تم اپنی ہنسی اور مسکراہٹ بڑی کفایت سے خرچ کرتے ہو مجھے ہمیشہ ایسا لگتا ہے کہ جب تم مسکراتے ہو روشنی ہی اطراف میں پھیل جاتی ہے۔" میں نے کہا۔

"قدردانی ہے یہ مگر اب زیادہ نہ بتائیں اور نیچے آجائیں۔" رولوکا نے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے۔" میں نے پوچھا۔

"آپ آئیے تو پتہ چلے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"اچھا آتا ہوں۔" اور میں یہ کہہ کر رولوکا کی برتھ پر بیٹھ گیا اور بولا۔ "کیا بات ہے۔"

"یہ بتائیں ارادہ کہاں جانے کا ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ٹکٹ تو اندور کا لیا ہے مگر پتہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے اندور ہی کا ٹکٹ کیوں لیا تھا۔" اس نے پوچھا۔

"کوئی ارادے سے نہیں سفر کرتا تھا اور کچھ نہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ آپ وہاں تک جائیں گے۔" رولوکا بولا۔

"برتھ نمبر 18 پر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا ہے بہت پریشان پریشان لگتا ہے۔ کہیں سے بھاگ کر آیا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے میں ہوں۔" میں نے پوچھا۔

"میرا یہی مطلب ہے۔" رولوکا نے کہا۔

برتھ 18 میرے برتھ کے ساتھ ہی تھی میں ایک پارٹیشن لگا ہوا تھا۔ میں اپنی برتھ پر آکر پارٹیشن پر دستک دی۔ دوسری دستک پر کسی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے بھائی۔"

"میں نے کہا ایک ضروری بات کرنا ہے میرے پاس آجائیں یا میں آپ کے پاس آتا ہوں۔" میں نے نرم انداز میں کہا۔

"ضروری کام ہے تو میں آجاتا ہوں۔" کہتا ہوا آئی۔

اور وہ اپنی برتھ سے فرش پر اتر گیا اور بولا۔ اوپر آگیا۔

"فرمایئے کیا حکم ہے۔" وہ بولا۔

"میں نے آپ کو اپنے پاس بلایا آپ نے نہیں لگا۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں مجھے اب برا بھی نہیں لگتا۔" وہ آہستہ بولا۔

"پہلے تو آپ اپنا تعارف کرائیں۔" میں نے

پوچھا۔

"میرا نام عارف الدین ہے، میں الہ آباد رہتے ہوئے الہ آباد آیا تھا ایک کام سے واپس جارہا ہوں۔" عارف الدین نے کہا۔

"آپ کا مکان کاروبار الہ آباد میں ہی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔" اس نے میرے سوال کردیا۔

"بات آپ کی مناسب ہے، میں حکمت کرتا ہوں میرا مطب الہ آباد میں ہی ہے۔ میں ذرا سیلانی طبیعت کا آدمی ہوں شہر شہر پھرتا رہتا ہوں اسی برتھ کے پار برتھ پر دو میرے عزیز دوست ہیں اور وہ بھی حکیم ہیں صرف حکیم ہی نہیں ہیں اور بھی بہت کچھ ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں او کچھ کیا ہیں۔" عارف الدین نے پوچھا۔

"اس کی وضاحت میں نہیں کرسکتا۔" میں نے کہا۔

"مجھے آپ نے کیوں یاد کیا۔" وہ بولا۔

"بات یہ ہے کہ یہ جو میرے دوست حکیم کامل ہیں ان کا خیال ہے کہ آپ کچھ پریشان ہیں۔"

"ہوسکتا ہے ہم آپ کی پریشانی میں کچھ آپ کے کام آسکیں۔" میں نے کہا۔

"بات یہ ہے میرے بزرگ کہ پریشان نہیں ہوں پریشان ہوں۔ میری حالت اب ایسی ہے کہ میرا کوئی دوست یار اور ہمدرد بھی میرا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔" وہ بولا۔

"سمجھا ہے کی نوعیت کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"مجھ سے باپ دادا کی بہت جائیداد تھی مگر آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئی۔ بیوی نے جھلی کاغذات پر دستخط کرالیا۔ میرا باپ عیاش آدمی نہیں تھا نہ ہی اس نے کسی زمین اور مکان کا سودا کبھی کسی سے نہیں کیا۔ مگر سب جگہوں پر اس کے ہی دستخط کھائے گئے قرض اتنا بتایا گیا کہ میں اداسی نہ کرسکوں۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں وہ گاڑی میں ہے اس پر بھی ایک بینک کا دعویٰ ہے اور وہ عدالت کے ذریعہ جلد ہی خالی کروائے گا۔ میرے پاس جس قدر رقم تھی وہ میں عدالت اور وکیلوں پر خرچ کرچکا ہوں الہ آباد بھی ایک وکیل کے پاس آیا تھا مگر اس وکیل نے ایڈوانس اتنا طلب کرلیا کہ میں مایوس واپس جارہا ہوں۔ میرے پاس سوائے مکان چھوڑنے کے کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں مالی پوزیشن میں اور افرادی قوت میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔" وہ مایوسی سے بولا۔

"تمہارے علاوہ گھر میں کتنے فرد ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"زیادہ نہیں، میں سب سے بڑا ہوں ایک بھائی اور اس سے چھوٹی ایک بہن ہے والد کا انتقال ہوچکا ہے۔ والدہ حیات ہیں۔" عارف الدین نے جواب دیا۔

"جس مکان میں تم رہتے ہو وہ کس کا نام ہے۔" میں نے پوچھا۔

والد صاحب اس مکان کو والدہ کے نام کرگئے تھے مگر اس مکان کے گروی رکھے جانے کے کاغذات موجود ہیں اور ان پر بھی والد صاحب کے دستخط موجود ہیں۔

"گروی وہ کتنی رقم میں رکھا گیا تھا۔" میں نے پوچھا۔

"صرف پانچ ہزار روپے میں پورا مکان اور پورا باڑا جو جانور وغیرہ کے باندھنے کے کام آتا ہے صرف پانچ ہزار میں گروی قطعاً اس کی دس سال تھی دو مدت گزر چکی اب بیٹے نے عدالت سے رجوع کرلیا ہے۔ میرے پاس تمام کاغذات موجود ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ مکان پھر بھی مجھے چھوڑنا پڑے گا۔" عارف الدین مایوسی سے بولا۔

"مایوسی گناہ ہے میرے دوست۔" میں نے کہا۔

"حالات میرے خلاف ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ

READING.COM.PK
http://readingcornerpk.blogspot.com/

تھی کہ میرے دادا کی زمینداری پانچ گاؤں پر تھی مگر ان سب گاؤں کی آبادی ہندو تھی صرف زمیندار مسلمان تھا۔ تین گاؤں دادا نے بنیوں کے ہاتھوں صرف اسی وجہ سے فروخت کر دیئے تھے کہ وہ باغی ہو رہے تھے۔" عارف الدین نے کہا۔

"باغی ہونے کی وجہ تو کچھ ہوگی۔" میں نے کہا۔

☠☠☠

بہت بھاری وجہ تو یہی ہے کہ وہاں پر سب ہندو ہیں اور رجپوتانہ دسہرہ منگھ، راجپوت بھی ہندو ہے حکومت اور قانون انگریزی چل رہا ہے مگر رجپوتانہ اور اس کے آدمیوں کے بڑے گہرے اثرات سرکاری مشینری پر ہیں، رجپوتانہ تو کوئی بات جاتی نہیں پاتی سب کچھ تو پٹواری اور ٹیبل قسم کے لوگ کرتے ہیں، سرکاری کاغذات میں ہیر پھیر کرنا ان کے لئے معمولی بات ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہم ان جعلی کاغذات کو جعلی ثابت نہیں کر پاتے کیونکہ جو لوگ اوپر ہیں وہ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔" ریاست ہندو ہے یہاں پر مسلمان کی کون سنتا ہے۔" عارف الدین نے کہا۔

"مگر مسلمان ریاستوں میں یہ تو اندھیر نہیں ہوتا پھر اندور میں کیوں ہو رہا ہے۔" میں نے پھر پوچھا۔

"راجہ دسہرہ منگھ راجپوت کے زمانے میں ایسا نہیں تھا وہ اپنی رعایا کے لئے انگریز سرکار سے بھی لڑ جاتا تھا۔ سنا ہے ملکہ وکٹوریہ نے اس کو اپنا بنایا ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد اس کی اولاد باپ کی طرح انصاف پسند نہیں ہے ایسا لگتا ہے کہ ان کا پلڑا ابھی ہندوؤں کی طرف ہی جھکتا ہے۔" عارف الدین نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری پہلے والی بات درست ہو کہ رجپوتانہ تک تو بات پہنچ ہی نہیں پاتی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ سب اندازے ہی ہیں۔ پندرہ تاریخ پیشی کی ہے ابھی دس دن ہیں مگر میں ان دس دنوں میں بھی کچھ نہیں کر سکوں گا۔" عارف نے کہا۔

رولو کا پھر بولا۔ "امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ زندگی کا حسن ہی یہ ہے کہ یہ رہے شاید تم یہ بات نہ مانو کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے بڑوں کی غلطیوں کو چھوٹے بھگتاتے ہیں تمہارا باپ آدمی تھا مگر اس کا باپ کیسا تھا تم کو کچھ پتہ ہے تمہارے والد نے اپنے باپ کا پردہ رکھا اور تم کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا مگر اس کے اثرات تم پر آئے جو تین گاؤں فروخت ہوئے اس کی وجہ کیا تھی پتہ ہے باقی کے دو گاؤں تمہارے ہاتھ سے کس طرح نکل گئے اس کی تفصیل بتاؤ۔"

"میرے والد صاحب شہر میں رہتے تھے گاؤں میں نہیں جاتے تھے۔ جس مکان میں میں ہوں وہ اس میں بھی نہیں رہے باقی کے دو گاؤں ان کو بہت کم جانتے تھے۔ ساری آبادی تو ہندو تھی سب ہی تھے۔ پٹے ناک میں تھے اور جب سب کاروائی پوری ہو گئی تو وہ عدالت میں چلے گئے اور ان کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ بنیوں نے یہ ثابت کر گاؤں کی زمین دس سال سے رہن پڑی ہے اور اس درسو اتنا قرض چڑھ گیا ہے کہ میاں صاحب ادا نہیں کر اور پھر وہ پٹے اس کے مالک بن گئے۔

"اس دوران تمہارے والد کہاں تھے؟" پوچھا۔

"جب یہ کیس عدالت میں پیش ہوا اس والد اندور میں نہیں تھے۔ وہ سخت بیمار تھے ان کو ہم ایک عزیز کے گھر چھوڑ آئے تھے اور ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ مگر ہم نے اس خبر کو چھپایا تھا وجہ یہ تھی کہ کیس تو پہلے ہی کمزور تھا۔ ساری گواہیاں ہمارے تھیں پٹے والد صاحب کے مرنے کا سن کر تو ہو جاتے۔"

"ان کا انتقال کب ہوا تاریخ وغیرہ یاد ہے میں نے پوچھا۔

"ان کا انتقال چھ اپریل 1939ء کو ہوا تھا۔"

"اندور میں ہم لوگ ٹھہر جائیں گے اور پھر کا جائزہ لیں گے۔" میں نے کہا۔

"آپ لوگ میرے ساتھ میرے گھر چلیں تو بہتر ہوگا۔" عارف نے کہا۔

"اور ساسے گاؤں ہندوؤں کے پاس چلے گئے۔" نے کہا۔

"اور پھر ان کی نظریں اس مکان پر لگ گئیں جس میری رہائش ہے۔" عارف نے کہا۔

"اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں

"میری کمزوری اس وقت یہ ہے کہ میں قلاش ہوں بڑا اور اچھا وکیل نہیں کر سکتا۔ اور میرے دشمن ان کے پاس بہت بڑے وکیل ہیں وہ عدالت کو کر لیتے ہیں۔ عدالت تو گواہوں پر فیصلہ کرتی ہے حالت یہ ہے کہ میرا بڑا بھی میرے خلاف ہے۔ اگر وہ میری طرف داری کرتا ہے تو خود مارا جاتا

"ہم لوگ بھی اندور اتریں گے۔ وہاں سے تمہارا کتنی دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں دس بارہ کوس پر ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ مکان پر بنیوں کا کچھ قرض وغیرہ ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"والد صاحب نے اس مکان پر کوئی قرض نہیں لیا مجھے پتہ ہے اور میں نے بھی کوئی قرض نہیں لیا ہے۔" نے جواب دیا۔

"تم نے کسی کاغذ وغیرہ پر کوئی دستخط وغیرہ کئے رولو کا نے پھر پوچھا۔

"نہیں میں اس معاملے میں پہلے جو ہوا دیکھ چکا کسی کاغذ پر دستخط نہیں کرتا تھا اب تک پوری جان سے بعد دستخط کرتا ہوں۔"

"اندور میں ہم لوگ ٹھہر جائیں گے اور پھر کا جائزہ لیں گے۔" میں نے کہا۔

"آپ لوگ میرے ساتھ میرے گھر چلیں تو بہتر ہوگا۔" عارف نے کہا۔

گواہیاں ضرور رکھی ہوں گی اور کاغذات بھی ملے ہوں گے ان سب کو دس دن کے اندر ہی دیکھنا ہے تم یہ بتاؤ تمہارے پاس مکان کے اصلی کاغذات ہیں۔" رولو کا نے پوچھا۔

"میرے کاغذات مکمل ہیں۔ مگر ان پر گواہوں میں جن لوگوں نے دستخط کئے تھے وہ سب مر چکے ہیں۔" عارف الدین نے جواب دیا۔

"اس سے زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔" رولو کا نے جواب دیا۔

اندور شہر اچھا بڑا شہر ہے۔ صاف ستھرا شہر ہے آبادی ہندوؤں کی زیادہ ہے جابجا مندر بنے ہیں زیادہ تر لوگ زراعت پیشہ ہیں دسہرہ کا ایک بہت بڑا اکھل بھی ہے۔ اس نے کئی ہاتھی پالے ہوئے ہیں اور ان پر وہ شکار پر جایا کرتا تھا۔ مسلمان کی آبادی کم ہے راجپوت پوری ریاست پر چھائے ہوئے ہیں۔ انگریزی دور حکومت میں بھی رجپوتانہ کی بہت چلتی ہے حالانکہ رجپوتانہ کا قانون ختم ہو چکا ہے ساری عدالتیں انگریز کے بنائے قانون کے مطابق فیصلے کرتی ہیں۔

ہم لوگ اندور اسٹیشن سے سیدھے عارف الدین کے گاؤں رجپوتانہ گڑھی روانہ ہو گئے۔ رجپوتانہ گڑھی ایک بڑا گاؤں تھا۔ یہاں پر بھی زیادہ آبادی راجپوتوں کی تھی مگر مالیہ دار پٹے ہی تھے وہ لوگوں کی زمینیں رہن رکھتے تھے اور بہت زیادہ بیاج لیا کرتے تھے۔ ان کے لئے ہندو مسلمان سب برابر تھے وہ کسی پر ایک دھیلا بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے گاؤں میں ان کا اثر اور رسوخ بھی زیادہ تھا۔ اور سرکار اہلکار بھی ان کا ہی دم بھرتے تھے۔

عارف الدین کا مکان ایک بہت بڑی حویلی تھی۔ بچے کے علاوہ اطراف میں بھی بہت جگہ تھی جہاں پر جانور پالے جاتے تھے۔ ہمارے لئے دوسری منزل پر ایک نہایت صاف ستھرا کمرہ تیار کر دیا۔ شام کو رولو کا نے

عارف الدین سے کہا۔

"مجھے اس بیٹے کا گھر دکھاؤ اور اس کی شکل بھی دکھادو۔ اس کے بعد اس کے گواہوں کا بھی دیدار کرادو پھر دیکھتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ہے آپ یہ کام تو آج ہی کر لیتے ہیں۔"

مغرب کے بعد رولوکا، عارف الدین کے ساتھ چلا گیا۔ اور دو گھنٹے کے بعد واپس آ کر اس نے بتایا کہ۔

"یہ کام صرف بیٹے کا ہی نہیں ہے۔ مول چند بلیا اس ٹولے کے ساتھ ہے جو مکان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس ٹولے میں چھ سات آدمی ہیں سب کو دیکھا ہے۔ سب لالچی ہیں رحم کسی میں نظر نہیں آتا۔"

"اس کا اندازہ تم کو کس طرح ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"جب ہم اس کی دوکان پر پہنچے تو جلدی سے دوکان کے نیچے اتر آیا اور بڑی لگاوٹ سے عارف الدین سے مخاطب ہوا۔ "ارے میاں صاحب آپ نے کیسے تکلیف کی مجھے بلوالیا ہوتا۔"

"آپ کے درشن کرنے تھے اس لئے آ گئے ہیں۔" عارف نے جواب دیا۔

"ارے ہم تو آپ کے پرکھوں کے غلام ہیں حکم دیتے آ جاتے۔" وہ بولا۔

"دس دن کے بعد تم ایسا نہیں کہو گے۔" عارف نے جواب دیا۔

"میاں صاحب عدالت جو بھی فیصلہ کرے ہم تم تو وہی رہیں گے۔" وہ بولا۔

"مگر تم حویلی خالی ضرور کرا لو گے۔" عارف نے کہا۔

"قانونی بات ہے میاں صاحب اس میں نہ تم کچھ کر سکتے ہو نہ ہم۔ قانون بھی رعایہ کا نہیں انگریز کا ہے اس پر عمل کرنا ہی ہوگا۔"

"پھر ہمارا تمہارا بھائی چارہ اور پرکھوں کے

"میری طرف سے تو یہ جھوٹ ہے کہ فیصلہ میرے حق میں ہونے پر بھی تم حویلی میں جب تک جی کرے رہو۔ یہ ہے ہماری بھائی بندی۔" نے جواب دیا۔

"بہت خوب لالہ مول چند میں اپنے کرایہ تم کو ادا کروں گا۔" عارف نے کہا۔

"سوچ کر بتائے گا صاحب۔" مول چند نے کہا اور آگے چل پڑا۔ پھر اس نے منشی رام بھر ملوایا۔ "یہ گواہ نمبر ایک ہے۔" اس نے تین دکھائے اور بتایا کہ یہ لوگ بیٹے کے گواہ ہیں۔

دو دن تک رولوکا گاؤں کا چکر لگاتا رہا کے بعد اس نے عارف سے کہا۔ "مجھے وکیل کا پتہ بتاؤ میں اس کو لے کر آتا ہوں۔"

"ارے حکیم صاحب وہ نہیں آئے گا آدمی ہے پہلے رقم لیتا ہے پھر کیس میں ہاتھ ڈالتا ہے۔" عارف نے بتایا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو وہ کس طرح آئے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔ اور چلا گیا۔

اور ٹھیک دو روز پہلے وہ اندر آ گیا۔ لئے بھی ایک کمرہ صاف کر دیا گیا۔ "تم کس کو پکڑ لائے۔" میں نے پوچھا۔

"عارف ٹھیک کہتا تھا یہ روپے کا بہت پہلے رقم لیتا ہے پھر کیس لیتا ہے اور کیس بھی زیادہ نے اس کو کہا ہے کہ رقم پہلے نہیں ملے گی مکمل ہو کیس آسان ہے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔" نے بتایا۔

وکیل گوپال شرما نے بتایا کہ یہ کیس الدین ہارا ہوا ہے ڈاکومنٹ اور سب گواہیاں خلاف ہیں۔

"مگر اس کیس کی نوعیت بدل رہی ہے آپ ازسرنو ہوں کے بیانات لیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا بڑے بڑے گواہ ہیں وہی کہیں پہلے کہہ چکے ہیں۔" وکیل نے کہا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں آپ کو وہ کرنا ہے اپنا وکالت نامہ کراتے ہی آپ ازسرنو کیس چلانے کا مطالبہ کریں پھر سے بیانات ریکارڈ پر لائیں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہمیں تو گڑ کھانے سے مطلب وکیل گوپال شرما نے کہا۔

دس دن گزر گئے اندور کی عدالت میں رولوکا، عارف الدین اور وکیل ساتھ گئے۔ بیٹے کے ساتھ ات تھی کیونکہ ان کو امید تھی کہ فیصلہ ان کے حق میں ا ہے۔ گوپال شرما نے اپنا وکالت نامہ پیش کارروائی شروع ہوتے ہی اس نے کہا کہ پہلے جو گزری ہیں مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے کتنا جھوٹ لائے۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان کے ان کی زبان سے سنوں اور ان پر جرح کر سکوں۔ تھا اس نے یہ مطالبہ ان لیا۔

ب سے پہلے گواہ نمبر ۱ منشی رام بھروسے کو لیا۔ یہ لالہ مول چند کا خاص آدمی تھا اور اس نے ات کی تیاری اور سرکاری مشنری کو تیار کیا تھا۔ رام نے کہنا شروع کیا۔

ے نام منشی رام بھروسے ہے میں لالہ مول چند ں ان کا حساب کتاب دیکھتا ہوں۔ اس مکان ات بھی میں نے لی تھی ہیں اور اس پر گواہ کے ظ بھی کئے ہیں۔ مگر عارف الدین اور اس کے پتا کان اس کی خبر نہیں تھی۔ میں دکھانے کا مکان نے ہی عارف الدین کے پتا کے دستخط کاغذات تم پانچ ہزار روپے ادھار لکھی ہے اور اس پر پانچ فیصد لکھی گئی ہے مدت اس کی پانچ سال رکھی گئی تھی کی صورت میں حویلی لالہ مول چند کے نام جائے گی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے یہ جعلی

کام لالہ مول چند اور ان کے ستر ساتھیوں کے کہنے پر کیا اور اپنی جان بچانے پر کیا اگر نہ کرتا تو سادھو سنگھ مجھے اور میرے پریوار کو مار ڈالتا کیونکہ اس نے لالہ کی موجودگی میں یہی کہا تھا۔ مجھے نہیں پتہ کہ میرے اس بیان کے بعد میں گھر پہنچ سکوں گا کہ نہیں۔"

منشی کا بیان جوں جوں آگے بڑھتا تھا لالہ مول چند اور اس کے حواریوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اگر جج بھی حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا کیونکہ وہ تو صرف فیصلہ سنانے آیا تھا مگر اب تو کیس کا رخ ہی بدل گیا تھا۔ منشی کے خاموش ہوتے ہی لالہ مول چند کا وکیل کھڑا ہوا اور بولا۔

"گواہ نمبر ۱ کی طبیعت خراب ہے اور وہ ٹھیک بیان نہیں دے پا رہا اس لئے دوبارہ سے اس کا بیان ہوگا۔"

جج نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "جو بیان گواہ نے دیا ہے وہ سچ ہے یا اس کا پہلا بیان سچ تھا یہ بتایا جائے۔"

وکیل نے منشی کی طرف دیکھا تو منشی نے جواب دیا۔ "میرا پہلا بیان میں نے دباؤ میں دیا تھا جو حقیقت تھی وہ میں نے آج بتائی ہے۔"

جج نے وکیل کو اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائے۔ اس کے بیٹھ جانے کے بعد گوپال شرما کھڑا ہوا اور اس کے بعد باقی گواہوں کے بھی بیانات قلم بند ہوئے۔ لالہ مول چند اور اس کے حواریوں کے چہرے فق ہو گئے۔ منشی نے جو کاغذات تیار کئے تھے ان پر تاریخ بھی عارف کے والد کے مرنے کے ایک سال بعد کی تھی عارف نے ان کا مرنے کا سرٹیفکیٹ دلی سے بنوالیا تھا وہ عدالت کو پیش کر دیا گیا اس طرح لالہ مول چند اور اس کے دوستوں پر منشی پر ایک نیا مقدمہ کھڑا ہو گیا۔ اور عدالتی کارروائی شروع ہو گئی۔

گوپال شرما حیرت کی تصویر تھا بولا۔ "عارف صاحب میں نے زندگی میں بڑے کیس لڑے ہیں مگر ایسا کیس نہیں لڑا کہ مخالف پارٹی کے گواہ اتنا بدل جائیں کہ

READING SECTION
http://readingsection.blogspot.com/

کیس کی نوعیت ہی تبدیل ہوگئی واقعی مجھے کچھ نہیں کرنا پڑا سب کام خود بخود ہو گیا ہے۔ کس طرح ہوا اس کا اندازہ بھی مجھے ہو رہا ہے اس لئے میں اس کیس کی فیس نہیں لوں گا۔"

"ارے وکیل صاحب ایسا بھی نہیں ہے کہ آپ خالی ہاتھ واپس جائیں۔" عارف نے کہا۔

"دیکھئے یہ حکیم کامل خان ہیں یہ سارا کمال ان کا ہے یہی تو مجھ کو پیسے کے لئے لے آئے جبکہ یہ میرا اصول نہیں ہے انہوں نے کہا جیسا میں کہتا ہوں کرتے رہو میں نے وہی کیا اور سب کام خود بخود سیدھے ہو گئے اب بتاؤ کمال کس کا ہوا۔ کام کس نے کیا میرے تجربے میں کچھ اضافہ ہی ہوا۔"

"اور میں چاہتا ہوں آپ کے تجربے میں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔" رولو کانے جواب دیا

"میں سمجھا نہیں۔" وکیل گوپال شرما نے پوچھا۔

"آپ کے علم میں تو یہ بات ہے کہ جعلسازی کے ذریعہ عارف الدین کو لوٹا گیا ہے۔ بات صرف مکان کی ہی نہیں ہے اس سے پہلے اسی انداز میں دو گاؤں اور سب زمین یہ گروپ ہضم کر چکا ہے۔ لالہ مول چند اس کا ماسٹر مائنڈ ہے اور سب کام مٹی کرتا ہے۔ ان کے ساتھ کچھ سرکاری اہلکار بھی ملے ہوئے ہیں ان سب کی ملی بھگت سے عارف الدین کو برباد کیا جا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ ایک اپیل اس مقدمے کے فیصلے کے خلاف دائر کر دیں اور کیس لڑیں آپ کی فیس آپ کو ادا کی جائے گی۔" رولو کانے کہا۔

"اس کی بڑی تیاری کرنا پڑے گی۔ شواہد جمع کرنا پڑیں گے۔ وقت درکار ہوگا۔" وکیل نے کہا۔

"آپ اپیل دائر کریں۔ باقی تمام کام خود بخود ہو جائیں گے۔" رولو کانے کہا۔

وکیل نے تعجب سے رولو کا کی طرف دیکھا اور کہا۔

"حکیم صاحب معاف فرمایئے گا میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"تو پوچھئے اس میں اتنی تمہید کی ضرورت کیا ہے۔" رولو کانے جواب دیا۔

"کیس کا وہ گواہ جس کی گواہی پر فیصلے [illegible] پڑنا تھا وہ اتنی کڑوی سچائی روانی سے قبول کر [illegible] یقین نہیں آ رہا تھا اس کے بعد مخالف کے سامنے [illegible] نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے پوری قلعی [illegible] کیس یکسر بدل گیا۔ جج بھی کچھ دیر پریشان ہو گئے [illegible] کرنے میں اس نے دیر نہیں لگائی اور اس گروپ [illegible] مقدمہ کھڑا کرنے کا مشورہ دیا یہ سب ہماری [illegible] نگاہوں کے سامنے ہوا اور یہی حقیقت ہے مگر وہ [illegible] تسلیم نہیں کرتا اتنے وفاداروں کا ایک ساتھ مول [illegible] ساتھ چھوڑ جاتا۔"

وکیل نے حیرت سے کہا۔

"آپ واقعی ایک کامیاب وکیل ہیں [illegible] اور کیسے کی تہہ تک جانے کی کوشش کرتے ہیں [illegible] صرف اپنے پیشے کے نقطۂ نظر سے اور قانون کے [illegible] پرکھ کرتے ہیں۔ آپ کے لئے بہتر بھی یہی ہے [illegible] کے نقطۂ نظر کے علاوہ بھی اس جہان میں بہت [illegible] جن لوگوں کی رائے مختلف ہوتی ہے وہ اکثر [illegible] حقیقتوں سے انکار کرتے ہیں میں آپ کی باتیں [illegible] ایک عام آدمی کی بات کرتا ہوں کسی کی [illegible] کمزوری کا نشان یہ ہے۔ فوراً کسی بھی [illegible] پالیسی اختیار کرے مثال کے طور پر جن کی معلو [illegible] وہ کیمیا اور سنگ پارس کو بے ہودہ اور صرف خیال [illegible] ہیں لیکن جن لوگوں کو اس کے بارے میں علم ہے [illegible] پوری دسترس حاصل ہے وہ لوگ اچھی طرح [illegible] کہ علم کیمیا اور سنگ پارس کی کیا صفات ہیں۔" [illegible] جواب دیا۔

"میں نے اپنے طور پر اندازہ لگایا ہے [illegible] علم معمولی احاطۂ انسانی سے بالاتر ہے یا [illegible] ہوا اور جو ہونے جا رہا ہے وہ معمولی نوعیت کا [illegible] میری سوچ اگر غلط رخ پر ہے تو فرمایئے [illegible]" وکیل نے پوچھا۔

"تمہاری سوچ کا رخ ٹھیک بھی ہے اور غلط بھی۔ [illegible] اس لئے کہ انہونی کو تم نے ہوتے دیکھا، غلط اس [illegible] کہ انسان کے اندر بھی ایک چیز ہوتی ہے اس کو تم ضمیر [illegible] کہتے ہو یاد رکھو وہ کبھی نہیں مرتا انسان اس کو ختم کرتا [illegible] مارتا ہے مگر وہ زندہ رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی وہ اتنا [illegible] ہو جاتا ہے کہ پھر جھوٹ اس کے سامنے نہیں ٹکتا اور [illegible] بول بالا ہو جاتا ہے۔ ضمیر کو جگاتا اور اس کو طاقتور بناتا [illegible] کو زبان سے اگلوانا یہ بے شک ایک مشکل کام ہے مگر [illegible] جہان میں یہ سب ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا صرف [illegible] کا گڑھ بن جائے۔ کائنات قدرت نے جو اوزان [illegible] دنیا کے اوپر لگایا ہے وہ ان سب کو کنٹرول کرتا ہے جس [illegible] سورج اپنے وقت پر نمودار ہوتا ہے اور اپنے وقت پر [illegible] ہو جاتا ہے۔ یہ نظام قدرت ہے یہ لاکھوں سال [illegible] رہا ہے اور چلتا رہے گا۔" رولو کانے جواب دیا۔

"میرے پاس آپ کے اس مدلل جواب کے [illegible] کوئی سوال نہیں ہے۔ میں اپیل کی تیاری کرتا [illegible]" اور وکیل گوپال شرما چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے کہا۔ "آدمی گہرا [illegible] بہت دور تک نظر رکھتا ہے۔"

"ہر آدمی سوچ رکھتا ہے وہ تو پھر ایک وکیل ہے۔ [illegible] سامنے وہ کچھ ہوا جس کی وہ کبھی امید نہیں رکھتا [illegible] اس کی سوچ کا رخ تو مڑنا تھا طوائف سے بچنے کے [illegible] کرنا پڑا اور اس کی حیرت کا باعث ہوا۔" رولو کا [illegible] جواب دیا۔

"تو پھر کچھ دن آرام کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ آرام کریں یا دلی کا چکر لگا کر آئیں۔ میں [illegible] ہی رہوں گا۔ کیونکہ مول چند بھی اسی لائن پر سوچ [illegible] ہے جس پر وکیل سوچ رہا تھا۔ آگے وہ کیا قدم اٹھاتا [illegible] یہ تو دیکھنا ہوگا اس لئے میں یہاں پر رہوں گا۔" رولو کا [illegible] جواب دیا۔

"میں دلی کا چکر لگا کر دس پندرہ دن میں آتا [illegible]" میں نے کہا۔ اور میں دلی روانہ ہو گیا۔

مول چند پر مقدمہ بن گیا تھا اور جعلسازی کی نا [illegible] ہو گئی تھی۔ اس کی عزت ملیامیٹ ہو گئی تھی۔ ذات برادر [illegible] کے علاوہ علاقے میں جو عزت تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ [illegible] سانپ کی طرح پھنکاریں مار رہا تھا۔ ہر چیز اس کو بری لگ [illegible] رہی تھی اس کی دھرم پتنی جس سے وہ ہمیشہ ڈرتا تھا اس کو بھی ڈانٹ دیا تھا۔

"ارے تم تو باہر مار کھا کے اندر مجھ پر کار [illegible] ہو۔ مرد ہو تو مقابلہ کرو چوڑیاں پہن کے بیٹھے ہو۔" بیوی [illegible] یہ جملہ اس کے تن بدن میں آگ لگا رہا تھا کہ اچانک اس [illegible] کو کچھ یاد آ گیا اور وہ ہردوار کی طرف دوڑ گیا۔

مول چند اتنا زیادہ دین دار آدمی نہیں تھا کہ یاترا [illegible] کو دوڑ پڑتا۔ اس کی دین داری صرف لکشمی پوجا تک تھی و [illegible] صرف اپنی تجوری کی پوجا کرتا تھا۔ مگر وہ ہردوار چلا گیا۔

ہردوار ہندوؤں کا شہر ہے یہ دریائے گنگا کے [illegible] ساحل پر واقع صوبہ یوپی کا ایک بہت ہی مشہور شہر ہے۔ یہ [illegible] شہر ہندوؤں کے لئے بڑا مقدس ہے اس کا اندازہ یوں [illegible] لگائیں کہ اس شہر کی سرزمین پر ماتا نیکنا بھی ان کے لئے [illegible] کسی سعادت سے کم نہیں اس شہر کی شہرت یوں بھی بہت [illegible] ہے کہ یہاں پر ہر بارہ سال کے بعد شیوا جی کی یاد کھ [illegible] COMPH کا میلا لگتا ہے۔ پورے ہندوستان کے [illegible] ہندو یہاں آتے ہیں پہلے سے مہینوں پہلے یہاں پر ایک [illegible] ترتیبی مقام پر ایک شہر آباد ہو جاتا ہے ہندوستان سے باہر [illegible] کے پنڈت پجاری بھی دور دراز سے چل کر یہاں آتے [illegible] ہیں۔ دریائے گنگا میں پنڈت پجاری اور پجارنیں سب [illegible] ایک ساتھ اشنان کرتے ہیں۔

ہر طرف دھوم دھڑکا ہوتا ہے چھوٹے بچوں کے [illegible] رنگ برنگے لباس بھانت بھانت کی بولیاں اور کھیل [illegible] تماشے دن رات منتر کی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں۔ سنکھ کی [illegible] آوازیں دلوں کو گرماتی ہیں۔ ترتیبی کے مقام پر تینوں [illegible] دریاؤں کا ملاپ ہوتا ہے یہ منظر بھی خوب ہوتا ہے۔ دور [illegible] تک گنگا کا پانی الگ بہتا رہتا ہے۔ جمنا کا میلا پانی الگ [illegible] نظر آتا ہے۔ اور سرسوتی کا پانی الگ نظر آتا ہے، پنڈت

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

پجاری اس کو ہری کا دوار یعنی دروازہ کہتے ہیں۔ یہ شہر ہندوؤں کے نقطہ نظر سے بڑا مقدس ہے۔

مول چند یوں ہی ہری دوار نہیں دوڑ گیا تھا۔ وہ سیدھا اپنے ایک پرانے متر کے پاس گیا۔ مالک چند ہری دوار کے ہی رہنے والے تھے۔ مول چند کے وہ ماموں تھے۔ "وہ دیکھتے ہی بولے ارے آؤ مول چند کیسے ماموں کو یاد کر لیا۔"

"مشکل گھڑی میں اپنوں کو ہی یاد کیا جاتا ہے۔" مول چند نے جواب دیا۔

"مشکل گھڑی اور تم پر۔ مولا رام کیسی انہونی بات کرتے ہو۔" مالک چند نے کہا۔

"بتاؤں گا تو تم کو اندازہ ہوگا میں بری طرح پھنس چکا ہوں۔" مول چند نے کہا۔

"ارے تم سا چالاک پرزہ تم تو خود دوسروں کے لئے آفت ہو یقین نہیں آتا۔" مالک چند نے کہا۔ "پہلے ماموں میری بات تو سن لو۔ پھر کہنا۔" مول چند بولا۔

"اچھا سناؤ تم اپنی کتھا۔" مالک چند نے کہا۔

اور مول چند نے اپنی جعلسازی کی پوری روداد سنا دی اور پھر کہا۔ "حیرت تو مجھے منشی پر ہے کہ اس نے یہ بھی پروا نہیں کی کہ وہ خود گردن تک پھنسا ہوا ہے اور عدالت کے سامنے سب کہانی بیان کر دی خود تو پھنس ہی گیا میں بھی مارا گیا۔ سارا کیا دھرا مٹی ہو گیا۔ بنائی عزت دھول ہو گئی۔ اگر بات یہاں پر ہی ٹل جاتی تو صبر کر لیتا مگر اب وہ پرانا کیس گاؤں والا بھی اکھاڑا جا رہا ہے اس کا بھی کرتا دھرتا وہی منشی ہے وہ سب کچھ اگل دے گا اور ہمارا کھایا پیا باہر نکل پڑے گا۔"

"ہوں بات تو فکر کی ہے تم نے ایسا کچا کام کیوں کیا۔" مالک چند بولے۔

"کام تو بڑا نپا تلا کیا تھا اوپر سے نیچے تک سب کو ساتھ رکھا تھا ہر ایک کے منہ میں نوالہ ڈال کر بند کر دیا تھا مگر سسرا گھر کا بھیدی ہی لنکا ڈھا گیا ایسا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" مول چند نے کہا۔

"اب تمہارا منشی کہاں ہے۔" مالک چند نے پوچھا۔

"ہوگا کہاں جیل میں پڑا ہے، میں نے تو خبر کرائی تھی مگر اس نے کہہ دیا میں جیل میں محفوظ ہوں باہر جان کا خطرہ ہے۔" مول چند نے بتایا۔

"کم از کم اس سے پتہ تو کرنا ہی پڑے گا کہ دوسرے کیس میں وہ کیا کہنے والا ہے۔" مالک چند نے کہا۔

"میں تو اس سے رابطہ نہیں کر سکتا یہ کام تو وکیل کرے گا۔" مول چند بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ایک زوردار وکیل کر کے اور منشی کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔"

"ماما یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔" مول چند نے کہا۔

"تو پھر بتاؤ نا کہ چکر کیا ہے۔" مالک چند نے کہا۔

"منشی اور دوسرے سارے گواہ ایک دم گھوم گئے اور ہمارے دھرن تختہ ہو گیا اس پر ذرا غور کرو ماما۔" مول چند نے کہا۔

"تم بتاؤ تمہاری بدھی میں کیا آیا ہے اب۔" مالک چند نے پوچھا۔

"عارف کے ساتھ دو آدمی آئے ہیں۔ وہ دونوں ہی حکیم ہیں مگر مجھے تو ایسا لگتا ہے وہ کچھ اور ہیں یہ سب ان کی ہی کارستانی ہے، سارے گواہوں کو پھیر دیئے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک پورا کرے دونوں ہی ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہوں۔" مول چند نے جواب دیا۔

"پنڈت گوکل ہے تم چنتا مت کرو۔" مالک چند نے کہا۔

"تو پھر جلدی پنڈت گوکل سے میرا اپ کرا دو۔" مول چند بولے۔

"آج رات کو چلیں گے شام کے بھوجن کے دوشانتی سے ہوتے ہیں۔" مالک چند نے کہا۔

"دور جانا پڑے گا کیا؟" مول چند نے پوچھا۔

"زیادہ نہیں، دریا کنارے ہنومان مندر ہے اسی [illegible] رہتے ہیں۔" مالک چند نے کہا۔

"کیا ہنومان بھگت ہیں۔" مول چند نے پھر پوچھا۔

"سب باتیں مجھ سے پوچھ لے گا کیا؟ جب [illegible] گے تو ان سے بات کر لینا۔"

دریائے گنگا کے کنارے کنارے بہت سے مندر [illegible] ہوئے ہیں۔ ان میں ہی ایک ہنومان مندر بھی بنا ہوا ہے بہت اونچی سیڑھی پر یہ مندر بنا ہوا ہے مندر کے [illegible] میں جگہ جگہ ہنومان بجرنگ بلی کی مورتیاں بنی ہوئی [illegible] ان پر پیلا لال رنگ کیا ہوا تھا۔ مول چند اور مالک [illegible] نے گوکل مہاراج کا پتہ کیا وہ اپنی کٹیا میں تھے دونوں [illegible] پہلے گئے اندر ان کے علاوہ ایک چیلا بھی تھا۔ مالک [illegible] کو دیکھ کر گوکل مہاراج نے پہچان لیا اور بولے۔ "کیسے [illegible] مالک چند۔ کیسے آنا ہوا۔"

"کرپا ہے آپ کی مہاراج ایک کام پڑ گیا تھا تو [illegible] ہوا۔"

"مانس کام سے ہی ہر جگہ جاتا ہے بول کیا کام [illegible]"

مالک چند نے مول چند کی طرف اشارہ کر کے [illegible] "یہ میرا بھانجہ ہے یہی بتائے گا اپنا پورا حال۔" مالک [illegible] نے کہا۔

"ہاں تو بول بچہ کیا کھٹنائی ہے۔" پنڈت گوکل نے [illegible] اور مول چند نے ساری کہانی ایک سانس میں [illegible] کر دی۔ مقدمے کی کارروائی اور اس کے گواہوں کا [illegible] سے پھر جانے کی بات خاص طور پر بیان کر دی اس کا [illegible] کس طرف ہے وہ بھی بتا دیا۔

پنڈت گوکل نے ایک لمبی سی ہوں کی اور بولے۔ [illegible] ساری کتھا میں گھمبیر بات یہ ہے کہ تیرے آدمی [illegible] جعلسازی میں پوری طرح تیرے ساتھ تھے اور خود [illegible] گلے پھنسے ہوئے تھے پر وہ وہی بولے جو سچ تھا [illegible] کے بھی خلاف تھا اسی جگہ ایک گانٹھ ہے اس گانٹھ [illegible] کھولنا ضروری ہے۔" پنڈت گوکل نے کہا۔

"اس گانٹھ کو آپ جیسا انتریامی ہی کھول [illegible] ہے۔" مالک چند نے کہا۔

"ہاں کچھ تو کرنا ہوگا تم آئے ہو اور کسی بھروسے سے آئے ہو۔" پنڈت نے جواب دیا۔

"تو یہ کام کب تک ہو جائے گا۔" مول چند نے پوچھا۔

"میں کچھ تیاری یہاں کروں گا اگر کچھ کھوج یہاں سے اپائے کر دوں گا اور اگر معاملہ گمبھیر ہوا تو تیرے پاس آنا پڑے گا اپنا پورا پتہ نشان بتا جا۔" پنڈت گوکل نے کہا۔

"اندور کے قریب ہی گاؤں ہے مالک چند کے ساتھ آپ آ جائیں۔ میں انتظار کروں گا۔"

رولو کا ان کے ساتھ ہی تھا مگر کسی کو یہ اندازہ [illegible] تھا پنڈت گوکل کی گہرائی اور لمبائی رولو کا جان چکا تھا۔

ایک ہفتہ گزر گیا اور وکیل گوپال شرما آ گیا تو [illegible]

"میں نے اپیل دائر کر دی ہے اور ایک ہفتے کے بعد کیس کی تاریخ ہے سمن جاری ہو گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ اپنا کام کرتے رہیں اور [illegible] رکھیں کہ یہ کیس بھی آپ جیت جائیں گے۔" رولو کا [illegible] جواب دیا۔ وکیل واپس چلا گیا۔

اور پنڈت گوکل مول چند کے پاس آ گیا۔ [illegible] کے ساتھ ماما مالک چند بھی آ گئے۔ مول چند سے بولے [illegible] "بہت ہی بکٹ معاملہ ہے تیرے سارے گواہ تیرے ساتھ ہیں۔ ان کے دل میں تجھ سے ہمدردی بھی ہے تیرا ان ہے کہ اس نے کیسی بکواس کر دی ہے مگر تیرا تو کام سے نکل چکا ہے وہ کرے تو کیا کرے یہی حال باقی سب [illegible] ہے۔ اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اب تیرے خلاف نہیں جائیں گے اور گاؤں کا کیس تو ہی جیت جائے گا۔" پنڈت نے بات ختم کی تو مول چند نے کہا۔

"مہاراج کے منہ میں گھی شکر، میں آپ کا منہ موتیوں سے بھر دوں گا، بس یہ کام ہو جائے۔"

READING CORNER
https://readingcornerkhoj.blogspot.com

"ارے ہور کھ کیا ہم کسی لالچ میں آئے ہیں یہ مالک چند ہمارے پرانے متر ہیں بس ان کی شکل دیکھ کر آئے ہیں تو ہماری پھتامت کرا اپنی ٹھہر کر۔" پنڈت نے تیز آواز میں کہا۔

مول چند سہم کر بولا۔ "میرا مطلب تھا آپ خوش ہوں گے تو ہم بھی خوش ہو لیں گے۔"

"تجھے پتہ ہے کہ ہم بجرنگ بلی کے بھگت ہیں، ناریوں سے دور رہتے ہیں۔ ہم جہاں رہیں دور دور کسی ناری کی آواز بھی نہ آئے۔" پنڈت نے کہا۔

"یہ تو بہت بڑی مشکل بات ہوگئی پربھو، ناری گھر کی ناہی بولیں گی مگر ہر طرف ناریاں ہیں کس کس کو روکا جائے۔ بڑی دبدھا میں ڈال دیا ہے۔"

"تو پھر کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں پر دور دور ناری نہ ہو۔"

"ایک بنگلہ ہے اندور شہر میں، اس کو سب بھوت بنگلہ کہتے ہیں اس کے چاروں طرف آبادی نہیں ہے اور بہت مدت سے ویران ہے اس کے قریب سے بھی کوئی نہیں گزرتا۔ کہتے ہیں وہاں پر بھوت اپنا بسیرا کرتے ہیں۔ وہ جگہ آپ کے رہنے کے قابل نہیں ہے۔" مول چند نے کہا۔

"ارے پاگل وہی جگہ تو ہمارے رہنے کے قابل ہے ارے ہم تو خود بھوت تلاش کرتے ہیں۔ تو ہم کو وہیں چھوڑ آ۔ ہم وہیں پر اپنا کام کریں گے۔ تو اندر چاہے تو مت جانا دروازے پر چھوڑ دینا۔ ہم خود اندر چلے جائیں گے اور سن ہمارے بھوجن کی بھی فکر مت کرنا ہم خود ہی بندوبست کرلیں گے اب جو تپسیا ہم کرنے جا رہے ہیں وہ کسی بھی ناری کی آواز سے بھنگ ہوجاتی ہے ہنومان بجرنگ بلی کا منتر ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے تیری خاطر اور ہندو جاتی کی عزت کی خاطر ہم وہ جاپ کریں گے۔" پنڈت گوکل نے کہا۔

اور پنڈت گوکل اندور کے اس ناریٰ بھوت بنگلے میں چلے گئے جہاں پر سنا ہے پورے پچاس اگھریز عورتوں اور مردوں کو جنگ آزادی کے زمانے میں قتل کر دیا تھا۔ ان کی روحیں اس میں منڈلاتی رہتی ہیں اور اوکھ سے ڈبل روٹی اور چائے طلب کرتی رہتی ہیں۔ پنڈت دن کے وقت اس بنگلے میں آیا تھا مول چند اس کو بنگلے سے دور چھوڑ گیا تھا۔ پنڈت نے دن کی روشنی میں اپنے بیٹھنے کی جگہ تلاش کر لی تھی۔

پنڈت ڈرنے والا آدمی نہیں تھا وہ اسی پراسرار کا باسی تھا۔ مگر اس بنگلے کے اندر ایسی پراسرار خاموشی تھی اور ماحول پر وحشت طاری تھی کہ اس نے بھی اپنی حفاظت کا فوراً بندوبست کر لیا تھا۔ رات ہوتے ہی جانے کہاں سے بڑی بڑی چمگادڑیں نکل پڑیں اور پنڈت کے سر پر گردش کرنے لگیں اس نے ایک بھرپور منتر پڑھ کر ان کی طرف پھونک ماری تو وہ سب باہر چلی گئیں مگر سکون ابھی نہیں ہوا ابھی رات کا پہلا پہر تھا اور ہنگامہ شروع ہونا تھا۔ اس نے دیکھا اس کے سامنے کوئی دائرے کے اندر بیٹھا ہے اس کے بڑے بڑے سنہری بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں الو کی طرح دہک رہی تھیں۔ دو دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے اور اس کا بدن برف کا معلوم ہوتا تھا مگر اس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ پھر اس کی سہمی ہوئی ڈراؤنی آواز سنائی دی پہلے تو اس نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا اور پھر کہا۔

"تم ادھر آیا ہم تم کو ویل کم بولتی ہے۔"

پنڈت کو پتہ تھا کہ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی یہ میرے کنڈل کے اندر ہوں۔ اس کے چہرے پر ذرا سا بھی ڈر و خوف نہیں تھا وہ جما بیٹھا رہا۔ بولا کچھ نہیں۔ اس عورت کی روح بھی جمی بیٹھی رہی۔ گوکل اپنا جاپ کرتا رہا۔

آدھی رات گزر گئی۔ فرنگن عورت کی روح نے چولہ بدلا اور وہ ایک حسین و جمیل عورت کا روپ دھار اور اس نے پنڈت کے سامنے اپنے کپڑے اتارنا شروع کر دیئے۔ فرنگن کا یہ حملہ بڑا شدید تھا کیونکہ عورت کی شکل سے اس کا جاپ بھنگ ہو جاتا تھا۔ اب تو ایک خوبصورت جوان عورت اس کے سامنے بے لباس ہو رہی تھی اس

ذرا آنکھیں بند کرلیں اور زور زور سے بجرنگ بلی کا جاپ کرنے لگا۔

مگر وہ حیران رہ گیا کہ آنکھیں بند ہونے پر بھی منظر وہی رہا۔ فرنگن برہنہ اس کے سامنے کھڑی انگڑائیاں لے رہی تھی اس کا انگ انگ دعوت نظارہ دے رہا تھا اور پنڈت پریشان تھا۔ "آنکھیں بند کروں تو نظر آتی ہے کھولو تو نظر آتی ہے۔"

ساری رات گزر گئی دن کی روشنی پھیلتے ہی پنڈت نے اپنا جھولا اٹھایا اور جلدی سے بنگلے سے باہر نکل آیا اور سیدھا مول چند کے گھر چلا گیا۔ مول چند اور مالک دونوں اس کو دیکھ کر حیران ہوئے مول چند نے پوچھا۔ "کیا ہوا مہاراج بڑی جلدی جاپ پورا ہوگیا۔"

"جاپ تو شروع نہیں کر سکے کچھ بات یہ ہے کہ اس بھوت بنگلے میں سارے بھوت زنانے ہیں اور ہمارا جاپ تو زنانی آواز سے ہی بھنگ ہو جاتا ہے تو تاؤ ہم کیسے جاپ کرتے وہ جگہ ہمارے کام کی نہیں ہے۔ اگر کام کروانا ہے تو کچھ اور بندوبست کرو۔" پنڈت نے کہا۔

"تو پھر میں اناری میں انتظام کرتا ہوں چھت کے اوپر بنی ہے صرف صفائی کرنا ہے۔ ادھر کوئی نہیں جاتا سب نیچے ہی رہتے ہیں۔" مول چند نے جواب دیا۔

اور پنڈت گوکل مول چند کی چھت پر بنی ایک کٹیا میں چلے گئے۔ یہ جگہ سناٹے کی تھی اور مول چند نے وہ جگہ اوپر جانے کو لگائی تھی بنا دی تھی۔ رات کو پنڈت گوکل نے کنڈل بنایا اور اندر بیٹھ کر جاپ کرنا شروع کر دیا۔

مگر یہ کیا کنڈل کے باہر وہی فرنگی عورت سولہ سنگھار کئے اس کی طرف للچائی نظروں سے دیکھ رہی تھی پنڈت کا دھیان بٹ گیا اور جاپ کی ابتدا ہی خراب ہوگئی۔ وہ غصے میں بولا۔

"تو اپنا مکان چھوڑ کر یہاں آ گئی، میں تجھے ایک منٹ میں بھسم کر لوں گا بھاگ جا مجھے کام کرنے دے۔"

فرنگن زور سے ہنس پڑی اور بولی۔ "میں آئی ہی

اس لئے ہوں کہ تو مجھے جاپ کر کے لگر تو نہ جانے کس میں پڑا ہے مجھے دیکھ پھر فیصلہ کر میں تجھے ہنات کر دوں سب کو بھول جائے گا۔ ارے پاگل پرش ناری کے بھوا ادھورا ہے جو پرش ناری سے بھاگتا ہے اس کو لوگ پتہ کیا کہتے ہیں۔ میری بات پر غور کر اور سن لے تیرا یہ جاپ بھی پورا نہیں ہوگا تو اگر ہمالیہ کی چوٹی پر بھی جائے گا میں وہاں بھی آجاؤں گی۔"

"تو ہے کون یہ تو بتا۔" پنڈت نے پوچھا۔

"میں وہ ہوں جس کے پاس رہوں تو وہ لاکھ طاقت کا مالک ہو جاتا ہے دنیا کا ہر عیش و عشرت دولت اس کو حاصل ہو جاتی ہے میں نصیب والوں کے پاس جاتی ہوں تیرے نصیب چمک رہے ہیں میں تیرے پاس آرہی ہوں اور تو نہ جانے کس بے کار جاپ کے پیچھے پڑا ہے تو میرا ہوگا اس کا اقرار کر لے اور جاپ چھوڑ دے پھر اپنی شکتی کو دیکھ۔"

پنڈت شکتی کا سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے سوچا میں ہنومان بھگت کیوں بنا۔ شکتی کی خاطر میں نے دنیا کا عیش چھوڑ دیئے ناری سے دور چلا گیا کیوں اور پھر بھی اب تک وہ شکتی نہیں ملی جس کی بدولت میں راج کرتا۔ یہ تو خود آرہی ہے پھر بھی اس نے اپنے اطمینان کو پوچھا۔ "کون ہے تو اور کیوں میرے ہی پاس آنا چاہتی ہے؟"

"ہر بات میں کرید کرنا کبھی کبھی نقصان کر دیتا ہے یہ اندھا سودا ہے میں کچھ نہیں بتاؤں گی اور جب تیرا کام مانوں گی تو خود بخود تجھے پتہ چل جائے گا۔"

"اندھا سودا یہ کیسا سودا ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا۔"

"تو پھر تو اپنا جاپ پورا کر کے بتا، میں جب حرکت میں آؤں گی تو تیرا ہنومان بھی تجھے نہیں بچائے گا میں تیرے ساتھ ہر وقت ہوں ہر جگہ ہوں تو خود کو کبھی اکیلا نہیں سمجھنا اور سن لے اچھی طرح سے تو کسی بھی منتر کا جاپ کرنے کے لائق نہیں ہے میں تیری نس نس میں دوڑ جاؤں گی۔"

READING Section
http://readingsection.blogspot.com/

پنڈت کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا۔ ”میں نے تجھے سویکار کیا۔“

پنڈت کے الفاظ ختم ہی ہوئے تھے کہ ایک زوردار بجلی کا کڑاکا ہوا اور پوری اناری میں ہزاروں بلبوں کی روشنی پھیل گئی پنڈت اکیلا اس میں بیٹھا تھا۔ اس کا کنڈل ٹوٹ چکا تھا اور وہ فرنگی عورت غائب تھی۔ ابھی وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ ایک زنانی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ ”اب کیا ہے تیرے پاس اب تو تو کورا کاغذ ہے۔ چل اٹھ اور بھاگ جا اور پھر کبھی شروع ہو جا۔ جو تھا وہ سب تو نے برباد کر دیا۔“ اور آواز بند ہو گئی۔ پنڈت کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ ہائے میں نے کیا دھوکا کھایا۔ بھرنگ بلی بھی ناراض ہوا۔ سب تپسیا بھی اکارت چلی گئی۔ میں اب کیا ہوں خالی ڈھول، ہاں، میں خالی ڈھول ہوں اور پھر وہ ڈھول خاموشی سے اندر سے چلا گیا۔

❋ ❋ ❋

میں نے آتے ہی روداد پوچھی تو رولو کا نے یہ سب بتایا۔ میں نے پھر پوچھا اور وہ فرنگن کون تھی۔ ”وہ اسی بھوت بنگلے کی ایک بدروح تھی اس بنگلے میں بہت بدروحیں اب بھی ہیں۔ میں نے اس کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ اپنا جاپ نہ کر سکے۔“ رولو کا نے جواب دیا۔

”اور اس نے جو کچھ چال چلی اور طریقہ اپنایا وہ کس کا تھا۔“ میں نے پوچھا۔

”وہ اس کا اپنا تھا میں نے اس کو کوئی طریقہ نہیں بتایا تھا۔“ رولو کا بولا۔

”وہ پنڈت کہاں گیا۔“ میں نے پوچھا۔

”جائے گا کہاں اسی ہنومان مندر میں گیا ہے مگر اب اس کی پوزیشن بدل گئی ہے اور اس کو پہلے والے مقام پر آنے کے لئے پھر سے محنت کرنا پڑے گی پراسرار دنیا کے بھی کچھ اصول اور قاعدے ہیں ان پر چلنا ضروری ہوتا ہے۔“ رولو کا نے جواب دیا۔

پنڈت کے خاموشی سے جاتے ہی مول چند اور مانک چند کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور ان دونوں نے سوچ لیا کہ گاؤں سے بھی گئے اور جعلسازی کے جرم کی جو سزا ہو گی وہ الگ۔ کوئی ایسا درمیانی راستہ نکالا جائے کہ عزت رہ جائے۔ دونوں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ گاؤں عارف الدین کو واپس کر دیئے جائیں اور معافی مانگ کر صلح کر لی جائے۔ آخر ہنیا تھا دبی پر سونچھ نیچے کر لینے میں ہی اس کو فائدہ نظر آیا۔ اور اس نے عارف الدین سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

عارف نے مجھ سے پوچھا، میں نے رولو کا کی طرف دیکھا تو رولو کا نے کہا۔ ”برف پگھل رہی ہے ملاقات کر لو۔“

”جب گرم ہوا میں چلتی ہیں تو برف پگھلتی ہے۔“ میں نے کہا۔

کچھ ہی دیر میں مول چند اور مانک چند دونوں عارف الدین کی بیٹھک میں آ گئے۔ عارف الدین نے پوچھا۔

”کیسے اشٹ اٹھایا لالہ مجھ سے کچھ کام ہے۔“

”میں خود بہت شرمندہ ہوں کام کیا ہو گا معافی مانگنے آیا ہوں۔“ مول چند بولا۔

”معافی، کاہے کی معافی لالہ۔“ عارف نے پوچھا۔

”اسے اسی مقدمے بازی کی بس کیا بتاؤں دماغ ہی پھر گیا تھا۔“ وہ بولا۔

”لالہ تمہارا دماغ ایک دفعہ پھرا ہو تو معاف کیا جائے، تم نے تو مجھے دنیا میں ذلیل کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ پہلے گاؤں ہتھیا لئے، ساری زمین ہتھیا لی، ایک ٹکا رہ گیا تھا تم سے وہ بھی نہ دیکھا گیا اور اس پر بھی دانت گاڑ دیئے۔ مگر تم بھول گئے کہ خدا کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ جب اس کی لاٹھی گھومتی ہے تو سر بچانا مشکل ہو جاتا ہے اب تم اس لاٹھی کی زد میں ہو، تم کو جیل کی کوٹھری نظر آ رہی ہے تو تم معافی مانگنے آئے ہو۔ ان سب کو بلاؤ جو تمہارے چشم دید گواہ ہیں، تمہاری خاطر جان لڑاتے ہیں۔“ عارف الدین نے غصے سے کہا۔

مول چند کھڑا ہو گیا اور عارف کے پیروں میں گر پڑا۔ ”مجھے معاف کر دو میاں جی، مجھ سے بھول ہو گئی۔ دونوں گاؤں بھی تمہارے ہیں، زمین بھی تمہاری ہے اور میں نے اب تک جو کچھ کمایا ہے وہ بھی سب دوں گا۔“ مول چند بولا۔

”یہ سب تم کو عدالت میں لکھ کر دینا ہو گا۔“ میں نے کہا۔

”ہاں میاں جی، مجھے منظور ہے معاف کر دو۔“

رولو کا پھر بولا۔ ”تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے مول چند۔“

مول چند اور مانک چند کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ ”تم کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا یا احساس کرا دیا گیا ایک ہی بات ہے تم کل ہی دونوں گاؤں زمین اور منافع کے کاغذات بنواؤ اور حساب کتاب ختم کرو۔ عارف الدین لڑائی جھگڑے والا آدمی نہیں ہے تم بھی خود پر قابو رکھنا۔“ میں نے کہا۔

”ارے میاں جی خوب سمجھ میں آ گیا ہے کہ میں میاں سے نہیں لڑ سکتا اب تو میں مرتے وقت اپنی اولاد سے بھی کہہ جاؤں گا کہ سب سے لڑنا پر میاں سے نہ لڑنا۔“ مول چند بولا۔

”اگر ایسا ہی کرو گے تو سکھی رہو گے بے ایمانی کمائی کرتا ہے کچھ دن کی خوشی کی خاطر یہ بھیشما کی خوشی نہیں ہے حق حلال کی روزی ہی انسان کو دل کا سکون دیتی ہے اور اس کی آنے والی نسلوں تک کو یہ ا مرتبہ دلاتی ہے۔“ میں نے کہا۔

”آپ ٹھیک کہتے ہو میاں صاحب۔“ مانک چند نے جواب دیا۔ اس کے بعد عدالتی کارروائی میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی اور عارف الدین کو اس کا حق مل گیا اس کے بعد اندور میں ہمارا کوئی کام نہیں تھا۔

❋ ❋ ❋

اب ہمارا اسٹرا جین کی طرف تھا۔ یہ شہر ایک خیر ہے مگر یہاں پر دوسری قومیں بھی قلیل تعداد میں رہتی ہیں جن میں مسلمان اور عیسائی بھی ہیں۔ ہندوؤں کا ایک بھینی کہلاتا ہے یہاں پر ایک بہت بڑا اسٹور انہوں کا اس فرقے کو مہاویر نے بنایا تھا۔ یہ لوگ اپنے پورے پر پیلی مٹی لیپ لیتے ہیں یہ اس لئے کہ یہ کسی کی جیو نہیں کرنا چاہتے۔ یہاں تک کہ کسی جراثیم تک کو ہا نہیں کرتے۔ ان میں مہاویر کا بہت بڑا مندر ہے یہ پر ہر سال ایک میلا لگتا ہے۔ یہاں کے سادھو ا موٹاپے کی وجہ سے مشہور ہیں یہ شرط لگا کر دن بھر مٹھا کھاتے ہیں اور حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ایک بعد دوسرے سے سیر دوں مٹھائی کھا جاتے ہیں۔

کچھ سادھو مندر سے باہر بیٹھے ہوتے ہیں۔ عور یہاں پر بی ان پر چڑھاوے چڑھاتی ہیں۔ ہندو مت عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے غیر مرتب اور کنفیوژن رکھتا ہے۔ یہ تمام کے لئے سب طرح کی چیز ہے اس تعریف بیان کرنا یا عام مفہوم کے اعتبار سے یہ کہنا کہ مذہب ہے مشکل ہی سے ممکن ہے۔ اپنی موجودہ شکل بھی اور ماضی میں بھی وہ متفرق و متضاد معتقدات و اعمال مجموعہ رہا ہے۔ بلند ترین سے پست ترین تک ایک دوسر سے متصادم و متضاد۔ اس سے آپ خود اندازہ لگا میں یہاں پر جو نظر آ جائے وہی تہذیب ہے۔ جو زبان جائے اس کو اپنی زبان میں ترجمہ نہ کیا جائے کیونکہ آ ترجمہ کر کے شرمندہ ہو جائیں گے۔

اجین ریلوے اسٹیشن پر اترتے ہی احساس ہو جاتا ہے کہ یہ ہندو یاترا ہے۔ اسٹیشن کے باہر آتے ہی تلک دھرنگ سادھو نظر آنے لگتے ہیں۔ ان کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی ہوتی ہے۔ یہ سردی گرمی ہمیشہ اسی طرح رہتے ہیں اور ٹولیوں کی شکل میں کاندھے پر جھنڈے، کھپے لیول سے کرتے ہیں اور پورے ہندوستان میں جاتے ہیں لوگ ان کو دان دکھشنا دیتے ہیں اور یہ آگے بڑھ جاتے ہیں۔

ہم نے ایک سرائے تلاش کی یہاں پر بھی سرائے بھی تھے مگر ہم نے ایک کمرہ صاف کروالیا اور قیام کر لیا اس تلاش کھانے کی تھی۔ ہم دونوں بازار کی طرف نکل کھڑے

READING CORNER
http://readingcornerblogspot.com/

ہوئے۔ ایک بہت لمبا بازار تھا ہم چلتے گئے ایک مقام پر ہمیں ایک مسجد نظر آ گئی۔ پہلے تو حیرت ہوئی مگر پھر ہم اس کی طرف مڑ گئے۔ مغرب کی نماز ختم ہوئی تھی اور نمازی جو زیادہ نہیں صرف دس گیارہ ہی تھے باہر آئے۔ میں نے ایک باریش بزرگ کو آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا۔

"محترم ہم لوگ مسافر ہیں اور اسٹیشن کے پاس ایک سرائے میں قیام کیا ہے۔ یہ شہر تو سارا ہندوؤں کا ہے کوئی جگہ ایسی ہے کہ ہم جہاں کھانا کھا سکیں۔"

ان بزرگ نے بڑی توجہ سے میری بات سنی غور کیا اور پھر بولے۔ "یہاں پر آپ کو ایسا ہوٹل نہیں ملے گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ میرے غریب خانے پر کھانا کھائیں۔"

"ہم آپ کو بلاوجہ تکلیف دینا نہیں چاہتے۔" میں نے کہا۔

"آپ اپنا تعارف تو کرائیں۔" بزرگ نے کہا۔

میں نے جواب دیا۔ "میرا نام حکیم وقار احمد ہے اور یہ میرے دوست حکیم کامل خان ہیں۔ ہم لوگ دلی میں مطب کرتے ہیں۔ طبیعت کے سیلانی ہیں شہر شہر نگری نگری گھومتے رہتے ہیں۔"

"پھر تو حکیم صاحب میں یہ کہوں گا کہ میری دعا اللہ نے بڑی جلدی سن لی۔" بزرگ نے کہا۔

"میں مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے پوچھا۔

"میرا نام جمیل الدین ہے قریب ہی رہتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میری بیٹی کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی اس کی مشکل آسان کر دے اور اللہ نے دو حکیم بھیج دیے۔" جمیل الدین نے کہا۔

"ہمارا پیشہ خدمت کرنا ہے آپ دکھائیں جو ہو سکا ضرور کریں گے۔ یہ تائیں تکلیف کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"مہینے میں دو چار دفعہ اس پر دورہ پڑتا ہے یہ دورہ رات میں پڑتا ہے۔ اس کا سارا بدن اکڑ جاتا ہے اور نیلا ہو جاتا ہے تکلیف سے بڑی بھیانک چیخیں اس کے منہ سے نکلتی ہیں اور صبح کے وقت جب دورہ ختم ہوتا ہے تو اس کی حالت بہت خراب ہوتی ہے وہ بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں ہوتی اس کی ماں ہی اس کی خدمت کرتی ہے۔" جمیل نے کہا۔

"اس کی عمر کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ دورے اس کو اٹھارہ سال کی عمر سے پڑ رہے ہیں اور آٹھ سال دورے پڑتے ہو گئے ہیں۔ اس طرح اس کی عمر چھبیس سال ہو گئی ہے شادی بیاہ کا تو سوال ہی نہیں، کون کرے گا۔"

"میں تو اب اس کے مرنے کی دعائیں کرتا ہوں۔" جمیل الدین آبدیدہ ہو گئے۔

رولوکا جو اب تک خاموش تھا، آگے بڑھ کر جمیل الدین کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ناامید نہیں رب کائنات نے جو بیماری دی ہے تو اس کا علاج بھی کائنات میں نے قبل کوئی حکیم نہیں چھوڑا ہر قسم کا علاج کرایا ہے۔ اس کے علاوہ سیانوں کو بھی دکھایا ہے مگر وہ بھی یہ کہہ کر چلے گئے کہ یہ ہمارے بس کا کام نہیں ہے۔ جادو ٹونے والے بھی جواب دے گئے تو پھر میں کیا کرتا۔ مجھ سے زیادہ خراب حالت اس کی والدہ کی ہے اکلوتی اولاد اور بھی۔" اس سے آگے جمیل الدین کچھ نہ کہہ سکے۔

"آپ کی حالت کا اندازہ ہم کو ہے اگر آپ کوشش اور کریں اور مریضہ کو دکھلا دیں تو شاید ہم کچھ کر سکیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ خدا نے میری دعا سن لی ہے۔ آیئے میرے ساتھ قریب ہی غریب خانہ ہے۔" اور ہم دونوں جمیل الدین کے ساتھ اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

چند گلیاں پار کرنے کے بعد ایک مکان کے سامنے وہ کھڑے ہو گئے اور بولے۔ "یہی میرا غریب خانہ ہے۔" مکان باہر سے بڑا اور دو منزلہ تھا۔ میں نے کہا۔ "ماشاء اللہ مکان آپ کا اچھا ہے۔"

"ارے بھائی بڑوں کی نشانی ہے اور اس کی ضرورت وقت کی روٹی بھی چل رہی ہے، نیچے کا حصہ کرائے پر ہے، اس میں صندوق بنانے کا کارخانہ قائم ہے اور اوپر ہماری رہائش ہے، تین نظر ہی تو ہیں بہت بڑی جگہ ہے گزارہ ہو جاتا ہے۔"

دائیں ہاتھ پر ایک دروازہ تھا دو زینے کا دروازہ تھا وہ اس طرف بڑھ کر بولے۔ "آیئے۔" اور ہم چند سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئے وہ واقعی بہت کشادہ مکان تھا۔ کھلا ہوا آنگن اور اس کے بعد کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔ "آیئے بیٹھیے، میں بیگم کو بتاتا ہوں کہ آپ لوگ آئے ہیں۔" اور وہ باہر چلے گئے اور چند منٹ کے بعد واپس آ کر بتایا مریضہ کے کمرے میں چلیں اور ہم دونوں ان کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے گئے صاف ستھرا کمرہ تھا ایک پلنگ کھڑکی کے قریب پڑا تھا اس پر کوئی لیٹا ہوا تھا مگر نظر نہیں آتا تھا وجہ یہ تھی کہ اس کے جسم پر ذرا سا بھی کپڑا نہیں تھا صرف ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ سا پڑا تھا چہرہ بھی ہوا تھا اور ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں ہی باقی تھیں۔ میں نے پلنگ کے ایک اسٹول پر بیٹھ گیا اور مریضہ کی نبض دیکھنے لگا۔ بہت مدھم چل رہی تھی جسم میں خون کا قطرہ تک نظر نہیں آتا تھا۔

میں نے رولوکا کی طرف دیکھا تو رولوکا قریب آ گیا اور مریضہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ چند منٹ خاموش رہا اور بولا۔

"اس پر وہ آسیب ہیں ایک موجود ہے ایک نہیں ہے اس کا بندوبست کرتا ہوں۔" اور ایک منٹ کے بعد اس نے زور سے کہا۔ "کالے بندو باہر آ جا۔" مگر رولوکا پھر بولا۔ "میں کہتا ہوں کالے باہر آ جا۔" لڑکی نے آنکھیں کھول دیں اور مردانہ آواز میں بولی۔ "کون ہے تو حکم چلا دے ہے۔"

"میں کون ہوں، تجھے ابھی پتہ چل جائے گا۔ باہر آ۔" رولوکا نے کہا۔

"اور نہ آؤں تو کیا کرے گا۔" پھر لڑکی بولی۔

اور مڑ کر جمیل الدین سے بولا۔ "ایک گز سفید کپڑا جو پاک صاف ہو چاہیے۔" "یہ ہے ہی جمیل الدین اندر سے ایک گز لٹھے کا ٹکڑا لے آئے۔ اور رولوکا کو دے دیا۔ رولوکا نے اس کو پھاڑ کر چار ٹکڑے کر دیے اور دو رومالوں کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا اور لڑکی کے چہرے سے شروع ہو کر سارے بدن پر اوپر سے نیچے کی طرف ہاتھ پھیرا پورا سفید کپڑا کالا ہو گیا اور لڑکی کے منہ سے کراہنے کی آوازیں آنے لگیں۔ رولوکا نے دونوں رومال زمین پر ڈال کر اس پر اپنا پیر رکھ دیا اور دوسرے رومال ہاتھ پر لپیٹ لئے۔ لڑکی نے آنکھیں کھول کر کہا۔ "اب مت کریں میں باہر آنے کو تیار ہوں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"دیکھ مان جا میں بہت بڑی شکتی ہوں۔ تیرے کام آؤں گا۔ یہ میرا وچن ہے۔"

"تیری شکتی تجھے نہیں بچا سکتی۔ میرے کیا کام آئے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"میں جس کی شکتی ہوں وہ تیرا جینا مشکل کر دے گا۔" کالے بندو نے دھمکی دی۔

"جینا مشکل ہو یا مرنا آسان تو واپس نہیں جائے گا۔ تو دھوکا کھا گیا۔ اپنی شکتی کے کارن ہی تیری موت آئی۔ میں نے تو تجھے باہر آنے کو کہا تھا مگر تو گھمنڈ میں تھا تیرا گورو بھی اب تیری مدد نہیں کرے گا۔" اور رولوکا نے دوسرے رومالوں کو لڑکی کے جسم پر پھیرنا شروع کر دیا۔ رومالوں کا رنگ کالا ہو گیا۔ لڑکی کے منہ سے بڑی بھیانک چیخیں نکلتی رہیں اور جب رولوکا نے وہ رومال بھی نیچے کے دہانے تو لڑکی کی آواز بند ہو گئی۔

رولوکا نے ان رومالوں پر تین دفعہ زور زور سے لاتیں ماریں اور پھر ان کو اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لیا پھر ان کو اس طرح لپیٹا جس طرح کپڑا دھونے کے بعد نچوڑا جاتا ہے۔ ان رومالوں میں سے کالے رنگ کا خون ٹپک رہا۔

رولوکا نے اس کو زمین پر نہیں گرنے دیا اپنی ہتھیلی پر لے لیا اور بولا۔

"جمیل الدین صاحب ایک بڑا سا پلیٹ منگوائیں جو کھانے کے کام نہ آتی ہو۔ بیکار ہو۔"

جمیل الدین دوڑ کر لے آئے۔ رولوکا نے رومال سے اپنی ہتھیلی صاف کی اور وہ رومال پلیٹ میں گانٹھ باندھ کر ڈال دیئے۔ "ان پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگا دی۔"

آگ لگتے ہی پورے گھر میں طرح طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ رونے کی دردناک تکلیف سے کراہنے کی اور کپڑے کے جلتے ہی ساری آوازیں ختم ہو گئیں۔

راکھ کو رولوکا نے ایک کاغذ میں باندھ کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور بولا۔ "حکیم صاحب، یہ بھوائی کا ایک خطرناک بیر تھا اس کو مقرر کرنے والا جو بھی ہے ابھی پردے میں ہے اور اس نے اپنے گرد ایسا انتظام کیا ہے کہ وہ پردے میں رہے مگر کب تک وہ پردے میں رہے گا۔"

جمیل الدین نے پوچھا۔ "حکیم صاحب یہ کیا بلا تھی کچھ تو بتائیں۔"

"جمیل صاحب، جن بھوت پریت بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں مگر یہ ایک غیر مرئی مادے کی طرح ہیں۔ شاید ان کے پاس بھی وہی جذبات اور احساسات ہوں جو ہمارے پاس ہیں۔ قدرت کا یہ نظام ہے کہ ہمارے اور اس غیر مرئی مخلوق کے درمیان ایک حد فاصل ہے اس لئے ہمارا ان سے تصادم نہیں ہوتا۔ مگر کچھ لوگ اپنے علم کے زور پر اس غیر مرئی مخلوق کے کچھ طاقتور سوکلوں کو اپنے تابع کر لیتے ہیں اور ان سے اپنا کام کرواتے ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہوا، یہ صرف کہنے کی بات نہیں ہے جن بھوت کا پریت کا وجود ہے۔" جمیل احمد نے کہا۔

"ان کا وجود ہے مگر ان کو اپنے دائرے میں رہنے کی اجازت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو انسانی وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ مگر قدرت نے ہر بیماری کا علاج دیا ہے اسی طرح

کسر کا علاج بھی کسر ہی ہے۔ اور ہم لوگ ہر مریض کے کے اختیار سے علاج کرتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ مخلوق کیا ہماری انسانی مخلوق سے زیادہ یہ کہاں رہتی ہے۔" جمیل نے پوچھا۔

"یہ مخلوق ہماری آبادیوں سے دور ویرانوں میں رہتی ہے۔ زمین کے نیچے نیچے یہ مخلوق آباد درختوں پر پہاڑوں پر بیاباں تک کہ آتش فشاں پہاڑ پر بھی آبادی ہے۔ یہ پراسرار قوتیں ہواؤں میں ہیں کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ کون سی قوت کہاں پر ہے لئے دن اور رات ایک ہیں مگر صرف چند منٹ رات اپنے مسکن چھوڑتی ہیں سورج ان کا بہت بڑا دشمن ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اگر آپ کو برا جمیل الدین نے کہا۔

"آپ حکم کریں جمیل صاحب آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے اس کا میں نہیں دے سکتا مگر میری یہ خواہش ضرور ہے کہ میرے غریب خانے پر قیام کریں۔" جمیل نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"آپ وضعدار آدمی ہیں مگر ہم کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے۔" میں نے کہا۔

"میں بے شک اس وقت ایک غریب آدمی ہوں مگر اتنا بھی دل کا غریب نہیں ہوں کہ دو آدمیوں کا بوجھ بھی نہ اٹھا سکوں، میں پرانے روایات کا آدمی ہوں جل گئی ہے مگر بل تو نہیں گیا۔ میں خود سے ہو جاؤں گا اگر آپ نے میری بات نہ مانی۔" جمیل آواز میں بولے۔

"آپ جذباتی نہ ہوں، آپ کے خلوص کی قیمت نہیں ہے، ہم یہیں پر رہیں گے۔" رولوکا نے جمیل کے چہرے پر رونق آ گئی۔ "میں بہت ہوں۔" وہ بولے۔

میں نے رات کو رولوکا کو یاد کیا اور وہ آ موجود ہوا۔

"کیسے یاد کر لیا حکیم صاحب، آپ کی مریضہ کی حالت کیسی ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"علاج تم نے کیا ہے، میں صرف اس کی کمزوری دور کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک ہی بات ہے علاج تم کر رہے ہو۔" رولو نے کہا۔

"تم نے کچھ بتایا نہیں آگے کیا ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"ابھی زیادہ کچھ بتانے کے قابل نہیں ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"مریضہ پر دورہ بھی نہیں پڑا۔" میں نے کہا۔

"میں نے دو کبوتر دیوار پر بٹھا دیئے ہیں وہ اس جن کو روکے ہوئے ہیں۔ کوشش تو اس نے بہت کی ہے مگر کامیاب نہیں ہوا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ وہ جب بھی گھر میں جانے کی کوشش کرتا ہے اس کے کاندھے پر ایک بھاری بوجھ آ جاتا ہے اور وہ جن ہو کر اس بوجھ کو برداشت نہیں کر پاتا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم کیا لادتے ہو اس پر۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"یہ افریقہ کا بوجھ ہے بہت بھاری ہوتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس طرح تم کب تک ڈیوٹی کرو گے۔" میں نے کہا۔

"میں نے پتہ چلا لیا ہے کہ یہ جن ایک لاولد قبیلے کا جن ہے اور بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے۔ مگر اب یہ کسی

"ابھی آدھا کام ہوا ہے۔ ابھی کام باقی ہے۔" نے کہا۔

"اس پردے نشین کو پتہ چل گیا ہوگا کہ اس کا ایک تو ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں میں نے اس کو اندھیرے میں رکھا ہے وہ یہ ہے خود کو پردے میں رکھ کر کام کر رہا ہے تو میں بھی میں ہی کام کروں گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

جمیل احمد نے کہا۔ "میں کھانے کا پتہ کرتا ہوں۔"

"ذرا ٹھہر جائیں۔" میں نے کہا اور میں مریضہ کی توجہ ہوا۔ اب سانس ٹھیک چل رہی تھی اور چہرے پر جو پیلاہٹ چھائی تھی وہ بھی نہیں تھی صرف کمزوری حد سے زیادہ تھی۔ میں نے ایک سفوف اس کے منہ میں ڈالا اور پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگا دیا۔ سفوف پانی کے ساتھ حلق سے اتر گیا۔ چند منٹ کے بعد مریضہ نے آنکھیں کھول دیں۔

میں نے کہا۔ "جمیل الدین یہاں پر دوائیں مل جائیں گی۔"

"مل جائیں گی دیہاتوں کی دوکانیں ہیں۔" جمیل نے جواب دیا۔

"میں نے کچھ دوائیں لکھ کر دیں اور کہا ان کو فوراً منگوا لیں۔" اور جمیل کمرے سے باہر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد رولوکا نے کہا۔ "میں بھی اس لئے کہ پردہ نشین میری کھوج کرے گا۔ جمیل صاحب کو میں کچھ ضروری کام سے بھیج رہا ہوں۔ کے قریب ہی ہوں۔" اور رولوکا کمرے سے چلا کے جاتے کے بعد جمیل آ گئے۔ میں نے ان کو حکیم کامل کسی کام سے بھیجے گئے ہیں۔ میں ہی ہوں گا۔"

"کھانا بھی نہیں کھایا۔" وہ دکھ سے بولے۔

"کھانے سے زیادہ وہ کام کی فکر کرتے ہیں۔" نے کہا۔

جواب دیا۔

"ہم نے ضروری دوائیں مریضہ کو کھلانا

http://readingcorner.blogspot.com

کے قابو آ گیا ہے اور وہی اس کو استعمال کر رہا ہے۔ وہ کیوں استعمال کر رہا ہے از خود کر رہا ہے تو کیوں اور کسی کے کہنے پر کر رہا ہے تو جمیل سے اس کی کیا دشمنی ہے ابھی تک یہ بھید نہیں کھلا ہے اور بھید نہ کھلنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ خود پردے میں ہے اور وہ وہی ٹیکنک استعمال کر رہا ہے جو میں اکثر کرتا ہوں۔" رولو کا نے کہا۔

"تو پھر اب کیا کرو گے۔"

"میرے پاس کئی راستے ہیں، جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس جن کو قابو کر لوں جو کہ نہایت آسان ہے اور وہ بتائے کہ اس کا آقا کون ہے۔ دوسرا یہ کہ اس پر الو چھوڑ دوں وہ خود تلاش کر لیں گے مگر اس سے یہ ڈر ہے کہ وہ آسانی سے تو شکست نہیں مانے گا۔ الوؤں کی گرفت میں آیا ہوا نہیں بچتا اور راز نہیں کھلے گا۔ اور میں بھی اس کے دیدار سے محروم رہوں گا، اس لئے میں پہلا والا راستہ ہی اختیار کرنا چاہتا ہوں آپ رائے دیں۔" رولو کا نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں تم جو کرو گے وہی ٹھیک ہوگا، میری رائے اس معاملے میں بیکار ہی ہے۔" میں نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں اور جال ڈالتا ہوں، پرندہ آنے والا ہے۔" رولو کا چلا گیا۔ اور میں سوچنے لگا۔

"خوب ہے یہ بھی، جن کو چڑیا کی طرح پکڑتا ہے۔"

❁ ❁ ❁

یہ دنیا ایک خواب ہے بہت حسین اور بہت بھیانک، اور زندگی ایک پر فریب لمحہ ہے۔ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے خواہشات کا سمندر لاتا ہے۔ ان خواہشات کی تکمیل کی خاطر وہ ہر طرف ہاتھ مارتا ہے، یہ بھی لے لوں، وہ بھی لے لوں، بلکہ سارا کچھ لے لوں۔ اور اسی چکر میں وہ زندگی کے آخری وقت تک رہتا ہے، وہ زندگی کی پہیلی کو نہیں سمجھ پاتا اور کسی کے دکھ پریشانی کو نہیں دیکھتا، کسی کا دل دکھاتا ہے، کسی کا حق مارتا ہے، وہ کہانیاں مارتا بڑھتا جاتا ہے اور پھر ایک ورق الٹ جاتا ہے یعنی وہ مر جاتا ہے، اس کو کیا ملتا ہے۔ اگر اس نے مال و دولت جمع کی ہے تو اس کے کس کام کا اگر اس نے دعائیں اور نیکیاں کی ہیں تو وہ دولت مند مرا ہے۔

"جمیل الدین صاحب کچھ باتیں اب تک میں ہیں حکیم اور وکیل سے پردہ نہیں رکھنا چاہئے اگر ہو گا تو وہ کیس کو سمجھ نہیں پائے گا۔ آپ کے والد یا بزرگ کوئی کام ایسا ضرور کر گئے ہیں جن کی سزا آپ بھگتنا پڑ رہی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک موکل ختم ہو گیا مگر ایک ابھی اور گردن منڈلا رہا ہے میں آپ کو بتا دوں کہ ایک بہت طاقتور جن ہے، وہ کیوں لڑکی کو پریشان کر رہا ہے اور اس کو کون کنٹرول کر رہا ہے ایسا کیا ہوا کہ بات یہاں تک موجود ہے اور آپ سے ہولڈ لیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کے بڑوں نے کچھ نہیں کیا تو آپ نے کچھ کیا ضرور ہے اپنی صاف گوئی کی میں معافی چاہتا ہوں مگر مجبوری ہے۔" اس کے بعد رولو کا خاموش ہو گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی، کمرے میں میرے اور صرف جمیل الدین ہی تھے۔

"بہت پرانی بات ہے میری عمر دس گیارہ سال ہو گی اس وقت ہم رحیم یار خان کے قریب ایک گاؤں ہوتی میں رہا کرتے تھے میری ماں وہیں کی تھی۔ ہولی پر ہندوؤں کا گاؤں مگر میرے دادا کا یہاں پر اور آس پاس کے سارے گاؤں پر طوطی بولتا تھا۔ دادا کی ہر بات مانی جاتی تھی۔ وہ تھے بھی بڑے انصاف پسند طرف داری نہیں کرتے تھے، لوگوں کے کام کیا تھے، مگر آخر انسان تھے۔ ان کی بھی کچھ کمزوریاں ایک بڑی کمزوری رنگین مزاجی تھی، مگر دادا اس معاملے بہت آگے تھے۔

ہوتی کی ایک طوائف شیلا بائی ان کی منظور تھی۔ جب بھی موقعہ ملتا اس کے پاس چلے جایا کرتے اور اس پر بہت روپیہ لٹایا کرتے تھے۔ میری دادی تماشہ دیکھتی تھیں مگر زبان سے وہ کچھ نہیں کہتی تھیں بائی دادا کی رکھیل تھیں مگر دادا اس کی محرانی تو نہیں

بڑی پختی پر زور تھی اس نے دادا کی طرح اور کچھ سے بھی معاملہ گانٹھ رکھا تھا۔ اسی دور میں شیلا بائی سے ایک لڑکی پیدا ہو گئی۔ دادا کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ ان کی ہے اس لئے وہ اس کی پرورش کو طے پر نہیں دیں گے۔ طوائف کی سب سے بڑی دولت اس کی ہوتی ہے وہ بھلا دادا کا یہ مطالبہ کس طرح مان سکتی دادا لڑکی کو اٹھا کر ہولی پر گاؤں لے آئے، یہاں زیادہ پختی تھی۔ شیلا بائی نے بہت کوشش کی کہ لڑکی لے جائے مگر کامیاب نہیں ہوئی۔ شیلا بائی کی عمر تھی، لڑکی جوان ہوتی جا رہی تھی اور شیلا بائی کو اس ضرورت تھی۔

مگر حشام کے ہولی پر گاؤں میں دادا کا راج تھا۔ پر کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اب دوسرا راستہ حرکی سنیاسیوں اور جادوگروں سے رابطہ کیا۔ اور ہو گئے۔ ان کی بیماری کے دوران وہ گاؤں آئی کہا۔ "میری لڑکی مجھے واپس کر دے مختار خان کو مر جائے گا۔ میں نے تیرا پورا انتظام

"وہ میری لڑکی ہے میرا خون ہے، میں اس کو نہیں بنا دوں گا۔" دادا نے جواب دیا۔

"میں خوش فہمی تجھے لے ڈوبے گی میں طوائف کی ایک گالی ہوں میرے پاس تھ جیسے نواب آتے ہیں، میں سب کی ہوں اور کسی نہیں ہوں۔ تو کیا سمجھتا ہے، تو نے مجھے پسند کر لیا تھا یہ تیری بھول تھی۔ کس کو نہیں پتہ کہ ہے، یہ طوائف کی اولاد ہے، یہ صرف میری کے باپ کے دعویٰ دار سب ہوتے ہیں، تو اس لئے لڑکی میرے حوالے کر دے۔" شیلا میں بولی۔

"تیری زندگی میں یہ تجھے نہیں ملے گی۔" دادا نے

"تو پھر تو مر جا۔" اور وہ چلی گئی اور جاتے جاتے کہہ گئی۔ "تو بھی مرے گا اور تیرا خاندان بھی مرے تیرے آنے والی نسل تک کو میں نہیں چھوڑوں گی۔" کے جانے کے دو روز کے بعد دادا مر گئے۔ دادی بھی ان کے مرنے کے بعد تین دن میں مر گئیں۔ میرے والد وہاں سے چلے گئے کیونکہ ہمارے مکان میں ہر روز کوئی نہ کوئی مر رہا تھا۔ سارے جانور مر گئے۔ والد صاحب خاموشی سے امین آ گئے اور یہ مکان خرید لیا۔ وہ پلٹ کر پھر ہولی پر گاؤں نہیں گئے اور یہیں پر ان کا انتقال ہوا۔ شیلا بائی لڑکی کو لے گئی تھی اس نے اپنی پوری نفرت اس لڑکی کے سینے میں اتار دی اور وہ لڑکی جاگی بائی بن گئی، پھر جاگی بائی نے میری تلاش کروائی اور میرے پیچھے لگ گئی۔

میرے دو لڑکے ہوئے اور وہ سال کے ہو کر مر گئے۔ یہ لڑکی بعد میں ہوئی مگر اس نے اس پر بھی رحم نہیں کیا اور جوان ہوتے ہی اس کا آسیب اس پر آ گیا۔ میری زندگی صرف پریشانیاں اور ذہنی اور جسمانی تکلیفیں برداشت کرتے گزری ہے اور میں کیا عرض کروں۔" جمیل الدین خاموش ہو گیا۔

"شیلا بائی کا کیا ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"جاگی بائی کے روپ میں زندہ ہے کیونکہ شیلا بائی تو مر چکی ہے۔" جمیل الدین بولا۔

"اور وہ کہاں رہتی ہے۔" رولو کا نے سوال کیا۔

"اس نے اپنی ماں کا کوٹھا آباد کیا ہوا ہے۔ اس کی جوانی کا دور بھی گزر چکا ہے اب اس کی لڑکیاں کوٹھا آباد کئے ہوئے ہیں مگر سنا ہے جاگی بائی زندہ ہے۔" جمیل نے کہا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ جاگی بائی ہی ڈوری ہلا رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو مگر وہ پیشہ ور طوائف ہے اور جو کام ایک زمانے سے اور رہا ہے وہ آسان نہیں ہے اس کام میں غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی ذرا سی غلطی کرنے والے کو ہی لے ڈوبتی ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ جاگی بائی اور شیلا بائی دونوں نے ضرور کسی اور کو یہ کام سونپا

ہوگا۔"

"تمہارا اندازہ درست لگتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کل پتہ چل جائے گا میں نے جال ڈال دیا ہے پرندہ خود بتائے گا۔" رولوکا نے کہا۔

رات کا آخری پہر تھا میری آنکھ کھل گئی رولوکا بستر پر نہیں تھا۔ میں بھی اٹھ کر بیٹھ گیا دروازہ بند تھا اور ہر طرف سناٹا تھا کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور آنگن میں آ گیا۔ رولوکا چھت کے آخری سرے پر کھڑا تھا اندھیرا تھا مگر میں نے پہچان لیا۔ دس پندرہ منٹ کے بعد وہ پلٹ کر میری طرف آ گیا اور بولا۔

"یہ وقت بڑا خطرناک ہوتا ہے آپ کمرے سے باہر آ گئے، مجھے پتہ چل گیا تھا پھر مجھے آپ کا بھی خیال رکھنا پڑا بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے دشمن کو جہاں کمزوری نظر آتی ہے وار کر جاتا ہے۔"

"بات تمہاری درست ہے۔" میں نے کہا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا۔"

"اب خوش خبری بھی سن لو پرندہ جال میں پھنس چکا ہے آپ کمرے میں انتظار کریں میں لے کر آتا ہوں۔" رولوکا نے کہا اور میں کمرے میں آ گیا۔ میرے کمرے میں آنے کے پندرہ منٹ کے بعد ہی رولوکا کمرے میں آ گیا اس کے ہاتھ میں ایک جار نما بوتل بھی تھی اس نے وہ بوتل میرے سامنے رکھ دی اور بولا۔ "اس کے اندر بے مگر طرم خانی نہیں گئی۔ اکڑا ہوا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"کیا کہتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ابھی بات کرتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"اب بول تیرا کیا نام ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا بوتل میں کچھ نظر نہیں آتا تھا صرف غبار سا بھرا ہوا تھا۔ "تیری خاموشی تجھے بچائے گی نہیں میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا جواب دے بات کر۔" رولوکا نے کہا۔

"میرا نام گوگوئی ہے۔" بوتل سے ہلکی سی کر صاف آواز آئی۔

"تو جنات کے کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔" رولوکا نے پھر پوچھا۔

"میرا تعلق بھنگائی قبیلے سے ہے۔" آئی۔

"بھنگائی قبیلہ تو لاوین ہے وہ تو کسی مندر میں مانتا اور اورنگ کے قریب ریلوے اسٹار کے اوپر ہم سلسلہ ہے وہاں رہتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں میں بھی وہیں کا رہنے والا ہوں۔" آئی۔

"تو اس بوتل میں کس طرح پھنس گیا۔" پوچھا۔

"ریلوے اسٹار کے بیچ دو میل کے فاصلے پر بہت قدیم مندر ہے پتہ نہیں پہلے وہ کیا تھا مگر پہلے اس پر ہندوؤں نے قبضہ جمایا تھا اور اس کو اضافہ ہندوؤں نے اور کر دیا اور مندر بن گیا۔ اس میں ایک سادھو رہتا ہے اس کی عمر کا اندازہ کسی کو نہیں لوگ کہتے ہیں جب سے مندر بنا ہے یعنی قرار دیا گیا تب سے ہے۔ اس مندر کے اطراف میں کوئی آباد ہے۔ ویران جگہ ہے۔ وہ سادھو وہیں پر رہتا ہے۔" گوگوئی بولا۔

"اس نے تمہارے لئے کوئی جاپ کیا تھا۔" نے پوچھا۔

"نہیں میرے لئے اس نے جاپ نہیں بلکہ اس نے اپنا سحر ہماری پوری آبادی پر پھیلا دیا ہمارا پورا قبیلہ اس کی وجہ سے پریشان ہو گیا تھا۔ لوگ کچھ نہ کر سکے تو سردار نے اس سے دوستی کوشش شروع کر دی، بڑی مشکلوں سے وہ راضی یہ رکھی کہ اس کو کچھ جن دیے جائیں جو اس کی کریں۔ سردار نے ہمارے ساتھ یہ ظلم کیا کہ بہت تین جن تھے وہ اس کے حوالے کر دیے ان میں ایک بھی تھا جب سے اس کے کام کر رہا ہوں۔"

"سردار نے تمہارا ہی نام کیوں دیا۔" رولوکا نے

"ہم لوگ سردار کے لئے پریشانی کا باعث تھے۔ ہم سے ناخوش تھے۔" گوگوئی جن بولا۔

"وہ تیرے ساتھی دو کہاں ہیں۔" رولوکا نے

"وہ سادھو کے پاس ہیں، میں وقت پر نہ پہنچا تو وہ تلاش میں ضرور آئیں گے۔" جواب ملا۔

"تم کو اس لڑکی کو تنگ کرنے کا حکم کس نے دیا

"ہم صرف سادھو کے حکم کے غلام ہیں اسی کے حکم پر یہاں آتا ہوں۔" جن نے کہا۔

"میں تیرے دونوں ساتھیوں اور تجھ کو اگر غلامی سے آزاد کر دوں تو پھر تم کیا کرو گے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"سادھو بہت بڑا ساحر ہے اس نے ہمارے قبیلے کو تنگ کر رکھا تھا تم کس طرح ہم کو آزاد کراؤ گے سردار سے اگر تم رابطہ کر سکو تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ کے خلاف وہ بھی ہے وہ ضرور تمہاری مدد کرے۔" گوگوئی نے جواب دیا۔

"مگر تمہارے دو ساتھی جو آنے والے ہیں پہلے کیا ہے۔ تم اسی جگہ آرام کرو۔" اور رولوکا نے بوتل میں بند کر دی۔ رات میں اس نے دو بوتلیں پھر میں ڈال دیں۔

رولوکا نے کہا۔ "اس صندوق میں تین بوتلیں ہر ایک میں ایک ایک جن بند ہے یہ لوگ از خود کوشش نہیں کریں گے کیونکہ میں نے ان کو یقین یہ کہ یہ قید صرف چند یوم کی ہے اس کے بعد تم سادھو کام کرتے رہو گے اور وہ خوش ہیں۔ میں خود وہ سادھو میری تلاش نہیں کر سکتا مگر مجھے اس کا ٹھکانہ پتہ ہے میں اس کے قریب جا رہا ہوں۔ آپ یہیں پر اس صندوق کی حفاظت کرنا۔" اور رولوکا چلا گیا۔

ہفتے میں ریلوے اسٹیشن کے عقب دکن میں

ہیں گے اس کے قریب ہی اورنگ زیب نے ایک شہر آباد کیا تھا اس کا نام اورنگ آباد ہے یہ ایک خوب صورت شہر ہے اور یہاں پر مکی معاشرت کی چھاپ ہے اورنگ زیب نے ایک بی بی کا مقبرہ بھی بنوایا تھا جو کہ آگرہ کے تاج محل کی نقل ہے۔

❀ ❀ ❀

"اس کی طاقت کا میں غلط اندازہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جس ساحر نے جنات کے پورے قبیلے کو پریشان کر دیا ہو اور اس کے قبضے میں جنات اور ارواح خبیثہ ہوں اور اس کی عمر کا کچھ اندازہ نہ ہو وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہوگا۔ میں نے بھی پوری تیاری کر لی تھی۔ تم کو پتہ ہے میں صرف تمہارے ساتھ ٹرین میں سفر کرتا ہوں ورنہ میرے لئے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایلورا کی پہاڑی مجھے پتہ تھی۔ میں فوراً ہی اس طرف روانہ ہوا مگر دشمن بھی بڑا ہوشیار تھا اس نے ایسا بندوبست کر رکھا تھا کہ کوئی اس کا دشمن مندر کی طرف نہ آ سکے وہ ایک جن تھا جو روپ بدل بدل کر میرے سامنے آیا۔ تو میں نے اس کو پکڑ لیا۔

"میں تیری بھلائی میں آیا ہوں اور تو بار بار مجھے روک رہا ہے۔"

اس نے گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "تو کون ہے میری گردن چھوڑ۔"

"میں خاک کا پتلا انسان ہوں اور تو نے دیکھ لیا کہ تیری گردن میرے ہاتھ میں ہے، تیری زندگی تیرا گورو یا تو جس کے لئے کام کر رہا ہے وہ نہیں بچا سکتا۔" میں نے کہا۔

"میں مجبور ہوں۔" جن نے کہا۔

"اس مجبوری کو ختم کرنے میں آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں تم کو نہیں روکوں گا تمہاری مدد کروں گا۔" وہ بولا۔

READING CORNER
https://readingcornerpk.blogspot.com/

"تو پھر بتاؤ وہ سادھو کس طرف ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ کئی سال سے مندر کے اندر ہے اور مندر کا دروازہ بند ہے اس کے اندر کوئی نہیں گیا اور نہ ہی سادھو مندر سے باہر آیا ہے وہ ضرور اندر ہی ہے۔" جن نے بتایا۔

میں نے اس کی گردن چھوڑ دی اور آگے چلا۔ ایک بہت بڑا کھلا میدان سا تھا جگہ جگہ پتھریلے ٹیلے کوہان کی طرح ابھرے ہوئے تھے اور ان پر اگی ہوئی گھاس ہوا میں جھوم رہی تھی۔ دور اونچا پہاڑی سلسلہ تھا ان پہاڑوں کا رنگ سرخ تھا مگر کوئلے لئے ہوئے تھا وہ فاصلہ کم نہ تھا میرا اندازہ تھا کہ یہ فاصلہ دس بارہ کوس ضرور رہا تھا مجھے جلدی نہیں تھی میں نے پھر اپنی نقاب پہن لی تھی اور میں روپوش تھا۔ اب مجھے وہ جن بھی نہیں دیکھ سکتا تھا جو رکاوٹ ڈال رہا تھا۔ میں چاہتا تو یہ دس بارہ کوس جلدی بھی طے کر سکتا تھا مگر میں بہت آہستہ آہستہ یہاں کے ماحول پر گہری نظر رکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ میں خاص طور سے جنات پر نظریں رکھے ہوئے تھا کیونکہ ان کا وجود تو ہے اور وہ عام آدمی سے زیادہ طاقتور بھی ہیں۔ انسان اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اور روحانی طاقت کی کمی کی وجہ سے ان سے مار کھا جاتا ہے اگر انسان اپنے حواسوں کو مضبوط کر لے اپنے دلوں کو گناہوں کے ارادے سے پاک کر لے خواہشات، جذبات و احساسات کو اپنے جسم سے نکال لے اور صرف خدمت کا جذبہ لے کر اور نفس کی خدائی کی زنجیریں توڑ کر ارادے کی قوت کو استعمال کرے تو وہ جنات، بھوت و پریت پر آسانی سے قابو پا سکتا ہے کیونکہ انسان دنیا کی ہر شے سے زیادہ طاقتور ہے۔ مگر وہ اپنی طاقت کو استعمال کرنا نہیں جانتا اور جو لوگ جانتے ہیں ان کو شیطان اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ وہ ان کو وقتی طاقت دیتا ہے اپنا علم دیتا ہے اور ان کو کام ہو جاتا ہے اور وہ لوگ وہی کرتے ہیں جو شیطان ان سے کہتا ہے۔

مگر انسان اپنے عمل سے خیر یا شر میں مبتلا ہوتا ہے۔ انسان کا ہر عمل اس کی عقل کے تابع ہوتا ہے اور یہ عقل ہی اس کا نفس بھی ہے جب یہ نفس بے لگام ہے تو شیطان اس پر بڑی آسانی سے قبضہ جما لیتا ہے پھر یوں ہوتا ہے کہ وہ برائی کو برائی سمجھتے ہوئے بھی عمل کرتا ہے۔ دراصل عقل ہی میزان اعمال ہے جب اس کا جھکاؤ برائی کی طرف ہوتا ہے تو انسان گہرے کنوئیں میں گر جاتا ہے اور جب اچھائی کی طرف جھکتا ہے تو انسان عرفان آگہی کی منزل کر جاتا ہے۔ عقل انسان کو ترقی کے منازل طے وحدانیت سے ملا بھی کرتی ہے۔ عقل ہی سیدھی راہ دکھاتی ہے اور الٹی بھی عقل ہی بتاتی ہے نے جب سے اس حسین کائنات میں قدم رکھا ہے کی دوست بھی ہے اور دشمن بھی رہی ہے۔

انسان عقل سے خود کو پہچانتا ہے خدا سے انکار بھی کرتا ہے۔ آج کا انسان وحدانیت ہے اور مادہ پرست بن گیا ہے۔ انسان بھول پچھلی قوموں کی تاریخ درس عبرت ہے۔ حاصل کرنے والی قومیں اور وحدانیت کو تو میں نقش پا کی طرح مٹ گئیں کہ آج ان کا نہیں ملتا۔

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا دور تو انسان جانور بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اوپر کچھ پرندے اڑتے نظر آ رہے تھے۔ پڑا ایک بہت مدھم سی آواز فضا میں ابھری آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئی یہ ایک پر سحر نغمہ تھا ایسا آسمان سے آواز آ رہی ہو، کوئی نہیں تھا ہو۔ حسین سریلی تھی کہ انسان اس کے سحر ہو جائے۔ خوب حربہ استعمال کیا تھا سادھو نے اب تک خود کو منکشف نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا ظاہر ہونے پر مجبور ضرور کروں گا اور میں الٹنا چاہتا تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ تھے ہوئے سمجھ چکا تھا وہ اپنا شر یہیں پر محفوظ کر کے صرف طور پر ہے یہاں پر اس کا دیکھا جانا آسان نہیں

پہاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا مگر ابھی ریلوا کا کنارہ دور میری نظر ایک دروازے پر پڑی یہ دروازہ پہاڑ تراش کیا گیا تھا میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر کوئی نہیں تھا اگر ہوتا تو بھی وہ مجھے نہیں سکتا تھا۔ میں اس دروازے کے اندر چلا گیا۔ سے صرف دروازہ نظر آنے والا یہ صرف دروازہ نہیں ایک بہت موٹے ستون پر چھت دھری لگتی تھی مگر نہیں تھا یہ پورا پہاڑ تھا اور اس میں یہ ستون تراشا گیا اس کے دونوں طرف کشادہ کمرے تھے میں بائیں چلا گیا، دور تک کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ دیواروں پر تک روشنی پھیل رہی تھی طرح طرح کے بت بنے تھے۔ ان میں عورت مرد اور جانوروں کے بھی بت موٹے ستون پر بھی بیناکاری کی گئی تھی۔ یہ سارے پتھر کے پتھروں کو تراش کر ابھارے گئے۔ بعض پر لہلہاتا رنگ بھی نظر آتا تھا۔ یہ کام جس فن کار کیا تھا حیرت انگیز تھا۔

ایک بڑی سی مورتی اندر کے ہال میں کھڑی تھی وہی ایک مورتی ایسی تھی جو پہاڑ کے پتھروں سے تراشی گئی تھی اور صاف پتہ چل رہا تھا۔ اس مورتی ہاتھ دعا کے انداز میں جڑے ہوئے تھے۔ ایک ایک دیا رکھا تھا جو کہ روشن تھا مگر اس کی روشنی بہت میں اس بت کے قریب چلا گیا تو مجھے اندازہ ہوا کوئی ہے اور کہہ رہا ہے کون ہے وہ مجھے نا نہیں دیتی تھی یہ آواز ایسی تھی جس کو ہر نہیں سن سکتا تھا یہ آواز کسی مادی زبان سے ادا نہیں گر روکو نے اس کو صاف سن لیا۔ وہ گڑگڑا رہا اس کے قریب ہی رہا۔

جب اس کی آواز بند ہو گئی تو روکو نے اس کو کیا مگر روپوش ہی۔

"تیری یہ پتھر کی مورتی جس کو تو نے اس جگہ نصب وہ کچھ نہیں بتائے گی۔ میں تیرے بہت قریب تیرا شر جو تو چھپا آیا ہے اس کا بھی مجھے پتہ ہے تو اب کی بری گرفت میں ہے اور اس کے بعد بھی رہے گا تو نے جو شکتی اب تک پائی ہے وہ بہت کم ہے اس پر غرور مت کر۔" میں نے کہا۔

اس نے حیرت بھری آواز میں جواب دیا۔ "تو بھی تو آتما ہے اگر شریر ہوتا تو نظر آتا سامنے آ کر بات کر۔" پھر جانوں۔

"یہی تیری بھول ہے میں شریر کے ساتھ موجود ہوں اور تو اندھا ہے۔" میں نے کہا۔

"شریر کہاں ہے میں تو آتما کی کھوج رکھتا ہوں مجھے بتا تو کون ہے اور کیوں میرے استھان پر آیا ہے۔" سادھو نے پوچھا۔

"میں تیرے قریب ہوں اور تیری شکتی تجھے کچھ نہیں بتاتی ارے بے وقوف ایسی شکتی کس کام کی جو وقت پر کام نہ آئے۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے مگر تو کب تک مجھ سے چھپا رہے گا۔" وہ بولا۔

"اور تو بھی کب تک آتما رہے گا تجھے بھی شریر چاہئے۔" میں نے کہا۔

"یہ بہت پرانی بات ہے جب ہم شریر اور آتما کے چکر میں پڑے تھے۔ تو کیا جانتا ہے۔ شریر آتما کا گھر ہے جس گھر میں کوئی نہ رہتا وہ ویران ہوتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے ہم نے وہ گھر جو ہم کو ملا تھا چھوڑ دیا بہت گھر ہیں اچھے اور صاف ہم ان میں بسیرا کر لیتے ہیں اور اس گھر کے مالک کو بھگا دیتے ہیں۔ اصل چیز تو آتما ہے شریر تو جب چاہو اچھے سے اچھا حاصل کر لو۔ ہم نے دونوں کو الگ الگ کر دیا ہے۔" سادھو کی آواز آئی۔

"مجھے چلانے کی کوشش مت کر تو کب تک آتما رہ سکتا ہے وہ مجھے پتہ ہے اور کب تجھے شریر کی ضرورت پڑے گی میں یہ بھی جانتا ہوں۔ تیری شکتی ہی تجھ سے کچھ طلب کرے گی اس وقت تو اسی برف پوش وادی میں جائے گا جہاں پر تو نے اپنا شریر محفوظ کیا ہے مگر یاد رکھ وہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کس کی مجال ہے کہ ہمالیہ کی چوٹی پر جا سکے۔" وہ جلدی سے بولا۔

"انسان غصے میں وہ باتیں بھی کر جاتا ہے جن کو چھپانا چاہتا ہے۔"

"مجھے پتہ نہیں تھا کہ ہمالیہ کی چوٹی پر تیرا شریر ہے مگر تو نے خود بتا دیا تو میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ مگر میں تیرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں یہ میری پہلی فتح ہے تو اندھیرے میں ہاتھ پیر مار رہا ہے اور میں روشنی میں کھڑا ہوں تو اندھیرے کی پیداوار ہے اور میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تو مان لے کہ تیری شکتی تیرے کام کی نہیں ہے اور بے شریر کے تو اپنی شکتی استعمال بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"تو مور کھ ہے ارے پاگل میں شنکھ بجوں زمین پر پیر ماروں تو پاتال تک ہلا دوں۔ میں نے بیتالوں کی بلی دی ہے خون بہایا ہے ہمالیہ اور نا گا پربت پر اتنی تپسیا کی جتنی تیری عمر بھی نہیں ہوگی شریر ہماری آتما کا ساتھ نہیں دے سکتا اس کو تو ختم ہونا ہی تھا۔ ہمارے لئے کوئی کمی نہیں ہے شریروں کی ہم جب چاہیں اور جس کا چاہیں شریر چھین لیں ہمالیہ کی چوٹی پر جو شریر رکھا ہے ہمیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" سادھو بولا۔

"بہکانے کی کوشش کر رہا ہے ارے اتنی بڑی شکتی کا دھنی دوار مگر وفریب سے کام چلا رہا ہے ذرا شرم کر اور بتا واقعی تجھے اس شریر کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔ مگر سادھو کی آواز نہیں آئی۔ تو میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں تو خود سے دست بردار نہیں ہوگا اور اگر ایک دفعہ ہو گیا تو ہمیشہ کو ہو جائے گا۔" اچانک بت کے ہاتھوں میں جلتا ہوا دیا بجھ گیا۔

اب مندر میں کوئی نہیں تھا میں جانتا تھا کہ وہ سیدھا ہمالیہ پربت کی اس چوٹی پر جائے گا جہاں اس کا اصلی جسم رکھا تھا۔ مگر وہ اس تک نہیں جا پائے گا۔ میرے نظر نہ آنے والے چند پیرے دار وہاں پر موجود تھے اس کی شکتی ان کا کچھ نہیں کر سکے گی کیونکہ ان کا سحر الگ ہی نوعیت کا ہے وہ رولوکا کے پیرے دار ہیں جادو کی ان پر کچھ نہیں کر سکیں گے اور سادھو پھر پلٹ کر یہاں آئے گا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے وہ دیا جو اس کے ہاتھوں پر رکھا تھا اتار لیا تھا اور اس کی جگہ جا گتے الو میر تھا یہ ایسا ظالم موکل ہے کہ بڑے سے بڑے پیر کو ایک میں بے بس کر دیتا ہے۔ یہ جاگتا الو میرے دوا دیا تھا۔ میں نے اس سے بہت کم کا ملایا تھا۔ وہ نظر والا مگر تیزی سے کام کرنے والا موکل تھا۔ رات بھر ہمالیہ کے گرد چکر لگاتا رہا مگر اس کو راستہ نہیں ملا۔ وہ روحانی طور پر تھا مادی جسم اس کا برف میں دبا ہوا تھا یہ سمجھتا تھا کہ اس حالت میں وہ چھپا ہوا ہے مگر میرے اس کو دیکھ رہے تھے۔

دوپہر ٹھیک بارہ بجے وہ مندر میں آ گیا مورتی کی طرف ہی گیا۔ مگر وہاں پر دیا نہیں تھا کی جادوئی طاقت کا سرچشمہ تھا اس کو کوئی چھو نہیں تھا مگر اب وہاں نہیں تھا۔ سادھو کی حالت دیکھنے دو بے چینی سے مورتی کے گرد چکر لگا رہا تھا جا گتے الو نے اس پر وار نہیں کیا تھا۔ میں صرف اس کی حرکت پر نظر جمائے ہوئے تھا اس نے اپنے علم سے موجودگی کا پتہ چلانے کی کوشش کی ضرور مگر وہ کامیاب نہیں ہوا۔ سات چکر مورتی کے لگانے کے مورتی کے سامنے ڈنڈوت کی حالت میں بیٹھ گیا

"بول بھوانی یہ کیا ہو رہا ہے میرے ہیں میں کچھ نہیں جانتا اپنے استھان پر ہی میں ہوں۔ کیا تو بھی بے بس ہے بول بھوانی۔"

میں نے اس کے قریب سے کہا۔ "اب تو ہے تیری شکتی اور کہاں ہے شکتی دینے والا۔ تو سب کچھ بھول گیا تھا تو نے انسانوں کو دکھ دیئے کر دیئے تھے تو کیا سمجھتا تھا تو ہمیشہ رہے گا۔ ہمیشہ دی رہے گا جس نے یہ خوب صورت کائنات بنائی ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت بڑی بڑی باتیں کر رہا ہے ذرا سامنے آ تو تیرا ایسا حشر کروں گا کہ سنسکار کرنے کے سو ہوتے ہیں۔" سادھو نے کہا۔

"آؤں گا تیری یہ حسرت بھی پوری کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"آ تو پھر دیکھ تماشہ۔" وہ جلدی سے بولا۔

"تیرا دیا تو بجھ گیا ہے پہلے اس کو جلانے کا تو کچھ کر۔" میں نے کہا۔

"تو دے دو دیا۔" وہ بولا۔

میں نے کہا۔ "تیرے سامنے زمین پر پڑا ہے اٹھا لے۔" میں نے کہا۔

وہ دیے کی طرف بڑھا اور اٹھانا چاہا مگر دیا اس سے دور چلا گیا پھر اس نے کوشش کی مگر وہ پھر دور ہو گیا ہر بار ایسا ہوا تو اس پر جنونی کیفیت سوار ہو گئی۔ وہ دوڑ دوڑ کر اس کو پکڑنے لگا اور پھر تھک گیا۔

میں نے کہا۔ "تیرا دیا بھی تجھے دغا دے گیا اب کیا کرے گا۔"

وہ خاموش رہا اور سنسکرت میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

"بے کار ہے یہ سب اب کچھ نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ مگر جواب نہیں آیا۔ تو میں نے کہا۔

"تو نے کسی دیشیا کے کہنے سے یا کسی لالچ سے جو مگر ستم مختار خان کے خاندان پر کیا ہے اس کا حساب تو دینا ہی ہوگا۔ تو اسی مندر میں قید رہے گا اور تجھے اب کوئی نہیں ملے گا۔ جن قبیلے پر سے اپنا سحر ختم کر اور مختار خان کے خاندان پر سے اپنا سحر ختم کر پھر میں تیرے بارے میں سوچوں گا کہ تیرے لئے آسان موت کون سی ہے۔" میں نے کہا۔

"ارے پاپی میں شنکھا ہوں مجھے موت کہاں میں چاہوں، جہاں چاہوں اڑ جاؤں۔" وہ بولا۔

"یہی تیرا غرور ہے جو تجھ کو لے ڈوبے گا تو کوشش کر لے اس مندر سے باہر جانے کی پھر بات کرنا۔"

یہ کہہ کر میں مندر سے باہر آ گیا۔ تین دن تک مندر نہیں گیا جنوں کے سردار سے ملا ان کو میں نے بتا دیا کہ سادھو گرفتار ہو گیا ہے اور تمہارے تین جن میرے پاس ہیں مگر وہ قیدی نہیں ہیں وہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔

تین دن کے بعد میں مندر میں چلا گیا۔ اس سادھو کی آواز میں وہ تیزی نہیں تھی۔ میں نے پوچھا۔ "بول بھوانی کے پجاری تیری بھوانی نے تجھ کو نہیں بچایا۔ اب تو مان لے کہ وہ کمزور کے پیچھے اور طاقتور کے آگے بھاگتی ہے اور تیرے جادو کے سارے پیشکار ایسے ہی ہیں۔"

"میں ہار گیا مجھے میرا شریر واپس کر دے۔" وہ بولا۔

"اب کیا کرے گا اس شریر کا اس کی تو ایک عمر طے تھی جو ختم ہو چکی ہے۔ گوشت گلنے سڑنے سے اس کو محفوظ تو ہے کہ وہ برف میں دبا ہوا ہے ذرا سوچ لے سامنے آئے گا تو بدبو دے گا۔ کوئی اور شریر تو حاصل نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"مجھ سے بڑی بھول ہو گئی بہت بڑے استھان پر مجھے بٹھا دیا تھا اور ایک دم گرا دیا تو کون ہے یہ تو بتا دے میں شنکھا ہو کر مٹی ہو گیا۔" وہ بولا۔

"ابھی باقی ہے تو اس دیا پر آ جا تیری شاید مکتی ہو جائے۔" میں نے کہا۔ اور سادھو کی آتما دیا پر آ گئی تو وہ تیزی سے بھڑکا اور جلنے لگا۔ اور سادھو کی مکتی ہو گئی۔

جن قبیلے میں جشن منایا گیا۔ سب آزاد ہو گئے اور میں واپس آ گیا۔"

یہ تھی رولوکا کی روداد جو اس نے مجھے واپس آ کر سنائی۔ "اور اب جا کی باقی کا کیا کرو گے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ بوندی میں ہے اس کا حساب بھی کرنا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو پھر کب چلنا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"کل ہی چلتے ہیں یہ تو آسان کام ہے آپ بھی ساتھ چلیں اور جمیل الدین کو بھی ساتھ لے چلیں۔" رولوکا

نے کہا اور ہم یوندی کی طرف روانہ ہو گئے۔ یوندی چھوٹا سا شہر ہی ہے چاروں طرف ہریالی ہے اور زیادہ تر لوگ زراعت سے منسلک ہیں بازاروں میں رونق ہے اور لوگ بھی کھاتے پیتے نظر آتے ہیں۔ آبادی ملی جلی ہے مگر اکثریت ہندوؤں کی ہے ہمیں جس بازار میں جانا تھا اس کا نام رم جھم لگی تھا۔ دن میں یہاں جانا بے کار ہی تھا کیونکہ ہر طرف سناٹا ہی تھا۔ یہاں پر شام ہوتے ہی رونق شروع ہو جاتی تھی۔ پھولوں کی دکانیں سجنے لگتی تھیں ہوٹلوں میں ریکارڈنگ شروع ہو جاتی تھی ہر کوٹھے پر رونق نظر آنے لگتی تھی۔ یہی وہ بازار ہے جہاں پر گناہ پرورش پاتے ہیں اور شریف نظر آنے والے یہاں پر ہی گناہ کرتے ہیں اور خاموشی سے اندھیرے میں ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ یہاں پر راتیں جاگتی ہیں اور دن سوتے ہیں۔ لوگوں کی جیبیں کاٹنے والے اپنی کمائی یہاں اپنی خوشی سے لٹاتے ہیں اور بار بار لٹانے آتے ہیں۔ بڑے بڑے زمیندار نواب قلاش ہو جاتے ہیں مگر لوٹنے والے اپنی جگہ اسی طرح رہتے ہیں اور نسل در نسل سے یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے۔ نہ لٹنے والوں میں کمی ہوتی ہے نہ لوٹنے والوں کے پیٹ بھرتے ہیں۔

مگر ہم لوگ ان دونوں میں شامل نہیں تھے۔ ہم جس وقت جاگی بائی کے کوٹھے پر پہنچے اس وقت تک کوٹھے پر کافی لوگ آ چکے تھے ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا سارے کمرے میں دری کا فرش تھا اور اس پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ چاندنی پر سرخ گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کمرے میں ہلکی ہلکی گلاب کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی چھت پر ایک بہت بڑا اور روشن فانوس لٹک رہا تھا۔ اور اس کے سارے بلب روشن تھے اس کے علاوہ بھی دیواروں پر بلب لگے تھے جو تمام جل رہے تھے اور کمرہ روشنی سے اچھی طرح نہایا ہوا تھا۔ دیوار کے کنارے کنارے گاؤ تکیے رکھے تھے اور ان کے سہارے شوقین لوگ بیٹھے تھے ان کے سامنے پیکدان رکھے تھے۔ میں نے ان پر نظر ڈالی۔ ان میں ہندو مسلمان سب ہی شامل تھے اور آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں کی ہم بھی ایک کنارے بیٹھ گئے۔ چند منٹ کے بعد ایک نوکرانی نما بھدی عورت ایک بڑا سا پاندان لے کر آئی اور اس نے ایک جگہ اس کو رکھ دیا اس کے جانے کے بعد ایک ادھیڑ عمر عورت زیورات میں لدی برآمد ہوئی اور وہ گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر پاندان کے پاس بیٹھ گئی۔ کسی بے تاب مچلے نے پوچھا۔

"کیا دیر ہے بائی جی کب تک دیدار کا امتحان ہوگا۔"

بائی جی نے ترچھی نظروں سے اس کو دیکھا اور بولیں۔ "اتنی بے تابی بھی ٹھیک نہیں ہے نواب صاحب تھوڑا سا اور انتظار کریں۔" اور نواب صاحب خاموش ہو گئے۔

مگر انتظار زیادہ نہیں کرنا پڑا اور لڑکیاں بلی کی طرح چلتی اور ناگن کی طرح لہراتی کمرے میں داخل ہو گئیں۔ طبلہ ماسٹر نے ان کی آمد پر طبلے پر زور دار تھاپ ماری اور سب ان چمکتی دمکتی بجلیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ ہر خاص کا شریہ تھا کہ اس کی اولاد تماشائی ہوتی تھی اور ان کا پوتا تماشائی تھا مگر جمیل الدین گردن جھکائے بیٹھا تھا وہ اپنے دادا کی بھول پر شرمندہ و شرمندہ تھا اور لوگ کنکھیوں سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

میں نے رولو کا سے آہستہ سے کہا۔ "شاید یہ ہیں جو پاندان سنبھالے بیٹھی ہے یہی جاگی بائی ہے۔"

"ہاں یہی لگتی ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

لوگ فرمائشیں کر رہے تھے مگر ابھی تک گانا شروع نہیں ہوا تھا دونوں لڑکیاں بیڑوں میں گھنگھرو باندھ رہی تھیں لوگ ان کی ایک ایک ادا پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ طبلہ ماسٹر نے سر چھیڑا اور لڑکیاں کھڑی ہو گئیں مگر یہ کیا ہوا لڑکیوں کے کھڑے ہوتے ہی سارے گھنگھرو بندش سے نکل کر چاندنی پر بکھر گئے لڑکیوں نے اور جاگی بائی نے حیرت سے چاندنی پر پڑے گھنگھروؤں کو دیکھا اور بولیں۔

"ہائے یہ کیا بدشگونی ہو گئی۔"

لڑکیاں پھر چاندنی پر بیٹھ گئیں۔ جاگی بائی نے آواز دی۔ "گلن ارے او گلن کہاں مر گیا۔"

ایک شخص جو کہ سفید کرتہ اور سفید پاجامہ پہنے تھا دوڑتا ہوا بائی جی کے پاس آ گیا۔ جاگی بائی نے اس کو غصے سے دیکھا اور کہا۔ "ارے کم بخت یہ تو نے اتنی کمزور دریاں ڈال دیں کہ عین وقت پر ٹوٹ گئیں کیسی بدشگونی ہو گئی آج۔"

"ڈوری میں نے بدلی کب ہے بائی جی وہی پرانی لگی پڑی ہے۔" گلن نے جواب دیا۔

"پھر ایک ساتھ کیوں ٹوٹ گئی ہائے یہ کیا ہو گیا۔" بائی جی بولیں۔

"میں دوسرے گھنگھرو لائے دیتا ہوں۔" اور اس نے بکھرے گھنگھرو چن کر اپنے کرتے کے دامن میں بھر لیے اور دوڑ کر دوسرے دو سیٹ لے آیا۔ لڑکیوں نے ان دو سیٹوں میں پاندھا اور پھر کھڑی ہو گئیں مگر اس دفعہ بھی وہی ہوا تو جاگی بائی گھبرا گئی لڑکیاں جلدی سے بیٹھ گئیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ کرو نی یاد کرو آج ضرور محفل میں کوئی آیا ہے۔ آج محفل نہیں ہوگی۔" جاگی بائی نے اعلان کر دیا۔ مگر تماشائی جو اپنی جگہ ساکت بیٹھے تھے نہ اٹھے تو جاگی بائی نے پھر کہا۔ "آپ لوگوں کو تکلیف ہوئی میں شرمندہ ہوں مگر آج گانا نہیں ہوگا آج گھنگھرو نہیں بجیں گے۔" وہ ایک کھائی کھیلی طوائف تھی اس کی نظریں بہت دور تک تھیں وہ خود بھی کسی نہ کسی کی شاگرد تھی اور کالی شکتی کو مانتی تھی اس نے اپنے گرو کی مدد مانگی تھی مگر یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ گرو تو کب کا ختم ہو چکا تھا اور اب اس کا نصیر آنے والا تھا۔

جب کوئی تماشائی اپنی جگہ سے نہ اٹھا تو اس نے پھر کہا۔ "آپ لوگ جائیں آج مجرہ نہیں ہوگا۔" مگر کوئی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا تو وہ حیرت سے سب کی طرف دیکھنے لگی اور بولی۔ "آپ لوگ جاتے کیوں نہیں میں کہتی ہوں نا مجرہ نہیں ہوگا۔"

کوئی نہیں بولا۔ سب ساکت تھے ان کے منہ بھی

بند تھے صرف حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اب تو جاگی بائی کو فکر ہو گئی اتنے لوگ سب خاموش سب ساکت کوئی حرکت نہیں اور زبان بھی بند۔ "کیا ہو گیا ہے پوری محفل پر۔ کیا آفت آ گئی ہے تم لوگوں پر نہ جاتے ہو نہ بولتے ہو۔"

باہر سے آنے والا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ سازندے ساز سامنے رکھے بنے ہوئے بیٹھے تھے۔ لڑکیوں کی حالت بھی سب جیسی تھی صرف جاگی بائی ٹھیک تھی مگر کیا ٹھیک تھی، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ لڑکیوں کو چھوڑ کر دیکھ رہی تھی۔

پھر ایک آواز ابھری۔ "جاگی بائی تیری ماں شیلا بائی نے جو پودا لگایا تھا تو نے اس کا پھل خوب کھالیا۔ اب تیرا وقت پورا ہوا۔ بول کیا کہتی ہے میں موقعہ سے رہا ہوں بول جلدی بول۔" یہ آواز رولو کا کی تھی۔

"حضور میں نے کیا کیا ہے۔ مجھے پتہ بھی تو چلے۔" وہ بولی۔

"تو عنکار کی اولاد ہے تیری ماں نے عنکار کو اپنی راہ سے ہٹایا اور تجھ کو اپنی لائن پر لگایا اور تو نے بھی اپنی ماں کے نقش قدم پر چل کر عنکار کے خاندان پر ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رکھا ہے تیرا جرم۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، میرا اگر ذکر کر رہا ہے تو اس کو نہیں جانتا، میں نے اس کو پکارا ہے، وہ آئے گا، تو اس کو نہیں جانتا، یاد رکھ تیرا بہت برا حشر ہوگا۔" جاگی بائی نے کہا۔

"وہ اب کبھی نہیں آئے گا تو اس کا انتظار مت کر۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"وہ ضرور آئے گا۔ وہ ہمیشہ آتا ہے وہ بہت بڑا جادوگر ہے وہ مرتا نہیں مارتا ہے۔" وہ بولی۔

"ہر مارنے والا مرتا ہے وہ بھی مر گیا ہے بے وقوف عورت تو اپنی خیر منا۔" رولو کا نے جواب دیا۔

جاگی بائی خاموش رہی وہ سادھو کا انتظار کر رہی

تھی۔ "اپنے کیے پر نادم ہو جا، شاید کچھ گنجائش ہو جائے۔" رولو کانے کہا۔

مگر جاگی بائی خاموش رہی تو رولو کانے کہا۔ "ٹھیک ہے تیری مرضی۔" اور کھڑا ہو گیا۔ جاگی بائی نے حیرت سے رولو کا کو دیکھا مگر صرف ایک لمحہ ہی اس کو دیکھنے کا مل سکا اور وہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔

رولو کانے کہا۔ "بتیاں جل رہی ہیں جاگی بائی تیری آنکھوں میں اندھیرا ہے۔"

جاگی بائی نے گھبرا کر آنکھوں کو مسلا پھر آنکھوں کو کھولا پھر مسلا پھر کھولا مگر اندھیرا ہی رہا تو وہ روتی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہ کیا کر دیا ہے تو نے ظالم، میری آنکھیں میں اندھی ہو گئی ہائے میں اندھی ہو گئی۔"

"نہیں تم صرف اندھی نہیں ہوئی ہو تمہارا بدن بھی سڑ رہا ہے بدبو اٹھ رہی ہے۔" اور چند منٹ میں ہی جو تماشائی کمرے میں بیٹھے تھے ان میں حرکت ہوئی اور وہ سب ناک پر رومال رکھ کر جلدی جلدی کمرے سے چلے گئے۔ جس کمرے میں گلاب کی خوشبو مہک رہی تھی وہاں پر اب سڑے گوشت کی بدبو بھری ہوئی تھی۔ سازندے اور لڑکیاں بھی جلدی جلدی کمرے سے باہر چلی گئیں اور جاگی بائی کمرے میں بدروح کی طرح چکر لگانے لگی۔ رولو کانے اشارہ کیا اور ہم لوگ اس مکان سے باہر آ گئے۔

"دوسروں کو دکھ دینے والا بھول جاتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اس کو ایسے دکھ اٹھانا پڑیں گے۔"

جمیل الدین نے حیرت سے رولو کا کی طرف دیکھا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا پوچھے سارا تماشہ تو اس کی نظروں کے سامنے ہی ہوا تھا۔ بومدی کی شہرت یافتہ جاگی بائی سڑکوں پر ہائے ہائے کرتی پھرتی رہی وہ جدھر سے گزرتی لوگ اپنی ناک پر رومال رکھ لیتے کون کہہ سکتا ہے کہ چاہے جانے والی جاگی اتنی قابل نفرت ہو جائے گی۔

جمیل الدین کی کہانی ختم ہو گئی اس کے خاندان کے آسیب کا خاتمہ ہوا اور ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔

"زندگی سب کو عزیز ہوتی ہے۔ موت کا تصور ہی اذیت ناک ہوتا ہے۔ زندگی کا لالچ دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ بعض اوقات زندگی اتنی بے رونق اور بے مصرف ہو جاتی ہے کہ لوگ مر جانے پر راضی ہو جاتے ہیں لیکن یہ جذبات کچھ دیر کے ہوتے ہیں لیکن منفی جذبات پھر جینے کی امنگ بھی پیدا کر دیتے ہیں آدمی ہر طرح کے دکھ جھیل سکتا ہے ناکامی اور مایوسی سے دوچار بھی ہوتا ہے خوف اور دہشت کے مرحلوں سے بھی گزرتا ہے مگر زندہ رہنا چاہتا ہے۔ ہر ناکامی اس میں جینے کی امنگ پیدا کرتی ہے اس کا جینا اوروں کے لئے اور خود اس کے لئے بھی بہتر ہوتا ہے مرنا نہیں چاہتا۔" رولو کا خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"میرے خیال میں یہ اس لئے ہوتا کہ انسان جانتا ہے کہ زندگی صرف ایک دفعہ ہی مل سکتی ہے۔"

"یہ درست ہے مگر یہ زندگی کیوں ملتی ہے یہ اہم نہیں ہوتا یہ امانت ہے اس امانت کو امانت سمجھ کر ہی رکھنا چاہئے تاکہ خدا بخشے کی کوشش کی جائے۔" رولو کا نے کہا۔

"طاقت کا نشہ بہت برا ہوتا ہے وہ طاقت کسی کی ہو دولت کی ہو یا پھر جسمانی طاقت کا نشہ۔ اس نشے کو برداشت کر گیا وہ پارس ہو گیا اور جو بہک گیا وہ پتھر ہو گیا۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"اچھا اب میں اپنی برتھ پر سونے جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے آپ کو نیند آ رہی ہو گی مگر یہ تو بتائیے کہ اترنا کہاں ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"کان پور صبح سات بجے آئے گا وہیں پر اتریں گے۔" میں نے کہا۔

"یہ کان پور کیا ہے شہر ہے گاؤں ہے اور یہ نام کیا ہے۔" رولو کا نے پھر پوچھا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے پھر کبھی بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر برتھ پر آ کر لیٹ گیا۔

چمڑے کی بہت بڑی انڈسٹری ہے۔ پورے ہندوستان سے یہاں پر کھالیں آتی ہیں اور بڑی بڑی مشینریوں میں ان کو صاف کر کے جوتے بنانے اور سوٹ کیس بنانے کے لئے سپلائی کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کپڑے بنانے کے کارخانے ہیں، ہزاروں لومیز لگی ہوئی ہیں اور ہزاروں مزدور ان میں کام کرتے ہیں۔ کان پور کا ریلوے اسٹیشن بھی بڑی رونق کی جگہ ہے۔ کیونکہ یہاں پر اترنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسٹیشن کے باہر ہر طرح کا ایک میلا لگا ہوتا ہے۔

میں اور رولو کا دونوں ہی پہلی دفعہ یہاں آئے تھے۔ مگر میں یہ ضرور جانتا تھا کہ یہاں پر مسلمانوں کی آبادی بہت ہے اور کہاں ہے۔ میں نے تانگے والے سے چن گنج کا کہا تو وہ فوراً چلنے پر راضی ہو گیا۔ چن گنج بہت بڑا علاقہ ہے اور بڑا پر رونق ہے۔ میں نے تانگے والے کو بتا دیا تھا کہ ہم پہلی بار یہاں آئے ہیں اور کسی سرائے یا فیملی ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہم کو ایک سرائے میں لے گیا۔ یہ سرائے بنے خان کی تھی۔ چن گنج بازار کے درمیان تھی بنے خان ایک بڑی بڑی مونچھوں والے ادھیڑ عمر آدمی تھے مگر کان پور کے پرانے وضعدار اور روایت پرست آدمی تھے۔

وہ ہر مسافر کو اپنا مہمان خیال کرتے تھے ان کی آؤ بھگت سے رولو کا کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید وہ میرے جاننے والے ہیں۔ مگر ایسا نہیں تھا وہ ہر مسافر سے ایسا ہی سلوک کرتے تھے۔ ان کے مسافر خانے میں روز گوشت پکتا تھا اور صرف گوشت خور لوگ ہی قیام کرتے تھے۔ مزاجاً وہ دلدار و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ بنے میاں کو جب پتہ چلا کہ ہم دونوں حکیم ہیں تو وہ بولے۔ "طبیعت خوش ہو گئی ان سے آپ دونوں سے مل کر۔"

ہم نے کہا۔ "کیوں کوئی خدمت ہے ہمارے لائق۔"

"وہ تو آپ نے سنا ہو گا بھیلر کہیں بھی جائے قصبہ ہے وہیں چلتا ہے۔"

"کیا کوئی بیمار ہے۔" ہم نے پوچھا۔

"ارے میاں کیا بیمار ہے کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

"آخر پریشانی کیا ہے۔" ہم نے پوچھا۔

"ہمارا ایک رشتہ دار ہے اناؤ میں رہتا ہے۔ ا... ایک ہی لڑکا ہے، میاں کیا تائیں کتنے چاؤ سے ... ارمانوں سے انہوں نے اس کی پرورش کی ہے جب ... میں لڑکے کی تعلیم مکمل ہو گئی اور کالج میں داخلہ ہوا تو وہ ... ہمارے ہی پاس رہا۔ بڑا ہونہار اور فرمانبردار لڑکا ... یہاں اس نے بڑی اچھی پوزیشن سے بی اے کر لیا ... ہمارے عزیز سمجھے کہ ان کے سارے دلدر دور ہو گئے۔"

بنے میاں سانس لینے کو رکے تو ہم نے کہا۔ "کیا ایسا نہیں ہوا۔"

"ارے بھائی میاں کہاں، کان پور میں ہزار... لوگ باہر سے کام کرنے آتے ہیں اور خوب کماتے ہیں ... اس بے چارے کو کوئی نوکری ہی نہیں ملتی اور جو ملتی ہے تو خود نہیں کر پاتا۔ کبھی بیمار پڑ جاتا ہے کبھی کوئی جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے اور نوکری چھوٹ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آئے دن بیمار رہتا ہے ٹھیک ہوا اور پھر نوکری کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ مگر نوکری ملنے کے بعد پھر گزشتہ کی اس کی وجہ سے ہم سب پریشان ہیں تو آپ اندازہ کریں اس کے ماں باپ کتنے پریشان ہوں گے۔"

ہم نے کہا۔ "بات تو پریشانی کی ہے۔"

"ایک نظر آپ اس کو دیکھ لیں تو شاید کچھ سمجھ میں اس کی بیماری آ جائے۔" بنے خان بولے۔

"ضرور دیکھیں گے۔" ہم نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے کل ہی اناؤ چلتے ہیں۔" وہ بولے۔

"کیا زیادہ دور چلنا ہو گا۔" ہم نے پوچھا۔

"نہیں کوئی زیادہ نہیں ہے پانچ چھ میل پر ایک

دوسرے روز ناشتے کے بعد ہم تینوں اناؤ کے لئے روانہ ہوگئے اور ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ہم اناؤ میں تھے۔ لاری کا سفر تھا مگر لاری ہر گاؤں کے ڈاکے پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ دیہاتی سواریاں اپنی ٹوکریوں اور بستر کے ساتھ لاری میں چڑھتی اور اترتی تھیں۔ اناؤ بڑا قصبہ ہے یہاں پر سب کمسان رہتے ہیں۔ کان پور کی یہ ایک منڈی بھی ہے یہاں سے اناج سبزی وغیرہ کان پور آتا ہے۔

بنے میاں کے رشتہ دار عزیز میاں نے بڑے احترام سے ہم سب کا استقبال کیا۔ دوپہر کو ان کا لڑکا کمال الدین بھی آ گیا۔ عزیز میاں نے بتایا کہ یہی لڑکا ہے اور ساری پریشانی اس کی وجہ سے ہے۔ رولوکا نے غور سے اس کو دیکھا اور مجھ سے کان میں کہا۔ "لڑکا تو ٹھیک ہے۔ جسمانی بیماری تم دیکھو۔" میں نے اس کی نبض دیکھی کوئی گڑبڑ کے آثار نظر نہ آئے۔

"لڑکا تو ٹھیک ہے۔" میں نے بنے میاں سے کہا۔

"یوں تو ٹھیک ہی رہتا ہے گڑبڑ تو اس وقت شروع ہوتی ہے جب اس کو ملازمت مل جاتی ہے۔" بنے میاں نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے ملازمت کے بعد چیک کرنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ہم سب حیران تو اسی لئے ہیں کہ بیکاری میں یہ ٹھیک رہتا ہے۔" عزیز میاں نے بتایا۔

"آپ فکر نہ کریں اب یہ ٹھیک ہی رہے گا۔" میں نے کہا۔

"قسم خدا کی بھائی میاں حکیم صاحب میں آپ کو خوش کر دوں گا۔" بنے میاں بولے۔

"آپ کا مسئلہ حل ہو جائے، ہم بھی خوش ہو جائیں گے، رہی ہماری خدمت تو ہم صرف خدمت کرتے ہیں صلہ نہیں لیتے اگر خدمت کا صلہ لیا جائے تو بے فائدہ خدمت ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"واہ واہ حکیم صاحب، کیا خوب صورت بات کی ہے دل خوش کر دیا۔" بنے خان بولے۔

"آپ کو اناؤ میں قیام کرنا ہوگا۔" عزیز میاں نے کہا۔

"ہم تو سیلانی لوگ ہیں کان پور میں نہ رہے یہاں رہ لئے ایک ہی بات ہے۔" میں نے کہا۔

عزیز میاں کا مکان اچھا بڑا مکان تھا بیٹھک بھی اتنی بڑی تھی کہ کئی پلنگ ڈالے جا سکیں یہ جگہ مکان سے ہٹ بھی تھی اس لئے ہم نے یہیں پر رہنا پسند کیا اور عزیز میاں نے سارا انتظام کر دیا۔ میں نے کمال الدین سے پوچھا۔

"ہاں میاں یہ بتاؤ تم کو آخر کیا تکلیف ہوئی ہے کہ تم نوکری نہیں کر پاتے۔"

وہ بولا۔ "بس اچانک ایسا لگتا ہے کہ میرے جسم میں جگہ جگہ درد ہو رہا ہے کبھی سینے کے ایک طرف کبھی دوسری طرف، کبھی ٹانگ میں کبھی ہاتھ میں دماغ اڑتا سا لگتا ہے اور بس لیٹنے کو دل کرتا ہے اور جہاں ملازمت شروع ہوتی میری ساری تکلیفیں ختم ہو جاتی ہیں۔ میں خود اس حالت پر حیران ہوتا ہوں کیونکہ ہر دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"اور یہ ملازمت پر جھگڑا وغیرہ کا کیا چکر ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں یہ بھی ہوتا ہے میرے افسران اچانک مجھ سے خفا ہو جاتے ہیں وجہ کچھ نہیں ہوتی۔" کمال الدین نے جواب دیا۔

"تم نئے سرے سے ملازمت تلاش کرو پرانی چھوڑ دو۔" میں نے کہا اور کمال الدین ملازمت کی تلاش میں لگ گیا پڑھا لکھا لڑکا تھا۔ جس زمانے میں یہ بی اے اس زمانے میں بہت کم اتنے پڑھے لکھے لوگ تھے۔ ہر ہی اس نے بتایا کہ ایک مل میں اس کو پروڈکشن منیجر جگہ مل گئی ہے۔

مگر ملازمت کان پور میں ہے اس لئے وہ خان کے پاس ہی رہے کاس لئے ہم لوگ بھی کان آ گئے۔ ایک ہفتہ تک کمال الدین ملازمت پر جاتا ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کرتا تھا۔ آٹھ روز کے بعد

"آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے غور سے اس کو دیکھا۔ رولوکا سے پوچھا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے جوڑ رتھاوی ہے۔"

"صاف بتاؤ۔" میں نے پھر پوچھا۔

"جو کچھ ہے ابھی سامنے آ جائے گا۔" رولوکا نے کہا۔ اور فوراً کمال الدین کی دائیں ہاتھ کی چھنگلی پکڑ لی اور کہا۔

"تو کون ہے جلدی سے بتا۔"

"کیا فرماتے ہیں آپ میں کمال الدین ہوں۔" وہ بولا۔

"مجھے پتہ ہے دھوکا دے رہا ہے۔ تیرے ساتھ کیا کرنے والا ہوں پتہ ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میری انگلی تو چھوڑیں میں کمال الدین ہوں یقین کریں۔" وہ بولا۔

"تیری انگلی تو اب نہیں چھوڑوں گا تو کمال الدین کو چھوڑ کر باہر آ جا۔" رولوکا نے کہا۔

"ارے میں کمال الدین ہوں کس کو چھوڑوں آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے۔" وہ بولا۔

"تیرا دماغ ابھی میں ٹھیک کرتا ہوں۔" اور رولوکا نے کہا۔ "اپلوں کی آگ ایک برتن میں جلانی چاہئے۔"

عزیز میاں نے فوراً ہی اس کا انتظام کر دیا۔ آگ کمال الدین بے چین ہو گیا اور انگلی چھڑانے کی رولوکا نے انگلی نہ چھوڑی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ آگ پر اور اپنے رولوکا نے اشارہ کیا پوری بیٹھک میں دھواں گیا۔ کمال الدین کی حالت غیر ہونے لگی وہ زور سے

"میں اچھا کلی کا پیر ہوں مجھے جانے دے۔"

رولوکا نے کہا۔ "تو کیوں آتا ہے کمال الدین کے جلدی بتا۔"

"مجھے اس پر لگایا ہے اس لئے آتا ہوں۔"

"کیوں لگایا ہے۔ یہ بھی بتا۔"

"اس کے کام کرنے سے تیرا کیا نقصان ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"مجھے پتہ نہیں میرے گورو نے مجھے یہ کام سونپا ہے وہ میں کرتا ہوں۔" وہ پھر بولا۔

"اور گورو کیوں اس کو کام سے روکتا ہے۔" رولوکا نے پھر پوچھا۔

"مجھے پتہ نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں مجھے جانے دے میں بے قصور ہوں۔" وہ پھر بولا۔

"اچھا تو باہر آ جا اور سامنے کھڑا ہو جا بھاگنے کی کوشش مت کرنا اگر بھاگے گا تو مارا جائے گا۔"

اور رولوکا نے کمال الدین کی انگلی چھوڑ دی۔ کمرے کا دھواں آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اور ایک جگہ پر ایک بیولا سا نظر آنے لگا رولوکا نے ایک چھوٹی سی ہانڈی منگوائی اور درمیان میں رکھ دی اور دھوئیں کے بیولے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اچھا کلی کے پیر اس میں آ جا۔" مگر دھواں میں کچھ نہ ہوا۔ ایک درد میں ڈوبی آواز البتہ آئی۔

"مجھے معاف کر دے میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔" مگر رولوکا نے کچھ نہیں سنا اور کہا۔

"آ جا اس کے اندر اس کے بعد نہیں کہوں گا۔"

اور دھواں ہانڈی کے اندر اترنے لگا اور سب ہانڈی میں سما گیا۔ رولوکا نے ہانڈی کا ڈھکن اس کے منہ پر رکھ دیا اور اس پر کپڑا باندھ دیا گیا۔ اور کمال الدین سے پوچھا۔ "اب تم کیسا محسوس کرتے ہو۔"

"اب میں بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے سر سے ایک بوجھ اتر گیا ہے۔" کمال نے جواب دیا۔

"اب تم ٹھیک ہو تمہاری بیماری اس ہانڈی میں بند ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اب اناؤ میں قیام کرنا تو بے کار ہی ہے۔" میں

http://pakistanipoint.com

نے کہا۔

"اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ بیر کس نے کمال پر لگایا تھا اور کیوں لگایا تھا۔" رولوکا نے کہا۔

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ عزیز میاں کا کوئی دشمن ضرور ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا دشمن! مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ میرا کوئی دشمن بھی ہوسکتا ہے کیونکہ میں نے آج تک کسی کے لئے برا نہیں سوچا اور نہ ہی کسی کو اپنی ذات سے نقصان پہنچایا ہے۔"

"عزیز میاں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تم سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا، مگر پھر بھی لوگ دشمن بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ دور کے نہیں بہت قریب کے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اب میں تو کسی کا نام نہیں لے سکتا۔" عزیز میاں نے کہا۔

"میاں یاد کرو شاید کچھ یاد آجائے۔" بنے خان بولے۔

"نہیں بھائی میں بلاوجہ کسی کا نام نہیں لوں گا۔" عزیز میاں نے جواب دیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں پتہ کرلوں گا۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے کیا طریقہ سوچا ہے۔" میں نے کہا۔

"طریقہ ہانڈی کے اندر ہے۔ ذرا سی آنچ دکھاؤں گا یہ خود بتائے گا کس کا بیر ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

اس کے بعد رولوکا نے یہ کام کیا کہ ہانڈی کا ڈھکن اٹھایا اور بولا۔ "بول تیرا گورو کون ہے۔" مگر جواب نہیں ملا۔

"ایک دفعہ اور پوچھوں گا نہیں بتایا تو سمندر میں ڈال دوں گا بول۔" رولوکا نے کہا

"اس کا نام نند کشور ہے۔" ہانڈی سے مری ہوئی آواز آئی۔

"ہاں سہوہ فتح پور میں رہتا ہے زیادہ دور نہیں ہے۔" آواز آئی۔

"ٹھیک ہے تو ابھی اندر ہی رہ۔ میں اس کو دیکھ کر ہوں۔" اور رولوکا نے ڈھکن بند کردیا۔

فتح پور سہوہ کان پور کے قریب ایک علاقہ ہے یہاں پر زیادہ آبادی ہندوؤں کی ہے۔ اور زیادہ تر آبادی ہے جس کو ہندو نیچ ذات کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا پیشہ جوتے بنانا ہے۔ دوسرے دن ہم دونوں سہوہ روانہ ہوگئے۔ سارے مکانات کچی اینٹوں کی چھت کے تھے کچی آبادی تھی گلیوں میں خوب گندگی تھی اور کام کررہی تھیں بچے ان کے اطراف میں کھیل رہے تھے ان کو گندگی کا کوئی احساس نہیں تھا پورے علاقے پر چمڑے کی بدبو چھائی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بوڑھے سے پوچھا اس بوڑھے کی مونچھیں ایسی تھیں کہ اس کا منہ اور ہونٹ نظر نہیں آتے تھے۔

"چاچا تم کو پتہ ہے۔ نند کشور کا گھر کدھر ہے۔" بوڑھے نے تعجب سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"بنگل کشور کا چھورا کا پوچھے ہو۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اس کے باپ کا نام نہیں معلوم ہے۔ شاید وہی ہو۔"

"کا کام پڑ گیا۔" وہ بولا۔

"کام تو پڑ ہی جاتا ہے چاچا تم اس کا گھر تو بتاؤ۔" میں نے پھر کہا۔

"ٹھیک ہے بتلائے دیتے ہیں۔ اوہ دیکھ رہے وہ چھپرا سا بنا ہے اوکا پچھلا گلی کے چلے جاؤ اور زور کی آواز اوکے نام کی لگاؤ وہ خود ہی آجاوے گا گھر سے باہر۔" وہ بولے۔

"چھپرے پر تو عورتیں بیٹھی ہیں۔" ہم نے کہا۔

"ارے تو پھر کا ہوا جاؤ سب پرے ہو جاویں تمہارے جاتے ہی۔" وہ پھر بولے۔ اور ہم چھپرے

"جا چلا جا ہم کہہ ہیں چلا جانیں گیا تو سوگند تیرو سڑی لاشوں کی، تیرا تیا پانچہ کردیں گے بہت ہاتھ ہیں ہمارے، کان کھول کے سن لو۔"

رولوکا پر اس کی گھن گرج کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اطمینان سے بولا۔ "تیرے آدھے ہاتھ تو تیرے سورج دیوتا نے بے کار کردیئے ہیں اور آدھے ہم کاٹ آئے ہیں۔ اور تیرے سر پر ایک آفت کھڑی ہے ذرا گردن موڑ کر اوپر تو دیکھ۔" وہ ذرا سا گھبرایا ضرور مگر تجربہ کار سنبھل کر بولا۔ "ہمکا بہکاوت ہے ارے کا ہے اوپر دیکھیں تو، تو ہمارے سامنے کھڑا ہے اب بہت ہوگئی تیرا کلیان کرنا ہی پڑے گا۔" اور اس نے ایک خطرناک سنسکرت منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ تالی بجاتے ہی ایک بڑا ہی مکروہ شکل خونخوار عجیب الخلقت جانور ہوا میں معلق ایک طرف سے آیا اور سیدھا ہماری طرف رخ کرلیا اس کے ناک سے بڑی خوفناک سوں سوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ مگر یہ کیا ہوا اچانک وہ جانور دو ٹانگوں پر کھڑا ہوگیا۔ کسی نادیدہ حملہ آور نے اس کی آنکھوں پر وار کردیا تھا وہ درد سے چنگاڑ رہا تھا اور پھر جدھر سے آیا تھا ادھر ہی دوڑتا چلا گیا۔

رولوکا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تو نے کرلیا وار اب وار کرنے کی اجازت نہیں ہے تو فوراً یہ بتا تو نے کمال الدین پر اپنا بیر کیوں لگایا تھا۔"

"اور اگر نہ بتاؤں تو پھر کیا ہوگا۔" وہ بولا۔

"تیرا حشر تیرے بیر جیسا ہوجائے گا تو کسی بھول میں مت رہنا تیرے سارے کپڑے اتر چکے ہیں۔ اب تو کسی بیر کو بلائے گا تو کوئی نہیں آئے گا آزما لے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہم کہہ ہیں تو نے ہمکا ابھی نہیں پہچانا۔ ارے ہمارے پاس بہت سا سامان ہے۔"

"تو پھر کب کام آئے گا وہ سامان۔" رولوکا نے کہا۔

"تو بڑا چلتر باز ہے دن میں آیا ہے ارے رات ہوتی تو بتاتے۔" وہ بولا۔

READING Section
http://readingsection.blogspot.com

رولو کانے کہا۔

"اتی کام اتنا آسان نا ہی، ہاتھی مرے، پر بھی سوا لاکھ کا ہووت ہے۔" وہ بولا۔

"سوا لاکھ کے ہاتھی یہ بتا کیوں تو نے عزیز کے لڑکے کمال پر ہیر لگایا تھا۔"

"ہم کا دشمنی نہیں رہی کوئی کہا تو ہم نے یہ کام کیا۔" وہ بولا۔

"کس نے کہا تھا وہی تو پوچھ رہے ہیں۔" رولو کا نے کہا۔

"بتا دیں تو ہماری جان چھوڑ دے گا۔" وہ بولا۔

"نہیں چھوڑیں گے پاس تیری جان بچ جائے گی کبوتر سب اڑا دیں گے۔" رولو کا نے کہا۔

"اسی کا بات ہوئی۔ ہم ناہی بتاوت ہیں۔" وہ بولا۔

"بتائے گا تو۔۔۔" اور رولو کا نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی کوئی بھاری چیز نند کشور کے سر پر آ گری اور وہ اتنی زور سے زمین پر گرا کہ اس کی دھمک ہم تک آئی اس نے آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا۔ وہ گھبرا کر بولا۔

"ارے کا چکی کا پاٹ ہمرے سر میں دے مارا ہے۔"

"ایک پاٹ ہی مارا ہے اب کے پوری چکی تیرے اوپر آئے گی۔" رولو کا نے کہا۔

"اچھا بتاوت ہیں۔ ہم نے اسی کام عزیز کی بھاوج کے کہنے سے کرا ہے۔"

"ٹھیک ہے نند کشور ہم تجھ کو زندہ چھوڑ رہے ہیں مگر اب تو کچھ نہیں کر سکے گا تیرا سارا کا یک خالی ہے اور اگر پھر تو نے یہ کام کیا تو چکی کا پاٹ تیرے سر پر گرتا رہے گا اور نہ مانا تو ایک دن چکی پوری کی پوری تیرے سر پر آ جائے گی۔"

اور ہم اس کو حیران پریشان چھوڑ کر گلی سے باہر آ گئے۔ جنے خان ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ بولے۔

"کہاں نکل گئے تھے ہم کھانے کے لئے انتظار کر رہے

"آپ کے کام سے گئے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"کام ہوا کچھ۔" وہ بولے۔

"چور پکڑا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کون ہے وہ۔" وہ جلدی سے بولے۔

"عزیز کی بھاوج ہیں ان کے کہنے پر ایک [illegible] والے نے یہ گندہ کام کیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"عزیز کے تو ایک ہی بھائی ہے اس کی عورت نے ہی یہ کام کیا ہوگا۔" جنے خان بولے۔

"عزیز کے بھائی بھاوج سے بھی ملاقات کرنی پڑے گی۔" رولو کا نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ چلتے ہیں اناؤ کون سا دور ہے۔" جنے خان بولے۔

کھانے کے بعد ہم اناؤ روانہ ہو گئے۔

عزیز اور کمال الدین نے ہمارا استقبال کیا۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کہا۔ "میاں تمہارے کوئی بھائی بھی ہیں۔"

عزیز میاں نے جواب دیا۔ "ان سے کیا کام پڑ گیا۔"

"کام نہیں پڑ گیا پوچھ رہے ہیں۔ ان سے [illegible] کی اہلیہ سے ملنا ضروری ہو گیا ہے۔"

"پہلے تو وہ اناؤ میں ہی رہتے تھے مگر اب [illegible] پہلے ہی وہ کان پور کے محلے چمن گنج شفٹ ہو گئے۔" عزیز میاں نے جواب دیا۔

"آپ سے ان کے تعلقات کیسے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"بھائی صاحب سے تو ٹھیک ہیں مگر بھاوج صاحبہ ہم سے کبھی خوش نہیں رہیں ان کی وجہ سے ہی ہوا [illegible] ہم دونوں بھائی کی رہائش الگ الگ ہو گئی ہماری [illegible] ہی اولاد نہ تھی اور ہماری گھر والی کو شوق تھا کہ وہ [illegible] پڑھائے گی مگر بھاوج کو ایسا کوئی شوق نہیں تھا [illegible] تینوں لڑکے ذرا سا نہیں پڑھے اور آوارہ گردی میں [illegible]

وہ خاتون جہاں تک آئی تھیں رک گئیں دروازہ پر نہیں آئیں صرف ان کی آواز آئی۔

"میاں جو کام ہے بتا دو، میں کہہ دوں گی۔"

"آپ سے کہنے کا ہوتا تو کہہ دیتے بھائی صاحب کا انتظار کریں گے ہم لوگ۔"

چند منٹ خاموشی رہی پھر آواز آئی۔ "ٹھیک ہے میں بیٹھک کھولے دیتی ہوں بٹھا لو اپنے دوستوں کو۔"

ایک دروازہ کھولنے کی آواز آئی اور عزیز میاں نے دونوں کو اشارہ کیا اور ہم لوگ اندر چلے گئے۔ ایک گھنٹے کے بعد عزیز میاں کے بھائی آ گئے اس دوران کسی نے ہماری طرف پلٹ کر نہیں دیکھا۔ ہم تینوں ہی آپس میں باتیں کرتے رہے۔ عزیز میاں کے گھر کے ماحول میں اور یہاں کے ماحول میں زمین آسمان کا فرق تھا دونوں بھائی تھے مگر دونوں الگ الگ۔

عزیز میاں بھائی سے گلے ملے، ہم سے ہاتھ ملائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے اور بولے۔ "آپ کو انتظار کرنا پڑا، میں وکیل کے پاس گیا تھا ذرا دیر ہو گئی۔"

"کیوں ضرورت پڑ گئی وکیل کی خیریت تو ہے؟" عزیز میاں بولے۔

"خیریت ہو تو آدمی وکیل، ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتا۔" وہ بولے۔

"پھر بھی کچھ فرمائیں تو۔" عزیز میاں نے پوچھا۔

"تم سے کیا پردہ۔ میاں بڑے صاحب زادے نے گل کھلایا ہے۔" وہ دکھ بھری آواز میں بولے۔

"کیا ہوا ہے بتائیں تو۔" عزیز میاں نے پوچھا۔

"میاں اس قصے کو چھوڑو تم بتاؤ کیسے آنا ہوا۔"

"یہ دونوں حضرات ہمارے دوست ہیں دلی میں مطب کرتے ہیں بہت بڑے حکیم ہیں اور ہم کیا بتائیں یہ خود ہی بتائیں گے۔" عزیز میاں خاموش ہو گئے۔

میں نے اپنا اور رولو کا کا تعارف کرایا اور تعارف کے بعد رولو کا نے کہا۔ "بات یہ ہے قبلہ کہ انسان صرف اپنا

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

برداشت کرتا رہا مگر یہ آخری حرکت جو مجھ کو اب پیش
ہے اس کے بعد تم اس لائق نہیں کہ میرے گھر میں
اپنی اولاد کو بھی اپنے ساتھ ہی لے جاسکتی ہو اب میں
اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔"

عزیز میاں آگے بڑھے اور بھائی کے سامنے
کھڑے ہو گئے اور بولے۔ "بس بھائی جان اب
سے آگے آپ کچھ نہیں بولیں۔"

"عزیز میاں تم درمیان میں نہ آؤ۔ اس عورت
نے مجھے زندگی بھر دکھ دیئے ہیں۔ میں برداشت کرتا رہا
اس کی یہ حرکت ایسی ہے کہ میں معاف نہیں کروں گا۔"

عزیز میاں نے کہا۔ "ہوتا ہے بھائی جان سے
خرابیاں ایک ہی طرف نہیں ہوتیں کچھ ہم میں بھی
عورت بھی انسان ہے غلطی ہو گئی ہے مگر آپ خود غلطی کر
جارہے ہیں، اس کے نتائج اور زیادہ خرابی پیدا کریں
گے۔ میرے کہنے سے آپ ان کو معاف کردیں۔"

"عزیز میاں تم ایک ایسی عورت کو معاف
کروا رہے ہو جس نے تمہارے گھر کا چراغ گل کرنے کی
کوشش کی ہے۔"

عزیز میاں بات کاٹ کر بولے۔ "مگر میں
معاف کر چکا ہوں۔ کیونکہ معاف کرنا ہی بہتر
ہے۔" عزیز میاں بولے۔

"ٹھیک ہے عزیز میں اس کی اس خطا کو
کرتا ہوں اگر یہ سب کے سامنے وعدہ کریں کہ آ
میری مرضی سے سب کام کریں گی۔" وہ بولے۔

عزیز میاں نے دروازے کی طرف منہ کر
کہا۔ "بھابی آپ نے اپنی خطا قبول کرلی ہے۔"

سسکیوں کے درمیان آواز آئی۔ "مجھے معاف
کردو بھائی۔"

"میں تو معاف کر چکا ہوں۔" عزیز میاں نے
جواب دیا۔

"میں پاگل ہو گئی تھی اپنے بھائی سے کہہ

قابو چاہتا ہے، وہ دوسروں کو دکھ دے کر ان پر
جتلا کرنا اور انسانیت سے گری ہوئی حرکتیں کرنا صرف اس
لئے کہ دوسرا دکھ اٹھائے۔ اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے یہ تمہید کیوں
باندھی ہے۔" وہ بولے۔

"یہ عزیز میاں آپ کے بھائی ہیں۔ ان کی ایک
اولاد ہے اس کو انہوں نے پڑھا لکھایا ہے کسی قابل بنایا
ہے اس بات سے آپ کو آپ کی اہلیہ کو یا بچوں کو کوئی
نقصان ہوا ہے۔" رولو کا نے کہا۔

"میں تو خوش ہوا تھا کہ کمال نے بی اے کرلیا
ہے۔" وہ بولے۔

"مگر آپ کی اہلیہ خوش نہیں تھیں۔ انہوں نے
ایک سفلی کرنے والے سے مل کر ایسا انتظام کیا کہ کمال
الدین پڑھا لکھا ہونے کے باوجود کچھ نہ کرسکے یہ کام
کرکے وہ خوش نہیں مگر اپنی اولاد کو وہ کسی قابل نہ
بنا سکیں۔" رولو کا نے کہا۔

"آپ کیا فرما رہے ہیں مجھے یقین نہیں آرہا۔"
وہ حیرت سے بولے۔

"آپ ان کو بلوالیں اور پوچھ لیں۔" میں نے کہا۔

"میرے لئے یہ الزام بہت شرمناک ہے میں
بلاتا ہوں۔" اور وہ تیزی سے اندر چلے گئے۔ اور ایک
منٹ میں ہی واپس آگئے ان کی بیگم دروازے پر آگئیں۔

رولو کا نے کہا۔ "بیگم صاحب مجھے یہ بتاتے ہوئے
اچھا نہیں لگ رہا کہ آپ نے تند کشور سفلی والے سے یہ
گندا کام کروایا کمال الدین زندگی بھر کچھ نہ کرپاتا مگر اس
کی قسمت اچھی ہے کہ وہ ٹھیک ہو گیا اور تند کشور کا جادو ختم
ہو گیا آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ کو ایسا کر کے کیا حاصل
ہوا۔" رولو کا خاموش ہو گیا۔

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو عزیز کے بڑے
بھائی بولے۔ "رقیہ بیگم تم نے بہت گرا ہوا اور گھناؤنا کام کیا
ہے اس پہلے تمہاری ضد کی وجہ سے بٹوارہ ہوا میں نے اناڑ
چھوڑا تمہارے لاڈ پیار نے لڑکوں کو کسی قابل نہیں چھوڑا

www.paksociety.com

ف کردیں آ کھ ان کی مرضی ہی چلے گی۔" وہ بولیں۔

"میں نے عزیز کے کہنے سے تم کو معاف کردیا

دروازے کے دوسری طرف سے سسکیوں کی
ز سنائی آرہی تھی۔ یہ عورت بھی خوب ہے اس کو غصہ
رو تو روتی ہے اور پیار جتانا تب بھی روتی ہے۔ خوشی کے
قت پر روتی ہے اور غم ہو تو روتی ہے اس کی کسی کل کا پتہ
یں چلتا۔ دنیا کے ہزاروں لاکھوں سیانوں نے کھوج
نے کی کوشش کی مگر عورت کی فطرت کا کھوج نہیں لگا
کے۔ یہ ایک ایسی الجھی ڈور ہے جس کا سرا ہاتھ نہیں آتا
ایک سرا ملا تو دوسرا نہیں ملتا۔

❁ ❁ ❁

سیانے لوگ کہتے ہیں عادت کو بدلا جاسکتا ہے مگر
رت کو نہیں بدلا جاسکتا۔ میری فطرت میں بھی شاید یہ
تھی کہ میں میلانیوں کی زندگی بسر کروں۔ پھر میرا
ت جو مجھے ملا تو وہ بھی اسی فطرت کا اسیر ملا تو پھر اب
گی ہی جانا تھا۔

اب کے ہمارا رخ شہر آگرہ کی طرف تھا۔ یہ شہر
تان کا ایک قدیم شہر ہے یہ شہر مغلوں کا پایہ تخت رہا
اس شہر کو مغلوں نے بہت بنایا سنوارا ہے۔ تاج محل
علاوہ بھی یہاں پر بہت عظیم عمارتیں ہیں، لال پتھر کا
مضبوط قلعہ آج تک جوں کا توں موجود ہے ان
علاوہ شہر میں سینکڑوں ایسی عمارتیں ہیں جن کے
میں کسی کو پتہ نہیں ہے کہ کس نے بنایا اور کیوں
بہت سی مسجدیں شاہی زمانے کی ویران پڑی ہیں۔
بت سی آباد ہیں۔

ایک قدیم عیدگاہ ہے اس میں بھی ایک بہت بڑی
موجود ہے۔ بہت بڑی چار دیواری ہے۔ تین بڑے
ے ہیں اور ان میں لکڑی کے بہت مضبوط کواڑ
ے ہوئے ہیں۔ سارا سال یہ کواڑ بند رہتے ہیں اور
میں بھی کوئی نہیں آتا۔ صرف عیدین کے موقعہ پر مسجد
صفائی ہوتی ہے اور نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔

ہماری گاڑی آگرہ کینٹ پر دوپہر تین بجے پہنچی۔
اس کے قریب ہی آبادی مسلمانوں کی ہے اس کا نام ہے
سلطان پورہ اور اس کے ساتھ ہی خواجہ کی سرائے کی آبادی
ہے۔ یہاں پر بھی مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور
ٹھہرنے کا بندوبست بھی ہے۔ تو ہم نے یہیں پر رکنے کا
فیصلہ کرلیا۔ سرائے کا مالک ایک حسین خان نام کا تھا۔ اس
نے ہمارا استقبال کیا اور فوراً چائے پلائی اور بولا۔

"آپ یہ خیال نہ کرنا بھائی میاں کہ اس کا بل
آپ کو ادا کرنا ہے یہ تو ہمارا اخلاقی فرض تھا جو ہم نے ادا
کیا۔ آپ یہ فرمائیں آگرہ کی سیر سپاٹے کو آئے ہیں یا
کسی سے ملنا ہے۔ ہم تو ہر طرح آپ کی خدمت کو تیار
ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہم پہلی دفعہ آگرہ آئے ہیں کوئی
کام بھی نہیں ہے بس سیر سپاٹے ہی سمجھ لیں۔"

"بہت اچھا! ہم سرائے چلاتے ہیں۔ اس کے
علاوہ آپ کو سیر بھی کرائیں گے آگرہ میں آپ کو بہت
کچھ ملے گا۔" حسین خان نے جواب دیا۔ "اچھا آپ
لوگ آرام کریں شام کو ملاقات ہوگی!" اور حسین خان
چلے گئے۔

شام کو حسین خان ایک آدمی کے ساتھ آگئے اور
بولے۔ "یہ ہے، یہ آپ کا خادم ہے جو کام ہو، کچھ بازار
سے منگوانا ہو یا کوئی اور کام یہ کرے گا۔ حکیم صاحب کیا
بتائیں مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے زیادہ ملازم نہیں رکھ سکتا۔"

"آپ ہماری وجہ سے زیر بار نہ ہوں ہم خود ہی
سب کام کرلیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ کیوں کریں یہ کرے گا۔ یہ آگرہ کا قدیم
باشندہ ہے چپے چپے سے واقف ہے آپ اس کو ساتھ لے
کر سیر کو بھی جاسکتے ہیں۔" حسین نے کہا۔

دوسرے روز سے ہم نے آگرہ دیکھنے کا پروگرام
بنالیا۔ مگر ہو کو ہم نے ساتھ نہیں لیا۔ رات کے کھانے کے
بعد حسین خان ہمارے پاس آگئے۔ ابھی بات چیت
شروع کی تھی کہ ہو آگیا اور آتے ہی بولا۔ "بھائی میاں

آج اس نے پھر نئی شادی کر لی۔"

"کس نے شادی کر لی۔" حسین خان نے پوچھا۔

"ارے وہی تیزن کی لونڈیا نے اور کس نے۔" بنو نے جواب دیا۔

"ارے کیا کہہ رہے ہو ابھی ایک سال پہلے ہی تو اس نے کسی سے نکاح کیا تھا۔"

"ارے بھیا وہ تو تین مہینے میں ہی نپٹ گیا تھا۔" بنو نے جواب دیا۔

"ارے اچھا خاصا مگڑا کوڈی تھا میں نے دیکھا تھا۔" حسین خان نے جواب دیا۔

"تھا تو مگر ایک مہینہ میں ہی سکڑ گیا تھا۔" بنو نے جواب دیا۔

"یہ اس لونڈیا کی کون سی شادی ہے۔" حسین خان نے پوچھا۔

"کچھ یاد نہیں ہے چھٹی یا شاید ساتویں ہے۔" بنو خان نے بتایا۔

"رہتی وہیں چھپی ٹولے میں ہے؟" حسین خان نے پوچھا۔

"ہاں وہیں پر ہے۔ حمام کے مکانوں میں اور کہاں جائے گی۔" بنو خان نے بتایا۔

"اب کے کون پھنس گیا اس کے جال میں۔" حسین خان بولے۔

"ایک بات بتائیں میاں آپ برا تو نہیں مانو گے۔" بنو نے پوچھا۔

"کیوں برا کیوں مانیں گے۔ بول کیا ہے؟" حسین خان نے کہا۔

"آپ نے اس قتالہ کو دیکھا نہیں ہے اگر دیکھ لیتے تو شاید ——" بنو نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تمہارا مطلب ہے دیکھ لیتے تو ہم بھی اس سے نکاح کر لیتے۔" حسین خان نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ابھی مطلب ہے ہمارا۔"

"ایسی کیا بات ہے اس میں۔" میں نے پوچھا۔

"میاں کیا بتائیں شاید پورے شہر میں ایسی خوبصورت عورت کوئی نہ ہو۔ وہ تو ہر روز ایک شادی کرے تو بھی مردوں کی کمی اس کے لئے نہ ہو۔" بنو نے جواب دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ اس کے سب سابقہ شوہروں کو کیا ہوا تھا؟" میں نے جواب دیا۔

"ہونا کیا ہے شادی ہوئی اور شوہر صاحب کی طبیعت گھلنے لگا اور پھر قبرستان چلا گیا۔" بنو نے بتایا۔

"ارے پھر تو آزار ہوتا ہوگا۔" میں نے پوچھا۔

"بظاہر تو کوئی آزار نظر نہیں آتا بس خون کی کمزوری سے موت ہوتی ہے۔" بنو نے بتایا۔

"تو تم اس کے کسی شوہر کو جانتے ہو۔" خان نے کہا۔

"جانتے تو ہم ایک کو بھی نہیں۔ بات یہ ہے ہیں غریب آدمی ہمارے جاننے والے بھی ہم جیسے ہیں اس کے شوہروں میں ذرا بڑے بھیا لوگ ہوتے ہیں بڑے بھیا لوگوں میں کہاں اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ اس لئے ساری معلومات سنی سنائی ہے مگر یہ ہے حقیقت۔" بنو نے بتایا۔

"سنی سنائی باتوں میں سچائی کم ہی ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر یہ تو ہم نے دیکھا ہے کہ دو سال دو سال میں شادی تو کرتی ہے۔" بنو نے کہا۔

"اس کا ذریعہ معاش کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"حمام کی بہت دکانیں ہیں رہائش تو طرف ہے بہت بڑا بازار ہے روڈ پر ہی اس کی دکانیں سب کی مالک وہی ہے بہت کرایہ آتا ہے۔" بنو نے جواب دیا۔

"یہ حمام کس نے بنایا تھا اور کیوں۔" میں نے پوچھا۔

"یہ تو پتہ نہیں کہ کس نے بنوایا تھا کچھ لوگ کہتے قلعہ کے باہر جو فوجیں قیام کرتی تھیں ان کے لئے یہ بنایا گیا تھا۔ اکبر نے بنایا تھا یا اس سے بھی پہلے کسی نے بنایا تھا پتہ نہیں۔ قلعہ اور حمام کے درمیان ایک بہت بڑا میدان تھا اور اب تو آبادی ہو گئی ہے۔ بازار بن گئے مگر شاہی زمانے میں یہ پورا میدان تھا قلعہ سے حمام عمارت صاف نظر آتی تھی یہ عمارت ایک منزلہ ہے اندر نہانے کے غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ کنوئیں ہیں اور کنوئیں اس طرح کے ہیں کہ پانی اوپر تک آتا ہے یہ بھی راز ہے کہ کنوئیں کا پانی اوپر تک کس طرح آتا ہے۔" بنو نے بتایا۔

"یہ کنوئیں ختم ہو گئے کہ اب تک موجود ہیں۔" میں نے پھر پوچھا۔

"اب صرف ایک کنواں موجود ہے اس کا پانی قابل استعمال ہے۔" بنو نے بتایا۔

"اچھا تم ایک کام کرو گے۔" میں نے کہا۔

"آپ حکم تو کریں سرکار کیوں نہیں کروں گا۔" وہ بولا۔

"تم اس عورت کے بھتے شوہر کا پتہ کرو اور اس کو ملوا دو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے کرتے ہیں کوئی بھگاڑ۔" بنو نے یہ کہا [illegible] کے جانے کے بعد رولو کا نے کہا۔

"میرا خیال ہے شکر خورے کو شکر مل گئی ہے۔"

"کیا مطلب صاف صاف کہو۔" میں نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ شاید کام شروع ہو گیا ہے۔" رولو کا بولا۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

تین دن کے بعد آ کر بنو نے بتایا۔ "پتہ چل گیا [illegible] کا نیا شکار فتح پور سیکری کا ایک زمیندار ہے اور [illegible] سالار بہادر خان ہے بہت بڑا زمیندار ہے چھ [illegible] جوان ہے۔"

"تم نے اس سے ملاقات کی۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں میں اس سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں۔ ادھر ادھر سے پتہ چلایا ہے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ وہ تین دن حمام میں رہتا ہے اور چار دن اپنی زمینوں پر رہتا ہے۔ وہاں پر اس کی بیوی ہے صرف ایک بچہ ہے آگرہ آیا تھا کسی کام سے یہاں پر یہ بیوہ ٹکرا گئی اور دیکھتے ہی دونوں شانے چت ہو گئے سالار بہادر خان، اور کر دی نکاح کی درخواست وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھی تھی۔ لو جی ہو گیا نکاح۔" بنو بولا۔

"فتح پور وہ کس دن جاتا ہے اور کب تک وہاں رہتا ہے یہ پتہ ہے تم کو۔" میں نے کہا۔

"ہاں وہ پیر کو جاتا ہے اور جمعرات تک وہیں رہتا ہے۔" بنو نے جواب دیا۔

"اس سے ملاقات کرنا کہاں مناسب ہوگا تمہارے خیال میں۔" میں نے پھر پوچھا۔

"حمام میں تو ٹھیک نہیں ہوگا۔ وہ مکمل کر شاید گفتگو نہ کر سکے فتح پور میں وہ آزاد ہوگا۔ آپ جو پوچھیں گے شاید بتا دے۔" بنو نے مشورہ دیا۔

"بات تمہاری مناسب لگتی ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے آج پیر ہے کل صبح ہی فتح پور سیکری چلتے ہیں، تم ہمارے ساتھ چلو گے۔" میں نے کہا۔

"میں تو نوکر آدمی ہوں۔ خان صاحب سے اجازت آپ لے لیں۔" بنو نے جواب دیا۔

یوں تو بھرت پور اور جو بھی جانے والی ہر ٹرین فتح پور سیکری ہو کر جاتی ہے مگر ہم نے بس سے سفر کرنا پسند کیا۔ فتح پور سیکری آگرہ سے پینتیس میل کے لگ بھگ ہے یہاں کی اہمیت یہ ہے کہ ایک بہت اونچی پہاڑی پر اکبر بادشاہ نے بڑے حسین محلات اور باغات بنوائے تھے۔ ہوا یہ تھا کہ اکبر کو جب پتہ چلا کہ اس کے نصیب میں اولاد نرینہ نہیں ہے تو اس نے اس بزرگ کی طرف رجوع کیا جو فتح پور کی اس پہاڑی پر رہتے تھے۔ یہ ایک

READING Section
www.kitaabghar.com

ویران پہاڑی تھی اور راجستھانی علاقہ ہونے کی وجہ سے شدید گرمی یہاں پڑتی تھی پانی بھی دور دور نہیں تھا تانگے والوں نے اس کو بتا دیا تھا کہ ان بزرگ کے پاس اس کو پیدل جانے پیر سفر کرنا ہوگا تو اکبر بادشاہ آگرہ سے جلتی ہوئی ریت پر ننگے پیر پیدل سفر کر کے فتح پور پہنچا اور حضرت سلیم الدین چشتی کی دعا سے اکبر بادشاہ کی چہیتی بیوی جودھا بائی سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا جس نے اکبر کے بعد جہانگیر کے نام سے حکومت کی۔

بس کا دو گھنٹے کا سفر تھا کیونکہ ہر گاؤں پر رکتی تھی سواریاں اتارتی چڑھاتی بڑے آرام سے چلتی تھی۔ بس نے جہاں ہم کو اتارا وہیں سے بلند دروازے کی سیڑھیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سیڑھیاں پہاڑی کو کاٹ کر بنائی گئی ہیں سیڑھیاں ختم ہوتے ہی بلند دروازے کے نیچے پہنچ جاتے ہیں یہ دروازہ حضرت سلیم الدین چشتی کے مزار کا مین دروازہ ہے۔ اس کو بلند دروازہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان بھر میں اس سے اونچا دروازہ اور کہیں نہیں ہے۔ مگر ہم کسی اور ہی کام سے آئے تھے۔ اس لئے اس طرف نہیں گئے۔

جوتے کسی سے سالار بہادر خان کا پتہ کیا تو پتہ چلا کہ اس کی رہائش ابھی اور آگے ہے۔ تانگے کھڑے تھے ایک تانگا پکڑا اور اس طرف روانہ ہوئے۔ بیس پچیس منٹ میں ہم گاؤں کے اندر تھے اور ایک حویلی کے سامنے موجود تھے۔ ہم کو تانگے میں چھوڑ کر اور رولو کا دروازے کی طرف چلے۔ دروازے پر ایک تگڑا سا لٹھ بند کھڑا مونچھوں کو بلاوجہ مروڑے جا رہا تھا۔ ہم اس کے سامنے کھڑے ہو گئے تو اس نے اپنے پسندیدہ کام سے فراغت پائی اور بولا۔

"کاہے تھارا ہے رے کا کام ہے۔"

میں نے کہا۔ "زمیندار سالار بہادر سے ملنا ہے یہ کام ہے۔"

"اچھا تلادیں گے کہاں سے آئے ہو۔" وہ بولا۔

"دلی سے آئے ہیں کام ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے تھارے رہو ہم آوت ہیں۔" کہہ کر حویلی کے بڑے گیٹ میں داخل ہو گیا۔ اور کچھ ہی دیر میں پلٹ کر آیا اور بولا۔

"جاؤ بھیا اندر جاؤ۔" اور اس نے گیٹ کھول دیا۔ گیٹ کے اندر کی طرف ایک آدمی اور کھڑا تھا بولا۔ "آؤ جی ہمارے ساتھ آؤ۔" اور وہ آگے آگے چلا۔

حویلی بہت بڑی تھی۔ طرز تعمیر مغلیہ تھی۔ آگے سرے پر اس نے ہم کو ایک دوسرے آدمی کے حوالے کیا اور وہ ہم کو ایک دروازے کے سامنے کھڑا کر کے اندر گیا اور فوراً ہی واپس آ کر ہم کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ ایک بہت بڑا کمرہ تھا اس میں قدیم اور جدید دونوں طرز کا فرنیچر بڑے قرینے سے رکھا تھا۔ اس وسیع و عریض کمرے کے فرش پر بڑا دبیز قالین پڑا ہوا تھا۔ کھڑکیوں پر رنگ رنگ کے سلک کھاتے پردے پڑے تھے۔ دیواروں پر مختلف جانوروں کے سر سجے ہوئے تھے۔ کمرے میں روشنی کا انتظام کچھ اس طرح تھا کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں سے آ رہی ہے۔

سامنے ہی ایک چھپر کھٹ پڑا تھا۔ اس چھپر کھٹ سے سنہری اور سرخ رنگ کی جھالر لٹک رہی تھی اور اسی رنگ ہی کا بستر پڑا ہوا تھا۔ کنارے پر گاؤ تکیے سے ایک شخص ان کے سہارے بیٹھا تھا۔ چھپر کھٹ کے اندر میں نہایت آرام دہ خوابصورت صوفے پڑے تھے۔

ہمارے اندر آتے ہی وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا ہاتھ ہلا کر بولا۔

"آیئے تشریف رکھیے۔" میں نے اور رحمان نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ واقعی مرد حسن کا ایک نمونہ تھا۔ اس کے بال بھورے تھے آنکھیں کرنجی تھیں خدوخال ایرانی معلوم ہوتے تھے اس کا سینہ چوڑا تھا گلتا تھا اور اس کا قد سرحد کے پٹھانوں جیسا تھا۔ رنگ اس کا گندمی تھا مگر سرخی اس کے گالوں سے جھلکتی تھی بھی خاموشی سے ہماری ہی طرف دیکھ رہا تھا۔

ہمارے لگا رہا تھا وزن کر رہا تھا۔ میں نے اپنا اور رولو کا تعارف کرایا تو بولا۔

"آپ لوگ اتنی دور سے تشریف لائے یہ میری خوش قسمتی ہے مگر میں یہ سمجھ نہیں آیا۔ نہ میں بیمار ہوں اور نہ ہی کسی معالج کی ضرورت ہے۔" سالار بہادر نے کہا۔

"آپ کی جرأت بجا ہے بات یہ ہے کہ ہم دونوں بہت سیلانی طبیعت کے ہیں جدھر منہ اٹھتا ہے چل پڑتے ہیں آگرہ آتا ہوا اور وہیں سے آپ کے پاس آ گئے۔" میں نے کہا۔

"مجھ تک آنے کی زحمت کیوں اٹھائی یہی تو پتہ نہیں چل رہا۔" وہ بولا۔

"ہم آپ کے پاس پروگرام بنا کر آئے ہیں تنگ نہیں آئے ہیں آپ اور ہم پہلی بار ملاقات کر رہے ہیں۔ یہ بات درست ہے مگر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ ہم آپ کے لئے اجنبی ضرور ہیں مگر آپ ہمارے لئے اجنبی نہیں ہیں ہم نے آپ کے بارے میں تھوڑی بہت جانکاری بھی کی ہے مگر اس کی ضرورت تھی آپ برا نہ مانیں ہم دونوں آپ کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گا کہ یہ کیوں ضروری تھا۔" میں نے بات ختم کی تو وہ بولا۔

"مگر میں تو تندرست ہوں کسی قسم کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوں۔" وہ حیرت سے بولا۔

"مگر چند روز ہی میں آپ مبتلا ہونے والے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں نے اپنی زندگی میں ایسا معالج نہیں دیکھا جو بیماری آنے سے پہلے بتا دے کہ بیماری آ رہی ہے۔"

"درست فرمایا آپ نے اور یہ سن کر آپ حیران ہوں گے کہ ہم بھی ایک ایسے مریض سے ملنے آئے ہیں جو بیمار ہونے والا ہے۔" میں نے کہا۔

"بات ہے تو حیرانی کی۔" سالار بہادر نے کہا۔

"تو پھر آپ اجازت دیں کہ ہم اپنا کام کریں اس کام کا آپ کو کوئی معاوضہ نہیں ادا کرنا ہے۔"

"آپ حیران پریشان کرنے جا رہے ہیں آپ کو کسی قسم کا لالچ نہیں تو پھر آپ نے کیوں اتنی زحمت کی آگرہ سے چل کر آئے میرا تو دماغ کچھ قبول نہیں کر رہا ہے۔" وہ بولا۔

"آپ ایک صاحب عقل اور فہمید انسان ہیں حیات انسانی کے ساتھ بہت بڑے بڑے دھوکے فریب بھی ہیں کچھ پراسرار قسم کی چیزیں انسان کو فریب دیتی ہیں اور اپنے کام نکالتی ہیں۔ ان پراسرار باتوں کو کچھ لوگ تو یقین کرتے ہیں اور بچاؤ بھی کرتے ہیں۔" میں نے اپنی بات پوری کی تو وہ بولا۔

"میں ان توہمات پر یقین نہیں کرتا۔ میں یہ ہوں انسان کو سب سے زیادہ طاقتور پیدا کیا گیا ہے۔" سالار بہادر نے کہا۔

"آپ کی بات بے شک درست ہے مگر انسان کمزوریاں بھی کچھ ہیں۔ وہ کمزوریاں ہی انسان کو قابل نہیں چھوڑتیں کہ وہ مقابلہ کر سکے۔"

"میرے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔" سالار نے کہا۔

"زیادہ نہیں صرف یہ کہ یہاں پر آپ ایک بھرا از دواجی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ایک دھوکا کھایا اور آپ شہر آگرہ کے حمام کی رہنے والی ایک حسین صورت سے دھوکا کھا گئے۔ آپ اس بارے میں کیا جانتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک بیوہ عورت ہے اور جوان ہے اس لئے ہے کہ کسی کا گھر آباد کر دے۔" سالار نے جواب دیا۔

"اس کے پہلے شوہروں کی موت کس طرح ہوئی کون سی بیماری تھی اور اتنی جلدی شادی کے بعد وہ کیسے مر گئے۔ آپ کو پتہ ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے زیادہ کرید نہیں کی۔" سالار نے جواب دیا۔

"کرنا تھی جو کہ آپ نے نہیں کی۔ ہم آپ

معائنہ اسی لئے کرنا چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس کے سابقہ شوہروں والی بیماری میں مبتلا نہ ہو جائیں اور اگر کچھ جراثیم آ گئے ہیں تو ان کو ختم کر دیا جائے آپ ہماری بات کا برا نہ مانیں تو یہ آپ کی زندگی کے لئے ضروری ہے آپ ہم کو بے شک خدائی فوجدار تصور کریں مگر جب بات صاف ہو گی تو آپ خود حیرت کے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔ یہ زندگی کے کھیل ہیں آپ بھی اس کھیل کے کھلاڑی ہیں اور کھلاڑیوں کو چوٹیں لگتی رہتی ہیں، دلگیری کو چوٹ نہیں لگتی وہ سیٹی بجاتا رہتا ہے آپ یہی سوچیں کہ ہم دونوں دلگیری ہیں ہماری سیٹی پر توجہ دیں گے تو اچھا ہے نہ توجہ دیں گے تو کھیل سے باہر کر دیئے جائیں گے جس طرح آپ کی زوجہ کے پہلے خاوند کر دیئے گئے، میری بات زیادہ الجھی ہوئی نہیں ہے ذرا سا غور کریں۔" میں نے کہا۔

سالار بہادر چند منٹ کے لئے خاموش ہو گیا۔ گردن جھکائے غور کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "بات اب تک پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی ہے مگر میں معائنہ کرانے پر راضی ہوں۔"

"آپ نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔" میں نے کہا اور میں اس کے قریب چلا گیا۔ رولوکا بھی قریب آ گیا۔ میں نے سالار کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

"جو سوال میں کروں اس کے جوابات آپ ٹھیک ٹھیک دیتے جائیں۔" اور میں اس کی ازدواجی زندگی کے بارے میں سوالات کرتا گیا۔ میں نے سوالات میں یہ توازن رکھا کہ دونوں بیویوں کے بارے میں ہوں اس سے اس کو خود اپنی حالت کا اندازہ ہوتا جائے اور وہ خود فرق محسوس کرے اس کے بعد میں نے اس کا جسمانی معائنہ کیا۔ رولوکا نے کئی جگہ گردن ہلا کر اشارہ کیا اور رولوکا نے کہا۔

"سالار صاحب بے شک آپ اس وقت کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہیں مگر آثار بتا رہے ہیں کہ آپ کا خون بہت تیزی سے گرم ہو رہا ہے اس سے آپ کی طبیعت میں اشتعال بڑھ رہا ہے۔ صرف ایک ماہ کے بعد آپ کمزوری کا شکار ہو جائیں گے۔"

"دیکھئے صاحب میں نے آپ کی بات مان لی معائنہ کرا لیا سوالات کے جوابات بھی دے دیئے مگر اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگ بے شک میرے مہمان ہیں قابل احترام ہیں میں آپ کی خدمت کروں گا مگر اس موضوع پر بات نہیں ہو گی۔" سالار نے دوٹوک جواب دے دیا۔

"ٹھیک ہے سالار صاحب شکریہ آپ کا کہ آپ نے ہمیں وقت دیا اب ہم چلتے ہیں ہم آگرہ میں موجود ہیں اور صرف ایک ماہ تک ہیں اگر ضرورت محسوس کریں تو رابطہ کر لیں ہم ہر خدمت کو تیار ہیں۔"

اور ہم دونوں کھڑے ہو گئے۔ "نہیں نہیں آپ لوگ کھانا وغیرہ کھا کر جائیں گے۔" وہ بولا۔

"ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے کسی پر احسان نہیں کیا۔ رہی کھانے کی بات تو پھر کبھی کھا لیں گے۔"

اور ہم حویلی سے باہر آ گئے۔ باہر تانگہ کھڑا تھا تانگے کی طرف بڑھے تو سالار بہادر نے آواز دی ہم دونوں ٹھہر گئے وہ ہمارے قریب آ گیا اور بولا۔ "آپ حضرات ناراض ہو کر جا رہے ہیں یہ بات میرے لئے ڈوب مرنے کی ہے میں آپ کی کوئی خدمت بھی نہیں کر سکا۔"

"نہیں آپ کا خیال درست نہیں ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میرا اندازہ ہے مگر میں آپ سے آگرہ میں ملاقات ضرور کروں گا۔" وہ بولا۔

"ہم آپ کا انتظار کریں گے۔" میں نے کہا۔

"آگرہ میں آپ کا قیام کہاں ہے؟" سالار نے پوچھا۔ میں نے ہنو کو اشارہ کیا اس نے آگرہ بتایا اور بس اسٹینڈ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں رولوکا نے بتایا۔ "تین دن کے بعد یہ آئے گا۔"

رولوکا کی بات میں بڑی گہرائی تھی وہی ہوا تیسرے

روز ہی سالار بہادر ہمارے پاس آ گیا۔ میں نے خیریت پوچھی تو بولا۔ "میں شرمندہ ہوں حکیم صاحب میں نے آپ کی بات پر توجہ نہیں دی۔" سالار نے کہا۔

"اس بات کو چھوڑیں یہ بتائیں آپ کی طبیعت کیسی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"گرمی کی شکایت ہے، ٹھنڈے مشروبات استعمال کرتا ہوں مگر ہر وقت گرمی لگتی رہتی ہے۔ گاؤں میں رہنا مشکل ہو رہا ہے ہر وقت حمام جانے کی خواہش ہوتی ہے اور کمزوری بہت معلوم ہونے لگی ہے کوئی ایسی دوا دیں کہ گرمی کی شکایت اور اشتہا کم ہو اور بھی دنیا میں کام ہیں ذمہ داریاں ہیں ہر وقت زوجہ کے پاس تو آدمی نہیں رہ سکتا۔" سالار نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنی کیفیت بیان کر دی تو میں نے کہا۔

"ہمارے اندازوں کے عین مطابق آپ ہمارے پاس آئے ہیں اور وہی کیفیت بیان کر رہے ہیں جس کا ہم کو اندازہ تھا آپ فکر نہ کریں ٹھیک ہو جائیں گے علاج مشکل تو ضرور ہے مگر اس میں آپ کا تعاون ضروری ہے کیونکہ پرہیز جو بتایا جائے گا اس پر آپ کو عمل کرنا ہو گا۔ آپ کی بد پرہیزی آپ کے لئے سخت نقصان دہ ہو گی۔ بتائیں آپ اس پر راضی ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"میں ہر بات پر غور کر کے آپ کے پاس آیا ہوں آپ جو کچھ کہیں گے میں وہی کروں گا۔" سالار نے جواب دیا۔

"میرے دوست حکیم آنے والے ہیں ان کا مشورہ ضروری ہے۔" اور چند منٹ کے بعد ہی رولوکا آ گیا۔

آتے ہی بولا۔ "آپ حمام نہیں جائیں گے اور زوجہ کو حمام سے باہر آنے کا کہیں گے۔"

"مگر وہ حمام سے کبھی باہر نہیں جاتیں میرے ساتھ دو چار دفعہ گئی ہیں تو بہت سخت پردے میں گئی ہیں۔ پردے کی سخت پابند ہیں۔" سالار نے بتایا۔ "وہ نہ صرف اپنے جسم کو بلکہ ہاتھ پیروں کو بھی لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتی ہیں اس کی وجہ آپ کو پتہ ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"میں تو ان کو پردہ نشین ہی خیال کرتا ہوں۔" سالار نے کہا۔

"اتنی سخت پردہ نشینی اس لئے ہے کہ کوئی پہچان نہ سکے۔" رولوکا نے بتایا۔

"کیوں پہچانے جانے میں اتنی بڑی کیا بات ہے۔" سالار نے پھر پوچھا۔

"کیونکہ وہ جس جون میں زندگی کے سفر طے کر رہی ہیں وہ ان کی اصل نہیں ہے۔ ان کو کوئی نظر دیکھ کر انسان پہچان جائے گا کہ ان کی اصلیت کیا ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"قبلہ آپ حیران کن گفتگو فرما رہے ہیں میرا جذبۂ تجسس کو آپ نے دو چند کر دیا ہے۔ صاف صاف فرمائیں معاملہ کیا ہے۔"

"میں ابھی آپ کو نہیں بتاؤں گا خود میرا اندازہ صاف نہیں ہے ایک ہفتہ کے بعد آپ کو سب کچھ پتہ چل جائے گا اس وقت صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ آپ رات کو حمام میں نہ گزاریں اور گاؤں میں بھی بیگم سے دور رہیں دن میں آپ حمام جا سکتے ہیں اور بیگم کو باہر لے جانے کی کوشش کر سکتے ہیں مجھے امید ہے کہ وہ اس پر راضی ہو جائیں گی مگر آپ کو کوشش کرنا ہے۔"

سالار کے جانے کے بعد میں نے پوچھا۔ "آپ نے کیا کھوج نکالا ذرا بتاؤ تو سہی۔"

"میرا اندازہ ٹھیک تھا وہ انسان نہیں ہے میں نے اس میں جاتا رہا اور میں نے دیکھ لیا کہ وہ ایک ناگن ہے انسانی جون میں ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"ناگن انسانی شکل میں ذرا وضاحت تو کرو۔"

"سانپوں کی ایک خاص نسل ایسی ہے کہ وہ ایک خاص مدت تک ناروں پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا کسی ایسے مقام پر رہتی ہے جہاں انسان تو انسان کوئی جانور بھی مداخلت نہ کرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنی جون

بدلنے پر قادر ہو جاتی ہے اور پھر وہ انسانی شکل اختیار کر لیتی ہے اصل تو اس کی سانپ ہی ہے انسانی شکل میں آنے کے بعد بھی زہریلے اثرات اس میں موجود رہتے ہیں اور وہی اثرات موت کا باعث ہوتے ہیں اگر زرسانپ جون بدل کر آدمی کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو وہ کسی عورت سے نہیں مل سکتا اگر ملے گا تو عورت زیادہ دن زندہ نہیں رہے گی اور اگر مادہ سانپ جون بدلے گی تو عورت کا روپ اختیار کرے گی وہ بھی جس آدمی سے ملے گی وہ بھی چند دن کا مہمان ہوگا۔" رولو کا نے بتایا۔

"میں نے تو سنا ہے کہ ناگن اور ناگ کا جوڑا ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں ناگ مر جائے تو ناگن اس کا انتقام لیتی ہے اور ناگن مر جائے یا اس کو کوئی مار دے تو ناگ انتقام ضرور لیتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ سب دیومالائی کہانیاں ہیں۔ سانپوں میں ایک نر کسی مادہ کا زندگی بھر اسیر نہیں رہتا۔ ان کا ملاپ سیزن میں ضرور ہوتا ہے اس کے بعد یہ اپنی اپنی راہ چلے جاتے ہیں مادہ کسی غار میں انڈے دیتی ہے اور بچے پالتی ہے۔ نر سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ مگر جو اچھا دھاری ناگ ناگن ہیں وہ ایک دوسرے کی مدد ضرور کرتے ہیں۔" رولو کا نے بتایا۔

"اچھا دھاری ناگ ناگن یہ کوئی نئی قسم ہے سانپوں کی۔" میں نے پوچھا۔

"یہ وہی سانپ ہیں جو دنیا سے دور گپھاؤں میں چھپا کرتے ہیں پھر ان کو اتفاق مل جاتی ہے کہ وہ اپنی جون تبدیل کر سکیں۔" رولو کا نے کہا۔

"یہ ناگن جو جون بدل کر رہتی ہے اس کی عمر کا اندازہ تم نے کیا لگایا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ بات تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔" رولو کا بولا۔

"تم نے حمام میں اس کو دیکھا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"خوب دیکھا ہے اس نے عورت کا جو روپ اختیار کیا ہے وہ بے حد حسین ہے وہ زیادہ سے زیادہ بیس سال کی لگتی ہے اس کا جسم کسی بھی انسان کو پاگل کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر چوبیس گھنٹے میں ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ وہ اپنی اصلی شکل میں آ جاتی ہے۔ وہ اس اصلی شکل کے ساتھ قلعہ میں جاتی ہے اور پھر واپس حمام آ جاتی ہے۔" رولو کا نے بتایا۔

"وہاں کیا کرنے جاتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"حمام اور قلعہ کے درمیان دو میل کا میدان ہے یہ میدان ہموار نہیں ہے اس پر تیز رفتار گھوڑا بھی تیز نہیں دوڑ سکتا سانپ بھی تیز نہیں دوڑ سکتا کیونکہ جگہ جگہ ٹیلے ہیں کانٹے دار جھاڑیاں ہیں۔ ان جھاڑیوں میں سنپولے بھی ہیں مگر یہ ہر روز وہ میدان عبور کر کے قلعہ میں جاتی ہے۔" رولو کا نے بتایا۔

"کس طرح جاتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تم کو سن کر حیرت ہوگی کہ حمام سے قلعہ تک ایک سرنگ بنی ہوئی ہے۔ یہ سرنگ کیوں بنائی گئی تھی ٹھیک ٹھیک جواب تو شاید کوئی نہ دے سکے مگر اندازہ یہ ہے کہ قلعہ دریا کے عین کنارے پر تھا اور حمام دو میل دور تھا حمام میں اس سرنگ کے ذریعہ پانی پہنچایا جاتا ہوگا۔ اب یہ سرنگ بھی بند ہو چکی ہے مگر اتنی گنجائش تو اس میں ہے کہ ایک سانپ گزر جائے۔" رولو کا نے بتایا۔

"اور جانے کی وجہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس سرنگ کے آخری سرے پر خندق ہے کسی زمانے میں یہ پانی سے پر ہوتی تھی مگر اب صرف جھاڑیاں اور گھاس سے بھری ہوئی ہے۔ وہاں پر اسی نسل کے سانپوں کا ڈیرہ ہے یہ وہاں جاتی ہے۔ وہاں پر اس کی بڑی عزت ہے کیونکہ یہ اچھا دھاری ناگن ہے اس کا حکم سب مانتے ہیں اور سب سانپ اس کا کہا مانتے ہیں۔" رولو کا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہوا تم نے پوری تحقیقات کر لی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نے آتے ہی اپنا کام شروع کر دیا تھا۔"

رولو کا نے بتایا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے پتہ کر لیا ہے اور دیکھ بھی لیا ہے کہ وہ رات ایک بجے کے بعد اپنی اصل جون میں آ جاتی ہے اور سرنگ کے راستے خندق میں چلی جاتی ہے وہاں پر حکومت کرتی ہے احکامات دیتی ہے سزائیں سناتی ہے اور وہی کرتی ہے جو کہ ایک سربراہ کرتا ہے مگر ان دونوں سے پہلے ہی واپس حمام میں آ جاتی ہے اور اپنا روپ بدل لیتی ہے۔" رولو کا نے بتایا۔

"اور جب رات میں اس کے پاس سالار ہوتا ہے تو اس وقت یہ کس طرح جاتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ اپنے ہر شوہر کو اور اب سالار کو بھی یاد دہانی تک سلا دیتی ہے۔ اچھا دھاری ناگن بہت طاقتور ہوتی ہے اس کے پاس کچھ تلکیاں بھی ہوتی ہیں وہ بوقت ضرورت ان سے کام لیتی ہے وہ سالار کو اس طرح سلاتی ہے کہ جب تک وہ خود نہ آئے اس کی نیند ٹوٹ نہیں ہوتی۔ اس طرح وہ اپنے دونوں کردار بڑے اطمینان سے نبھا رہی ہے۔ مگر آج رات کے بعد وہ صرف ایک کردار نبھائے گی۔" رولو کا نے بتایا۔

"وہ کس طرح۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ اس کے جون بدلتے ہی وہ صرف ایک ناگن رہ جائے گی دوبارہ انسانی شکل اختیار نہیں کر سکے گی اس کو اس کا پتہ اب تک نہیں ہے اور پتہ اس کو اس وقت چلے گا جب وہ اپنی اصل شکل میں آنا چاہے گی۔ ہر مخلوق کے لئے کچھ قاعدے اور قانون رب کائنات نے بنائے ہیں۔ سانپ کی سلطنت یا تپسیا کے صلے میں اس کو یہ طاقت دی جاتی ہے کہ وہ کسی روپ میں خود کو ڈھال سکے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو تنگ کرے ان کو پریشانیوں میں مبتلا کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی یہ خصوصی رعایت ختم کر دی جاتی ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہوتا ہے اس کی سزا اس کو دی جاتی ہے۔ یہ بات شاید یہ

ناگن بھول گئی تھی اس نے اپنی عیاشی کا سلسلہ
کر دیا حمام میں آنے سے پہلے یہ دوسرے شہروں
یہی کرتی رہی ہے۔ ہر جگہ پر یہ ایک حسین عو
روپ میں نمودار ہو کر کڑیل جوانوں کو ختم کر چکی
دو قدم اس پر شبہ بھی ہوا۔ مگر یہ روپ بدل کر کسی او
چلی گئی اور پھر نئے روپ میں نمودار ہو گئی۔" ر
بتایا۔

"تم نے یہ سب معلومات کہاں سے
کر لیں۔" میں نے پوچھا۔

"یہ صرف ایک ناگن ہے اس نے اپنی عیا
اپنا دائرہ کار بنایا ہوا ہے یہ تو تم مانتے ہو کہ انسانو
ساتھ ساتھ جانوروں میں بھی اقتدار کی جنگ ہوتی
ایک شیر اپنے علاقے میں دوسرے شیر کو برداشت
کرتا۔ اسی طرح جنگل کا ہر جانور اپنی راج دھانی
ہے اور اقتدار کو قائم رکھنا چاہتا ہے اس کے لئے و
بھی کرتا ہے اور اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا۔
جب حمام میں روپ بدل کر آ گئی تو اپنی جبلت کے
اس کو اپنے ساتھیوں کی تلاش ہوئی اور وہ اس تلاش
خندق میں پہنچ گئی، وہاں پر پہلے سے ایک سردار مو
مگر وہ اچھا دھاری نہیں تھا۔ ناگن اس سے زیادہ طا
تھی، اس لئے سردار نے اس کو اپنا سردار مان لیا اور
ان پر راج کرنے لگی مگر وفاداری سردار کے دل میں ر
کچھ نہیں کر سکتا تھا مگر اندر سے ناگن سے نفرت ضرو
تھا۔

میں نے اس سے رابطہ کیا تو وہ تیار ہی بیٹھا تھا
نے اس کو یقین دلایا کہ تم ہی سردار ہو میں تمہاری مدد کر
گا، تم مجھے بتاؤ تو پھر اس نے اس اچھا دھاری ناگن
حالات مجھے بتائے۔ آج وہ اپنے پروگرام کے مطا
خندق میں جائے گی اور پھر حمام میں واپس جب آئے
تو اس کا استقبال ہوتا الو کرے گا اور چند منٹ ہی میں
اس کے پیٹ میں ہوگی۔" رولو کا نے تفصیل بتائی۔
"اس کو تب پتہ چلے گا کہ وہ اب واپس انسا

شکل اختیار نہیں کر سکتی۔" میں نے پوچھا۔

"حمام واپس آ کر وہ اپنا روپ بدلتی ہے اسی وقت اس کو پتہ چلے گا۔" رولوکا نے بتایا۔

مگر ایسا نہیں ہوا، ناگن حمام سے نکلتی گئی اور پھر حمام واپس نہیں آئی۔ میں نے پہلی دفعہ رولوکا کے انداز کو غلط ہوتے دیکھا۔ میں نے پوچھا تو رولوکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں مانتا ہوں میرے اندازے سے زیادہ وہ چالاک نکلی ہے مگر میں اس سے پریشان نہیں ہوں۔ کیونکہ اس کی ساری طاقت سلب ہو چکی ہے وہ ایک زمین پر رینگنے والی عام سی ناگن بن گئی ہے۔ جس کو کوئی بھی بڑے سے کچل سکتا ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"مگر وہ ایک چالاک عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہے اس سے ہوشیار رہنا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔

"آپ نے ٹھیک کہا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

☠☠☠

ناگن بھاگ گئی اور بھاگتی ہی چلی گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا دشمن اس سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس نے جمنا کو پار کیا اور اس جنگل میں چلی گئی جہاں پر چمپا کے درخت بے حساب تھے یہ ایک ایسا جنگل ہے جہاں پر لوگ جانا نہیں چاہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ چمپا کی خوشبو سے مہکتا رہتا ہے اس کی خوشبو سانپوں کو بہت پسند ہے ہر درخت پر سانپ لٹکتے نظر آتے ہیں یہ علاقہ جمنا پار کہلاتا ہے دریا پڑ ہتا ہے تو یہ جنگل ڈوب جاتا ہے مگر اترنے پر پھر نمودار ہو جاتا ہے اس علاقے کے نقصان بھی اس طرف نہیں جاتے۔ رات میں صرف جمنا پار کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ ہندو جو سانپوں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی وہاں نہیں جاتے کیونکہ سانپ اپنے پجاریوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔

ناگن نے جو جگہ رہنے کو پسند کی وہ بہت ٹھیک تھی اس سے بہتر پناہ گاہ اس کو اور کہیں نہیں مل سکتی تھی۔

مگر بدنصیبی اس کی یہ تھی کہ اس کا واسطہ رولوکا سے پڑ گیا تھا۔ رولوکا نے کوئی جلدی نہیں کی اور نہ ہی اس کا پیچھا کیا۔ ہم لوگ آ کر وہ شہر کی سیر کرتے رہے اور پھر سیدھے چلے گئے۔

سالار بہادر ہم کو دیکھ کر بہت خوش ہوا بولا۔

"میں تو روز آپ کا انتظار کرتا تھا۔"

میں نے پوچھا۔ "آپ یہ بتائیں آپ کی صحت کیسی ہے۔"

"میں اب ٹھیک ہوں گرمی کی شکایت بھی نہیں ہے اور نارمل زندگی گزار رہا ہوں۔ آپ بتائیں اس ناگن کا کیا ہوا۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "وہ حمام نہیں آئی تھی خطرے سے بھاگ گئی تھی اور بھاگ کر جمنا پار چمپا کے جنگل میں روپوش ہے مگر اس کا راز کھل چکا ہے اور اس کی طاقت جو جون بدلنے کی تھی ختم ہو چکی ہے اب اس لئے وہ صرف ایک ناگن ہے اس کو کوئی بھی پیپر و پکڑ سکتا ہے وہ یہ بات جانتی ہے اس لئے چھپی ہوئی ہے مگر آپ فکر نہ کریں یہ بھی چند دن کی بات ہے۔" رولوکا نے بات ختم کی تو سالار نے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ کے بعد میں ہی اس کا دشمن ہوں کیونکہ میں اس کے حملے سے بچ گیا ہوں۔"

"وہ آپ تک آنے کی ضرور کوشش کرے گی وہ مجھ تک اس لئے نہیں آئے گی کہ میں اس کا مقابلہ کر لوں گا اس کو آپ ہی آسان شکار نظر آئیں گے مگر میرا خیال ہے وہ اتنی جلدی کچھ نہیں کرے گی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہ بات بھی تو خطرناک ہے کہ مجھ پر حملہ کر سکتی ہے۔" سالار نے کہا۔

"میں آپ کے پاس اسی لئے آیا ہوں کہ اس کے وار کا انتظار کروں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میرے نصیب اچھے ہیں کہ آپ جیسے بہادر مجھے میسر آ گئے ہیں۔" سالار نے ممنونیت کے لہجے میں کہا۔

یہ قدرت کا انتظام ہے اس میں ہمارا کیا حصہ ہے

ہم کو وہیں پر پہنچا دیا جاتا ہے جہاں ہماری ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے لئے تو یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ آپ لوگ میرے غریب خانے پر رہیں گے۔" سالار نے کہا۔

"ہمارا رزق جہاں پر ہوتا ہے ہم پہنچ جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

آٹھ روز تک خیریت رہی نویں روز رولوکا نے بتایا ناگن دریا جمنا پار کر کے ہماری طرف آ گئی ہے۔

"تو تم نے کیا بندوبست کیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میرے پہریدار اس کے سر پر ہیں میں خود یہ چاہتا ہوں کہ وہ یہاں خود چل کر آئے۔" رولوکا نے بتایا۔

"مگر وہ تمہاری موجودگی میں کیوں آئے گی۔" میں نے کہا۔

"میں اس کی نظروں سے روپوش ہوں اور اس کی طرف طاقت ختم ہو چکی ہے وہ سالار کو اکیلا سمجھ کر ہی جمنا پار کر کے آئی ہے۔ اس میں اب صرف اتنی ہی طاقت ہے جتنی کسی بھی کوبرا ناگ میں ہوتی ہے۔

اب اس کو کوئی بھی ہوشیار پیپر و گرفتار کر کے پناری کے حوالے کر سکتا ہے اس کا زہر نکال سکتا ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"مگر اس کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت تو عام سانپ سے زیادہ ہی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"یہ بات آپ کی کسی حد تک درست ہے مگر وہ عملی طور پر ابھی کچھ نہیں کر سکتی جو ایک رینگنے والا سانپ کر سکتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"سالار کی حفاظت تو ضروری ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کا انتظام میں نے پورا کر دیا ہے الو اس کے پاس ہے مگر اس کو پکڑنے کا حکم نہیں ہے ناگن کی ہر حرکت پر نظر میں ہے وہ سالار کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔" رولوکا نے کہا۔

"مگر یہ الو اس کو کیوں دے رہے ہو۔" نے پوچھا۔

"اس نے انسانوں کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ طاقت کا غلط استعمال کیا ہے میں اس کو کبھی ایسی ہی سز چاہتا ہوں۔" رولوکا نے بتایا۔

اور اچانک رولوکا نے کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا میں نے پوچھا۔ "تم نے کچھ کہا ہے۔"

"ہاں میں نے الو کو کہہ دیا ہے کہ اس کو اغوا کر حفاظت سے میرے پاس پہنچا دو ابھی چند منٹ میں ناگ تمہارے سامنے ہوگی۔" رولوکا بولا۔

اور واقعی ایسا ہوا ایک کالے رنگ کی نہایت چمک ناگن دھب سے ہمارے سامنے گری اور اپنا آدھا دھڑ کر سامنے آ گئی۔ رولوکا نے کہا۔

"زیادہ تیزی مت دکھا تو نے دیکھ لی اپنی اوقا تو ایک کیڑا ہے انسان سے کمتر ہے مگر تو یہ بات اپنی طاقت کے نشے میں بھول گئی تھی۔" رولوکا نے یہ کہا اور خاموش سے کچھ سنتا رہا اور پھر بولا۔

"اب بھی تیرا نشہ نہیں اترا۔" پھر خاموشی رہی اور پھر رولوکا نے کہا۔ "میں تجھے تیری جون بدلنے کی شکتی واپس کرتا ہوں تو پھر سے آ جا اسی روپ میں جو تیرا پسندیدہ روپ ہے۔"

ناگن نے زمین پر لوٹ لگائی اور ایک حسین عورت کے روپ میں ڈھل گئی۔ رولوکا نے کہا۔

"اب بتا تو نے کتنے مردوں کو موت کے گھاٹ صرف اپنی عیاشی کی خاطر اتار دیا ہے۔"

"میں مانتی ہوں میں نے ایسا کیا ہے مگر میں کیا کرتی یہ اس شریر کی طلب تھی اور کچھ میرا شوق بھی تھا میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔" ناگن نے کہا۔

"تجھ میں جھوٹ اور مکاری کے جراثیم اب تک ہیں مگر یہ مکاری سب کے سامنے نہیں چلتی۔ تیرے من میں اب بھی وہی سب کچھ کرنے کی خواہش ہے جس کا مزا تجھ کو آ چکا ہے مگر میں تجھ کو اس کا موقعہ نہیں دوں گا۔ اب

READING CORNER
Readingcornerpk.blogspot.com

میرا حکم ہے کہ تو ایک مینڈکی کے روپ میں آجا تیری زندگی بچ جائے گی اور اگر حکم نہیں مانے گی تو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے زندگی بچانے کا ایک موقعہ تیرے پاس ہے۔" بول کیا کہتی ہے۔

کچھ دیر گھمبیر خاموشی رہی میں اور سالار بھی نہایت دلچسپی سے یہ ڈرامہ دیکھ رہے تھے درمیان میں ایک نہایت حسین عورت قالین پر بیٹھی تھی۔

راولوکا نے پھر اپنی بات دہرائی۔ تو وہ بولی۔

"مرنا کون چاہتا ہے مجھے زندہ رہنا ہے مگر کچھ اور بنا دے مینڈکی بنا کر میری توہین ہے مجھ پر رحم کر۔"

وہ گڑگڑا کر بولی۔

"میں تجھ کو کچھ نہیں بنا سکتا تیرے کرتوت تجھے بنائیں گے تو از خود مینڈکی کا روپ دھارے گی کیونکہ سزا اگر اپنی مرضی سے ملنے لگے تو وہ سزا نہیں ہے میں حکم دیتا ہوں تو اپنی جون بدل اور مینڈکی کا روپ دھار لے دوسری صورت میں صرف تین منٹ کے بعد تیرا وجود کسی کے پیٹ میں چلا جائے گا۔" راولوکا نے کہا۔

ایک منٹ کے بعد ہی ہم نے اس حسین عورت کو مینڈکی کا روپ اختیار کرتے دیکھا اور جہاں پر ایک حسین عورت بیٹھی تھی وہاں پر ایک چھوٹی سی مینڈکی موجود تھی۔ راولوکا نے کہا۔

"اب زندگی بھر تیرا یہی روپ رہے گا اگر کسی کا شکار نہ بن گئی تو اور مینڈک کی نسل کو آگے بڑھائے گی اپنی طاقت کو جو لوگ غلط استعمال کرتے ہیں ان کو کبھی بھی بڑی ذلیل زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ سالار بہادر صاحب اس کو آپ کسی جوہڑ میں یا تالاب میں پھنکوا دیں کیونکہ یہ اسی قابل ہے۔"

اس طرح اس عیاش ناگن کا قصہ تمام ہوا اور ہم آگرہ واپس آ گئے۔

آگرہ بڑا شہر ہے۔ یہاں پر تاج محل کے علاوہ بھی بہت سے مقامات دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان شاہی عمارتوں میں ایک بہت بڑی عید گاہ بھی ہے یہ عید گاہ

مغرب کی طرف ایک بہت عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے مسجد کے بعد چوڑا اونچا برآمدہ ہے۔ یہ پوری عمارت سرخ پتھر کی بنی ہوئی ہے برآمدے کے چبوترے کے بہت بڑا میدان ہے یہ کچا ہے اس میں پورے سال گھاس اگی رہتی ہے یہ گھاس رمضان میں کاٹی جاتی ہے بہت دور کے گاؤں سے یہاں پر سلطان نماز عید ادا کرنے آتے ہیں اور یہ مسجد اور پورا میدان بھر جاتا ہے آنے اور جانے کے تین دروازے ہیں جن کی چوڑائی چند درجن فٹ ہے ان میں لکڑی کے کواڑ لگے ہوئے ہیں مسجد کے باہر بائیں طرف قبرستان ہے اور سامنے کے دروازے کے باہر میدان ہے اس میدان میں عید پر میلا لگتا ہے جھولے وغیرہ لگ جاتے ہیں عید ین کے علاوہ یہ مسجد ویران رہتی ہے اندر کوئی نہیں آتا صرف رمضان میں نماز پڑھنے والے آتے ہیں ان کو مسجد کی طرف سے کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اندر جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس مسجد کے قریب سے گزرنے کا کئی دفعہ اتفاق ہوا اور مجھے اس کے اندر جانے کا شوق ہوا میں نے ایک آدمی سے پوچھا تو وہ بولا۔

"اس مسجد کے متولی بابو خان ہیں وہی سب انتظام کرتے ہیں آپ ان سے رابطہ کریں۔"

"ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ان کا مکان وہ سامنے جو محلہ ہے اس کا آخری مکان بوہر رہے وہیں پر ہے کسی سے بھی پتہ کر لیں۔"

میں محلہ کنلو پور چلا گیا بڑی آسانی سے بابو خان کا مکان مل گیا۔

میں نے ان کو آنے کی وجہ بتائی تو وہ حیرت سے بولے۔

"آپ کو اندر جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہم صاحب آگرہ شہر میں بہت شاہی عمارتیں ہیں آپ وہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو ایک ویران مسجد ہے جہاں پر نماز

"ہم نے تمام آگرے کی عمارتیں دیکھ لی ہیں اب چاہتے ہیں کہ ان عمارتوں کو بھی دیکھیں جو ویران پڑی ہیں یہ ہے تو حیرانی کی بات مگر اس کو ہمارا شوق سمجھ لیں۔" میں نے کہا۔

"مگر میں آپ کو اس شوق کو پورا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" بابو خان بولے۔

"اس کی وجہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کئی وجوہات ہیں۔ کچھ ایسی ہیں کہ میں بتا نہیں سکتا۔" وہ بولے۔

"میری سمجھ میں بات نہیں آتی۔" میں نے کہا۔

"ایک تو سرکاری طور پر حکم نہیں ہے اور دوسری وجہ کیا بتاؤں میں بتا نہیں سکتا۔" بابو خان بولے۔

"دیکھئے خان صاحب ہم بڑی دور سے آئے ہیں زندگی میں پھر آگرہ آنا ہو یا نہ آنا ہو ہماری دلی تمنا ہے کہ ہم اس شاہی عمارت کو اندر سے ایک نظر دیکھ لیں۔" میں نے کہا۔

"اور میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ نہ صرف اس عمارت کو بلکہ جو بھی ویران پڑی ہے نہ دیکھیں تو بہتر ہے۔" بابو خان نے کہا۔

"اس کی وجہ بھی بتا دیں تو اچھا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جن مقامات کو ویران تصور کرتے ہیں غیر آباد خیال کرتے ہیں ان مقامات پر کچھ آباد یاں ہیں اور جو آباد ہیں وہ آپ کو وہاں پر پسند نہیں کریں گے اور آپ کو نقصان ہو جائے گا اس لئے آپ شوق کو رہنے دیں انسان کی ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی۔" بابو خان بولے۔

"بات اب کچھ صاف ہوئی ہے آپ کا مشورہ بہت اچھا ہے اور میرا دوست آپ کی بات کا خیال رکھیں گے۔ مگر میری درخواست ہے کہ ایک نظر ہی سہی مگر اندر تو جانے دیں۔" میں نے کہا۔

READING Section
Imtiaz.com

خاموش تھا۔ میں نے ان بزرگ کو حیرت سے دیکھا جو اچانک ہمارے سامنے آ گئے تھے اور آگے بڑھ کر ان سے ہاتھ ملانا چاہا۔

مگر وہ میرے آگے بڑھتے ہی پیچھے کھسک گئے اور بولے۔

"آپ لوگ واپس جائیں واپس اس لئے جانے دیا جا رہا ہے کہ آپ اس شہر کے نہیں ہیں اور یہاں کے قاعدے قانون سے واقفیت نہیں رکھتے۔"

رولوکا نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ہم آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ ہم لوگ حکیم ہیں جہاں ہماری ضرورت ہوتی ہے ہم از خود وہاں جاتے ہیں یہ خدمت ہم کسی لالچ سے نہیں کرتے ہم جانتے ہیں کہ آپ پریشان ہیں آپ کو ہماری ضرورت ہے۔ آپ کا ایک عزیز زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہے ہوسکتا ہے ہم آپ کی کچھ خدمت کر سکیں۔" رولوکا خاموش ہوا تو وہ حیرت سے بولے۔

"آپ یہ بتائیں آپ کس کو کس طرح پتہ چلا۔"

"ہمارے اپنے ذرائع ہیں جن کا بتانا ضروری نہیں ہے بات درست ہے یا نہیں آپ یہ بتائیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"آپ کی بات حیرت انگیز حد تک درست ہے۔" وہ بزرگ بولے۔

"آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔" میں نے کہا۔

"معافی چاہتا ہوں پریشانیوں میں مبتلا ہوں اس لئے بھول گیا تھا بہر کیف میرا نام شراک ہے میں اس آبادی کا بڑا ہوں اور جو بیمار ہے وہ میرا ہی بیٹا ہے۔" وہ بزرگ بولے۔

"آپ بیماری کی نوعیت اور کب سے بیمار ہیں یہ بھی بتائیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرا شرم نہیں ہے کہ آپ غیر معمولی انسان ہیں آپ نے مجھے مطمئن کر دیا ہے اس اس کے بعد میں آپ کو پوری تفصیل بتاؤں گا۔" شراک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جو آپ مناسب خیال کریں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"آیئے میرے ساتھ۔" شراک نے کہا اور آگے چل پڑا۔

ہم دونوں اس کے پیچھے چل پڑے۔ چبوترہ ختم ہوا اور مسجد کی عمارت شروع ہوگئی۔

محراب دار دروازے سے اندر جاتے ہی ایک زینہ تھا وہ اس پر چڑھنے لگے اور ہم کو بھی اوپر آنے کا اشارہ کیا زینہ ختم ہونے کے بعد ایک کشادہ دالان آ گیا ابھی تک ہم نے ان کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے کسی کی موجودگی کو محسوس کیا تھا رولوکا نے بھی نہیں۔ دالان کے بعد دو کمرے تھے جو ایک دوسرے سے ملحق تھے ہر طرف صفائی تھی کسی جگہ ذرا سی گندگی نہیں تھی جو حجرے مغربی کی طرف تھے ان کی چابیاں لگی تھیں اور اس کے ساتھ ہی ایک چھر کا تخت پڑا تھا اس پر سفید بستر پڑا تھا اور اس پر شالاک لیٹا تھا وہ بزرگ اس کے سرہانے کھڑے ہوگئے اور بولے۔ "یہ ہے میرا اپنا شالاک تین چار دن سے پڑا ہے اس کی بیماری کی نوعیت میری سمجھ میں آ تو گئی ہے مگر اس کا علاج میرے بس میں نہیں ہے۔" شراک نے کہا۔

"آپ کچھ نہ بتائیں میں بتاتا ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"آپ کس طرح بتائیں گے پہلے بیماری کی کیفیت سن لیں پھر علاج شروع کریں۔" بزرگ نے کہا۔

"دیکھیے مہربان اس کی بیماری جسمانی نہیں ہے۔ روحانی بیماری ہے بلکہ اس کو بیماری کے بجائے آپ سزا کہہ سکتے ہیں یہ سزا اس کو اس کے گناہوں کے بدلے ملی ہے اس نے کسی کو دکھ دیئے ہیں کسی انسان کو ستایا ہے اس کا علاج ہوسکتا ہے مگر پہلے اس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے یہ گناہ کئے ہیں اور آئندہ کے لئے توبہ کرنی ہوگی اور ہر

"آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر یہ ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں بھائی تکلیف کیسی آپ آ جائیں میں تالا کھول دوں گا۔ مگر بات میری سمجھ میں پوری طرح آئی نہیں ہے۔" بابو خان بولے۔

"دیکھو میرے عزیز جتنا تم کو پتہ ہے وہیں تک رہنے دو زیادہ کرید کرو گے تو ہم بتا بھی دیں گے مگر بہتر یہ ہے کہ جتنا جانتے ہو وہیں تک رہنے دو بعض وقت یہی پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں ضد نہیں کر رہا آپ بہتر جانتے ہیں۔" بابو خان بولے۔

دوسرے روز ہم پہنچے تو پھاٹک پر بابو خان موجود تھے ہم اندر چلے گئے اور وہ وہیں سے پھاٹک بند کر کے چلے گئے۔ کیونکہ ہم نے ان سے کہہ دیا تھا کہ پتہ نہیں کتنا وقت لگے گا اس لئے آپ دوپہر ایک بجے واپس گیٹ پر آ جائیں۔

چبوترے پر ہی ہماری ملاقات شراک سے ہوگئی۔ میں نے راستے میں شراک سے پوچھا۔ آپ کب سے اس جگہ رہتے ہیں۔ تو اس نے بتایا۔

"یہ جگہ کسی زمانے میں آگرہ شہر سے باہر تھی کسی زمانے میں آگرہ کے بھی دروازے اور گیٹ تھے مگر یہ سب ٹوٹ پھوٹ گئے چار دیواری کا نام نشان تک مٹ گیا۔ اس عید گاہ کو بنانے میں بابر کے زمانے کو یاد کرتا پڑتا ہے۔ مگر تکمیل ہمایوں کے زمانے میں ہوئی۔ آگرہ کے چاروں طرف گاؤں ہیں اس لئے شہر سے دور اس کو رکھا گیا اور اسی وجہ سے یہ مسجد شروع ہی سے ویران ہوگئی۔ اور ہم لوگ اس میں آباد ہوگئے۔ یہاں پر بے دین کوئی نہیں ہے۔ یہاں پر ہم لوگ بڑے سکون سے رہتے ہیں۔"

اب ہم مریض کے حجرے میں پہنچ گئے تھے شالاک جاگ رہا تھا مگر بستر پر خاموش بیٹھا تھا شراک نے بتایا۔ "تین ماہ کے بعد اس نے آج آنکھیں کھولی ہیں۔"

رولوکا اس کے سرہانے کھڑا ہوگیا اور بولا۔

http://freepdfpost.blogspot.com

"شالاک تم بول سکتے ہو مجھ سے بات کرو اور جو سوالات میں کرتا ہوں ان کے جوابات مجھے دو۔"

شالاک نے گردن ہلا کر اقرار کیا تو رولوکا نے کہا۔

"تم نے کسی کا دل ہلا دیجہ دکھایا ہے یاد کرو غور کرو اور پھر بولو۔"

چند منٹ خاموشی رہی پھر ایک بہت باریک آواز شالاک کی سنائی دی۔

"میں ایسا نہیں چاہتا تھا مگر میں مجبور تھا مجھے اپنے اوپر اختیار نہیں تھا۔"

"اب تم کو خود پر اختیار ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"شاید اب بھی نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں بیمار کیوں ہوتا۔ میری طاقت اس نے چھین لی ہے وہ بہت خود غرض اور ظالم انسان ہے اس نے مجھ سے بہت گھناؤنے کام کروائے ہیں۔ میں مجبور تھا کیا کرتا۔ میں گناہ گار ہوں میں بہت گناہ گار ہوں میں کیا کروں بتاؤں میں کیا کروں۔"

"جب تم اس کی غلامی کرتے تھے تو پھر تمہاری یہ حالت کس نے بنائی ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"میں اس کے گھناؤنے کام کرتے کرتے تھک آ گیا تھا میں نے اس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ میں مرجانا پسند کرتا ہوں مگر اس ظالم کے کام اس قدر گندے ہیں کہ میں نہیں کر سکتا۔"

شالاک نے کمزور آواز میں جواب دیا۔

"وہ کس قسم کے کام کرواتا تھا۔" رولوکا نے پوچھا۔

"وہ ایک ساحر ہے اس نے اپنا ہمزاد بھی کنٹرول کیا ہوا ہے وہ ہمزاد اس کو بتا دیا کرتا تھا کہ کس محلے میں کس لڑکی کی شادی ہو رہی ہے لہٰذا کو پہلی رات اٹھا کر لانا میری ڈیوٹی تھی میں نے لڑکیوں کی بے کسی اور لاچاری کے بڑے دردناک مناظر دیکھے ہیں کئی لڑکیوں نے خودکشی بھی کر لی ہے بہت لوگ اس ظالم کو جانتے ہیں اس کے کرتوت بھی جانتے ہیں مگر اس کا کیا کر سکتے ہیں۔ میرے علاوہ اس کے پاس اور بہت موکل ہیں جو اس کے کام کرتے ہیں۔" شالاک نے جواب دیا۔

"اس کا کیا نام ہے اور کہاں رہتا ہے۔" رولوکا نے سوال کیا۔

"اس کا نام مندو ہے اور وہ آگرہ شہر کے آ... سرے پر جمنا کے کنارے ایک آبادی ہے اس میں ... ہے وہاں پر ایک بہت بڑی حویلی اس نے بنوائی ہے ... بہت بڑی حویلی میں اس کی رہائش ہے حویلی کے چا... طرف اس کے آدمی پہرہ دیتے ہیں ان کے علاوہ اس ... موکل اس کو چوبیس گھنٹے اندر اور باہر کی پہچاتے ... ہیں۔ پھر سے آگرہ شہر میں وہ مشہور ہے لوگ اس ... بہت ڈرتے ہیں اس کی حویلی میں چڑھاوے چڑھاتے ... ہیں اس سے دعائیں مانگتے ہیں اس کے کرتوت ... بتاؤں وہ مجسم شیطان ہے میں جانتا ہوں جو کچھ میں ... ہوں وہ سب اس کو پتہ چل جائے گا اور وہ مجھے ... ناک موت سے ہمکنار کر دے گا۔" شالاک نے کہا۔

"تم اس کی لائی موت سے نہیں مرو گے میں ... کا تم کو یقین دلاتا ہوں۔ رب کائنات کا حکم ہوتا ... نہیں کر سکوں گا تم بے فکر ہو جاؤ تمہارے نزدیک ... کوئی موکل نہیں آئے گا۔" رولوکا نے کہا۔

"آپ کو اس کا یقین ہے۔" شالاک نے ... کے انداز میں پوچھا۔

"ہاں مجھے پورا یقین ہے ہر بدی کو نیکی ... ہے۔ بدی کی قوت تھی ہی بڑھ جائے مگر نیکی اس ... ہوتی ہے تم احساس ندامت سے کمزور ہو اس کا ... ہے کہ تم میں نیکی کی روشنی ہے اور وہی روشنی تمہاری ... کرے گی اور تم اچھے ہو جاؤ گے۔"

"کیا یہ ممکن ہے حکیم صاحب۔" شراک نے ... معصومانہ آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ ہی ہوگا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"شاید میری کسی نیکی کا صلہ ہے کہ آپ ... میرے پاس آ گئے۔" شراک نے کہا۔

بے شک یہ قانون قدرت ہے ہر بدی کے ... پہلے پر کوئی نہ کوئی ضرور آتا ہے اور اس بدی کو ختم کرتا ... تم یہ بتاؤ یہ مندو کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔" ... پوچھا۔

نام تو اس کا مسلمانوں جیسا ہے مگر وہ ایک لا ... نفس ہے۔ شالاک نے بتایا۔

"میں نے بھی نام کی وجہ سے ہی یہ سوال کیا تھا۔" ... نے جواب دیا۔

مندو بڑا ہی بدنام زمانہ آدمی تھا اس کے نام سے ... ڈرتے تھے اس کے بارے میں گفتگو کرتے لوگ ... ڈراتے تھے میں نے جس سے اس کے بارے میں ... پوچھا اس نے اس کے خلاف ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا ... ہیبت اس قدر زیادہ تھی کہ ہندو، مسلمان، سکھ، ... ہوں وہ سب اس کو پتہ چل جائے گا اور وہ مجھے ... کوئی بھی زبان نہیں کھولتا تھا اس کے نظر نہ آنے ... ناک موت سے ہمکنار کر دے گا۔" شالاک نے کہا۔ ... کے کارندے اس کو سب کچھ بتا دیا کرتے تھے اور وہ ... پل میں مزا سنا دیا کرتا تھا۔ اس کی چیرہ دستیاں اس ... زیادہ تھیں کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو جوان ہونے سے پہلے ... شہر سے نکال دیا کرتے تھے وہ نیکی کا دشمن تھا۔

رولوکا نے کہا۔ "یہ ایک خطرناک دشمن ملا ہے اس کے ... بھی کچھ لیے ہیں اگر آگرہ شہر میں رہیں گے تو مجھے ... طرف دھیان دینا ہوگا دلی یہاں سے زیادہ دور نہیں ... چند روز میں کام ختم کر کے آپ کے پاس آ جاؤں ... کچھ عرصہ آرام کر لیں۔" اور میں آگرہ سے دلی ... میں نے کسی اور کی خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ رولوکا ... تھا تو بہت غور و فکر کے بعد ہی کیا ہوگا۔ رولوکا بہت ... دیکھتا تھا۔ پرکھتا تھا پھر فیصلہ کرتا تھا اکثر ہی اس ... درست ہوتے تھے۔

❁ ❁ ❁

آپ کے دلی جانے کے بعد میں روپوش ہو گیا۔ ... نے شراک سے کہہ دیا کہ میں تم سے کچھ عرصہ دور ... گا کر تم بے فکر ہو زیادہ دور نہیں رہوں گا اور میں نے ... تلاش شروع کر دی۔ وہ شہر سے دور جنوب کی طرف ایک گاؤں نما آبادی میں رہتا تھا اس کی حویلی ... اطراف میں جو لوگ آباد تھے وہ سب اس کے ... چاہنے تھے۔ وہ اس کو بہت بڑا رتبہ دیتے تھے اس ... ڈرتے تھے اور اس کا ہی دیا کھاتے تھے۔ وہ صرف اس ... تعریفیں کرتے تھے۔ وہ سب نر ہندو تھے نہ مسلمان ... سب شیخ سدوئی تھے۔ اس بدبخت نے ایک نیا مذہب ... ایجاد کر دیا تھا جس کو وہ لوگ سدوئی کہتے تھے وہ لوگ ... صرف مندو کے گن گاتے تھے اس کا نام لیتے تھے اور سجدہ ... بھی اس کو کرتے تھے۔ میں نے روپوش رہ کر حالات ... جائزہ لیا اس کی طاقت کا اندازہ کیا تو مجھے پتہ چلا کہ اس ... کے قبضے میں صرف ایک ہمزاد ہی نہیں ہے بلکہ ایک پوری ... فوج اس کے پاس ہے وہ جس کا بھی چاہتا ہے ہمزاد غلام ... بنا لیتا ہے اور جس کا وہ ہمزاد ہوتا ہے وہ خود بخود اس کا غلام ... بن جاتا ہے اور مزے کی بات یہ کہ اگر اس کا کوئی غلام ... مر جاتا ہے تو بھی ہمزاد اس کے پاس ہی رہتا ہے یہ ایک ... طرح سے اس کی سیلانی روح کو غلام بنانے کے ہنر سے ... واقف ہو گیا تھا۔ یہ ایک حیرت انگیز اور نیا کرتب میرے ... سامنے آیا تھا وہ بلا کا عیار اور دھوکے باز آدمی تھا اس کی یہ ... خصلت تھی کہ وہ کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا تھا خواہ اس ... کے کتنا ہی قریبی اور چاہنے والا ساتھی کیوں نہ ہو وہ کہتا تھا ... رحم وہ کرتے ہیں جو کمزور ہوتے ہیں میں کمزور نہیں بننا ... چاہتا میں رحم کروں گا تو خود ایک دن قاتل رحم بن جاؤں گا ... اس لئے اس سے سب ہی خوف کھاتے تھے اور اس کا ہی ... دم بھرتے تھے۔ ہر روز اس کے بستر پر ایک عورت نئی ہوتی ... تھی وہ اس کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتا تھا اگر زندہ بچ ... گئی تو بھی زندگی بھر اذیت ناک تکلیفوں میں مبتلا ہو جاتی ... تھی۔ میں نے زندگی میں ایسا بے رحم اور سفاک آدمی نہیں ... دیکھا تھا یہ آدمیت کا ایک بھیانک روپ تھا۔

زمین پر خدائی کا دعویٰ کرنے والے ... کمزوروں آدمی ... ہیں کسی نے سانحہ خدائی کا دعویٰ کرنے والوں ... سے سبق حاصل نہیں کیا تھا مندو بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا۔

میں اس کے بہت قریب تھا مگر اس کو اس کا احساس نہیں تھا اس کے دن رات اسی طرح گزرے تھے میں نے ابھی کوئی مداخلت نہیں کی تھی اس کی طاقت صرف ہمزاد تھے اس کا سارا کام وہی کرتے تھے۔

میں نے اس کی اسی طاقت کو کم کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک رات ایک ہمزاد کو روک لیا وہ حیران ہوا میں نے اس کو کہا۔ "تو کس کی غلامی کر رہا ہے اور تو کون ہے مجھے بتا۔" تو وہ بولا۔

"میرا نام گوپی ہے میں اپنے وصل سے بچھڑ گیا ہوں میں اپنے وصل کے پاس نہیں جا سکتا مجھے وہی کرنا ہے جو مالک مجھے دے گا۔"

میں نے کہا۔ "میں تجھے میرے وصل کے پاس پہنچا دوں گا بول جائے گا۔"

"ضرور جاؤں گا۔" وہ بولا۔

اور میں نے گوپی کو اس کے وصل کے پاس پہنچا دیا۔ "اب تم کچھ عرصہ جمنا کے دوسری طرف چلے جاؤ۔ اگر یہاں پر ہو گے تو وہ تم کو پھر قیدی بنا لے گا۔" اور گوپی بڑی خوشی سے جمنا پار چلا گیا۔

میں ہر روز ایک ہمزاد کم کرتا گیا۔ اس کے گاؤں کی آبادی کم ہوتی گئی۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کس طرح ہو رہا ہے اس کے خلاف کوئی کچھ کرے گا اس کا تو اس کو گمان تک نہیں تھا۔

اس کے غرور نے اس کو اکیلا کر دیا اس کے گاؤں کی ساری آبادی ایک ایک کر کے چلی گئی ان کی نقل مکانی کرنے میں، میں نے ان کا ساتھ دیا ان کو آسانیاں دیں اور وہ ہمزاد آزاد ہوتے ہی چلے گئے۔ مگر مندو کی راتیں اب بھی رنگین تھیں ہمزادوں کے علاوہ اس کے کچھ جن بھی یہ کام کرتے تھے وہ دور سے اس کی غذا فراہم کر رہے تھے۔ اس کا وہی دستور تھا۔ اس کے بعد میں نے ان جنوں پر توجہ دی جو یہ کام کرتے تھے ان کو سختی سے بھی روکا اور ان کو آزادی دلانے کا وعدہ کیا اور یہ بھی میری بات ماننے لگے اور بہت آہستہ روی سے میں اس مقام پر آ گیا کہ مندو کی

رات سونی ہو گئی اس نے ہر جتن کیا کہ اس کو پتہ چل جائے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کون اس کے خلاف کر رہا ہے اس کا توڑ کر رہا ہے کون سی طاقت ہے کیا ہے مگر اس کو پتہ نہیں چلا کیونکہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا صرف خود کو پوشیدہ رکھ کر اس کے کاربندوں کو اس خلاف کیا تھا وہ چونکہ پہلے سے اس سے بیزار تھے اس میرا کام آسان ہو گیا تھا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ اس کے جو جنسز منتر ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ میرا کچھ بگاڑ سکیں۔

اب صرف وہ اور اس کا ہمزاد ہی میرے سامنے میں دونوں اسے پوشیدہ تھا۔ کنویں کے اندر جو بدرو میں تھی وہ بھی فرار ہو چکی تھیں یہ کنویں نما باول بڑی تھی اس میں ایک لوہے کا بت پڑا تھا جو اس لئے کہ اس کے میلے پر جو لوگ آتے تھے وہ چڑھاتے تھے اور اس کنویں میں روپے اور سونے کے زیور ڈالا کرتے تھے میلے کے بعد وہ نکالتے تھے۔ میں نے اس کنویں کا یہ استعمال کیا کہ اس کنارے پر راتوں رات دو بڑی بلیاں زمین میں گا اور ان دونوں پر ایک بڑی لکڑی کی کنویں کے عین اوپر تھی اس میں ایک مضبوط رسی باندھ دی۔ اس طرح چھانی گھر میں نے تیار کر دیا۔ میں اس کے گھناؤ کی وجہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا وہ ایک کمینہ بدکردار شخص تھا وہ اپنے محل میں یہ سمجھتا تھا طاقتور شخص ہے اس کے مقابلے پر کوئی نہیں آ سکتا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ مجھے تلاش کرتا ہی رہ گیا نے ایک رات اس کی ٹانگیں باندھ کر اس کی باؤں اوپر اس کو الٹا لٹکا دیا اس کی جو طاقت تھی اس کا وہ صرف ہمزاد اور بھولے جنات کو قابو کرنے کا تھا اور سارے کام وہ ان سے کرواتا تھا۔ وہ بہت شور کیا معافیاں مانگتا رہا مگر میری آواز تک نہ اس کی الٹی اسی جگہ گل سڑ کر کنویں میں گرتی رہی طرف نہیں آیا کسی نے اس کی مدد نہیں کی وہ گاؤں جگہ تھی پھر اس کو لوگوں نے آسیبی بھی کہنا شروع کر

طرف کوئی نہیں جاتا۔ مندو کا نام بدنام زمانہ نام ہے۔

رولوکا نے تمام کہانی سنائی اور خاموش ہو گیا تو میں نے کہا۔

"اور شالاک کا کیا ہوا۔"

"وہ ٹھیک ہے تم کو یاد کرتا تھا۔" رولوکا نے بتایا۔

"تم نے اتنے کمزور دشمن کے لئے مجھے بھی آگ کرو ے روانہ کر دیا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ بات درست ہے بات یہ ہے کہ ایک کو قابو کرنے کے لئے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے بڑا کام ہے اور اس کے اردگرد تو ہمزادوں کی بھیڑ لگی تھی۔ وہ صرف اسی کا ماہر تھا میں اسی میں دھوکا کھا گیا مگر ن کے بعد میں اس کے اس ڈھول کا پول کو سمجھ گیا آپ تو دلی جا چکے تھے۔ آپ دلی کے حالات بتائیں ب کی دوائیاں برابر آ رہی ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے دوائیں برابر آ رہی ہیں اور نا بھال چل رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر دلی میں ہم کیا کر رہے ہیں۔" رولوکا نے ی کیا۔

"میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اب تو انتظار ختم ہوا۔" رولوکا نے کہا۔

"میں تم کو ایک مریض سے ملوانا چاہتا تھا۔" میں

"کوئی خاص مریض ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں خاص اس طرح ہے کہ میں نے اس کے ی جو تحسیں کی وہ ٹھیک نہیں تھی دوائیں اس پر اثر کرتی مگر چند روز کے بعد پھر پرانی کیفیت ہو جاتی ہے۔" نے کہا۔

"کون ہے عورت ہے مرد کون ہے۔" رولوکا نے

"یہ ایک جوان عورت ہے اس کا نام وشتی ہے شدہ ہے۔" میں نے بتایا۔

"کچھ اور بتائیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"اس کا مرض یہ ہے کہ وہ خود کو مردہ خیال ہے اور خود کو سورگ یعنی جنت میں خیال کرتی ہے شوہر اس کے نزدیک نہیں آ سکتا بہت صاف ستھری ہے اور بھگوان شیو سے ہر وقت ہم کلام رہتی ہے بھگوان شیو کے حکم پر کرتی ہے اس کے دماغ میں یہ بیٹھ چکی ہے بظاہر وہ ٹھیک رہتی ہے میں نے ا یادداشت کو واپس لانے کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا چند روز وہ خاموش ہو جاتی ہے مگر اس کے بعد پھر شیو سے باتیں شروع کر دیتی ہے۔" میں نے بتایا۔

"کام تو دلچسپ ہے۔" رولوکا نے جواب دیا

"وہ اپنے شوہر کے ساتھ آتی ہے یا یوں سمجھ شوہر اس کو لے کر آتا ہے۔ وہ ایک کھاتا پیتا کار آدمی ہے اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے بلکہ ان کی شادی محبت کی شادی ہے مگر شادی کے تین مہینے بعد ہی اس شوہر کو دھتکار دیا اور اس سے الگ کمرے میں سونا شر کر دیا ایک مکان میں دونوں رہتے ہیں مگر الگ الگ ش چونکہ اس کو چاہتا ہے وہ اس کو خود سے الگ کرنا نہیں چا اس لئے یہ درخواست کر رہا ہے اس سلسلے میں اس نے اس بہت علاج کر رہا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا میں بھی اب تک کے مرض کی نوعیت پوری طرح نہیں سمجھ سکا ہوں ا کا مجھے اعتراف ہے۔" میں نے کہا۔

"اب وہ کب آئے گی۔" رولوکا نے پوچھا۔

"کل اس کو آنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"دوسرے دن وشتی اور اس کا شوہر گنیش شر آ گئے میں اور رولوکا دونوں موجود تھے۔

گنیش شرما ایک پڑھا لکھا جوان آدمی تھا وشتی بھی اس کے جوڑ کی تھی دونوں کی جوڑی اچھی تھی میں نے وشتی کا حال پوچھا تو گنیش نے بتایا۔

"ٹھیک ہیں مگر رات ہوتے ہی یہ اپنی جنت یعنی الگ کمرے میں چلی جاتی ہیں اور ہاں پر کسی کا بھی داخلہ بند ہے یہ صرف شیو بھگوان سے باتیں کرتی ہیں دن میں تو میں ان سے باتیں کر سکتا ہوں مگر رات میں یہ صرف شیو

READING Section
http://readingsection.blogspot.com/

بھگوان سے باتیں کرتی ہیں۔"

"ان کے کمرے میں شیو بھگوان کی کوئی مورتی وغیرہ بھی ہے۔" رولوکا نے پہلا سوال کیا۔

"نہیں ان کے کمرے میں تو کوئی فوٹو تک نہیں ہے۔" گنیش نے جواب دیا۔

"آپ نے کبھی ان کو جب وہ بھگوان سے ہم کلام ہوتی ہیں دیکھا ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"بارہا دیکھا ہے۔" گنیش نے جواب دیا۔

"ان کی حرکات سکنات کیسی ہوتی ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کمرے میں موجود ہو اور یہ اس سے بات چیت کر رہی ہیں کئی دفعہ مجھے شک بھی ہوا مگر کمرہ خالی تھا۔" گنیش نے بتایا۔

"یہ صرف رات کو ہی ہوتا ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں صرف رات کو مگر دن میں بھی یہ لوگوں سے دور رہتی ہیں۔" گنیش نے بتایا۔

"ٹھیک ہے ان کا علاج ہو جائے گا۔" رولوکا نے بتایا۔

"مگر یہ کیا مرض ہے یہ تو پتہ چلے۔" گنیش نے پوچھا۔

"دیکھیے آپ ایک تعلیم یافتہ آدمی ہیں میری کہی ہوئی بات شاید آپ کا دماغ قبول نہ کرے مگر آپ نے سوال کر دیا ہے ہر معالج کا یہ مرض ہے کہ وہ ایسا جواب دے کہ تشفی ہو جائے۔ دنیا کے جتنے بھی اصول اور قاعدے ہیں وہ انسانی جسم کی ساخت کے اعتبار سے بنائے گئے کیونکہ ان قاعدوں اور اصولوں سے جسم کا ہی علاج کرنا ہوتا ہے۔

مگر کچھ مقامات معالج کے لئے ایسے آتے ہیں کہ وہ حیران رہ جاتا ہے۔ اس کے وہ کیمیائی اصول و تراکیب جن کو مانتا آیا ہے آزماتا آیا ہوتا ہے دوسرے سے ناکارہ ثابت ہوتے ہیں اور وہ ہار جاتا ہے کیونکہ کبھی اصولوں اور قاعدے اس کو کوئی راہ نہیں دکھاتے اس کا تجربہ اور دوائیں بے فائدہ ہو جاتی ہیں وہیں سے ایک نئی کی ابتدا ہوتی ہے حکیم صاحب نے جو علاج اب تک کیا ہے وہ غلط نہیں تھا ان کا تجربہ اور ان کی دوائیں بے کار نہیں گئیں مگر چونکہ ایک نئی بیماری کہہ لیں وہ ان کو ہے اس لئے فائدہ پورا نہیں ہوا۔" رولوکا خاموش ہوا تو گنیش نے پوچھا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔"

"نہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہوا ہر مرض کا علاج ہوتا ہے بات ہے صرف تشخیص کی بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ سالوں علاج ہوتا ہے اور کوئی مرض کی جڑ تک نہیں پاتا اور بعض اوقات ایک معمولی طبیب ایک لمحے میں مرض کی جڑ پکڑ لیتا ہے اور بہت معمولی دواؤں سے اس کا علاج بھی کر دیتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"آپ کے خیال میں اس مرض کا علاج ہے۔" گنیش نے پوچھا۔

"میں نے بتایا نا کہ ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ جس طرح جسم مرض کا شکار ہوتا ہے اور اس کا علاج کیا جاتا ہے اسی طرح روح بھی بیمار ہو جاتی ہے علاج اس کا بھی ہوتا ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ جسمانی نہیں روحانی بیماری ہیں۔" گنیش نے پوچھا۔

ہاں یہ کیس ایسا ہی ہے انسانی جسم مادی ہے اس پر میل مٹی چڑھ جاتی ہے اس کو صاف کرنا پڑتا ہے یہی حال روح کا بھی ہے ہے اس کو بھی دھونا پڑتا ہے معاف کرنا پڑتا ہے اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ جسم پر تو مٹی میل اس لئے چڑھ جاتا ہے کہ یہ دنیا میں ہر جگہ ہوتا ہے پھر روح پر وزن کیونکر چڑھتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر خود چڑھاتا ہے جب تک اس کی رضا اس میں شامل نہ ہو اس کی روح پر وزن نہیں آ سکتا۔" رولوکا نے بتایا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بیماری روحانی ہے اور دھنتی نے خود اپنے اوپر لادا ہے۔" گنیش نے کہا۔

"کسی حد تک یہ درست ہو سکتا ہے کچھ نہ کچھ کہیں نہ کہیں ان کی رضا اس میں شامل ضرور ہے۔"

"آپ یہ بتائیں آپ کی شادی ان سے کس طرح ہوئی کن حالات میں ہوئی مگر ٹھہریے اس سے پہلے میں آپ کو چائے پلواتا ہوں میرے ساتھ آیئے۔" اور وہ گنیش کو لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس کمرے کا دروازہ اس نے بند کر دیا اور کچھ نہ سمجھ میں آنے والے اشارے کئے اور بیٹھ گیا۔

"اب بتایئے کن حالات میں آپ نے شادی کی تھی۔"

"یہ تو میں وہاں پر بھی آپ کو بتا دیتا۔" گنیش نے کہا۔

"اس کمرے میں رازداری نہیں تھی۔" رولوکا نے کہا۔

میری اور دھنتی کی ذات میں فرق ہے میں اصل میں برہمن ہوں ہماری سات پشتوں سے کوئی ملاوٹ نہیں ہوئی مگر دھنتی کی ذات ہم سے کمتر ہے وہ ویش ہے یہ تیسرے درجے کے ہندو ہیں۔

آپ شاید جانتے ہوں کہ برہمن ذات برادری کے معاملے میں بہت حساس ہوتا ہے وہ کسی حالت میں کمتر سے شادی بیاہ نہیں کرتا اسی لئے ہزاروں سال سے برہمن برہمن ملا ہے پھر میری شادی دھنتی سے ہو یہ بالکل ناممکن تھا میں بڑے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد میرا جنم ہوا تھا سارا گھرانا میرے آگے پیچھے رہتا تھا میری سات پشتیں نہیں آپ خود اندازہ کریں کہ میرے کتنے لاڈ ہوں گے میں نے جو چیز طلب کی وہ حاضر کر دی جاتی تھی۔ اسی لاڈ پیار کے سائے میں میں بڑا ہوا کالج میں میری ملاقات دھنتی سے ہوئی آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ حسین اور معصوم صورت ہے مجھے یہ اتنی بھائی کہ میں نے شادی کا فیصلہ کر لیا۔ مگر میرے باپ نے صاف انکار کر دیا سارا خاندان ان کے ساتھ تھا مگر میں تو ان کا ہی لاڈلا تھا میری طبیعت میں ضد بھی ان کے لاڈ پیار کی وجہ سے تھا میں کب ماننے والا تھا۔

میں نے دھنتی کے باپ سے رابطہ کیا اور وہ دھنتی کی شادی مجھ سے کرنے پر راضی ہو گئے ویش کی لڑکی برہمن کے گھر جا رہی تھی اس کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا اور برہمن بھی وہ جو باپ کی ساری جائیداد کا اکیلا وارث، میری شادی میں کوئی شریک نہیں ہوا ہم نے کورٹ میں بھی شادی کی اور پھیرے بھی کروائے اور ہم دونوں الگ مکان لے کر رہنے لگے میں نے گزر بسر کے لئے ایک ملازمت کر لی کیونکہ میں اور میری بیوی کسی کی مدد لینا نہیں چاہتے تھے۔ مگر ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ میری ماں میرے لئے بے چین ہو گئی اور میرے گھر آ گئی اس کی محبت اور بہنوں کے پیار نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں گھر آ جاؤں اور میں گھر آ گیا۔ میری بیوی کے ساتھ ان کا برتاؤ اچھا تھا۔

میں بھی گھر آ کر خوش تھا زندگی پھر رواں دواں ہو گئی۔ اس طرح ایک مہینہ گزر گیا اس کے بعد اچانک ایک دن دھنتی بیمار ہو گئی میں ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا ڈاکٹر نے بتایا۔" کچھ نہیں ہے ذہن پر بوجھ ہے اس کی وجہ سے غم حال ہیں۔" میں واپس لے آیا رات کو دھنتی نے اعلان کر دیا کہ تم دوسرے کمرے میں جاؤ میں اکیلی اس کمرے میں رہوں گی۔ بھگوان شیو کے ساتھ پہلے تو میں اس کی بات کو مذاق سمجھتا رہا مگر وہ نہایت سنجیدہ تھی اور میں نے دوسرے کمرے میں رات گزار دی۔ اس کے بعد سے آج تک اس نے مجھے رات میں اپنے کمرے میں نہیں رہنے دیا۔ اب تو یہ بات میرے گھر والوں کو بھی پتہ چل چکی ہے کہ میں بیوی سے الگ ہوتا ہوں۔

"آپ مجھے اپنے پتا سے ملوا سکتے ہیں۔" گنیش کے خاموش ہوتے ہی رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" گنیش نے جواب دیا۔

"تو پھر بتائیں کب ملوائیں گے۔" رولوکا نے کہا۔

"ملوانے کو مجھے اعتراض نہیں ہے مگر ان کا اس

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

معاملے میں کیا کام ہے۔"

"آپ میری ملاقات کرادیں پھر آپ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" رولو کانے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کل آپ کو ان کے پاس لے چلوں گا۔"

دوسرے دن ہم نئی دلی کے ایک بہت بڑے اور خوبصورت بنگلے میں بیٹھے تھے۔

ہمارے سامنے گنیش اور اس کے پتا راجیش شرما بیٹھے تھے۔

میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ بولے۔

"آپ کو میں جانتا ہوں دلی کے مشہور آدمی ہیں آپ تو مگر تکیم کامل سے واقف نہیں ہوں۔"

یہ میرے دوست ہیں دلی سے اکثر باہر ہی ہوتے ہیں اس لئے انہیں کم لوگ جانتے ہیں۔"

میں نے جواب دیا تو وہ بولے۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کروں۔" راجیش شرما نے کہا۔

"ہم خدمت خود لینے نہیں کرنے آئے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میری سمجھ میں بات نہیں آئی۔" وہ بولے۔

"سیٹھ صاحب بات یہ ہے کہ انسان بہت کچھ اپنی مرضی سے کرتا ہے وہ عبادت اپنی مرضی سے کرتا ہے کھاتا اپنی مرضی سے اور ہر ضرورت اپنی مرضی سے پوری کرتا ہے اس لئے اس کو اپنی مرضی چلانے کی ایک عادت سی پڑ جاتی ہے اس کی مرضی کے خلاف ذرا سی بات ہو جائے تو اس کو اچھا نہیں لگتا۔ اس تمہید کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔" گنیش شرما نے کہا۔

"بتاتا ہوں رولو کانے کہا۔ انسان جو کچھ اچھا یا برا کرتا ہے اس کا ایک پس منظر ہوتا ہے انسان تو خطاؤں کا پتلا ہے اگر صاحب ضمیر ہے تو وہ اصلاح کا ضرورت مند ہوتا ہے اگر وہ اصلاح کا ضرورت مند ہے تو سزا کا مستحق نہیں ہے اور اگر سزا اتنی ہو کہ اصلاح قبول کرادے تو ٹھیک ہے اس سے آگے اگر سزا مسلسل ہو تو پھر وہ درندگی ہے آپ تو تجربہ کار آدمی ہیں دنیا میں ہر علم تجربات کی بھٹی میں پک کر ہی مکمل ہوتا اور وہ جو لوگ تصیب والے ہوتے ہیں جن کا علم تجربات کی بھٹی میں کندن بنتا ہے۔ وہ لوگ ہی انسانی نسل کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن اس کا رخ ذرا سا بدل جائے تو وہی تجربہ اور علم نسل انسانی کے لئے زہر ہو جاتا ہے۔ رولو کا خاموش ہوا تو راجیش شرما نے کہا۔

"آپ کی باتیں بڑی گہری اور معنی خیز ہیں مگر اس کا پس منظر سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"آپ نے ایسے تک جو کچھ کیا ہے میں مانتا ہوں وہ اپنی خاندانی روایت پرستی اور اونچی ذات کی ناک کی خاطر کیا ہے اس میں نمایاں کردار آپ کی انا کا ہے۔ مگر بہت سے مقامات پر انا کو مارنا پڑتا ہے۔ آپ کے سامنے بھی ایسا مقام ہے یہ آپ کے خاندان کا آخری چشم و چراغ ہے آپ بھی اس کو بجھانا نہیں چاہیں گے کیونکہ اس سے آپ کی نسل آگے چلے گی لیکن آپ اس نسل میں کم ذات کا خون شامل کرنا نہیں چاہتے آپ چاہتے ہیں کہ بہو خالص برہمن ہو لیکن اب وہ وقت گزر چکا ہے آپ کی بہو ویش کی اولاد ہے اب آپ کو برہمن خون میں ویش کا خون شامل کرنا ہی پڑے گا۔ فیصلہ کسی کا نہیں ہے یہ فیصلہ اوپر ہوا ہے اور جو فیصلے اوپر ہوتے ہیں وہ اٹل ہوتے ہیں ان کو قبول کرنا پڑتا ہے۔" رولو کانے کہا۔

"میری کس حرکت سے کس بات سے یہ ظاہر ہوا کہ مجھے اس فیصلے سے اختلاف ہے۔" راجیش نے پوچھا۔

"یہ بہت اندرونی بات ہے آپ صرف یہ بتائیں کہ یہ درست ہے کہ نہیں۔" رولو کانے کہا۔

"میں مانتا ہوں کہ مجھے بہو پسند نہیں ہے۔" راجیش نے کہا۔

آپ گنیش سے محبت کرتے ہیں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے ازل سے پیدا کرنے والے نے ماں باپ کے دل میں اولاد کی محبت اتاری ہے اس محبت کا کوئی بدل نہیں ہے۔

یہ محبت سب کچھ دے سکتی ہے اور اس محبت کے بدلے میں ماں باپ کو کچھ نہیں دیا جا سکتا کوئی بھی چیز اس محبت کا بدل نہیں ہے کوئی چیز اس کا صلہ نہیں ہو سکتی۔

جس طرح آپ کو اپنی اولاد عزیز ہے اسی طرح ہر ماں باپ کو اپنی اولاد عزیز ہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ نے ذہنی طور پر ایک دلہن کو اس کے دولہا سے جدا کر دیا صرف اپنی ایک انا کی خاطر صرف خاندانی روایت پرستی اور اونچی ذات کی ناک کی خاطر میں صرف یہ پوچھتا ہوں کہ یہ اگر پھر بھی میاں بیوی رہے تو آپ کا کیا مقام ہوگا جو تکیم مرض پکڑ لیتا ہے وہ علاج بھی کر لیتا ہے۔ آپ کی بہو لاعلاج نہیں ہے مگر اس کے بعد آپ کا ان دونوں کی نظر میں کیا مقام ہوگا اس کے بارے میں ذرا خیال کریں۔ رولو کا خاموش ہو گیا۔

کمرے میں بڑی گھمبیر خاموشی چھائی رہی پھر ایک لڑکھڑائی ہوئی آواز راجیش کی تھی۔

"میں کچھ نہیں کر سکتا میرے ہاتھ سے ڈور چھوٹ چکی ہے۔"

"میں اس ڈور کا سرا آپ کو دوبارہ پکڑا سکتا ہوں۔" رولو کانے کہا۔

"ایسا ہونا ناممکن ہے وہ شخص دلی سے جا چکا ہے اس کا پتہ بھی مجھے نہیں معلوم میں کیا کر سکتا ہوں۔" راجیش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"دلی سے چلا گیا ہے مگر آپ کے گھر سے نہیں گیا۔" رولو کانے جواب دیا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" گنیش شرما نے حیرت سے کہا۔

"وہ ہر روز آپ کی بہو کے دماغ میں ہوتا ہے۔" رولو کانے کہا۔

"میں اس باریکی کو نہیں سمجھ سکتا۔" گنیش نے جواب دیا۔

"ہاں آپ تو کیا کوئی بھی اتنی آسانی سے نہیں سمجھ سکتا میں بتاتا ہوں آپ نے اس سے اپنا مدعا بیان نے صرف یہ کیا کہ وہ ہستی یعنی آپ کی بہو کے کنٹرول حاصل کر لیا اور ایک ڈرامہ یہ کیا کہ شیو پجارن اس کو بنا دیا۔ اس کو وہ شوہر جو سب سے زیادہ تھا خراب لگنے لگا اس کا ذہن چونکہ خود اس کے کنٹرول نہیں تھا جس کے کنٹرول میں تھا وہ اس سے کروا رہا ہے اب آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ بھول جائیں اس بات کو کہ ویش کی اولاد ہے اور ہاں یہ بات یاد رکھیں کہ آپ بھی کریں گے تو بھی وہ اپنی اصلی حالت میں ہو کیونکہ وہ اور آپ کا لڑکا بے خطا ہیں۔ ان کا حق سے چھین رہے ہیں دو محبت کرنے والے دلوں کر رہے ہیں۔ ان کا حق ان کو ملنا چاہئے۔" رو کہا۔

گنیش خاموش بیٹھا رہا اور پھر بولا۔

"میں اپنی غلطی مانتا ہوں میں واقعی غلطی پر یہ سب نہیں کرنا تھا۔ میں خود سے اور اپنے سے شرمندہ ہوں۔"

"وہ کون تھا اس کا نام کیا تھا۔" رولو کانے پو

"اس کا نام شیو شنکر ہے وہ پرانی دلی کے ایک میں رہتا تھا مگر اب نہیں رہتا۔ پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ گنیش نے جواب دیا۔

"آپ کو رات کو پتہ چل جائے گا۔" رولو جواب دیا۔

اور ہم لوگ واپس چلے آئے یہ کہہ کر شام کو آ گے۔

میں نے راستے میں رولو کا سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے ذرا بتاؤ۔"

"شیو شنکر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ہپناٹزم کے کو اپنے کنٹرول میں کیا ہوا ہے۔ وہ جو کہلواتا ہے وہ کہتی ہے ایک ٹیلی پیتھی کا ماہر ہزار دو میل دور بیٹھ کر بھی کا ماہر کنٹرول کر سکتا ہے نہ صرف کنٹرول کر سکتا ہے

READING Section
http://readingsection.blogspot.com

جہاں پر اس کا معمول ہو وہاں دیکھ اور سن سکتا ہے کیونکہ اس کا معمول وہاں ہوتا ہے اس کی آنکھ ناک سب ماہر کے لئے کام کرتے ہیں اور وہ اس طرح ہزاروں میل دور رہ کر بھی موجود رہتا ہے۔ بے شک یہ علم بہت مشکل ہے اس کی ابتدا شیو بنی سے کی جاتی ہے اس کے بعد اس کے مختلف مدارج ہوتے ہیں اس علم کی انتہا یہ ہے جو ہمارے سامنے ہے ایک ماہر کسی سے بھی کچھ بھی کروا سکتا ہے کیونکہ انسان ہر کام دماغ کے حکم پر کرتا ہے اور اگر اس کا دماغ کسی اور کے قبضے میں ہو تو وہ وہی کرے گا جو کروایا جائے گا۔ اس علم کو اگر تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو اس سے بہت فائدے مل سکتے ہیں اور تخریبی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو بہت بڑے نقصان ہو سکتے ہیں۔ آپ میری بات کو اس طرح سمجھ لیں کہ جیسے اعصاب کا عمل ہمارا ہر عضو اپنے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے ہمیں پیاس لگتی ہے دماغ کو پتہ چل جاتا ہے وہ ہاتھ کو حکم دیتا ہے دماغ کے حکم پر ضرورت کا تدارک ہوتا ہے اگر پانی نہ ملے تو جسم نڈھال ہوتے ہوتے ختم ہو جاتا ہے۔ فطرت ہماری تکمیل کی طرف اشارہ کرتی ہے جسم کی ہر طلب کو دماغ قبول کرتا ہے اور اس طلب کو پورا کرتا ہے اگر وہی دماغ کسی اور کے کنٹرول میں چلا جائے تو پھر اس کا حکم چلنے لگتا ہے ایک ڈرائیور گاڑی چلاتا ہے اس کے اعصاب کو دماغ کنٹرول کرتا ہے آگے راستہ بند ہے دماغ کہتا ہے کھڑے ہو جاؤ اس کے پیر حرکت کرتے ہیں اور بریک لگ جاتا ہے اگر دماغ اس کو نہ کہے تو وہ چلتا جائے گا اور حادثے کا شکار ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ جسم کا ہر کام دماغ کے حکم پر ہوتا ہے اور اس دماغ کو اگر کوئی اور کنٹرول کر لے تو باقی کچھ نہیں رہتا۔" رولوکا نے بتایا۔

"واقعی حیرت انگیز بات ہے۔" میں نے کہا۔

یہ دنیا حیرت کدہ ہے یہاں ہر قدم پر ایک نئی بات نئی حیرت سامنے آتی ہے کچھ لوگ ان ہی حیرتوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے زندگی ایک کھیل کے مانند ہوتی ہے دلچسپ کھیل کی مانند۔" رولوکا نے کہا۔

"اور ان ہی کچھ لوگوں میں تم بھی شامل ہو مجھے ہر قدم پر تم ایک نئے استعداد نظر آتے ہو کوئی نئی بات تمہارے لئے نئی نہیں ہوتی کسی مقام پر تمہارے قدم لڑکھڑاتے نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ میری نیت نیک ہوتی ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

شام ہوتے ہی ہم گنیش کے مکان پر پہنچ گئے۔ بہت اصرار کے بعد ہم نے چائے پی کیونکہ ہم دونوں ہی کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں سیٹھ راجیش شرما بھی آ گئے۔

وجنتی اپنے کمرے میں تھی رولوکا نے گنیش سے کہا۔ "تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ وجنتی اکیلا کتنی دیر بیٹھے گا۔"

"اس وقت وہ مجھے کمرے میں داخل بھی نہیں ہونے دے گی۔" گنیش نے کہا۔

"اچھا تم آگے چلو ہم تمہارے بعد آتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" اور گنیش وجنتی کے یعنی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے مگر آڈیٹوریم کھڑے ہو گئے۔

گنیش نے دروازے پر دستک دی تو وجنتی کی غصے میں بھری آواز آئی۔

"تم جانتے ہو اس وقت میں شیو بھگوان کے ساتھ ہوتی ہوں دروازہ نہیں کھلے گا تم واپس جاؤ۔"

گنیش نے کہا۔ "ایک منٹ کو میری بات سن لو پھر میں چلا جاؤں گا دروازہ کھولو۔"

"ہرگز دروازہ نہیں کھلے گا بھگوان ناراض ہو جائیں گے۔"

"میں تمہارا پتی ہوں ذرا تو خیال کرو۔" گنیش نے کہا۔

"میرا پتی تم بے وقوف ہو شیو بھگوان سے تمہارے

نہیں ہو میں بھگوان کی سیوا میں ہوں تم جاؤ۔"

رولوکا آگے بڑھا اور دروازے پر ہاتھ رکھ دیئے دروازے کی چٹخنی نیچے گر پڑی اور دروازہ کھل گیا رولوکا گنیش کو ساتھ لے کر کمرے میں چلا گیا اس کے بعد میں اور راجیش بھی اندر چلے گئے۔ کمرہ خالی تھا وجنتی ایک بستر پر بیٹھی تھی مگر انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی کے سرہانے بیٹھی اس کا سر دبا رہی ہو۔

رولوکا نے اندر آتے ہی کہا۔ "شیو شنکر بہت ہو گیا۔ اب تم ختم کرو یہ ڈرامہ۔"

وجنتی نے غصے بھری نظروں سے رولوکا کو دیکھا اور گرجتی ہوئی آواز میں بولی۔

"تو کون ہے اور یہ شیو شنکر کون ہے۔" "یہاں پر۔"

"شیو شنکر مجھے بہکانے کی کوشش مت کر تو مجھے نہیں جانتا مگر میں تجھے جان گیا ہوں تیری ساری طاقت تیری آنکھوں میں ہے ڈر اس وقت سے جب تیری آنکھیں ہی تیرا ساتھ چھوڑ جائیں۔"

"قریبہ نہیں کیا بکواس کر رہا۔" وجنتی نے کہا۔

"شیو شنکر اس غریب کی زبان استعمال مت کر خود بات کر اور بتا تو کیا چاہتا ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر وجنتی کی بدلی ہوئی آواز آئی۔

"میں خود سے نہیں کر رہا مجھے گنیش نے ایسا کرنے کو کہا تھا۔"

"اور اگر راجیش ہی تم کو منع کر دے تو۔" رولوکا نے پوچھا۔

"تو پھر مجھے کیا ضرورت کہ اپنا منہ خراب کروں۔"

رولوکا نے راجیش کو اشارہ کیا راجیش نے کہا۔

"ہاں میں نے تم کو کہا تھا دونوں میں صفائی کرنے کا مگر میں اب تم سے کہتا ہوں کہ تم اس کو چھوڑ دو میں اپنی غلطی مان رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ہم واپس آ جاتے ہیں۔" وجنتی کی آواز آئی۔

READING CORNER
www.readingcornerkatgola.com

ہے اس شہر میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب زیادہ ہے۔

تین بجے ہم علی گڑھ میں تھے۔ ہم نے ایک سرائے نما ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ دن میں ہم قریب کے گاؤں میں جائیں گے کیونکہ شہروں کے مقابلے میں گاؤں میں مسائل زیادہ بے چیدہ ہوتے ہیں اور وہاں کے سادہ لوح لوگ ان کا حل نہیں جانتے اس لئے یہ لوگ ہی اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ ان کے مسائل کو دیکھا جائے اور مدد کی جائے۔ سولنگی گاؤں علی گڑھ سے پندرہ بیس میل پر ہے دوسرے دن ہم لاری سے وہاں چلے گئے۔ ہم کو نہ کسی سے ملنا تھا نہ وہاں پر کسی کو جانتے تھے۔ اسٹاپ پر اتر کر ہم کھڑے تھے۔ چھوٹا سا بازار تھا سڑک سے کچھ دور آبادی نظر آتی تھی وہ سولنگی گاؤں تھا۔

ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کرنا ہے کہ ایک شخص دھوتی اور کرتے میں ملبوس ہمارے قریب آ کر بولا۔

"کس سے ملنا ہے بھیا گاؤں جاؤ گے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں کھیا جی سے ملنا ہے پر پتہ نہیں کہ ان کا گھر کس طرف ہے۔"

"جانی کا مشکل ہے میں لئے چلتا ہوں ان کے دھورے" وہ جلدی سے بولا۔

"بڑی مہربانی چلو۔" میں نے کہا۔

اور وہ ہمارے ساتھ چل پڑا۔ کچھ ہی دیر بعد آبادی آ گئی وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا اس کے ساتھ ہم بھی داخل ہو گئے اور کچھ ہی دیر میں وہ ایک مکان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"تو بھیا یہی گھر ہے کھیا جی کا کا بلاؤں ان کا۔"

"ہاں بلاؤ تو بڑی مہربانی۔" میں نے جواب دیا۔

"اس نے آواز لگائی۔" "رادھے بھیا ارے او رادھے بھیا۔"

مگر اندر سے جواب نہیں آیا تو اس نے پھر کہا۔

"ارے رادھے بھیا دیکھو تو کون آیا تم کو ملن کو۔"

اس دفعہ اس نے آواز بھی اونچی رکھی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ایک اور دھوتی پوش دروازے سے نکلا اور بولا۔

"کون ہے رے کون آیا ہے۔"

ہمارے ساتھ آیا آدمی بولا ای کا تمارے ہیں سامنے تیار۔

دروازے سے نمودار ہونے والے دھوتی پوش نے اجنبی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا اور ایک قدم بڑھا کر اور قریب آ کر بولا۔

"ارے کون ہے تو ہم تو جانت ناہی۔"

"ہم کو کھیا جی سے ملنا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو ہم اور کون ہیں ارے ای گاؤں کے ہم ہی تو کھیا ہیں۔" وہ ذرا سا تن کر بولا۔

میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور کہا۔

"آپ ہم کو نہیں جانتے اور نہ ہم تم کو جانتے ہیں پہلی بار ملے ہیں ملتے ہیں تو جان پہچان ہوتی ہے۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے کہو کا بات ہے کا ای تمہارے جانت ہو۔" اس نے ہمارے ساتھ آئے آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ تو میں نے جواب دیا۔

"نہیں یہ تو بیچارہ ہم کو تم تک لایا ہے۔" "اڑے کھڑا تھا ہم نے تمہارا پوچھا تو یہ ساتھ چلا آیا۔"

"اچھا کوئو فکر نہ ناہی اچھا کوئو تیری بڑی کرپا اب جا۔" وہ آدمی چلا گیا تو وہ پھر بولا۔

"ہاں اب بتاؤ کا کام ہے۔"

"کام تو کچھ نہیں میں حکیم ہوں دلی میں دوا خانہ ہے اور یہ میرے ساتھ دوسرے حکیم ہیں ہم لوگ گاؤں گاؤں جاتے ہیں دوا وا دارو کرتے ہیں یہی ہمارا کام ہے چار دن تمہارے گاؤں میں رکنا تھا ٹھکانا ملے گا تو رک جائیں گے نہ ملا تو آگے چلے جائیں گے۔" میں نے اپنی بات ختم کی۔

"ارے ٹھکانے کی خوب کہی اتنا بڑا گاؤں پڑا ہے کا دو مانس کا ٹھکانا ناہی ملے گا تم کو فکر ناہی کرو ابھی کے دیتے ہیں ٹھکانا۔" وہ بولا۔

"آپ کا نام رادھے ہے۔" میں نے پوچھا۔

ہاں ہمارا نام رادھے شیام ہے اور یہ ہمارا گھر ہے گھر ماٹا ہاری جورو ہے تین چھورے اور ایک چھوری ہے اپنی زمین ہے پرکھوں کے زمانے کی وہی عزت بنائی پڑی ہے تو ہم کھیا ہوئے ہیں۔ تم فکر نہ کرو ہمارا گھر بہت بڑا ہے بڑے آرام سے رہو گے جاں۔"

اور وہ اندر چلا گیا چند منٹ کے بعد باہر آ کر بولا۔

"آ جاؤ اندر آ جاؤ۔" اندر ایک بہت بڑا کمرہ تھا اس کے بعد کھلا میدان تھا اس میدان میں کچھ جانور چارہ کھا رہے تھے۔ میدان کے بعد پھر کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے واقعی کھیا کا مکان ایسا ہی ہونا چاہئے۔ پہلے والے بڑے کمرے میں دو جہازی سائز کی چارپائیاں پڑی تھیں ان پر صاف بستر بھی تھے دونوں چارپائیوں کے درمیان ایک بہت بڑا حقہ رکھا تھا یہ کچا کمرہ تھا فرش کو لیپا گیا تھا اور جو مٹی اس میں استعمال ہوئی تھی وہ پیلے رنگ کی تھی اس لئے فرش پیلا تھا مٹی کی مہندی خوشبو کمرے میں موجود تھی اس کا مطلب تھا کہ فرش کی لپائی تازہ ہی ہے۔

رادھے شیام بولا "بولو تو اندر کوٹھا میں بندوبست کر دیں کہو تو یہاں ہی رہو۔"

میں نے کہا۔ "یہ جگہ ٹھیک ہے رادھے شیام۔"

رادھے شیام اندر گیا اور وہ گلاس دودھ کے لے آیا اور بولا۔

"لو بھیا پہلے یہ پیو پھر جل پانی کریں گے۔"

میں نے گلاس ہاتھ میں پکڑ کر کہا۔ "ہم ایک بات کہیں رادھے شیام برا تو نہیں مانو گے۔"

"بولو کیوں نا مانیں گے۔" وہ بولا۔

"ہم صرف تمہارے ہاں رہیں گے روٹی نہیں کھائیں گے۔" میں نے کہا۔

"کا ہم سے ناراج ہو۔" وہ حیرت سے بولا۔

"بات یہ ہے کہ ہم ہیں مسلمان ہماری روٹی حرام ہوتی ہے ہم لوگ کیا کھاتے ہیں۔" (کھیا یعنی گوشت) میں نے صاف صاف بتا دیا۔

"تو کوئی بات ناہے دودھ تو پی سکت ہو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ہاں یہ پی لیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"بھیا تم بہت دھرم کی کردی اس کر کے ہم کا یہ پریہ تو بتاؤ روٹی کیسے کھاؤ گے۔" وہ فکر سے بولا۔

"کوئی مسلمان کا گھر تو ہوگا گاؤں میں۔" نے پوچھا۔

"بہت گھر ہیں۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ان کے گھر سے روٹی کا بندوبست ہو سکتا ہے میں نے پوچھا۔

"ارے کا بات کرت ہو کھیا رادھے شیام ہو۔ اور بندوبست نہ ہوئے۔"

لوجی ہمارا یہ بھی انتظام ہو گیا اور رات کھا کے ایک مسلمان جمعہ خان کے گھر سے آ گیا۔ بیسن کی رو اسپر اصلی مکھن اور چنے کا ساگ آلو کا بھرتا اور ایک مٹ تازہ لسی جس کو وہ لوگ مٹھا کہتے ہیں اس دیہاتی کھا کی لذت کیا تھی کیا بتایا جائے۔ ایسا کھانا شہروں میں کہا نصیب ہے۔

دوسرے دن ہم نے چوپال میں اپنا دواخانہ جار کر دیا اور چھوٹے موٹے علاج کرنے لگے گاؤں والوں جب پتہ چلا کہ مفت کے حکیم آئے ہیں اور علاج کر ہیں تو وہ جوق در جوق ہمارے پاس آنے لگے۔ خد کرنے والوں کی خدمت میں حرامتا ہے اس چوپال میں ہم نے جن کا علاج کیا ان لوگوں نے جو دعائیں دیں ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں ہماری اصل کمائی وہی ہے رادھے نے جو خدمت کی اور دوائیں وہ لے کر جنگل سے لایا اور میرے لئے تو تعجب کی بات نہیں تھی مگر کھیا اور دوسرے لوگ ضرور حیران تھے۔ سات دن کے بعد ایک آدمی میرے پاس آیا وہ اسی گاؤں کا رہنے والا تھا اس کا نام بشیر تھا بہت کمزور اور بیمار تھا میں نے اس کو دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ دق کا مریض ہے اور بری طرح پریشان ہے اس کی بیوی بھی تو وہ بولا۔

"کا بتاؤں حکیم جی بس مرن کا انتظار کرت

READING Section
http://www.paksociety.com

ہیں۔"

"انسان کو ناامید نہیں ہونا چاہئے تمہارا علاج ہو جائے گا تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"ہم کا ٹھیک ہوں گے ہمارا اصل فرض تو کچھ اور ہے۔ کا بتائیں۔" وہ بولا۔

"وہ تم بتاؤ۔ شاید ہم کچھ کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ ہماری ایک چھوری ہے (چھوری یعنی لڑکی) ہم نے بڑی پاڑے اوکی شادی کردی پر کیا بتلائیں جب سے گئی ہے سکھ میں ندرہی ہم سے جو بنا ہے کرت رہے ہیں پن اب کیا کریں کھیت برباد ہو گیا ہاتھ میں دمڑی نہیں رہی اللہ نے بیٹا کوئی دیا نہیں اکیلی جان کیا کرے۔"

وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ "لڑکی کو کیا تکلیف ہے۔"

"ہمارے گھر سے تو اچھی جوان پٹھا گئی داماد بھی ٹھیک ہی لاگت تھا پر ساس نے اوکا جینا دوبھر کر دیا لین دین کا معاملہ اٹھالیا ہم کسان آدمی کتنا دیں اور کہاں سے دیں اور دیں بھی تو اوکا کوئی انت تو ہی ایک کے بعد دوسری بات کھڑی ہے کیا کریں مریں گے گے ہی نکر ختم ہو گی اب بتاؤ ایک کھیت ہے داماد کہت ہیں ای ہمارے نام کر دیں تو چھوکری واپس آ جاوے گی۔ اب بولو ہم ٹھیک ہو دیں تو کیسے دھکے پہ دھکا لگ رہا ہے۔"

"داماد کا گاؤں کتنی دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"دھورے ہی چھ کوس پر ہے۔" وہ بولا۔

"کیا نام ہے گاؤں کا اور تمہارے داماد کا۔" میں نے پوچھا۔

"داماد کا نام علیا ہے اور گاؤں کا ام سوگی ہے تم پوچھ کے کا کرو گے حکیم جی۔" وہ بولا۔

"کچھ تو کریں گے تمہارا علاج تو کرتا ہے۔" میں نے کہا۔"

میں نے سارے حالات رولو کا کو بتائے تو وہ بولا۔

میں اکیلا جا کر پتہ کرتا ہوں اور دوسرے روز ہی رولو کا چلا گیا۔

دوپہر ہی کو رولو کا واپس آ گیا اس نے بتایا کہ معاملہ کوئی اور ہی معلوم ہوتا ہے سسرال میں بشیرا کی کوئی قدر نہیں ہے اور داماد کہتا ہے بتا کر نہیں گئی۔ تین دن سے غائب ہے مگر اس کی اطلاع بشیرا کو نہیں دی گئی۔ سننے میں آیا ہے کہ لڑکی بہت حسین تھی داماد اس کو چاہتا تھا ہیکن چاہت اس کی ساس کو پسند نہیں تھی وہ چاہتی تھی کہ اپنے لڑکے کی دوسری شادی کرے اور خوب جہیز لائے مگر یہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔

اب ساس نے مشہور کر دیا کہ وہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے علیا پریشان تو ہے مگر ماں سے ڈرتا بھی ہے اسی وجہ سے اس نے یہاں پر خبر نہیں کی ہے۔ رولو کا نے بتایا۔

"اب کیا پروگرام ہے تمہارا۔" میں نے پوچھا۔

"میں اکیلا جاتا ہوں واپسی میں حالات بتاؤں گا۔" اور رولو کا سوگی گاؤں چلا گیا۔

❁ ❁ ❁

اب کے میں ایک ویرانی کے روپ میں علیا کے گھر گیا اور اس کو بتایا کہ میں سوگی گاؤں سے آیا ہوں۔ بشیرا نے اپنی چھوری کی خیر خیریت پوچھی ہے۔

علیا بولا۔ "وہ ٹھیک ہی کہہ دیا بیمار ہے۔"

میں نے کہا۔ "کیا بیمار ہے مجھ سے بلوا تو تیرا نے کہا۔" تھا مل کے آنا۔ میں نے کہا۔

"ارے یہاں ہو تو بلوائیں گے۔" وہ بولا۔

"وہ علاج کو دہی کے گھر گئی ہے۔" علیا نے کہا۔

"تو وہیں پر ٹل لوں گا لے چلوں کہاں تے ہو گا گھر۔" میں نے کہا۔

"بہت دور ہے ہم کا بہت کام ہیں تم اب جاؤ۔" علیا نے ٹالنا چاہا تو میں نے کہا۔

"علیا یہ سب بہانا بازی مت کرو۔ اصل بات بتاؤ کیا ہے۔

ٹھیک ہے۔" "تم جاؤ۔"

"جاؤں گا تو علیا مگر تم کو لے کر جاؤں گا تم نے چھوری کو مارڈالا ہے اور بات بنا رہے ہو تم کو پتہ ہے میں کون ہوں تم سب جیل چلے جاؤ گے میری بات اچھی طرح سن لو۔" میں نے کہا۔

وہ عادی مجرم نہیں تھا اور پھر سیدھا سادھا دیہاتی پولیس کا اور جیل کا سن کر اس کی سٹی گم ہو گئی گھبرا کر بولا۔

"ہم بے قصور ہیں بھیا سارا کے دھرا ہماری مہتاری ہے اوہ نے ہی ہماری گھر والی کو بھگایا ہے ہم کا کچھ پتہ نہیں ہے۔"

"تو پھر تم اپنی مہتاری سے ہمیں ملواؤ اس سے پوچھیں گے۔" میں نے کہا۔

اور وہ گھر کے اندر چلا گیا ایک دو منٹ کے بعد مجھے بھی اندر بلالیا۔

اندر صحن کے بیچ ایک چارپائی پر ایک ادھیڑ عمر عورت بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تو میں نے کہا۔

"بیٹھی رہو ماں جی میں کھڑے کھڑے دو چار بات کروں گا۔" میں نے کہا۔

"کا بات کرنا ہے کرو۔" وہ بولی تو میں نے کہا۔

میں علیا کی گھر والی، بشیرا کی چھوری کا پتہ کرنے آیا ہوں کیسی ہے۔ بشیرا نے پوچھا ہے۔" میں نے کہا۔

"پتہ نہیں کیسی ہے تین دنا پہلے اچھی بھلی پانی لینے کنویں پر گئی پھر لوٹ کے نہیں آئی کا خبر کہاں چلی گئی گاؤں میں تو نہیں ملی۔" وہ بولی۔

"تم نے بشیرا کو یا کسی اور کو بتایا کہ تمہاری بہو غائب ہے۔" میں نے پوچھا۔

"بشیرا نگے بھوکے کو بتائی وہ کا کرتا اور کا بتانے کا فائدہ کا تھا اتنی بدنامی ہوتی۔" وہ تنک کر بولی۔

"تمہاری بہو غائب ہو گئی ایک جوان عورت کا پتہ نہیں کہاں ہے تم اور تمہارا سپوت خاموش بیٹھے ہو تم نے اس کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔" میں نے کہا۔

میں لے جانے کی کہا۔ مجھے پتہ چلا ہے بنارس تیزن کو لے گیا ہے تم بتاؤ۔ یہ ٹھیک ہے کہ نہیں۔"

"اسی کون بتلایا تم کا یہ حرام خور نے بتلایا ہے۔" وہ علیا کی طرف اشارہ کر کے تیزی سے بولی۔

ارے تیرا بیڑا غرق کردے گا وہ ستے گا تو بے عقل کم بخت۔"

میں نے کہا۔ "تم صرف یہ بتاؤ بات ٹھیک ہے کہ نہیں۔"

"ارے ڈوکا کا خرش پڑی ہے اور کے پھڈے میں گردن ڈالنے کی علیا تو گدھا ہے پورا کا پورا۔

"ٹھیک ہے میں بنارس سے پوچھ لیتا ہوں بتاؤ وہ کہاں ملے گا۔" میں نے کہا۔

"موے کا خبر کہاں ملے گا۔ میں بیڑ ذات موے کا خبر۔" (بیڑ یعنی عورت)

"نہ بتاؤ اس کا بھی میں خود پتہ کرلوں گا۔" میں نے علیا کو اشارہ کیا اور باہر آ گیا۔

علیا نے بتایا۔ "وہ بنارس کا پچھوا گاؤں میں رہتا ہے اس کو ضرور پتہ ہوگا۔"

بنارس کے پچھوا نے جو پتہ بتایا وہ چند روکوس دور ایک گاؤں مہابلی کا تھا۔ میں نے علیا کو وہیں چھوڑا اور مہابلی گاؤں روانہ ہوگیا۔ یہاں پر بھی میں دیہاتی کے روپ میں تھا۔

بنارس کا پتہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ گاؤں کے مندر میں رہتا ہے وہ ہاں کا پجاری ہے وہیں پر رہتا بھی ہے یہ مندر گاؤں کے سرے پر تھا اور شیروں والی دیوی کا تھا۔

بنارس جوان آدمی تھا ہاتھ پیر کا بھی مضبوط تھا آنکھیں گول گول اور عیاری سے بھری ہوئی تھیں۔ داڑھی مونچھ سے چہرہ بے نیاز تھا سر گنجا تھا مگر چوٹی بڑی موٹی اور کھڑی تھی۔ جسم سے ننگا تھا۔ صرف ایک دھوتی اس کا لباس تھا۔

وہ میرے سامنے آتے ہی رعب سے بولا۔

"کا ہے کا کام ہے موے۔"

"گاؤں رام بھروسے میں رہتا ہے یہاں سے [illegible] پورب کی ڈور۔ وہ ملے گا۔"

میں نے کہا۔ "تیری ٹانگیں کھلی ہیں مگر رہنا یہیں [illegible] نہیں چھوڑوں گا نہیں جائے گا تو۔"

اور میں رام بھروسے گاؤں چلا گیا۔ بھگوت [illegible] راج مندر میں نہیں تھا مگر ایک کوٹھری میں ایک عورت [illegible] تھی پورے مندر میں وہی ایک عورت تھی پورا مندر [illegible] سان پڑا تھا۔ میں سیدھا اس کے پاس چلا گیا اس نے [illegible] نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر دوسری طرف [illegible] گئی۔

میں نے غور سے دیکھا تو یہ راز کھلا کہ وہ کیوں اتنی [illegible] ہے بے فکری بیٹھی ہے۔ اس کے سر پر ایک انگلی کے [illegible] کوئی چیز بیٹھی تھی وہ چیز ایک مکمل عورت تھی صرف اس کا [illegible] جسم چھوٹا تھا باقی وہ ایک قبول صورت سے آگے کی [illegible] اس کو بڑا کر دیا جائے تو وہ کسی بھی مرد کو پاگل [illegible] دینے کے قابل تھی۔ میں نے اس کو دیکھا اور پوچھا۔

"تو کون ہے اور اس کے سر پر کیا کر رہی ہے۔"

اس نے میرے مخاطب کرنے پر حیرت سے میری [illegible] دیکھا اور باریک باریک آنکھیں مٹکا کر بولی۔

"تو نے دیکھا ہے تو چلا جا اب وہ بارہ مت دیکھنا [illegible] جو دیکھتا ہے وہ میرے کہنے پر چلتا ہے۔ میں پابند [illegible] نہیں تو تو میرا غلام ہوتا۔"

"تو اپنا پیچھے نہیں کرائے گی۔" میں نے مسکرا کر [illegible]

"میرا پیچھے سے تجھے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔" وہ [illegible] نے چھوٹے ہاتھ نچا کر بولی۔

"تو میری فکر مت کر اور بتا کہ تو کون ہے اور [illegible] کے سر پر کیوں ہے۔"

"میرا نام چمپا کلی ہے میں جس کے سر پر ہوں وہ [illegible] میری سنتا ہے میری بات مانتا ہے میں مرضی کی [illegible] ہوں مگر اب نہیں ہوں بھگوت مہاراج نے چاپ

اس کے چہرے پر ایک لمحے کو سایا سا لہرایا مگر گھبرایا نہیں بولا۔

"تیزن کون ہے دے۔"

"تیزن تیری اماں تیری مہتاری اب بتا کہاں چھپایا ہے تو نے۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے کا تیرا دماغ خراب ہے میں کا جانوں [illegible] ہے کہاں ہے لو بھلا میرے سر مڑھ رہا ہے۔"

وہ بولا تو میں نے کہا۔ "دیکھ بنارس تیرا [illegible] وقت آ گیا ہے ہوش میں آ جا اور تیزن کو میرے حوالے کردے زیادہ زور دکھائے گا تو یہ درخت سے لٹکا [illegible] گا۔" میں نے کہا۔

مگر وہ تھا ایک ڈھیٹ کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ [illegible] ایک معمولی دیہاتی ہوں اور اس نے دیہاتیوں پر [illegible] خوب رعب جمایا ہوا تھا غفرت آمیز لہجے میں بولا۔

"بلا جا سیدھا تو جانت ناہی بنارس کے میرا [illegible] پانی نہ۔ ملے ہے۔"

اچھا تو نکال لے۔" میں نے کہا۔

اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور وہ مندر کی [illegible] طرف مڑا مگر آدھا ہی مڑ پایا وہیں پر کھڑا رہ گیا تو میں نے کہا۔ "تیری دیوی اندر بیٹھی سے اس کو آواز دے [illegible] سن لے وہ تیری مدد کو نہیں آئے گی کیونکہ تو نے کام [illegible] ہے۔"

اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا اور [illegible]

"کون ہے تو میری ٹانگ تو چھوڑ۔"

"میں تو دور کھڑا ہوں میں نے تیری ٹانگ کہاں پکڑی ہے کہ چھوڑوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پہلے یہ بتا کہ تیزن کہاں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں لایا ضرور تھا مگر وہ بھگوت مہاراج کے پاس ہے۔" وہ بولا۔

"اور یہ بھگوت مہاراج کہاں ہے۔" میں نے [illegible]

"کاؤں رام بھروسے میں رہتا ہے یہاں سے [illegible] پورب کی ڈور۔ وہ ملے گا۔"

میں نے کہا۔ "تیری ٹانگیں کھلی ہیں مگر رہنا یہیں [illegible] نہیں چھوڑوں گا نہیں جائے گا تو۔"

اور میں رام بھروسے گاؤں چلا گیا۔ بھگوت [illegible] راج مندر میں نہیں تھا مگر ایک کوٹھری میں ایک عورت [illegible] تھی پورے مندر میں وہی ایک عورت تھی پورا مندر [illegible] سان پڑا تھا۔ میں سیدھا اس کے پاس چلا گیا اس نے [illegible] نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر دوسری طرف [illegible] گئی۔

میں نے غور سے دیکھا تو یہ راز کھلا کہ وہ کیوں اتنی [illegible] ہے بے فکری بیٹھی ہے۔ اس کے سر پر ایک انگلی کے [illegible] کوئی چیز بیٹھی تھی وہ چیز ایک مکمل عورت تھی صرف اس کا [illegible] جسم چھوٹا تھا باقی وہ ایک قبول صورت سے آگے کی [illegible] اس کو بڑا کر دیا جائے تو وہ کسی بھی مرد کو پاگل [illegible] دینے کے قابل تھی۔ میں نے اس کو دیکھا اور پوچھا۔

"تو کون ہے اور اس کے سر پر کیا کر رہی ہے۔"

اس نے میرے مخاطب کرنے پر حیرت سے میری [illegible] دیکھا اور باریک باریک آنکھیں مٹکا کر بولی۔

"تو نے دیکھا ہے تو چلا جا اب وہ بارہ مت دیکھنا [illegible] جو دیکھتا ہے وہ میرے کہنے پر چلتا ہے۔ میں پابند [illegible] نہیں تو تو میرا غلام ہوتا۔"

"تو اپنا پیچھے نہیں کرائے گی۔" میں نے مسکرا کر [illegible]

"میرا پیچھے سے تجھے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔" وہ [illegible] نے چھوٹے ہاتھ نچا کر بولی۔

"تو میری فکر مت کر اور بتا کہ تو کون ہے اور [illegible] کے سر پر کیوں ہے۔"

"میرا نام چمپا کلی ہے میں جس کے سر پر ہوں وہ [illegible] میری سنتا ہے میری بات مانتا ہے میں مرضی کی [illegible] ہوں مگر اب نہیں ہوں بھگوت مہاراج نے چاپ

میں چھپ جاتی ہے اور باغ میں صرف چمپا کی خوشبو ہی رہتی ہے۔ اس لئے میرا نام چمپا کلی ہے جہاں میں ہوتی ہوں وہاں صرف میری چلتی ہے جو میرا جاپ کرتا ہے وہ اپنی جان داؤ پر لگاتا ہے اور جب حاصل کرتا ہے تو وقت کا بادشاہ کہلاتا ہے۔" چمپا نے بتایا۔

"اور وہ وقت کا بادشاہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلا گیا ہے اگر مجھے کوئی اٹھالے جائے تو وہ کیا کرے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تو کچھ نہ کچھ ضرور ہے مجھے اندازہ نہیں ہے کہ تو کیا ہے اس کے باوجود تو میرا کچھ نہیں کرسکتا۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"میں کسی کمزور اور عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتا اگر تیرا وہ بادشاہ بھگوت ہوتا تو بات کرتا مگر وہ آئے گا تو میں بھی یہیں پر موجود ہوں۔" میں نے کہا۔

"میری تیری کوئی لڑائی نہیں ہے مگر یاد رکھ میری طرف ہاتھ مت بڑھانا تو نے ہاتھ بڑھایا اور ہماری لڑائی شروع میں نے خود سے نہیں لڑوں گی۔" وہ بولی۔

"تو خود سے نہیں لڑے گی تو تیرے لئے اچھا ہوگا۔ مگر یاد رکھ ایک دن تو خود میرے پاس آجائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تیرا خیال ہے اب تجھے میرا جاپ کرنا پڑے گا بھگوت کو مارنا ہوگا میں خود سے تیرے قریب نہیں آؤں گی میرا نام چمپا کلی ہے پراسرار دنیا کے باسی جانتے ہیں کہ چمپا کلی کتنی ضدی اور شکتی والی ہے۔ میری شکتی تو نے ابھی دیکھی نہیں اور تو جو اتنی بات میرے سامنے کھڑا کر رہا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں اس عورت کے سر پر ہوں اور مجھے جو کام سونپا جاتا ہے میں صرف وہی کرتی ہوں آزاد ہوتی تو تو سامنے کھڑا نہ ہوتا کب کا نرکھ میں چلا گیا ہوتا۔"

وہ کہتی رہی میں مسکراتا رہا میری مسکراہٹ اس کو اور غصہ دلاتی رہی میں اس کو غصے میں ہی لانا چاہتا تھا۔ وہ جوں جوں غصے میں آرہی تھی اس کا جن بڑھتا جارہا تھا اور میرا کام گھٹتا جارہا تھا لیکن وہ بہت ہوشیار تھی میرے آخری وار سے پہلے ہی سرے اتر کر غائب ہوگئی۔ اس نے گرو بھگوت کا حکم ٹال دیا اس نے اپنی جان بچالی اس سرے غائب ہوتے ہی تمیزن ہوش میں آگئی اور سے چاروں طرف دیکھنے لگی اور گھبرا کر بولی۔

"میں کہاں ہوں تو کون ہے اے موہنے کو یہاں لایا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تمیزن تم کو میں نہیں لایا تھا بلکہ واپس لینے آیا ہوں آؤ میرے ساتھ میں تم کو تمہارے والے علیا کے پاس پہنچائے دیتا ہوں۔"

"تو ہے کون یہ تو بتا چلے میں کیوں تیرے جاؤں۔" وہ بولی۔

"میں علیا کا دوست ہوں اور یہ جگہ ایک مندر اور یہ مندر تیرے گاؤں سے کئی کوس پر ہے۔ تجھے سے یہاں پر لایا گیا تھا۔ دیر مت کر وجلدی یہاں چلو۔" میں نے کہا۔

تمیزن نے ایک منٹ سوچا اور اٹھ کھڑی ہم دونوں مندر سے باہر آگئے مندر اب بھی ویسا میں اس کو لے کر علیا کے گاؤں پہنچا اور اس کی کے حوالے کردی۔

میں نے اس کو بتادیا کہ اب اس کو کچھ بہت بڑی مصیبت سے بچ کے آئی ہے اگر تم اس کو کچھ کہا یا کوئی تکلیف دی تو تمہارے ساتھ ہوگا!!"

اس کی ساس سے میں نے کہا۔

"یہ تیری بہو ہے۔ اس کو دل سے قبول کر کوئی بات دل دکھانے والی نہ کر اگر کرے گی دونوں بیٹیاں تیرے پاس آجائیں گی اس کے نے ایک ایسا بندوبست بھی کردیا کہ چمپا کلی اس نہ آئے۔ رولوکا نے تفصیل بتائی۔

"مگر وہ گرو بھگوت اور چمپا کلی تو موجود وقت بھی کچھ کرسکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ خطرہ موجود ہے مگر میں ان

میں ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں میری میں ہوں۔" رولوکا نے بتایا۔

تم درمیان کے ایک شخص بنارس کو بھول رہے ہو وہ کو کرسکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نے بنارس کو پرکھ لیا تھا وہ تو خالی ڈھول ہے کے پلے کچھ نہیں وہ بھگوت پر ہی پھولتا ہے۔ اسی کا ہے وہ خود کچھ نہیں ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"جب تک یہ کام ختم نہ ہو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔

ہاں ضرورت تو ہے تم فکر نہ کرو اور اپنا کام کرو یہ گاؤں کے لوگ ہیں ان کی خدمت میں بڑی ہے وہ آئیں آپ کو پہنچ جایا کریں گی میں کچھ عرصہ رہوں گا۔

❋ ❋ ❋

کلکتہ کا دھرمانہ بازار سونا گاچھی ہے۔ میں ان کی تلاش میں پھرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں میں نے نے کسی کو تلاش نہیں کیا کیونکہ میرے کارندے یہ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں نے اپنے اردگرد حفاظتی قائم کرلیا تھا اس لئے ان کو تلاش کرنا آسان نہ تھا۔ سے میرے لئے یہ ایک نئی شکتی تھی میں اس سے خود چاہتا تھا وہ انگلی کے برابر عورت مجھے جل دیکر فرار کی ایک لے اور تمیزن کے سر پر وہ رہتی تو وہ میری ہوتی مگر وہ عیار تھی چالاک تھی حالات کو اس نے لیا تھا اور اس نے اپنے گرو کا حکم بھی ٹال دیا گرفتار کرنا میرے لئے ضروری تھا۔

رات کا وقت تھا سارا بازار جگ مگ جگ مگ ہاتھوں سے طبلے بارہ مونیم کی آوازیں آنا شروع گجرے پھولوں کی دکانوں پر رونق نظر آنے لگی کیوں پر حسن کے جلوے اپنی بہاریں دکھا رہے دکاندار اپنی اپنی چیزوں کو چمکا کر سجا کر سے لگانے پر لگے تھے اور گاہکوں کا انتظار تھے میں اس بازار کے چوراہے پر کھڑا تھا کہ ایک

شخص میرے قریب آگیا صاف ستھرے لباس میں وہ شریف آدمی نظر آتا تھا۔ قریب آکر نہایت نپے تلے لہجے میں آہستہ سے بولا۔

کوئی خدمت ہے میرے لائق۔"

میں نے اس کو غور سے دیکھا تو وہ پھر بولا۔

"آپ ہی جیسے لوگوں کی قدردانی کے لئے کچھ انمول ہیرے ہیں اس بازار میں بھگوان کی سوگند پورا سونا گا بھی چھان مارو گے تو بھی رام کلی جیسی گانیکہ نہیں ملے گی۔"

"تو اسی کا نام رام کلی ہے ہم تو شہرت سن کر بنارس سے آتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ارے سرکار کیا بمبئی کے فلم والے تو اس کے پاس ماتھے رگڑتے ہیں مگر وہ ہے خاندانی اپنی دہلیز نہیں چھوڑتی۔" اس نے بات آگے بڑھائی۔

"اچھا یہ بات ہے۔" میں نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"اس سے بھی بہت زیادہ آپ ایک بار ویدارت کریں قسم بھگوان کی۔" وہ چہک کر بولا۔

"ضرور دیدار کریں گے تم نے تو ہماری پیاس اور بڑھادی ہے۔" میں نے اداکاری کی۔

"بس حضور ایک بتی ہے تمہاری۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"کیوکیا بات ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اس محفل میں دماغ اور جذبات کو قابو کر کے بیٹھنا ہوگا بڑی نازک مزاج ہے ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی آپ میرے مہمان ہوں گے بدنامی اور نیک نامی دونوں مجھے ہی ملے گی آپ شریف نظر آئے تو دعوت دی ہے میری لاج رکھنا ہوگی نہیں تو پورا بازار پڑا ہے جہاں چاہو وہیں چڑھ جاؤ۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔

میں نے ذرا غور کیا تو پتہ چلا آدمی صاف گو ہے اور اندر باہر بھی کچھ نہیں ہے تو میں نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے۔"

"میرا نام بابو راؤ ہے اس بازار کا پرانا خادم ہوں مگر کام صاف ستھرا کرتا ہوں اور صرف قدر دانوں کا کام کرتا ہوں یہی روزی ہے۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے بابو راؤ تم بے فکر رہو تم کو شکایت نہیں ہوگی۔"

"تو پھر آیئے میرے ساتھ۔" اور ہم دونوں چل پڑے کئی گلیاں طے کرنے کے بعد وہ ایک بالا خانے کی سیڑھیوں پر چڑھ گیا میں بھی اس کے ساتھ چلتا گیا۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں اور ایک بہت بڑا دالان آ گیا وہ اس دالان میں آگے چلا اور ایک دروازے کے سامنے آ کر بولا۔

"یہ میری دیوی کا بالا خانہ ہے بہت مشہور طوائف ہے اس بازار کی گزری ہے اب جو قیامت آپ دیکھیں گے وہ پری دیوی کی نوائی ہے کہتے ہیں کسی زمانے میں پری دیوی بالکل ایسی ہی تھی اور تو اور پری دیوی کے پرانے قدر دان بوڑھے کچھ کھوسٹ ہو گئے ہیں مگر یہاں آتے ہیں، ہے نا حیرت کی بات۔" وہ مسکرایا۔

"حیرت اس پر ہوتی کہ وہ نہ آتے۔" میں نے کہا۔

بابو راؤ نے چونک کر میری طرف دیکھا اور ہنس کر بولا۔

"آپ نے بڑی گہری بات کی ہے اب میری سمجھ میں آئی۔"

اس نے دروازے کو دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔

بہت بڑا کمرہ تھا پورے کمرے میں قالین پڑا تھا اس پر سفید براق چاندنی بچھی تھی اس پر دور دور بڑے بڑے اگالدان رکھے تھے۔ دیوار سے ذرا فاصلے پر بڑے موٹے موٹے گاؤ تکیے رکھے تھے کچھ قدر دان خاموش اور کچھ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک بھاری بھرکم عورت درمیان میں بڑا سا پاندان لئے بیٹھی تھی اس نے بابو راؤ کو دیکھا تو چہک کر بولی۔

"آؤ بابو راؤ بہت انتظار کراتے ہو۔" پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"آیئے سرکار تشریف رکھئے آپ کے مزاج ٹھیک ہیں۔" اور پھر بابو راؤ کو دیکھنے لگی۔

بابو راؤ نے کہا۔ "اپنے ہی آدمی ہیں سب رسم و رواج جانتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر مجھ سے بولی۔ "بات میاں یہ ہے کہ لوگ پرانی ریت رواج کے لوگ ہیں اسی لئے قدر دان کو دیکھ بھال کے بلاتے ہیں آپ برا نہ مانئے۔"

میں خاموش رہا۔ کچھ ہی دیر میں دو چار اور آ گئے اور ایک لڑکی ناچنے کے لباس میں آ گئی وہ ایک حسین عورت تھی دوسرے پل تک ایک قیامت تھی پر اس کا لباس اور سنگھار میں نے اس کو پہلی نظر میں پہچان لیا اور کیوں نہ پہچانتا اس کی تلاش میں ہی تو شہروں شہروں پھر رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ میں نے کوا ایک آنکھ کے برابر دیکھا تھا اور اب وہ میرے سامنے ایک پوری عورت کے روپ میں موجود تھی۔ مگر میں خاموش تھا یہ کلکہ میں نے بابو راؤ سے وعدہ کیا تھا میرے جذبات وہ نہیں تھے جو یہاں پر لوگوں کے ہوتے ہیں میں خاموش بیٹھا رہا کب گانا شروع ہوا مجھے پتہ نہیں نے کیا گایا میں نے نہیں سنا میں صرف اس کے اور اداؤں کو دیکھتا رہا۔ محفل ختم ہو گئی میں نے نہیں کیا۔ میں سب سے آخری رہ گیا۔ سب چلے ناچنے والی نے جل کر کہا۔

"میاں قدر دانی نہیں آتی تو آئے کیوں ہے۔"

میں نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا نے اس کو پہچان لیا ہے۔ یہ چمپا کلی ہے۔ اب تک اس لئے تھا کہ بابو راؤ سے وعدہ کیا تھا تم یہ بتاؤ کہاں سے ملی۔" اس کی آنکھیں حیرت سے تیز آواز میں بولی۔

"میری بیٹی ہے یہ مجھے اس میں سے ملی۔"

اس نے بے حیائی سے پیٹ پر سے ساڑھی اٹھا کر

"یہ تم نے کیسی بات کر دی میں اس کی ماں ہوں

نے اس کا نام رام کلی رکھا تھا تم چمپا کیوں کہہ رہے ہو۔"

میں نے پورے دھیان سے اس کی بات سنی اور جواب دیا۔

"تم بھگوت مہاراج کو جانتی ہو خوب غور کر کے اور یاد کر کے بتاؤ۔"

"خوب جانتی ہوں جب یہ پیدا ہوئی تھی تو وہ آئے تھے۔" وہ بولی۔

"اس کے بعد بھی آئے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"جب اس نے پہلا بھرا کیا تھا اس وقت آئے تھے۔" وہ بولی۔

میں سمجھ گیا کہ معاملہ کیا ہے۔

چمپا کلی کی موجودہ شکل بھگوت مہاراج کی دی ہوئی ہے۔ چمپا کلی ایک بہت طاقت ور پیر ہے اس کے لئے بھگوت نے جاپ کیا اور اس کو حاصل کر لیا۔

بھگوت کے دماغ میں رام کلی کا تصور تھا وہ اس روپ میں ڈھل گئی اور بھگوت نے اس کا نام چمپا کلی دیا حالانکہ اس کا یہ اصل نام نہیں ہے۔ میرے لئے یہ بے کار تھی میں کچھ شرمندہ اس کی ماں سے تھا کہ میں نے اس کی قدر دانی نہیں کی تھی۔ میں نے کہا۔

"میں تم سے شرمندہ ہوں میں رام کلی کی شکل سے ہوں اسی کی تلاش میں مجھے پھر سے تلاش کرنا پڑے گا۔" اور جو ہاتھ آیا میں نے اس نائیکہ کی جھولی میں ڈال دیا اور میاں اتر کر بازار میں آ گیا بازار اب بھی جاگ رہا تھا۔

میری سمجھ میں پوری طرح آ گیا تھا میرا دشمن میرا تعاقب استعمال کر رہا تھا۔ میں اس کو تلاش کر رہا تھا اور وہ میری فکر میں تھا دونوں ایک دوسرے کی تلاش میں تھے۔

اب اس شہر میں میرا رہنا بیکار تھا کیونکہ راز کھل چکے تھے کسی نہیں تھی وہ کسی وقت بھی میرے بارے میں معلومات کرتا تھا میں اندھیرے میں رہتا دشمن مٹی کا بھی ہو تو بھی رہنا چاہئے میرے بڑوں نے مجھے یہی سبق دیا تھا۔

مجھے پہلے اس کا حلقہ توڑنا تھا میں اس حلقے کا جوڑ تلاش کرنے کرتے بمبئی پہنچ گیا۔ یہ شہر بھی بہت بڑا شہر ہے۔ ہندوستان کے ہر علاقے کے لوگ اس شہر میں نظر آتے ہیں ہر مذہب کے لوگ اس شہر کی رونق بڑھا رہے ہیں۔

یہاں پر کٹر ہندو بستے ہیں تو مسلمان بھی کمزور نہیں ہیں یہاں کی سب سے بڑی انڈسٹری فلم کی ہے۔ اس انڈسٹری میں سب مذہب کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک طرف سہراب مودی کو لوگ مانتے ہیں تو محبوب کو بھی محبوب اعظم کہتے ہیں اشوک کمار کو دادا کہہ کر عزت بڑھاتے ہیں تو دلیپ کمار کو بھی ٹریجیڈی کنگ کہہ کر عزت اور فلم آرٹ کی آخری سیڑھی پر پہنچا دیتے ہیں۔

یہی حال ہر شعبے کا ہے مگر سب چڑھتے سورج کے پجاری بھی ہیں گرتے کو دھکا بھی دے دیتے ہیں یہاں پر زندگی بڑی تیز رفتار ہے سڑکوں پر ٹرینوں میں ہر جگہ آدمی بھاگتا نظر آتا ہے اور یہی اس شہر کی ترقی کا راز بھی ہے یہاں پتھر آتا ہے اور پارس بن جاتا ہے اور اگر قسمت کی دیوی مہربان نہ ہو تو پارس بھی پتھر بن کر ٹھوکروں میں پڑا ہوتا ہے۔

یہاں آنے والا اگر آرٹ و ہنر کے ساتھ ساتھ انسان شناسی اور چالاکی کا ہنر بھی جانتا ہے تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے بہت لوگ ہیں جو اپنے کام میں زیادہ ماہر نہیں ہیں مگر کامیاب ہیں میں یہاں پر ایک پارسی سیٹھ کے بھیس میں تھا میں آتے ہی یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل تاج میں آ گیا تھا میں ایک کروڑ پتی سیٹھ جہانگیر مودی پونا والا کے روپ میں تھا۔ میں نے آتے ہی کاروائی شروع کر دی تھی اور ایک پریس کانفرنس کا اعلان کر دیا تھا۔ ایک میکر بڑی لڑکی بھی رکھ لی تھی یہ سب انتظامات منیجر نے کئے تھے۔ میں نے پریس کانفرنس میں اعلان کر دیا تھا کہ میں ایک بہت بڑی فلم کمپنی قائم کر رہا ہوں اور عنقریب کئی فلمیں ایک ساتھ شروع کر دوں گا۔

اس اعلان کے بعد میرے گرد خوشامدی اور مطلب پرستوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ میں نے ایک دفتر بمبئی کا کیرا اسٹوڈیو میں قائم کر دیا اور اسٹاپ بھی رکھ لیا۔

حکیم صاحب آپ سوچیں گے میں کس چکر میں پڑ گیا تھا۔ آپ کا سوچنا بھی ٹھیک ہے مگر بات یہ تھی کہ چمپا کلی یہاں تھی بھگوت مہاراج شاطر تھا اس کا کچھ پتہ نہیں تھا مگر چمپا کلی کا کچھ نشان مجھے نظر آتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو میرا ارادہ آگے جانے کا تھا۔

فلم کا اعلان ہوتے ہی میرے دفتر میں کام حاصل کرنے والوں کی لائن لگ گئی میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہیروئن کے سوا وہ سب کا انتخاب کر سکتا ہے۔ مجھے جس کا انتظار تھا وہ اب تک نظر نہیں آئی تھی مجھے پتہ تھا کہ وہ میرے قریب ہی ہے۔ اگر اس کو میری موجودگی کا اندازہ ہو جاتا تو وہ قریب نہ ہوتی تاج محل ہوٹل میں فلمی تقریبات ہوتی رہتی تھیں کوئی تقریب سیٹھ جہانگیر ہرنا والا کی میرے بغیر نہیں ہوتی تھی حالانکہ میری کوئی فلم مارکیٹ میں نہیں آئی تھی۔ اس کے باوجود میں ایک بڑا فنانسر تھا کئی فلمیں سیٹ پر جانے والی تھیں فلمی انڈسٹری کی بڑی بڑی ہیروئنیں بھی سر جھکا کر ملتی تھیں آج رات بھی ایک تقریب تھی کشور ساہو نے یہ تقریب کی تھی اس کی فلم بہت کامیاب ہوئی تھی اس نے سب فلمی لوگوں کو دعوت دی تھی ہال پورا بھرا ہوا تھا میں ان تقریبات میں ضرور جاتا تھا میرا لباس بھی پارسیوں والا تھا سر پر ٹوپی بھی تھی اور چہرے پر احمق پن کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ میں ذرا گاؤدی سیٹھ نظر آتا تھا۔ میں سب سے جھک جھک کر مل رہا تھا۔ ایک میز پر بمبئی کی فلمی دنیا کے بڑے بڑے لوگ بیٹھے تھے میں ان کے قریب گیا تو سب نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور کرسی پیش کی میں اس پر بیٹھ گیا تو کیدار شرما نے کہا۔

"سیٹھ آپ نے کئی فلموں کا اعلان کیا ہے ہماری طرف تو آپ نے دیکھا تک نہیں۔"

کیدار شرما ایک بہت اعلیٰ درجہ کا ہنرمند فلم ڈائریکٹر ہے میں یہ بات جانتا تھا میں نے اس کی کوئی فلم نہیں دیکھی تھی۔ مگر اس کا نام ضرور سنا تھا۔ میں نے جواب دیا۔

"آپ بڑا آرٹسٹ ہے صاحب جی ہم لوگ آپ کو لینے کا قابل ہوگا تو ضرور آپ کو کام دے گا۔"

"یہ آپ کا بڑا پن ہے سیٹھ ہے ورنہ ہم تو بیکار ہی پھرتا رہتا ہے۔" وہ بولا۔

بات یہ ہے آپ کا ایک اسٹائل ہے تم اس سے نہیں ہٹتا اس میں تھوڑا رسک ہوتا ہے فلم لاکھوں کا کاروبار ہے تم بولو رسک کون لیتا ہے مگر ہم رسک لے کام کو ایک دم دیکھ کر تھوڑی ٹائم کے بعد میں ہر ایک سے اسی قسم کی بات کرتا تھا۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ جب ضرورت ہو یاد کرنا ہمیں کے بل چل کر آئے گا۔ یہ بتاؤ سیٹھ تم اپنا پہلا فلم کا شوٹنگ اب تک شروع نہیں کیا۔" فنانسر شیر بھائی نے پوچھا۔

"ہیروئن کا لفڑا ہے اس اس واسطے کام رکا ہوا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"ایک لڑکی ادھر ہے دیکھ لو سستا ہے تم سب کو پسند دکھایا ہے۔"

"ہاں میں کسی ہیروئن کو لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بولو تو اسٹوڈیو کے لائے ادھر پارٹی میں آیا ہے۔" شیر بھائی بولے۔

"دانہ نہیں لاؤ۔" میں نے جواب دیا۔

شیر بھائی اٹھ کر ایک طرف چلے گئے۔

کچھ دیر میں ان کے ساتھ جو لڑکی آئی وہ واقعی کا بڑا مایل تھا۔ کسی نے اس کو کرسی دی وہ میرے سامنے بیٹھ گئی مگر نظریں ملتے ہی بے چین ہو گئی۔ میں نے کہا۔

"پریشان مت ہو تم نے پہچان لیا ہے تم مہرو نہیں ہو کہ پاگل جاؤ گی۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے میرے ساتھ آؤ۔" میں نے یہ سب اس سے ہونٹ ہلا کر نہیں کہا تھا۔

میرا کہا اس کے دماغ نے قبول کر لیا اور وہ کھڑی ہو گئی۔

میرے کھڑے ہوتے ہی شیر بھائی بولے۔

"ارے یہ کیا سیٹھ چھوکری بہت پسند آ گئی شاید۔"

میں نے صرف مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور

سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں اس کو لے آیا۔

کمرے میں پورے انتظامات تھے یہاں سے وہ واپس چلی جائے یہ ناممکن تھا۔

"تم نے دیکھا کہ میں نے تم کو تلاش کر لیا اور تمہارا گورو مجھے تلاش نہیں کر سکا۔" میں نے کہا۔

"گورو کی بات مت کر تو اب بھی اس کو نہیں بھول سکتا۔" وہ بولی۔

"مجھے اس کی نہیں تیری ضرورت تھی۔" میں نے کہا۔

میں تیرے کسی کام کی نہیں ہوں۔ میں صرف اس کا حکم مانتی ہوں جو میرا چاپ کرتا ہے۔" وہ ملتجانہ کر بولی۔

"مجھے کوئی کام نہیں لینا ہے میں خود کام کرتا ہوں۔ تو اس کمرے میں آرام کر میں تیرے گورو کے پاس جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

تو کیا سمجھتا ہے میں اس کمرے میں پڑی رہوں گی کمرے احمق میں یہ ہوں کوئی گوشت پوست کی عورت نہیں ہوں میں ہوا میں پرواز کرتی ہوں پہاڑوں پر بسیرا کرتی ہوں میں جب چاہوں چلی جاؤں تیرے ساتھ آ گئی تو سمجھتا ہے میں ڈر کر آ گئی تھی۔" وہ نفرت سے بولی۔

"زیادہ بات نہ کر احمق تو خود ہے اس کمرے میں تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتی اور سن تو اپنا یہ حسین بدن تو بھی نہیں کر سکتی اب جو کروں گا میں کروں گا۔ تیرے گورو نے بہت بڑی غلطی یہ کر دی کہ تیرا بدن بڑا کر دیا۔ اب تو اسی بدن میں رہے گی اور اس بدن میں تیری ساری شکتی ختم ہو گئی ہے جو کچھ تیرے پاس تھا وہ اس چھوٹی سی گڑیا کے پاس تھا یہ بات تجھے تیرے گورو نے کیوں نہیں بتائی ہو گی کیونکہ اس کی نیت میں فتور تھا کیونکہ وہ خود تیری شکتی سے ڈرتا تھا مگر میں تجھے تیرا اصل بدن دوں گا یہ میرے ہاتھ سے وعدہ ہے۔"

چمپا کلی نے حیرت سے باتیں سنیں اور بولی۔

"مجھے بہکانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"نہیں تو خود آزمالے میں جا رہا ہوں اور تو کمرے سے باہر نکل گیا۔"

میں جانتا تھا کہ ایک مخصوص وقت کے لئے چمپا کو اس نے چھوڑا ہوگا اور جب اس کے دائرے میں وہ نہیں پائے گا تو تلاش ضرور کرے گا اور وہی تلاش اس کو میرے قریب لائے گی میں نے اپنی بندشوں کو از مضبوط کیا اور واپس ہال میں آ گیا۔

ہال میں اب بھی بڑی رونق تھی ایک طرف اسٹیج ہوا تھا اور گانے بجانے کا پروگرام چل رہا تھا۔ ہر قسم شراب وافر مقدار میں موجود تھی اور لوگ مفت کی خوب رہے تھے۔ رنگ برنگی ساڑھیاں اور پیٹ سے اوپر بلاؤز شراب کے نشے نے اور اوپر کر دیئے تھے۔ مدہوش فلم دنیا کی دیویاں جو فلموں میں ستی ساوتری کا رول کرتی تھیں نیم برہنہ حالت میں گودوں میں بیٹھ کر شراب پی رہی تھیں

میں سب سے بچ کر ایک الگ میز پر بیٹھا تھا اور غور سے دروازہ کو دیکھ رہا تھا۔ دروازے کے اندر آنے والے کم تھے اور باہر جانے والے زیادہ تھے۔ مگر جو جا رہا تھا وہ مدہوش تھا۔ میرے سامنے بھی گلاس اور بوتل رکھی تھی میں یہ بتا ترو دے رہا تھا جیسے ضرورت سے زیادہ پی گیا ہوں اس لئے الگ بیٹھا ہوں میرے نزدیک جو آتا تھا میں اس کو گالیاں دے کر بھگا دیتا تھا وہ سمجھتا شراب چڑھ گئی ہے مسکراتا واپس چلا جاتا آہستہ آہستہ ہال میں لوگ کم ہوتے گئے۔

پھر میں نے دیکھا ایک داڑھی والا ادھیڑ عمر آدمی ہال کے دروازے سے اندر آیا آنے والا سفید پتلون اور کالی شرٹ پہنے تھا آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا داڑھی نہ سفید تھی نہ کالی چہرہ رعب دار تھا اور قد لمبا تھا۔ آنے والے نے ایک نظر میں ہال کا جائزہ لیا۔ پھر اندر آیا پھر میز کے قریب سے گزرا اور پر میز پر گہری نظریں ڈالیں پھر میری طرف آ گیا۔ میرے سامنے ایک لمحے کو رکا مگر پھر آگے جانے کو قدم بڑھانا چاہتا تھا کہ میں نے کہا۔

"تو نہیں ملے گی اپنے کسی پرانے یار کے ساتھ

بھاگ گئی ہوگی۔"

اس کے چہرے پر بے چینی کے سائے لہرائے مگر آدمی تجربہ کار تھا اور خطروں میں کھیلنے کا عادی لگتا تھا چہرے تاثرات بدل کر بولا۔

"تم نے کس طرح جان لیا کہ میں کسی عورت کے چکر میں آیا ہوں۔"

"اپنی اپنی دیا ہے صاحب جی ہم علمی لوگ ہیں ہماری یہی دیا ہے اس لئے جان گیا۔ عورت کا کیا ہے صاحب جی جس کے پلو میں ہے اس کا ہے۔" میں نے کہا۔

اس نے غور سے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی۔"

"ارے صاحب جی وہ تو چلی گئی دیکھو بال خالی ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے تلاش میں کر لوں گا۔" وہ جانے کو مڑا۔ میں نے کاندھے پر زور بڑھا کر کہا۔ "دو چار گھونٹ ہمارے ساتھ لگاؤ پھر جانا۔"

"میرے پاس وقت کم ہے اس حرام کی جنی کو بھی تلاش کرنا ہے چلتا ہوں۔"

میں اتنی باتیں صرف اس کو پر رکھنے کے لئے کر رہا تھا اب میں پرکھ چکا تھا کہ وہ بھگوت ہی ہے۔

"اب اتنی بے مروتی بھی ٹھیک نہیں ہے مہاراج۔"

وہ مہاراج سن کر چونک پڑا۔ تو میں نے کہا۔ "آپ بیٹھ جاؤ۔"

اس نے ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی اور میرے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا تو میں نے کہا۔

"بھگوت مہاراج تمہاری تلاش ختم ہوئی میں تمہارے سامنے ہوں مگر یہ نہ پوچھنا کہ میں کون ہوں۔ تمہارے سامنے اس لئے موجود ہوں کہ تم سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے میں تم کو یہ کہنا چاہتا تھا کہ اپنی طاقت کو کسی کمزور کے خلاف استعمال کرنے والا بڑا آدمی نہیں ہوتا اور تم جس ہر جائی پر بھروسہ کر رہے ہو اس نے تمہارا علم صرف اس نے ٹھکرا دیا تھا کہ اس کو اپنی فکر پڑ گئی تھی۔ تمہاری نہیں اس کی تلاش تھی تم تو درمیان میں اس کے آ گئے تھے۔" میں نے بات ختم کی۔

"وہ ہرجائی ہے اس کا اندازہ مجھے ہو گیا ہے مگر کو میں چھوڑ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس پر میں نے بہت کی ہے وہ میری ضرورت بھی ہے اور محنت کا پھل ہے۔" وہ بولا۔

مگر تم اس کو بھول جاؤ وہ اب میرے پاس ہے اس سے بار بار روگھو گھاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"تم زبردستی اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکو گے نے پراسرار دنیا کے قاعدے اور قانون سے اس کو دیا۔ یہ تو تم جانتے ہو گے دنیا میں ہر مقام کے قاعدے قانون ہوتے ہیں ان سے بغاوت کرنے والا کوئی نہیں میں نے اس راستے پر چل کر چمپا کلی کو پایا ہے تم اس پاس نہیں رکھ سکو گے میرے اوپر بھی کوئی ہے اس نے کلی جیسی بھی ہے اس کو میرے حوالے کر دو۔" بھگوت مہاراج نے کہا۔

"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔" میں نے پوچھا۔

"تو پھر تمہاری اور میری جنگ ہو گی جو جیتے گا کلی اس کی ہو گی۔

"تم اس کی خاطر جنگ کرو گے جو تمہاری ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں اس کی خاطر کروں گا کیونکہ اس کو میں نے حاصل کیا ہے۔ تم کو پتہ ہے وہ کتنی ضدی اور خطرناک ہے۔ وہ دنیا کے وہ کام کر سکتی ہے جو کوئی نہیں کر سکتا۔" بھگوت نے کہا۔

"نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ وہ خود کو آزاد تک نہیں کرا سکتی۔ جو اپنی حفاظت نہ کر سکے وہ کیا کر سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ حالات کی نزاکت اور طاقت کا وزن نہیں کرتی ہے، اس کی ناپ تول پوری ہوتی ہے اور پھر

پجاری وحسن اس کے بڑے ہتھیار ہیں۔ وہ تم سے ڈر کر روپوش ہو گئی تھی۔ اس نے تمہارا وزن کر لیا تھا اور اسی میں بہتری تھی کہ فرار ہو جائے۔ مگر اس سے تو اس کی ہوشیاری ظاہر ہوتی ہے۔ مناسب وقت پر وار کرنا ہی عقل مندی ہے۔" بھگوت نے کہا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے دھوکے سے وار کر یا کمزور پر وار کرنا اور فتح یاب ہونا۔ یہ تو بزدلی ہے۔ تم کو عقل مندی کہہ رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"ہماری دنیا کا یہی چلن ہے۔ تم کس دنیا کے ہو کہ نہیں مانتے۔" وہ بولا۔

"میں تمہاری اس دھوکے باز دنیا کا باشندہ نہیں یہ بات تمہاری ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر چمپا کلی تمہارے لئے بیکار شے ہے۔ اس میرے حوالے کر دو۔" بھگوت بولا۔

"مگر وہ اب تمہارے کام کی نہیں رہی۔ اس لئے کہ وہ اب جس شکل اور قد کاٹھ میں ہے اس کو بدل نہیں سکتی اور تم بھی اس کی مدد نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔

"وہ میرا ہیرا ہے۔ میں نے اس کو بڑا کیا تھا کم بھی کروں گا۔" وہ بولا۔

"مگر اب اس پر تمہارا کوئی منتر اثر نہیں کرے گا کیونکہ وہ میرے زیر اثر ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ تم کچھ نہیں کر سکتے میرا مشورہ ہے اس کو بھول جاؤ اور کوئی اور [illegible]" میں نے جواب دیا۔

"میں یہ نہیں مانتا۔ تم ایسا نہیں کر سکتے میرا نام بھگوت مہاراج ہے میں سب توڑ جانتا ہوں۔ پورے دنیا میں میرا جوڑ نہیں ہے۔ تم نے غلط جگہ ہاتھ ڈالا ہے میری کہانی کوئی اور کھائے ایسا آج تک نہیں ہوا اور غور سے سن لے۔ تو جو کوئی ہے اس کو میرے سامنے کر وہ میرے کاندھے پر آ جائے گی پھر تو جانے کا کہ بھگوت مہاراج بھی کوئی چیز ہے۔" وہ غصے سے بولا۔

"تو ابھی تک یہ پتہ نہیں کر سکا کہ وہ کہاں ہے اپنے علم سے اپنی دیا سے پتہ کر لے اور چلا جا اس کے پاس اور نکالا اپنے کاندھے پر۔ میں نے منع نہیں کیا ہے تیری شکتی کا بھی پتہ چل جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بہت چالاک ہے۔ میرے چاروں طرف اندھیرا کر کے کہہ رہا ہے۔" وہ بولا۔

"تو اس اندھیرے کو روشنی میں بدل لے سب نظر آئے گا۔" میں نے کہا۔

"اصول اور قاعدے بھی ہیں ہماری بھی کچھ حدبندی ہے تو نہیں جانتا کیا۔" بھگوت بولا۔

"تمہارا علم اور تم جھوٹ اور فریب کے کاروبار ہو تم کسی پابندی کے محتاج نہیں ہو۔ تم صرف ایک زبان جانتے ہو اور وہ ہے طاقت کی زبان۔ کمزوروں پر تم ظلم کر کے خود کو بہادر سمجھتے ہو اور طاقتور کے ساتھ مکر و فریب سے کام لیتے ہو تم مجھے سستی مت پڑھاؤ اور جاؤ اپنی پیاری کو تلاش کرو۔" میں نے کہا۔

بھگوت غصے سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "ٹھیک ہے اب تیری میری چلے گی۔" اور تیزی سے دروازے سے چلا گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ جائے گا نہیں کسی اور شکل میں منڈلاتا رہے گا اس لئے میں کمرے میں نہیں گیا۔ جب ہر طرف سناٹا ہو گیا تو میں روپوش ہو گیا اور کمرے میں آ گیا۔ مجھے چمپا کلی بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ باتھ روم میں تھی مگر اس طرح کہ جیسے جانے کو تیار ہو۔ میں غسل خانے میں چلا گیا اور وہیں سے پاری سیٹھ کے بھیس میں نمودار ہوا تو اس نے چونک کر پوچھا۔

"تو کب آ گیا۔ میں نے نہیں دیکھا۔"

"تیری آنکھیں اس قابل نہیں کہ تو مجھ کو دیکھ سکے اور سن تو اپنی زبان درست کر لے اگر نہیں کرے گی تو یہ بند ہو جائے گی اور زبان بند ہو گئی تو علم میں کام کس طرح کرے گی کیونکہ تجھے میں بیرون مار رہا ہوں تو اس میں گائے گی ناچے گی لوگوں کو خوش کرے گی۔" میں نے کہا۔

"میں کبھی ظلم میں کام نہیں کروں گی۔ تو کان کھول کر سن لے۔" وہ نفرت سے بولی۔

Reading Section
Facebook.com/groups/readingsection

"پھر آئی کیوں تھی؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تو میں بھگوت مہاراج کے حکم پر آئی تھی۔" وہ بولی۔

"اور اب میرے حکم پر کام کرے گی کیونکہ گورو تجھے تلاش کر کے چلا گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کبھی نہیں جائے گا۔ وہ پھر آئے گا۔ میں اس کا چیلا ہوں۔ تو نے میرے پر کاٹ دیئے ہیں مگر ایک نہ ایک دن میں پھر اصل شکل میں واپس آ جاؤں گی۔ پھر تیرا کیا ہوگا۔ ابھی سے سوچ لے۔" وہ غصہ بھری آواز میں بولی۔

"میں انتظار کروں گا اس وقت کا۔ مگر آج کے بعد تجھے وہی کرنا ہے جو میں کہوں گا اگر ذرا بھی تو نے خلاف ورزی کی تو سزا دوں گا اور سن لے غور سے۔ میری سزا ایسی ہوگی کہ تو مرنے کی دعائیں کرے گی اور نہیں مرے گی۔ آج کے بعد دوبارہ میں تجھ کو زبان سے کچھ نہیں کہوں گا۔ تو صرف ایک عورت ہے آوارہ بازار عورت جس کی اس دنیا میں کوئی عزت نہیں ہے جو دولت کے لئے ہر کام کرتی ہے اور تو فلم میں بھی کام کرے گی۔"

دوسرے دن میں نے چمپا کلی کو فلم کے سیٹ پر پہنچا دیا۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میک اپ روم میں وہ تیاری کرتی رہی سیٹ پر ڈائریکٹر تیاری کرتا رہا۔ کیونکہ یہ مہورت کا شاٹ تھا فلمی دنیا کی روایت کے مطابق مہمان بھی بلائے گئے تھے رات ڈیڑھ بجے وہ تیار ہو کر سیٹ پر آ گئی۔ مگر میں نے اعلان کر دیا کہ چمپا کلی کو فلم سے ہٹا کر ایک اور نئی لڑکی کو ہیروئن بنایا جائے گا۔ پورا یونٹ حیران رہ گیا۔ چمپا کلی جس خاموشی سے آئی تھی اسی خاموشی سے واپس میک اپ روم میں چلی گئی اور شوٹنگ پیک اپ ہوگئی مہورت نہیں ہوا۔

"سر یہ اچانک آپ نے کیا فیصلہ کر دیا بہت نقصان ہو گیا۔" ڈائریکٹر نے مجھ سے پوچھا۔

"جو بات تمہارا سمجھنے کا نہیں ہے اس کا سوال مت کرو۔ کسی کو بھی تم ہیروئن بناؤ الو میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

ڈائریکٹر خاموش ہو گیا۔ میں اس کو کیا بتاتا۔ چمپا کلی کون ہے۔ وہ فلم میں کام کرتی مگر فلم کا فیتہ چین ہی رہتا۔ فوٹو بادی چیزوں کی فنی ہے۔ چمپا کلی کی فوٹو کون اتار سکتا ہے۔ میں نے تو صرف ایک جھٹکا اس کو دیا تھا۔ اس کی بہت دھرمی کا انداز و کرنا تھا وہ کر لیا۔ وہ بہت موقع شناس تھی جان گئی تھی کہ بھگوت اس کو آسانی سے چھوڑ کر نہیں گیا ہوگا اور اگر بھگوت پھر کرنے کی پوزیشن میں ہوتا تو کبھی کا کر دیا ہوتا۔ اس کی خاموشی معنی خیز تھی میں بھی سمجھ رہا تھا۔

بھگوت دوبارہ اپنے خول میں بند نہیں ہو سکتا تھا میں اس کی موجودگی محسوس کر رہا تھا مگر وہ روپ بدل رہا تھا۔ وہ میرے قریب رہنا چاہتا تھا۔ میری نقل و حرکت پر نظریں رکھنا چاہتا تھا وہ وقت کے انتظار میں تھا۔ میں نے چمپا کلی کو ایک فلیٹ میں پہنچا دیا تھا۔ یہ فلیٹ میری فلم کے ڈائریکٹر نے مجھے دیا تھا وہاں پر ایک ملازمہ کے ساتھ رہتی تھی۔ بظاہر اس کے ساتھ صرف ملازمہ تھی مگر ایسا نہیں تھا۔ بھگوت مہاراج کے سارے راستے بند کر دیئے تھے۔

وہ میرے سامنے دوبارہ نہیں آیا ایک ماہ گزر گیا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ چلا گیا ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ دھوکہ فریب دے رہا ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ پھر آ گیا۔ مگر اب وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ اب میں زیادہ وقت دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ میں یہ کارروائی کی کہ اس کو اپنے پاس بلوا لیا۔ میرا کام خاموشی سے کیا اور اس کو لے کر میرے ٹھکانے پر آ گیا۔ یہ کام اتنی خاموشی سے ہوا کہ اس کے ساتھ آنے والے آدمی کو بھنک تک نہ ہوئی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ میرے سامنے تھا۔ ذرا دیر کو وہ پریشان ہوا مگر پھر نارمل ہو گیا اور بولا۔

"تو نے اپنا وار کر ہی دیا۔ مگر تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"میں نے تیرا کیا کرنا ہے۔ کچھ بات چیت کریں گے اور بس۔" میں نے جواب دیا۔

"بول کیا کہنا ہے۔" وہ بولا۔

"میں زیادہ دن اس شہر میں نہیں رہنا چاہتا مگر

پرساتھ لایا تھا۔" میں نے کہا۔

"میں تیری بات کیسے مان لوں۔" وہ بولا۔

"تو پھر اپنی ودیا سے پوچھ وہ کہاں ہے۔" میں نے کہا۔

وہ خاموش ہو گیا چند منٹ کے بعد بولا۔ "وہ ٹھکانے پر نہیں ہے بتا کہاں ہے؟"

"میں نے بتا دیا کہ وہ تھرا چلا گیا اگر نہ جانتا تو اس کا کان کاٹ کر بھیجتا۔" میں نے کہا۔

"تیری بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔" وہ غرا کر بولا۔

"تیری گرمی بھی ایک منٹ کی ہے۔ مگر میری دشمنی تجھ سے نہیں ہے تیری پیاری کو اس لئے پکڑ لیا ہے کہ تو اس سے ایک بہت خطرناک کام لینے والا ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا وعدہ رہا میں کوئی خطرناک کام نہیں لوں گا۔" وہ بولا۔

"تیرے پاس جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیا اس شہر کے سب سے بڑے کے کاندھے پر اس کو نہیں چڑھانا چاہتا۔ کیا تیری نظریں اس کی دولت پر نہیں ہیں۔ کیا تو اس کے بچوں کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔ کیا تو نے صرف دولت اور اقتدار کی خاطر چمپا کلی کو نہیں حاصل کیا ہے۔ خود کیا ہے تجھے گوکل کے ایک سادھو نے یہ جاپ نہیں سکھایا۔ تیرے پاس جو کچھ ہے اسی سادھو کا دیا ہے۔ میری نظروں سے کچھ دن چھپا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تجھ پر اس سادھو کا ہاتھ تھا۔ مگر اب وہ سادھو تیرا ساتھ نہیں دے سکے گا کیونکہ اس کو تیرے ارادے کا پتہ چل چکا ہے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ واپس ورنداون کے گاؤں نوہارہ میں لوٹ جا جس طرح دولت حاصل کرنا چاہتا ہے اس طرح حاصل کی ہوئی دولت انسان کے کسی کام نہیں آتی۔ محنت کی روکھی روٹی میں بہت مزا ہے۔" میں نے اپنی بات ختم کی۔

"بڑی لن ترانیاں ہانک رہا ہے تو، سادھو سنگی ہاتھ مہمان منش ہیں تو ان کو کیا جانے وہ میرے گورو ہیں۔ میری مہما نہ کریں گے تو مجھے ان کے خلاف بھڑکا رہا ہے

پڑھوں۔" میں نے کہا۔

"گھبرا گیا ہے۔ تو اس شہر سے باہر جا کر تو دکھا۔" وہ بولا۔

میں نے نرمی سے کہا۔ "دیکھ تیرا میرا جھگڑا نہیں ہے آرام سے بات کر۔" میں نے جواب دیا۔

"تیری سمجھ میں یہ بات اس لئے آ گئی کہ تو اکیلا رہ گیا۔ میری شکتی دوگنی ہو گئی۔ میں نے اب تک صبر کیا اب بتا چمپا کلی کہاں ہے اسے کب واپس کرے گا اور وہ ہاں یاد رکھ نہیں واپس کرے گا تو بھی وہ میرے پاس آ جائے گی اور اس کے بعد تیرا کیا ہوگا خود سوچ لے۔" وہ غرور سے بولا۔

میں آہستہ آہستہ بلی کو باہر لا رہا تھا۔ میں نے لبنان سے کہا۔ "اگر میں چمپا کلی تجھے واپس کر دوں تو تو اس کا کیا کرے گا۔"

"کچھ بھی کروں۔ میں نے محنت سے اس کو پایا ہے۔ میرے پاس بہت کام ہیں اس کے لئے۔" وہ بولا۔

"پھر تیرا میرا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"اب جھگڑا ختم کرنے کی بات مت کر۔ اب تو میں تیرا کلیان ہی کروں گا۔ ارے تو نے بھگوت کو چھیڑا ہے تو ذرا مزا بھی تو لے۔" وہ بگھر کر بولا۔

"تیرے ساتھ کون ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میری مرچ ہے بہت تیز ہے نا بچتا پھرے گا۔" وہ بولا۔

"تو بڑا ہی بے وقوف ہے۔ ارے ہری مرچ لینے تھرا تک چلا گیا۔ ارے وہ تو بیسی میں بھی مل جاتی۔ اور تھرا کی مرچ تو ویسے بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے میں نے اس کو واپس تھرا بھیج دیا ہے۔ اب تجھے دوبارہ کشٹ اٹھانا ہوگا۔ کوئی تیز ہری مرچ لانا پڑے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے کا بکھواس کر رہا ہے کوکل ناتھ کیا کہتا تھا تجھ سے کہ تو اٹھائے گا۔" وہ بولا۔

READING Section www.paksociety.com

میں سب جانتا ہوں۔" وہ غصے سے بولا۔

"تو پھر جا سادھو کے پاس کونکل اور پتہ کر لے۔" میں نے کہا۔

"میں جائے بنا بھی پتہ کر لوں گا۔" وہ بولا۔

وہ خاموش ہوا اور میں نے پڑیہ کھینچ دیا۔ اس کی سوچ اس پڑیے پر آ کر ختم ہو گئی اور اس نے گھبرا کر کہا۔ "یہ راستہ کیوں بند ہے۔"

"تو بڑا علم رکھتا ہے۔ تیرے لئے کوئی تاویہ، توت کیا اہمیت رکھتی ہے بنا لے اپنا راستہ اور چلا جا کونکل۔"

"جاؤں گا ضرور جاؤں گا۔" وہ بولا۔

"تو ذرا سی دیا کو ہضم نہیں کر سکا تو بڑا نادان ہے اور بے وقوف۔ اس سنسار میں درگزر، تیاگ اور تپسیا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تو اپنی طاقت کو استعمال کر انسانی بھلائی کے لئے اور تو صرف اپنی بھلائی چاہتا ہے۔ اس کائنات میں تیری کیا حیثیت ہے تو ایک ذرے کے برابر نہیں ہے۔ دس بیس سال کی زندگی تیری باقی ہے تیری وہ دولت تیرے کسی کام نہیں آنے والی۔" میں خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر وہ بولا۔ "مجھے جانے دے میں تیرے پاس ایک دفعہ پھر آؤں گا پھر تجھ سے پوچھوں گا اس وقت میں تیرا کچھ نہیں کر سکتا۔"

"تو ہر بار اسی نیت سے آیا تو ہر دفعہ ذلیل ہو گا۔" میں نے کہا۔

"میں ضدی آدمی ہوں تیری کوئی بات میرے اندر نہیں گئی میں وہی کروں گا جو مجھے کرنا ہے۔" وہ بولا۔

"دیکھ مجھے میں چاہوں تو تجھے یہیں پر باندھ دوں تیرے سارے پرزے ڈھالوں مگر مجھے بھی تیری صاف بات اچھی لگی ہے۔ تو آزاد ہے جب تیرا دل کرے آ جانا۔" میں نے کہا۔

"ایک بات بتا دے چپا کلی کا تو کیا کرے گا۔" وہ بولا۔

"وہ ایک عورت کے روپ میں ہے میرے پاس بول تو اس کی شادی کسی شریف آدمی سے کروا دوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے کیا ہو گا۔ دور ہے گی تو میرا پیر ہی اور جب بھی موقعہ ملا آ جائے گی میرے پاس۔" وہ بولا۔

"پر ہوں گے تو پرواز ہو گی۔ مردوں کی طرح تجھ کو چھوڑ رہا ہوں مردوں کی طرح ہی دوبارہ آنا۔ چھچھوندر کی طرح آئے گا تو چھچھوندر کی طرح ہی مارا جائے گا۔" میں نے کہا۔ اور بھگوت مہاراج گردن جھکا کر چلا گیا اور میں چپا کلی کو لے کر آپ کے پاس آ گیا۔" رولوکا نے اپنی روداد ختم کی تو میں نے پوچھا۔

"اور وہ چپا کلی کہاں ہے؟"

اس نے جیب میں دو انگلیاں ڈالیں اور کہا۔ "آپ باہر۔" اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی عورت اس کی ہتھیلی پر کھڑی تھی۔ وہ ایک مکمل عورت تھی صرف تھی چند انچ کی۔ کچھ دیر میں اس کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"تیرا نام کیا ہے۔"

وہ ایک ادا سے مسکرائی اور بولی۔ "حکیم صاحب مذاق کرتے ہو سب تو آپ کو بتا دیا میں چپا کلی ہوں۔"

"چپا کلی تم کس کام کی ہو۔" میں نے پوچھا۔

"میں ہر کام کی ہوں۔ جو کام کوئی نہ کر سکے وہ کرتی ہوں مگر تمہارا نہیں کروں گی اور اس کا بھی نہیں کروں گی جس کے بس میں اس وقت ہوں میں صرف اس کا کام مانتی ہوں جس کے پاس اپنی مرضی سے جاتی ہوں یا جو پورا جاپ کرتا ہے۔ میں اس کے پاس اپنی مرضی سے نہیں آئی ہوں اور نہ ہی اس نے میری خاطر جاپ کرنے کا کشٹ اٹھایا ہے صرف دھونس جما کر قبضہ کیا ہے۔" وہ بولی۔

اس کی آواز اور بولنے کا انداز بھرپور اور کھلی عورت کا تھا۔ میں نے کہا۔ "دھونس کمزور پر چلتی ہے تو کام کر سکتی ہے تو پھر ہو جا آزاد۔"

"تم حکیم ہو اپنی دوا دارو کو دیکھو یہ پراسرار علم دیکھی دنیا کی باتیں ہیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

بے شک یہ بات درست تھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

رولوکا کے ساتھ وہ کرداں ان ہونی باتوں کا عادی ہو گیا تھا۔ رولوکا نے اس کو دوبارہ جیب میں رکھ لیا اور بولا۔ "یہ ایک نہایت خطرناک پیر ہے۔ اس کو ساتھ رکھنا بہت مشکل ہے آپ مشورہ دیں کیا کروں۔"

"اس کو صندوق وغیرہ میں بند کر دو۔" میں نے کہا۔

"ایسا ہو سکتا ہے مگر میرے سامنے ایک اور مسئلہ ہے۔" وہ بولا۔

"کون سا مسئلہ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"بھگوت مہاراج نے جاپ پورا کرتے ہی اس کی بھینٹ اس کو دی ہو گی۔ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ مگر ایسا ہمیشہ تو نہیں ہو گا وہ کسی وقت بھی اپنی غذا طلب کرے گی اور آپ کو شاید پتہ ہو کہ ان کی غذا ہڈی انوکھی ہوتی ہے کچھ پر تو تازہ خون طلب کرتے ہیں اور کچھ انسانی اعضاء کھاتے ہیں۔" رولوکا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہوا وہ تم سے بھی یہی طلب کرے گی۔" میں نے کہا۔

"نہیں مجھ سے نہیں طلب کرے گی۔ وہ بھگوت کی پیر ہے اسی سے طلب کرے گی۔" رولوکا نے کہا۔

"جب بھگوت کے پاس وہ ہے ہی نہیں تو طلب کس طرح کرے گی۔" میں نے کہا۔

"وہ ہر حالت میں اس کے پاس جائے گی۔" وہ بولا۔

"مگر تم نے اس کو باندھ رکھا ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس کو میرے پر آزاد کر دوں وہ چلی جائے گی تو میرے خلاف کچھ نہیں کرے گی آپ کا کیا خیال ہے۔"

"یہ گندی چیزیں کیا اپنے وعدوں کا پاس کرتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"نہیں کرتیں مگر یہ خطرہ مول لینا ہو گا۔" رولوکا بولا۔

"ٹھیک ہے جس طرح تم ٹھیک سمجھتے ہو وہ کرو۔" میں نے جواب دیا۔

رولوکا نے چپا کلی کو ہتھیلی پر کھڑا کر دیا اور کہا۔ "بھگوت کے پاس جانے کو بے قرار تھیں میں تم کو چھوڑ دوں تو وہیں جاؤ گی۔"

"اور کہاں جاؤں گی اس کے جاپ نے باندھ رکھا ہے میں صرف اس کی ہوں۔" وہ بولی۔

"ایک شرط پر جا سکتی ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں بول کیا شرط ہے۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"میرے پاس کبھی کسی برے ارادے سے نہیں آئے گی اور تین مہینے تک کسی کے کاندھے پر سوار نہیں ہو گی۔ بھگوت کے کہنے سے بھی۔" رولوکا نے کہا۔

"صرف تین مہینے۔ ٹھیک ہے میں بھگوت سے بات کراؤں گی اور تیرے پاس تیرا نقصان کرنے نہیں آؤں گی یہ میرا وعدہ ہے۔" وہ ہنس کر بولی۔

"تو آزاد ہے بھاگ جا۔" اور وہ رولوکا کی ہتھیلی سے کود گئی۔ میں نے حیرت سے اس کو دیکھا اور پھر کہا۔

"یہ کیا چیز تھی بھائی میرا تو دماغ ہی گھوم رہا ہے۔"

"حکیم صاحب پراسرار دنیا میں ہزاروں قسم کی چیزیں ہیں۔ ہزاروں ایسی ہیں جن سے ہمارا واسطہ اب تک نہیں پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اور ہمارے درمیان کسی قسم کا ٹکراؤ نہیں ہے وہ اپنی جگہ ہیں اور ہم اپنی جگہ ہیں۔ مگر ہمارے کچھ ادان بھائی بند ایسے ہیں جو خود ان کو بلاتے ہیں۔ آوازیں دیتے ہیں اور ان سے ناجائز کام لیتے ہیں اور وہ بھی ہماری دنیا کے حرے میں جھانکا ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ واپس نہیں جانا چاہتے۔ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا پیر واپس گیا ہو۔ اس کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ اس کے ختم کرنے میں یہ خطرہ رہتا ہے کہ ہماری اور اس کی دنیا کی دشمنی نہ ہو جائے اور نہ ختم ہونے والی جنگ نہ شروع ہو جائے چپا کلی بھگوت کے سحر میں ہے اس کا ہی کہا مانتی ہے میں کچھ بھی کہوں مجھے وہ اپنا دشمن ہی خیال کرے گی۔ اس کو وہی اچھا لگے گا۔ جو بھگوت اس سے کہے گا میں نے

READING Section
http://readingsection.com

آپ نے کہا وہ سنی ہوگی کہ اگر کوئی صرف پھول ا
مدد سے زمین کو اتنا کھود ے کہ کنواں بن جائے تو
سے ایک تلوق برآمد ہو جائے گی وہ صرف باشت
ہوگی اور سب کام کرے گی۔ یہ کہاوت کب سے
آ رہی ہے کسی کو پتہ نہیں سب ہی اس کو ایک من گھڑت
بے معنی چیز کہتے ہیں مگر میں اس میں کچھ حقیقت
کر رہا ہوں۔ زمین کے پرتوں میں پانی اور ہوا
موجود ہیں پھر زندگی بھی ہو سکتی ہے مگر وہ کس شکل
کس جیت کی ہوگی اس کا اندازہ نہیں ہے۔" رولو
جواب دیا۔

"تمہارے سوچنے کا انداز اور حالات کا
سب سے بہت الگ ضرور ہے مگر میرے لئے
ہے۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"آپ اس پر زیادہ دماغ نہ خرچ کریں
اور بہت کام ہیں اور مجھے اجازت دیں میں سادھو
ہوں۔" اور رولو کا چلا گیا۔

❁ ❁ ❁

انسان بھی ایک عجیب شے ہے اس کو جو چاہا
ہو جائے اس کی طلب کم نہیں ہوتی۔ اگر اس کے پاس
کروڑ روپے ہوں تو بھی وہ مطمئن نہیں ہوتا اور کی
کرتا ہے۔ اس کو کسی مقام پر اپنی طلب سے
ہوتی۔ یہی حال علم و آگہی کا ہے جو جان گیا ہے
آگے جانا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں دانائی کی کوئی حد
ہم جو چاہتے ہیں اس سے آگے کی بات کرتے
اگر ہزاروں برس کی زندگی بھی پائیں تو بھی
میں کمی نہیں ہوگی۔ اسی آگہی کا شکار سادھو بھی تھا
کو آگہی نہ ہوتی تو وہ اپنی کوٹل کی کٹیا میں
رہتا۔ مگر وہ سب جانتا تھا اور اسی سب جاننے
پہاڑوں میں بھیج دیا۔

میں کوٹل نہیں گیا۔ ہمالیہ کے اس پہاڑی
طرف چلا گیا جو سطح زمین سے ہزاروں فٹ

نے پوچھا۔

"اس کو واپس عزت کے ساتھ اس دھ
روانہ کر دو کہ وہ واپس ہماری دنیا میں نہ آئے۔" میں
سادھو سے کہا۔

"ٹھیک ہے یہ کام میں کر دوں گا۔" سادھو
جواب دیا۔

میں نے کہا۔ "میں اس کا جیتنگی شکریہ ادا کر
ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے رولو کا۔ میں جانتا ہوں
تو خود بھی یہ کر سکتا تھا۔ مگر تو نے وہی طریقہ اختیار کیا جو
ہونا چاہئے تھا۔ تو حیران مت ہو میں یہاں صرف اس لئے
آیا تھا کہ سوائے رولو کا کے کوئی یہاں نہیں آ سکتا۔ پورے
بھارت میں صرف میں تم کو جانتا ہوں اور میرا تم سے کوئی
ٹکراؤ اس لئے نہیں ہے کہ تمہاری جو لائن ہے وہی میری
بھی ہے انداز دونوں کے الگ الگ ہیں۔" سادھو نے
کہا۔ میں نے ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور واپس چلا آیا۔
میں نے پوری روداد سننے کے بعد کہا۔

"میرا خیال تھا تم جنگ کر کے آؤ گے۔"

"دنیا کے ہر مذہب میں اچھائیاں ہیں نیک لوگ
بھی ہیں مگر وہ شیطان بھی تو ہے، بھگوت ہمیشہ میرا دشمن
رہے گا کیونکہ اس کا خیال ہوگا کہ میں نے چپا کلی اس سے
چھین لی ہے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"تو پھر اس کا کیا کرو گے۔" میں نے پوچھا۔

"کچھ تو کرنا پڑے گا۔ جیسا وقت کا تقاضا ہوگا
کریں گے۔" رولو کا نے جواب دیا۔

اور چپا کلی چلی گئی۔ بھگوت بہت غصے میں
ہمارے پاس ولی چلا آیا۔ کیونکہ ہم لوگ دلی میں تھے وہ
بڑی تیزی سے مطلب میں آیا۔ میں سمجھا شاید کوئی مریض
ہے کیونکہ میں نے اس کو نہیں دیکھا تھا وہ آتے ہی بولا۔

"کہاں ہے وہ بھروپیا۔۔۔؟"

میں نے پوچھا۔ "تم کو کس سے ملنا ہے آرام سے

"وہی جو بمبئی میں سیٹھ پوتا والا بنا ہوا تھا۔ میں اس کی ساری قلعی اتار دوں گا۔" وہ اب بھی غصے میں تھا۔ میں نے نام لئے بغیر کہا۔ "آرام سے بیٹھو بلاتا ہوں۔" مگر مجھے بلانے کی ضرورت نہیں پڑی رولوکا سیٹھ پوتا والا کے گیٹ اپ میں آ گیا اور بولا۔ "تم ادھر بھی آ گیا بولو کیا بات ہے۔"

"مجھے سب پتہ ہے چال بازی مت کرو سیٹھ نہیں ایک بہروپیا ہے چپا کلی کہاں ہے بتاؤ۔" وہ بولا۔

"چپا کلی چپا کے پودے میں لگی ہوگی کیسی بات کرتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم بھگوت کو نہیں جانتے میں سب تیاری کر کے آیا ہوں۔ پہلے تم نے مجھے پھانس لیا تھا مگر اب میں تم کو بتاؤں گا کہ بھگوت کیا ہے بتاؤ چپا کلی کہاں ہے؟" وہ نفرت سے بولا۔

رولوکا نے پھر بڑی معصومیت سے کہا۔ "تم کو بولا نا کہ اس کو کسی پودے میں ڈھونڈو تم ہم سے پوچھتا ہے۔"

"تو اس طرح نہیں مانے گا۔ بھگوت مہاراج سے مخول کرنے والا کبھی زندہ نہیں رہا ہے۔" اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا مگر رولوکا کھڑا مسکراتا رہا۔

بھگوت نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا۔ "اٹھا لے اس کو۔" مگر کچھ نہ ہوا۔ اس نے پھر کہا۔ "سانبھر کے گھوڑے لا دے اس کو پیٹھ پر۔" مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا تو اس نے آسمان کی طرف گردن اٹھا کر دیکھا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ "ہیں یہ کیا ہوا؟ میرا گھوڑا کہاں گیا۔"

"میں بتاؤں۔" رولوکا نے کہا۔

"ارے تو کیا بتائے گا تجھے تو میں ابھی بتاتا ہوں۔" پھر اس نے ایک منتر پڑھ کر زمین پر پھونکا اور زور سے پیر مارا۔ زمین ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ پھٹ گئی مگر اس میں سے کچھ نہیں نکلا تو وہ زور سے چیخا اس کی چیخ اتنی زوردار تھی کہ آواز پھٹ گئی۔ "ارے بھوانی تو بھی دغا

رولوکا آگے بڑھا اور بولا۔ "چا اب چلا جا اب کے پوری تیاری کر کے آنا تو بالکل گدھا کے ناک سے آ جاتا ہے منہ اٹھا کے۔ ادھر یہ زمین کھود دیا تم بنانے کو ابھی جاؤ ادھر سے ادھر پھر نہیں آنے کا ہم تم کو ادھر بمبئی میں اپنا دفتر میں ملیں گے۔"

وہ جس تیزی سے آیا تھا اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے کہا۔ "یہ تو بے بلی کا کھیل کر رہے ہو کچھ فیصلہ کر لو۔"

"یہ آپ کا مطلب ہے۔ یہ جگہ مناسب نہیں تھی۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ بات ہے تو ٹھیک۔" میں نے جواب دیا۔

"اب میں زیادہ عرصہ دلی میں نہیں رہ سکتا۔" رولوکا نے کہا۔

"ظاہر ہے تم ایک فلم ساز ہو فنانسر ہو مگر تم نے گھنٹی کیوں اپنے گلے میں باندھ لی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"زیادہ دن یہ گھنٹی نہیں رہے گی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم نے اپنی پہلی فلم کا مہورت کر دیا نام کیا رکھا ہے فلم کا۔" میں نے پھر پوچھا۔

"چپا کلی پروڈکشن کی پہلی اور آخری فلم کا نام چپا کلی ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"چپا کلی نام تم کو بھی شاید پسند آ گیا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کچھ تو نام رکھنا تھا۔ ذہن میں اس وقت یہی نام تھا۔ اس لئے یہی رکھ دیا۔"

"پوری فلم بنا دو گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"بھگوت بنانے کب دے گا۔" رولوکا نے ہنس کر کہا۔

"کیوں وہ کیوں روکے گا۔ اس میں کیا خطرہ ہے۔" میں نے سوال کیا۔

رہا تھا کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا کیونکہ وہ کالی شیروانی اور سفید پاجامے میں ملبوس تھا چہرے پر بھی یہ تبدیلی تھی کہ بڑی خوش نما داڑھی نظر آ رہی تھی وہ ایک مسلمان کے گیٹ اپ میں مجھے دھوکا دینا چاہتا تھا۔

میں نے پہلی نظر میں ہی اس کو پہچان لیا۔ مگر اس کا انکشاف نہیں کیا۔ "آپ کو پہلی بار دیکھا ہے۔ مودی صاحب تعارف نہیں کرائیں گے۔" میں نے سہراب مودی سے کہا۔

"ارے آپ ان کو نہیں جانتے۔ آپ بنارس میں ہوتے ہیں مسلمانوں کے بہت بڑے لیڈر ہیں۔ ان کا نام شوکت مرزا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں۔ حیرت ہے آپ ان سے واقف نہیں ہیں۔" مودی نے کہا۔

"اچھا اچھا شوکت مرزا۔ اسی لئے میں سوچ رہا تھا کہ آپ کو کہیں دیکھا ضرور ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ نے اخبار میں فوٹو وغیرہ دیکھا ہوگا۔" بھگوت نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے میں نے کسی اور جگہ ان کو دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔

وہ دوسری طرف چلا گیا میں نے اس پر نظر رکھی۔ بار میں جا کر اس نے شراب پی اور چلا گیا۔ اس کو پتہ نہیں تھا کہ میں اس کے ساتھ بلکہ بہت قریب ہوں۔ اس کے بعد وہ ایک ایسے مقام پر گیا جہاں میں جانا پسند نہیں کرتا۔ میں اگر اس کے ساتھ رہتا تو شاید بھگوت کا کام جلد ہو جاتا۔ میری نظر میں وہ پہلے ہی اچھا نہیں تھا مگر اب تو زیادہ گر گیا۔ میں واپس تاج محل آ گیا۔

شوکت مرزا بنارس کا مشہور آدمی تھا۔ سیاسی میدان کا کھلاڑی تھا اور مسلمانوں کی نمائندگی کرتا تھا۔ کسی کو پتہ نہیں تھا کہ شوکت مرزا بنارس میں اپنے گھر موجود تھا اور ایک شوکت مرزا بمبئی کے بدنام علاقے میں نہایت گھٹیا درجے کی عورتوں کے ساتھ وقت عیش دے رہا تھا۔ وہ سب کو بتا رہا تھا کہ میں شوکت مرزا ہوں۔ میں بنارس سے آیا ہوں اس طرح وہ دو شکار ایک تیر سے کر رہا تھا۔ وہ کٹر ہندو ذہنیت کا مالک تھا۔ شوکت مرزا کی شہرت بہت اچھی تھی۔

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

وہ سیاست میں بہت دلچسپی اپنا سٹرٹ کردار رکھتا تھا۔ بھگوت اس کے نام کو استعمال کر کے اس کے کردار کو داغ دار کر رہا تھا۔

صبح تک وہ وہیں رہا۔ میرے کارندے اس کے اردگرد رہے۔ میں نے اس کو لانے کا کہا تھا وہ جیسے ہی اس بازار سے باہر آیا ایک گاڑی اس کے قریب آ گئی۔ ڈرائیور نے دروازہ کھول کر اب سے کہا۔

"آیئے مرزا صاحب میرے ساتھ چلئے۔"

بھگوت نے غور سے ڈرائیور کی طرف دیکھا مگر یہ سمجھ نہ سکا کہ یہ کون ہے حیرت سے بولا۔ "تم کون ہو اور کہاں مجھے لے جانا چاہتے ہو؟"

"آپ کو بتانا ضروری تو نہیں۔ اس لئے کہ آپ خود صاحب علم ہیں۔ دور قریب ہر طرف آپ کی نظریں رہتی ہیں۔" ڈرائیور نے ادب سے جواب دیا۔

"دھوکا دینے کی کوشش مت کرنا ۔۔۔ بہت برا ہوگا تیرے ساتھ۔" بھگوت اعتماد سے بولا۔

"میری کیا مجال کہ میں بھگوت مہاراج سے دھوکا کروں۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

بھگوت نے حیرت سے ڈرائیور کو دیکھا اور جلدی سے پوچھا۔ "کون ہے تو ۔۔۔؟"

"میں وہ نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ مجھے حکم آپ کو لانے کا ہے۔" ڈرائیور نے کہا۔

"اور اگر میں نہ جاؤں۔" وہ غصے سے بولا۔

"جانا تو پڑے گا۔" ڈرائیور نے کہا۔

"تجھے پتہ ہے کہ بھگوت مہاراج کیا کر سکتا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں یہ تو پتہ ہے کہ بہروپ بدل سکتا ہے مگر چھپ پھر بھی نہیں سکتا۔" ڈرائیور بولا۔

"تو نے کس طرح پہچان لیا۔" بھگوت ڈھٹائی سے بولا۔

"شوکت مرزا ایک باکردار آدمی ہے۔ تم جو کچھ کر کے آ رہے ہو شوکت مرزا وہ نہیں کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ شوکت مرزا بارس میں موجود ہے اس سے ثابت

ہوتا ہے۔ تو بھی صبر کر اور محنت سے روزی کما کر کھا۔"

"مجھے اپدیش مت دے میں نے کڑی محنت کی ہے یاتوں اور پہاڑوں پر مارا مارا پھرا ہوں اس لئے کہ شیشت کو اوپر لاؤں اور تو کہتا ہے کہ پھر اسی گندے سوتھلوں۔ پھر سے ٹھاکروں کی جوتیاں اٹھاؤں۔ اس گندے علاقے میں چلا جاؤں۔ میں کچھ حاصل نے نکلا ہوں۔ میں وہ سب ضرور حاصل کروں گا میں چھا جانتا ہوں۔" وہ غصے سے بولا۔

"میں تجھے ایک ہمدرد کی حیثیت سے سمجھا رہا ۔۔۔ یہ زندگی کیا ہے۔ ذرا دھیان کر۔ یہ زندگی موت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس قرض کو ادا کرنا پڑتا ہے تھ پر اور ۔۔۔ یہ قرض ہے ہم کو ادا کرنا پڑے گا نہ ہی ہمیشہ اس دنیا ۔۔۔ گا نہ تو رہے گا۔ جب ہم دونوں کو پتہ ہے کہ ہم کو ۔۔۔ ہے تو پھر اس چیز کی محبت کیوں پیدا کریں ۔۔۔ ساتھ نہیں جائے گی۔ یہ مایا جال ہے اس میں ۔۔۔ پھنسا میں اس جال میں ایک دفعہ پھنس جانے ۔۔۔ کوئی نہیں نکلتا۔ سونے کی چمک اس کو اندھا کر دیتی ۔۔۔ اس کو صرف ہیرے جیسے نوٹوں کی گڈیاں نظر آتی ہیں ۔۔۔ ان نوٹوں کی گڈیوں پر بیٹھ کر انسانیت سے منہ موڑ ۔۔۔" میں نے کہا۔

"تیری باتیں میرے سر کے اوپر سے گزر رہی ۔۔۔ تو اپنا دان بلا کر بولا۔

"تو پھر سن۔ دو تین روز میں شوکت مرزا آ جائے ۔۔۔ تک ہفتوں تک ساتھ اس کمرے میں رہے ۔۔۔ یا اور دور دکھانے کی کوشش مت کرنا تیری آواز اس ۔۔۔ سے باہر نہیں جائے گی دروازے پر میرا پہرہ ۔۔۔ ہے۔ اس سے دور رہنا ورنہ بہت خطرناک ہے۔" ۔۔۔ یہ کہہ کر کمرے سے باہر آ گیا۔

میں نے ایسا بندوبست کر دیا تھا کہ اس کی کوئی چال ۔۔۔ نجات نہیں دے سکتی تھی۔

شوکت مرزا تین روز کے بعد آ گیا۔ اس کے ۔۔۔ سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک ذہین اور بردبار

آدمی ہے۔ اس کی خاموشی اس کو تین اور سنجیدہ مزاج ظاہر کرتی تھی۔ وہ خاموشی سے میرے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا۔ "آپ کو یقین ہے کہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو بلایا ہے۔" وہ میرا حلیہ اور میری زبان سن کر ذرا حیران تو ہوا مگر اس نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"یہ دفتر پونا والا سیٹھ کا ہے اور آپ اس کرسی پر ہیں جو سیٹھ کی ہوتی چاہئے۔ مگر آپ سیٹھ پونا والا نہیں۔ آپ کی زبان سیٹھ پونا والا کی نہیں ہے۔ بمبئی کے لوگوں کی یہ زبان نہیں ہے۔" شوکت مرزا نے کہا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں واقعی وہ نہیں ہوں جو نظر آتا ہوں یہ ایک پردہ ہے اس کو قائم رکھنا ہے۔ اور مجھے سیٹھ پونا والا ہی کہنا ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے کیوں یاد فرمایا آپ نے۔" شوکت مرزا نے پوچھا۔

"تم آج آئے ہو مگر ایک شوکت مرزا بمبئی میں پہلے سے موجود ہے تم خود بھی اگر دیکھو گے تو حیران ہو گے۔ میں نے اس نقلی شوکت مرزا کو قید کر کے رکھا ہوا ہے اس کو دیکھنا چاہو گے۔" میں نے کہا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں شاید میں اتنا بڑا آدمی نہیں ہوں کہ میری نقل بنائی جائے۔ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہو گی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرا ہمشکل ہو یا کچھ مشابہت ہو۔" شوکت مرزا نے بے یقینی کے انداز میں کہا۔

"اس کا فیصلہ تم اس کو دیکھ کر کرنا۔ میں کچھ نہیں کہتا۔" میں نے کہا۔

"وہ میرے خلاف کچھ کرتا ہے کیا۔" شوکت مرزا نے پوچھا۔

"تم پہلے اس سے ملاقات کرو۔" میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" اور میں اس کو لے کر ہوٹل سے آ گیا۔

میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے پلنگ پر بھگوت بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلتا دیکھ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب میرے سامنے دو شوکت مرزا موجود تھے۔

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

شوکت مرزا نے اپنے ڈپلی کیٹ کو حیرت سے دیکھا اور بھگوت بھی چور نظروں سے اس کو دیکھتا رہا اور میں دونوں کے تاثرات پڑھتا رہا۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"دیکھ لیا شوکت مرزا۔ اب تم خود اس سے پوچھو یہ تمہارے بھیس میں کیوں ہے؟"

شوکت مرزا سنبھل چکا تھا۔ وہ بھگوت کے قریب چلا گیا اور بولا۔ "تم کون ہو۔ ہو تو میرے ہم شکل مگر میرا نام کیوں چرا رہے ہو۔" بھگوت خاموش رہا اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اصل شوکت مرزا کا نام و نشان مٹا دیتا۔

"یہ نہیں بتائے گا۔ میں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "یہ ایک دولت کا لالچی شخص ہے۔ کچھ جنتر منتر بھی جانتا ہے اس جنتر منتر کے زور پر اس نے تمہاری شکل بنائی ہے مگر اس کے کرتوت ایسے ہیں کہ بتایا نہیں جا سکتا تمہاری شہرت اور نیک نامی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ تم کو راہ سے ہٹا کر دولت کے ساتھ نیک نامی اور لیڈر شپ بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ بہت خطرناک بھی ہے اور بہت بے وقوف بھی ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ بندر کے ہاتھ میں استرا آ جائے تو وہ اپنا ہی گلا کاٹ لیتا ہے۔ یہی اس کا حال ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کی اپنی اصلی شکل بھی تو ہوگی۔" شوکت مرزا نے کہا۔

"ابھی دکھا دیتا ہوں اصلی شکل۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف اشارہ کیا وہاں سے میرا کارندہ داخل آ گیا مگر صرف اس کو میں نے اور بھگوت نے دیکھا۔ اس کو دیکھ کر بھگوت زور سے چیخا۔ "اس کو روکو۔ روکو۔ روکو۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر آ جا اپنی شکل میں تیرا ڈرامہ ختم ہوا۔" اور اب ہمارے سامنے بھگوت مہاراج اپنی شکل اور حلیے میں موجود تھا۔

وہ ایک دھوتی اور شلوکا میں ملبوس پلنگ پر بیٹھا تھا۔ اس کی لمبی چوٹی سر پر لہرا رہی تھی۔ شوکت مرزا اس کو دیکھ کر چونک گیا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا۔۔۔؟" تو وہ بولا۔

"اس کو میں نے دیکھا ہے۔ یہ کوکل پور کا رہنے والا ہے یہ اور اس کا باپ کئی دفعہ میرے پاس آئے ہیں جو کام ان کا مجھ سے تھا وہ میں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ قانونی طور پر ان کا کیس کمزور تھا۔ یہ بڑے لیڈر میرے پاس سے گیا تھا۔ مگر بنارس میں یہ میرا پیچھا نہیں کر سکتا یہ پھر بنارس میں نظر نہیں آیا اور آج پورے پانچ سال کے بعد یہ مجھے اس طرح ملا ہے۔"

"ہاں بھئی اب بتا۔ تیری شوکت مرزا سے کیا دشمنی تھی کہ تو نے ان کا روپ بھر کر بدنام کرنے کی کوشش کی۔" میں نے بھگوت سے پوچھا۔ مگر اس نے کچھ نہیں بتایا تو پھر میں نے دوبارہ کہا۔ "میری بات سنی ان سنی کر دی کان کھول کر سن لے۔ تیری خاموشی زیادہ دیر تک نہیں چلے گی تو سب کچھ بتائے گا مگر میں چاہتا ہوں تو خود ہی بتا دے۔"

"شوکت مرزا نے ہماری زمین کے معاملے میں ہماری مدد نہیں کی تھی۔ میرے خاندان کو تباہ کر دیا تھا میرا کچھ نہیں کر سکا تھا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس طریقے سے اس کا بدلہ لوں گا لہٰذا میں نے کالا علم سیکھنا شروع کر دیا۔ کئی سال میں نے مختلف چیلوں سے یہ علم سیکھا اور روپ بہروپ بدلنے کا ہنر مجھے آ گیا۔ پھر ایک دن مجھے گرو سادھو ملے اور میں نے چپا کلی کو حاصل کرنے کی آزمائش کے طور پر میں نے اس کو اس عورت کے روپ میں آ کر پریشان کیا اور میں شوکت مرزا کے روپ میں آ گیا۔ اس سے پہلے میں اس کی نیک نامی اور کردار کو داغ دار کر چکا تھا۔ مگر میرے ساتھ حادثہ ہوا اور چپا کلی تباہ ہو گئی۔ میں اتنا کمزور نہیں تو بھی یہ بات مجھ سے بہتر سادھو بہت مہان ہے۔ وہ میری سہائتا کو ضرور آئے گا۔ تیرا کیا ہوگا۔" وہ گرج کر بولا۔

"اس مہان استھان کا نام اپنی گندی زبان سے مت لے۔" میں نے کہا۔

"کیوں نہ لوں۔ وہی تو میرا گرو ہے۔ اس نے مجھے چپا کلی کا جاپ دیا تھا۔"

"ہاں میں نے تجھے جاپ دیا تھا۔ مگر تو نے جو وعدہ کیا تھا تو اس پر پورا نہیں اترا۔" ایک گونجتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔ میرے سوا سب حیران رہ گئے میں پہچان گیا تھا کہ یہ آواز سادھو کی تھی۔

"تو نے وعدہ کیا تھا تو جاپ کے لئے اس کو استعمال نہیں کرے گا تو کسی پاپ کاری کے لئے استعمال نہیں کرے گا۔ تو نے تو دونوں وچن کا خیال نہیں کیا۔ میں تیری سہائتا کرتا مگر اب اس کا دان نہیں کروں گا۔"

آواز بلند ہوئی تو بھگوت بے ساختہ چیخ کر بولا۔ "گرو دیو میری مدد کرو۔ مجھے اس پاپی کے کشٹ سے بچاؤ۔"

"چپ رہو تو خود پاپی ہے۔ تیری کوئی سہائتا نہیں ہوگی اپنے کرموں کا پھل تجھے بھوگنا ہوگا یہی انصاف ہے۔"

بھگوت شور کرتا رہا مگر دوبارہ سادھو کی آواز نہیں آئی۔ شوکت مرزا حیرت سے یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ میں نے کہا۔ "تیری گلو خلاصی ہو گئی ہے کہ تجھے خالی ڈھول کر دیا جائے۔ تیری ساری چپا کلی اور شکتی کو ختم کر دیا جائے۔" میں نے کہا۔ تو وہ بولا۔

"یہ نہ کرتا اس سے تو اچھا ہے کہ تو مجھ کو جان سے لے۔ میں شکتی کے بغیر کس طرح جیوں گا۔"

"کچھ کو اصلی گیانی ہمیشہ نہیں ہوتا اسی طرح تجھے شکتی حاصل نہیں ہوگی تو پھر وہی کرے گا۔ تو نے اپنے سادھو گرو سے کیا وعدہ کیا تھا وہ مجھے سے جھوٹ بول کر اس کا تجھ کو کیا پاس ہوگا۔ اچھی بات کر تیری جان لے لوں تو یہ بہت آسان ہے مگر میں جانتا ہوں کہ تو مرنا نہیں چاہے گا ہر حالت میں زندگی چاہے گا۔ موت سے بڑھ کر اور کوئی چیز ہے اب بول کیا چاہتا ہے۔"

بھگوت خاموش رہا۔ تو میں نے پھر کہا۔ "یہ خاموشی کی چادر تو اوڑھ لیتا ہے کیڑے کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھتا ہے بلی چلی جائے گی تو تیرا خیال درست نہیں ہے۔ تجھے میری بات کا جواب دینا ہے صرف ایک منٹ میں اس کے بعد میں وہی کروں گا جو مجھے کرنا ہے۔"

وہ جلدی سے بولا۔ "مجھے نہ مارو۔ بتاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے تو زندہ رہے گا۔ تیری ساری چپا ختم سب شکتی ختم اور تجھ سے جن لے اگر تو نے کبھی بھی کسی شکتی کو حاصل کرنے کی طرف قدم بڑھایا تو تیرا جسم ناکارہ ہو جائے گا۔ پھر تو خود موت کی تلاش کرے گا اور نہیں پائے گا۔ اب اٹھ کر اس شہر سے فوراً چلا جا۔" بھگوت اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً ہی کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد شوکت مرزا نے کہا۔

"یہ حیرت انگیز واقعہ میری زندگی کا بہت بڑا واقعہ ہے۔ میں نے ایسا تماشہ کبھی نہیں دیکھا۔"

"پراسرار اور حادثاتی دنیا بھی ایک ہے آپ چونکہ اس کے بارے میں نہیں جانتے اس لئے آپ کو حیرت تو ہوگی۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میرے خدا میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ ناقابل یقین ہے۔" شوکت مرزا نے کہا۔

"یہ ایک بہت ہی چھوٹی حقیقت تھی جو آپ نے دیکھی۔" میں نے کہا۔

"میری عقل نے اب تک اس کو قبول نہیں کیا ہے۔ میں ایک سوال کروں۔" شوکت مرزا نے کہا۔

"ضرور کرو۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ کا علم معمولی احاطہ انسانی سے بالا تر ہے آپ جادوگر ہیں یا انسانی پیکر میں کچھ اور۔۔۔"

"میں ایک انسان ہی ہوں خود کو مافوق البشر بھی نہیں کہتا اور جادوگروں کے گروہ سے بھی میرا تعلق نہیں بنتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں کیا سمجھوں۔" شوکت مرزا نے پوچھا۔

"مجھے ایک خدمت گار سمجھ لیں اور ہاں جو روپ آپ کے سامنے میرا اس وقت ہے یہ اصلی نہیں ہے۔ آپ آج کے بعد مجھے اس روپ میں تلاش نہیں کر سکیں گے اور اگر کریں گے تو ناکامی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"میں آپ سے ضرور ملتا، کچھ استفادہ، کچھ تجربہ حاصل کرتا چاہوں گا۔" شوکت مرزا نے کہا۔

"ایسا نہیں ہوگا۔ آج کے بعد پونا والا سیٹھ یہی شہر میں تو کیا پورے بھارت میں نہیں ہوگا۔ یہ ایک کردار تھا۔ اس کا کام ختم ہوگیا۔ اب کہانی میں اس کا ذکر نہیں آئے گا مگر یہ زندگی کی کہانی ہے یہ کبھی ختم نہیں ہوگی نئے نئے کردار آئیں گے وہ بھی اپنا پارٹ پلے کریں گے اور ایک نہ ایک دن ختم ہو جائیں گے۔ ہماری ملاقات اب نہیں ہوگی سیٹھ پونا والا کا پارٹ یہیں پر ختم ہوگیا ہے۔"

"اور سیٹھ پونا والا کا کاروبار ادھوری قسم اس کا کیا ہوگا۔" میں نے رولوکا کی روداد سننے کے بعد رولوکا سے پوچھا۔

"اس کو میں نے پہلے ہی ٹھکانے لگا دیا تھا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟" میں نے پھر پوچھا۔

"اس کی تفصیل زیادہ نہیں ہے صرف اتنی سی ہے کہ لاکھوں کا کاروبار اگر کسی کو مفت مل رہا ہو تو وہ کیوں نہیں لے گا میں نے اپنا سب کاروبار اپنے منیجر کو صرف اس وعدے پر دے دیا کہ وہ میری امانت سمجھ کر اس کو چلائے گا۔ مجھے جب ضرورت ہوگی اپنا حصہ آ کر وصول کرلوں گا۔"

"چلو کسی کا تو بھلا ہوا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب آپ بتائیں کیا پروگرام ہے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ذرا آرام بھی کرلیا کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"آرام تو کرتے رہتے ہیں کام ہے تو زندگی ہے۔ کام نہیں تو زندگی میں کچھ مزا ہی نہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"کم از کم کوئی تو ہے جو تم کو ہندوستان میں جانتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بھی یہ سمجھتا تھا کہ صرف تم ہی رولوکا کو جانتے ہو مگر ایسا نہیں تھا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ چپا کلی اصل میں تھی کون؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہماری دنیا کی مخلوق نہیں تھی۔ یہ مخلوق زمین کے اندر کی ہے ان کی زندگی ہماری زندگی سے زیادہ مشکل ہے۔ اسی لئے قدرت نے ان کو زیادہ صلاحیتیں اور طاقت دی ہے یہ زمین کے اندر ہزاروں فٹ گہرائی میں رہتی ہے۔ زمین کے اوپر اس لئے نہیں آتی کہ ان کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ مگر ہماری دنیا کے لوگ ان کو اوپر لے آتے ہیں اور ان سے ناجائز کام کرواتے ہیں۔ یہ جن بھی ہیں سب سے بڑی انکا ہے۔ نورمیان والی کا ہام جمکا ہے اور یہ سب سے چھوٹی تھی اس کا نام چکا تھا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ یہ جنات سے زیادہ طاقتور مخلوق ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ جنات ہماری طرح ہر مذہب کے لیے گے اسی لئے وہ اس مخلوق سے کمزور نہیں ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"اس مخلوق میں کیا صرف مادہ ہی ہیں نر نہیں ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"میرا واسطہ دو دفعہ ان سے پڑا ہے۔ دونوں بار مادہ ہی ملی۔ نر بھی ہوتے ہوں گے جب ان سے مڈبھیڑ ہوگی تو میں بتاؤں گا۔" رولوکا نے ہنس کر کہا۔

☆☆☆

ورڈ ایجنٹ کا مشہور و معروف سلسلہ قسط نمبر 12 سے قسط نمبر 23 تک مکمل اور طویل ترین داستان حیرت کتابی شکل میں تیار ہے۔

نمبر (2)

رولوکا

پراسرار قوتوں کا مالک

تحریر: اے وحید

قیمت -/160

ڈریمز کمیشنر

کتاب مارکیٹ بمبئی روڈ پلازہ کراچی

Ph:32744391